پردہ اُٹھتا ہے

تألیف

انصر رضا
مبلّغ احمدیہ مسلم جماعت
کینیڈا

فہرست عنوانات

☆ امام موعودؑ کی تکفیر

☆ کسوف وخسوف

☆ جب دیا رنج بتوں نے

☆ علمائے امتی کانبیائے بنی اسرائیل

☆ حب الوطن من الایمان

☆ نبی جہاں فوت ہووہیں دفن ہوتا ہے

☆ نبی اکرم ﷺ کے والد کی وفات آپؐ کی پیدائش کے بعد

☆ انبیاء علیہم السلام کی تعداد

☆ احمدی ہمارے بھائی نہیں ہیں

☆ مردے دنیا میں زندہ نہیں ہوں گے

الزامات

☆ سخت کلامی اور گالیاں نکالنے کا الزام

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کا الزام

☆ صحابہ کرامؓ کی توہین کا الزام

☆ اسہال کا مرض

☆ غیر مسلم حکمران (اولوالامر) کی اطاعت

☆ بخاری میں ''ھذ اخلیفۃ اللہ المہدی'' حدیث نہیں ہے

☆ مولوی ثناء اللہ سے مباہلہ نہیں ہوا

☆ عقیدہ نزولِ مسیح دین کا بنیادی رکن نہیں ہے

☆ وعدہ میں گنجائش اور وسعت ہوتی ہے

کتابیات؛ علماء کرام کے اسماء گرامی اور اُن کے مسالک

عرضِ مؤلف

اگر چہ مخالفینِ حق ہر دور میں الٰہی جماعتوں کے خلاف جھوٹ اور دھوکہ دہی سے کام لیتے رہے ہیں لیکن اس موجودہ دور میں یہ صنعت بہت ترقی کرگئی ہے۔ اس کی ایک وجہ عوام الناس کا دین اور دینی علوم سے بہت دور ہونا بھی ہے۔ پچھلے زمانوں میں نہ تو کتابوں کی اتنی وسیع پیمانے پر اشاعت ہوتی تھی جیسا کہ جدید چھاپہ خانوں اور اشاعتی مراکز کے ذریعہ آج کل ہوتی ہے اور نہ ہی لوگوں بلکہ علماء تک کو علم کے ان سرچشموں تک رسائی میسر ہوتی تھی جیسا کہ انٹرنیٹ کے ذریعہ آج ہر خاص و عام کو میسّر ہے۔

اس لحاظ سے ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ پچھلی صدیوں میں کتابوں کی عدم دستیابی اور لوگوں کی ان تک پہنچ نہ ہونے کے باعث علماء لوگوں کو جھوٹے حوالے بتا کر اپنا مؤقف ثابت کرنے کی کوشش کرتے لیکن تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ایسا بہت کم ہوتا تھا۔ اس کے برعکس جدید دور میں، جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے، کتابیں نہ صرف یہ کہ کثرت سے شائع ہو رہی ہیں بلکہ ہر خاص و عام تک ان کی رسائی بھی بہت آسان ہوگئی ہے۔ اس لحاظ سے اب علماء کو غلط حوالہ جات دینے اور اُن کی بنیاد پر جھوٹے عقیدے عوام میں پھیلانے سے بہت زیادہ احتراز کرنا چاہئے کیونکہ اب ہر کوئی ان کی باتوں کی تصدیق یا تردید کرسکتا ہے۔ صرف ماؤس کلِک کرنے کی دیر ہے اور کتابیں آپ کے کمپیوٹر میں اترنا شروع ہو جاتی ہیں۔

لیکن حیرت ہے کہ اس جدید دور کے علماء کا لوگوں سے جھوٹ بولنا اور دھوکہ دینا پہلے سے کہیں زیادہ ترقی کر گیا ہے۔ یہ علماء نہ صرف اپنے مخالفین سے غلط عقائد منسوب کرتے ہوئے انہیں عوام میں تحریری اور تقریری طور پر پھیلا کر عوام کو ان کے خلاف نفرت دلاتے ہیں بلکہ خود اپنے بزرگان کی ایسی باتیں چھپا جاتے ہیں جو اُن کے مخالفین کی تائید کرتی ہوئی ان کے جھوٹ کا پول کھولتی ہیں۔ اور ایسا کرتے ہوئے انہیں ذرا بھی یہ خوف دامنگیر نہیں ہوتا کہ کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی ان حوالہ جات کی تصدیق یا تردید کر کے ان کی حرکتوں سے پردہ اٹھا سکتا ہے۔

اس بے خوفی کی بڑی وجہ، جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے، عوام کی دین اور دینی علوم سے بے رغبتی اور لاپرواہی ہے۔ عوام نے دین کو علماء کے سپرد کر کے خود دنیا سنبھال لی ہے اور یہ دونوں، ایک خاموش مجرمانہ معاہدے کے تحت ایک دوسرے کے دائرہ کار میں مداخلت نہیں کرتے۔ علماء کو عوام کے عقیدے سے تو دلچسپی ہے لیکن ان کی بداعمالیوں سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔ اسی طرح عوام بھی علماء کی تمام تر سیاہ کاریوں کا علم رکھنے کے باوجود دین کے معاملہ میں ان کی اندھی تقلید کرتے جاتے ہیں۔

احمدیہ مسلم جماعت کے مخالفین نے بھی اس کے ساتھ یہی سلوک روا رکھا کہ نہ صرف اس کے ساتھ غلط عقائد منسوب کئے بلکہ قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ اپنے بزرگوں کی وہ تمام تحریریں بھی عوام سے چھپا کر رکھیں جن سے احمدیہ مسلم جماعت کے عقائد کی تائید وتصدیق ہوتی ہے۔ لیکن ان کے اس کتمانِ حق کے باوجود اللہ تعالیٰ کی زبردست قدرت کا نشان ہے کہ اس دور میں بھی خود ان علماء کے اپنے ہاتھوں سے لکھی جانے والی کتابوں میں ایسے حوالہ جات کثرت سے دستیاب ہیں جن سے احمدیہ مسلم جماعت پر لگائے گئے الزامات کی تردید اور اس کے عقائد کی تصدیق ہوتی ہے۔

زیرِ نظر کتاب غیر احمدی علماء کے ایسے ہی حوالہ جات پیش کر کے، جو آج تک قارئین کی نظروں سے بڑی حد تک اوجھل رہے ہیں، اُن کے چہرے سے پردہ اٹھانے کی ایک کوشش ہے۔ اس کتاب میں اس بات کا خاص اہتمام کیا گیا ہے کہ اس میں قرآن وحدیث اور قدیم بزرگانِ دین کی کتابوں سے حوالے پیش کرنے کی بجائے صرف موجودہ دور کے غیر احمدی علماء کی کتابوں سے حوالے پیش کئے جائیں۔ صرف ایک آدھ جگہ پہ اس اصول سے انحراف کیا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس خاص موضوع پر قدیم علماء کے حوالے پیش کر کے قارئین کو اس کے پس منظر سے آگاہ کرنا مقصود تھا۔

اِن حوالہ جات سے قارئین پر ایک تو یہ واضح ہوگا کہ احمدیت کی مخالفت میں کس قدر جھوٹ اور دھوکہ دہی سے کام لیا جارہا ہے دوسرا یہ کہ ان علماء کی کتابوں میں ایک ہی مسئلہ پر متضاد خیالات وآراء پائی جاتی ہیں جنہیں ذاتی وابستگیوں کی بناء پر عقائد کا درجہ دے دیا گیا ہے، اپنے لئے ایک اصول اور مخالفین کے لئے دوسرے اصول کا معیار کھلے عام اپنایا جاتا ہے، اور مخالف کے جس عقیدے کو کفر قرار دیا جاتا ہے وہ خود ان کی کتابوں میں ان کے مسلمہ عقیدہ کے طور پر پایا جاتا ہے۔

جن موضوعات پر یہ حوالہ جات اکٹھے کئے گئے ہیں اُن میں ’’ظہر الفساد فی البرّ والبحر‘‘ کے زیرِعنوان مسلمانوں کی حالتِ زار اور علماء کے علمی، روحانی، اور اخلاقی زوال کا اُن کے اعترافات؛ تضادات کے زیرِعنوان علماء کی متضاد باتوں؛ اور الزامات کے عنوان کے تحت احمدیہ مسلم جماعت پر لگائے گئے الزامات کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ یہ حوالہ جات غیر احمدی علماء کی 120 کے قریب کتابوں اور دینی رسائل، جبکہ 16 سے زائد اخبارات سے سرورق سمیت متعلقہ صفحات اور تراشوں کی تصویری شکل میں پیش کئے جارہے ہیں تا کہ اصل ماخذ قارئین کے سامنے آجائے اور کسی قسم کے اور کسی بھی سطح پر جھوٹ یا غلط بیانی کا الزام ہم پر عائد نہ ہوسکے۔ ان تمام حوالہ جات کی تفصیل کتاب کے آخر میں ان علماء کرام کے اسماء گرامی اور ان کے مسالک کے ذکر کے ساتھ دی گئی ہے۔ اس نوعیت کے انہی اور دیگر موضوعات پر بے شمار حوالہ جات موجود ہیں لیکن اس سے تکرار کے ساتھ ساتھ کتاب کی ضخامت میں بھی اضافہ ہوجاتا اور ویسے بھی دیگ میں سے چند دانے ہی چکھے جاتے ہیں اور عقلمند کو اشارہ ہی کافی ہوتا ہے اور یہاں تو اشارہ کی بجائے اچھی خاصی تصویر پیش کر دی گئی ہے۔ اب اس تصویر کو دیکھ کر صورت کے ساتھ ساتھ سیرت کا بھی خوب اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اور آخر میں ذاتِ باری کے شکر و سپاس اور نہایت درجہ امتنان کے جذبات کے اظہار کے ساتھ ساتھ، جس نے یہ کتاب مرتب کرنے اور دیگر دینی خدمات بجالانے کی توفیق بخشی اور اپنے خادموں میں شامل فرمایا، ہیمبرگ جرمنی میں مقیم اپنے نہایت پیارے دوست، سلطانِ نصیر اور اس کتاب کی تالیف کے زبردست محرک، باعث اور سرچشمہ مکرم و محترم نیّر بٹ صاحب کا شکریہ ادا کرنا بھی بہت ضروری بلکہ لازمی ہے۔ ہماری آج تک دوبدو ملاقات نہیں ہوئی اور پچھلی ایک دہائی سے زائد محیط برسوں میں ہم صرف انٹرنیٹ کے ذریعہ ہی ایک دوسرے سے تقریباً ہر روز ملتے، باتیں کرتے اور معلومات کا تبادلہ کرتے ہیں۔ لیکن ہم ایک فیملی کی طرح ایک دوسرے کے نہ صرف بہت قریب ہیں بلکہ ایک دوسرے کے عادی ہوچکے ہیں۔ خاکسار کے ساتھ ساتھ نیّر بٹ اور ان کے خاندان کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھئے۔

انصر رضا

مبلغ احمدیہ مسلم جماعت کینیڈا

12 ستمبر 2013ء

ظہر الفساد فی البرّ والبحر

(سورۃ الروم 30:42)

مسلمانوں کی حالتِ زار

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مسلمانوں کی دینی، اخلاقی اور روحانی حالتِ زار کو اپنی بعثت کی وجہ بتاتے ہیں۔ حضورؑ فرماتے ہیں کہ وہ مسلمان کو حقیقی مسلمان بنانے کے لئے تشریف لائے ہیں۔ حضورؑ کی اس بات کو نظرانداز کرنے والے آج خود امت مسلمہ کی حالتِ زار پر شکوہ و فریاد کرتے اور مسلمان کو مسلمان بنانے کی ضرورت بیان کرتے نظر آتے ہیں، لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ خود کو مریض مان کر بھی مسیحا کی ضرورت کا انکار کرتے ہیں۔

علماء کے زوال کا اعتراف

مسلمان عوام کی حالتِ زار کے ساتھ ساتھ علماء کی علمی، اخلاقی و روحانی حالت بھی کافی دگرگوں ہو چکی ہے جس کا اعتراف خود یہ علماء کرتے ہیں۔ گویا حالت یہ ہے کہ ''مژدہ باد اے مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے'' یعنی جوامتِ مسلمہ کی بیماری کے علاج کا دعویدار ہے وہ خود اس مرض کا شکار ہو چکا ہے۔ ان حالات میں سوائے آسمانی مدد کے دوسرا کوئی اور چارہ نہیں رہا۔ یہ امر بھی دلچسپی کا حامل ہے کہ جہاں سنّی اور شیعہ ایک دوسرے پر تحریفِ قرآن و حدیث کے الزامات لگاتے ہیں وہاں اہلسنّت کے مختلف گروہ، یعنی دیوبندی، بریلوی، اور اہلحدیث، بھی ایک دوسرے پر قرآن و حدیث میں تحریف کے سنگین الزامات عائد کرتے ہوئے انہیں یہود و نصاریٰ کے نقشِ قدم پر چلنے والا قرار دیتے ہیں۔

مجموعہ اشتہارات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جلد سوم

(از ۱۸۹۸ء تا ۱۹۰۸ء)

الناشر

الشركة الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ

کا ایک طوفان برپا ہو رہا ہے۔ اکثر دلوں سے اللہ جلّشانہٗ کا خوف اُٹھ گیا ہے اور دباؤں کو ایک معمولی تکلیف سمجھا گیا ہے جو انسانی تدبیروں سے دُور ہو سکتی ہے۔ ہر ایک قسم کے گناہ بڑی دلیری سے ہو رہے ہیں اور قوموں کا ہم ذکر نہیں کرتے۔ وہ لوگ جو مسلمان کہلاتے ہیں اُن میں سے جو غریب اور مفلس ہیں اکثر اُن میں سے چوری اور خیانت اور حرام خوری میں نہایت دلیر پائے جاتے ہیں جھوٹ بہت بولتے ہیں اور کئی قسم کے خبیث اور مکروہ حرکات ان سے سرزد ہوتے ہیں اور وحشیوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ نماز کا تو ذکر کیا کئی کئی دنوں تک مُنہ بھی نہیں دھوتے اور کپڑے بھی صاف نہیں کرتے اور جو لوگ امیر اور رئیس اور نواب یا بڑے بڑے تاجر اور زمیندار اور ٹھیکہ دار اور دولت مند ہیں وہ اکثر عیاشیوں میں مشغول ہیں اور شراب خوری اور زناکاری اور بد اخلاقی اور فضول خرچی اُن کی عادت ہے اور صرف نام کے مسلمان ہیں اور دینی امور میں اور دین کی ہمدردی میں سخت لاپرواہ پائے جاتے ہیں۔

اب چونکہ اس الہام سے جو ابھی میں نے لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقدیر معلّق ہے اور توبہ اور استغفار اور نیک عملوں اور ترک معصیت اور صدقات اور خیرات اور پاک تبدیلی سے دُور ہو سکتی ہے۔ لہٰذا تمام بندگانِ خدا کو اطلاع دی جاتی ہے کہ سچّے دل سے نیک چلنی اختیار کریں اور بھلائی میں مشغول ہوں اور ظلم اور بدکاری کے تمام طریقوں کو چھوڑ دیں۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ سچّے دل سے خدا تعالیٰ کے احکام بجا لاویں، نماز کے پابند ہوں، ہر ایک فسق و فجور سے پرہیز کریں، توبہ کریں اور نیک بختی اور خدا ترسی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوں، غریبوں اور ہمسایوں اور یتیموں اور بیواؤں اور مسافروں اور درماندوں کے ساتھ نیک سلوک کریں اور صدقہ و خیرات دیں اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں اور نماز میں اِس بلا سے محفوظ رہنے کے لئے رو رو کر دُعا کریں پچھلی رات اُٹھیں اور نماز میں دُعائیں کریں۔ غرض ہر قسم کے نیک کام بجا لاویں اور ہر قسم کے ظُلم سے بچیں اور اُس خدا سے ڈریں جو اپنے غضب سے ایک دم میں ہی دُنیا کو ہلاک کر سکتا ہے۔

حصہ دوم

جو "مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم" اور اضافوں پر مشتمل ہے

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

۱۳۔ ای، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور (پاکستان)

دوسرے رفقاء کے متعلق تو میں نہیں کہہ سکتا کہ ان کا کیا حال ہے، مگر اپنی ذات کی حد تک میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام کو جس صورت میں مَیں نے اپنے گردوپیش کی مسلم سوسائٹی میں پایا، میرے لیے اس میں کوئی کشش نہ تھی۔ تنقید و تحقیق کی صلاحیت پیدا ہونے کے بعد پہلا کام جو میں نے کیا وہ یہی تھا کہ اُس بے روح مذہبیت کا قلادہ اپنی گردن سے اُتار پھینکا جو مجھے میراث میں ملی تھی۔ اگر اسلام صرف اُسی مذہب کا نام ہوتا جو اِس وقت مسلمانوں میں پایا جاتا ہے تو شاید میں بھی آج ملحدوں اور لامذہبوں میں جا ملا ہوتا، کیونکہ میرے اندر نازی فلسفہ کی طرف کوئی میلان نہیں ہے کہ محض حمایتِ قومی کی خاطر اجداد پرستی کے چکر میں پڑا رہوں۔ لیکن جس چیز نے مجھے الحاد کی راہ پر جانے یا کسی دوسرے اجتماعی مسلک کو قبول کرنے سے روکا اور از سرِ نو مسلمان بنایا وہ قرآن اور سیرتِ محمدیؐ کا مطالعہ تھا۔ اُس نے مجھے انسانیت کی اصل قدر و قیمت سے آگاہ کیا۔ اس نے آزادی کے اُس تصور سے مجھے رُوشناس کیا جس کی بلندی تک دنیا کے کسی بڑے سے بڑے لبرل اور انقلابی کا تصور بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اس نے انفرادی حسنِ سیرت اور اجتماعی عدل کا ایک ایسا نقشہ میرے سامنے پیش کیا جس سے بہتر کوئی نقشہ میں نے نہیں دیکھا۔ اس کے تجویز کردہ لائحۂ زندگی (Scheme of Life) میں مجھے ویسا ہی کمال درجہ کا توازن (Balance) نظر آیا جیسا کہ ایک سالمہ (Atom) کی بندش سے لے کر اجرامِ فلکی کے قانونِ جذب و کشش تک ساری کائنات کے نظم میں پایا جاتا ہے۔ اور اسی چیز نے مجھے قائل کر دیا کہ یہ نظامِ اسلامی بھی اُسی حکیم کا بنایا ہوا ہے جس نے اس جہانِ ارض و سما کو عدل اور حق کے ساتھ بنایا ہے۔

پس درحقیقت میں ایک نومسلم ہوں۔ خوب جانچ کر اور پرکھ کر اُس مسلک پر ایمان لایا ہوں جس کے متعلق میرے دل و دماغ نے گواہی دی ہے کہ انسان کے لیے فلاح و صلاح کا کوئی راستہ اس کے سوا نہیں ہے۔ میں صرف غیر مسلموں ہی کو نہیں بلکہ خود مسلمانوں کو بھی اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اس دعوت سے میرا مقصد اُس نام نہاد

مسلم سوسائٹی کو باقی رکھنا اور بڑھانا نہیں ہے جو خود ہی اسلام کی راہ سے بہت دُور ہٹ گئی ہے، بلکہ یہ دعوت اِس بات کی طرف ہے کہ آؤ اُس ظلم و طغیان کو ختم کر دیں جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے، انسان پر سے انسان کی خدائی کو مٹا دیں اور قرآن کے نقشہ پر ایک نئی دنیا بنائیں جس میں انسان کے لیے بحیثیت انسان کے شرف و عزت ہو، حریت اور مساوات ہو، عدل اور احسان ہو۔

بدقسمتی سے اس وقت ہندوستان میں حالات نے کچھ ایسی صورت اختیار کر لی ہے جس کی وجہ سے اسلام کی تبلیغ کا نام سنتے ہی ایک شخص کا ذہن فوراً ووٹ بڑھانے کی کوشش اور سیاسی غلبہ (Domination) کی خواہش اور اسی قبیل کی بہت سی دوسری چیزوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ ایک طرف جمہوری طرزِ حکومت کے قیام نے سیاسی طاقت اور اس کے تمام ضمنی فوائد کو ووٹوں کی کثرت پر منحصر کر دیا ہے۔ دوسری طرف مسلمانوں کی پوزیشن یہاں کچھ ایسی ہے کہ ان کی جانب سے اپنے مسلک کو پھیلانے کی کوئی کوشش اس شبہ سے بچ نہیں سکتی کہ یہ حوصلہ مند (Ambitious) قوم اِس راستہ سے سیاسی اقتدار حاصل کرنا چاہتی ہے۔ ان شُبہات کو قوت پہنچانے میں خود مسلمانوں کا اپنا بھی کافی حصہ ہے۔ اِن کے بہت سے غلط نمائندوں نے تبلیغ تبلیغ کا شور کچھ اس طرح بلند کیا کہ گویا یہ محض ایک سیاسی حربہ ہے جسے اِس جمہوری دَور میں صرف اِس غرض کے لیے استعمال کرنا چاہیئے کہ اپنی قلتِ تعداد کے پیچیدہ مسئلے کو حل کیا جائے۔ اِس چیز نے اِسلام کے راستے میں ایک شدید قسم کا سیاسی تعصّب حائل کر دیا ہے۔ سوشلزم، کمیونزم، فاشزم یا اور کسی اِزم کی تبلیغ کی جائے تو لوگ اس کو محض اس کے ذاتی اوصاف (Merits) کے لحاظ سے دیکھتے ہیں اور اگر ان کے دماغ کو وہ اپیل کرتا ہے تو اسے قبول کر لیتے ہیں۔ مگر "اسلام اِزم" کا نام آتے ہی لوگوں کا ذہن اس طرف منتقل ہو جاتا ہے کہ یہ ہمارے ملک کی ایک ایسی قوم کا مسلک ہے جو پہلے یہاں حکومت کر چکی ہے اور اِس جمہوری دَور میں قلیل التعداد ہونے کی وجہ سے اپنے ووٹ بڑھانا چاہتی ہے

”اے مسلمانو، مسلمان بنو، کی آواز بلند کرنے کی اشد ضرورت ہے“

نبی آخرالزماں محمدؐ کی تقلید نیک اعمال کمانے کا بہترین طریقہ ہے، رائیونڈ اجتماع میں تقریریں

رائے ونڈ (نمائندہ ایکسپریس) امر بالمعروف اسلام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے، آج اے مسلمانو، مسلمان بنو، کی آواز زور و شور سے بلند کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ ان خیالات کا اظہار مختلف مقررین نے سالانہ تبلیغی اجتماع کے دوسرے روز خطاب کرتے ہوئے کیا، نماز جمعہ مولانا عبدالرشید سورتی نے پڑھائی۔ مولانا محمد زبیر، مولانا سلیمان، مولانا یونس اور مولانا عظمت نے کہا کہ غیر مسلمانوں کو بنانے سے زیادہ اہم کام مسلمانو ں کو کامل مسلمان بنانا ہے، اللہ نے انسانوں کی ہدایت کا انتظام ہر زمانے میں اپنے بندوں کے ذریعے ہی کرایا، ہدایت کی محنت کرنے والوں کو انبیاء اور رسل کے نام سے مبعوث فرمایا۔ یہ سلسلہ نبی آخرالزماں محمد ﷺ تک جاری رہا اور آپ ﷺ کو ہدایت کا ہادی اور امام قرار دے دیا گیا، اس رہبر کامل کو حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے کار نبوت کے تین اصول عطا فرمائے اول تلاوت احکام، دوم تعلیم کتابت و حکمت، سوم تزکیہ نفس۔ ان کی تقلید کر کے آخرت کے لئے نیک اعمال کمانے کا یہ بہترین طریقہ ہے، اسے ہاتھ سے نہ جانے دیں تاکہ قیامت کے دن دوزخ کی آگ سے نجات اور جنت کے حق دار بن جائیں۔ اجتماع میں سعودی عرب، انڈونیشیا، بھارت، صومالیہ اور دیگر ممالک سے قریباً دو لاکھ سے زائد مسلمانوں نے شرکت کی۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر اسلام کی ریڑھ کی ہڈی ہے، علماء

غیر مسلموں کو مسلمان بنانے سے زیادہ اہم کام مسلمانوں کو مسلمان بنانا ہے، علامہ وہاب

رائیونڈ میں سالانہ عالمی تبلیغی اجتماع کے دوسرے مرحلہ کے آغاز پر لاکھوں افراد کی شرکت

رائیونڈ (آئی این پی) علامہ حاجی عبدالوہاب اور مولانا زبیرالحسن نے قوم سے کہا ہے کہ وہ گمراہی کو راستے کو چھوڑ کر اللہ اور اسکے رسول ؐ کے بتائے ہوئے راستوں پر چلے صحیح تبلیغ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اسلام کی ریڑھ کی ہڈی ہے یہی اسلام کی بنیاد' قوت اس کی وسعت اور کامیابی کی ضامن ہے' آج سب زمانوں سے بڑھ کر اس دعوت تبلیغ کی اشد ضرورت ہے' غیر مسلموں کو مسلمان بنانے سے زیادہ اہم کام مسلمانوں کو مسلمان بنانا ہے' آج کے مسلمانوں کی حالت دیکھ کر قرآن پاک بھی کہہ رہا ہے کہ اے مسلمانوں، مسلمان بنو' وہ جمعرات کو رائیونڈ سالانہ عالمی تبلیغی اجتماع کے دوسرے مرحلہ کے آغاز پر لاکھوں فرزندان توحید کے اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہ رب العزت نے انسانوں کی ہدایت کا انتظام ہر زمانے میں جاری رکھا اور اپنی حکمت اور اپنے علم کے ماتحت کبھی قوم در قوم کبھی قبیلہ در قبیلہ اس سلسلہ کو جاری رکھا، دین اور دنیا میں اپنے گناہوں سے توبہ کریں اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان اور توبہ کو پسند کرنیوالا ہے میرے بھائیو اپنے گھروں میں اہلخانہ کو دین سکھاؤ اور نماز کا پابند بناؤ اور آخرت کیلئے نیکیاں اکٹھی کر لو تاکہ کل روز محشر کو کچھ گرہ میں ہوگا تو کام آئیگا دنیا کا مال و دولت کسی کام نہیں آئے گا کلمہ کا ورد کرنے والا قیامت کے دن اس کا چہرہ روشن ہوگا اور پیشانی چمک رہی ہوگی۔

اِزالۃ الاوہام

جلد ۱

متکلم اسلام، محقق مذاہب عالم، مجاہد حق حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی ؒ کی ردِ عیسائیت پر فارسی زبان میں سب سے پہلی نایاب کتاب جو موصوف نے ۱۲۶۹ھ ۱۸۴۸ء میں تصنیف کی جس میں عیسائیت کے بڑے اعتراضات کے الزامی تحقیقی، عقلی ونقلی، مکمل ومدلل، جامع ومسکت جوابات دیے گئے ہیں نیز مسئلہ تثلیث اور بشاراتِ محمدی ﷺ پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

تالیف

متکلم اسلام حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ وتقدیم شرح وتحقیق

مولانا ڈاکٹر محمد اسماعیل عارفی

تقریظ پسند فرمودہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

مکتبہ دار العلوم کراچی

عیسائی مشنریوں کے اس فتنہ کی یلغار کو روکنے کیلئے علماءِ ربّانیین کی ایک بڑی جماعت کو کھڑا کیا جن کے دل اخلاص سے معمور، دماغ روشن تھے۔ انہوں نے عیسائیت کے اصل ماخذ ومصادر کا تجزیہ کر کے مذہب مسیحی کا وسیع وعمیق جائزہ لیکر عیسائیت کے تابڑتوڑ حملوں کا نہ صرف جواب دیا بلکہ عیسائیت کو دفاع پر بلکہ بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ ہر طرح کے مصائب جھیل کر، آگ کے سمندر میں کود کر اثاثہ اسلام کے اردگرد عشق ووفا کا ایسا پہرہ دیا کہ مثال نہیں ملتی اور اگر کسی منہ پھٹ نے حضورِ ختمی مرتبت ﷺ کی شان میں اعتراض وسوال کے اسلوب سے ہٹ کر محض گستاخانہ بات کہی تو مسلمانوں نے ایسا جواب دیا کہ موت وحیات کے فاصلے مٹا دیے۔

؎ بآں گروہ کہ از ساغرِ وفا مستند　　سلامِ ما برسانید کہ ہر کجا ہستند

اگر روشن خیالی، آزادیِ اظہار کے نام پر کوئی وزنی اعتراض، جاندار سوال یا معقول اشکال کر کے جواب طلب کیا جائے تو علمی دنیا میں آج بھی اسکی پذیرائی ہے اور وکلاءِ اسلام آج بھی عیسائیت کی ہر بات کا جواب دینے کو بے تاب ہیں۔ لیکن جب کسی کے پاس دلیل وبرہان کی رو سے کوئی بات نہ ہو تو وہ سب وشتم اور توہین آمیزی پر اتر آتا ہے، قُربِ قیامت اور مسلمانوں کا زوال ہے کہ اب اسکی مثالیں زیادہ ہی سامنے آ رہی ہیں۔

یہ علماءِ حق جنہوں نے اِسلامی ہند کو اندلس نہیں بننے دیا، عیسائی مشنریوں کا منہ توڑ مقابلہ کیا اپنی تقریروں، مباحثوں، مناظروں اور تصنیف وتالیف کے میدان میں نہایت قابلِ قدر رتر کہ چھوڑا ان میں مولانا سید آل حسن مہانیؒ، مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ، مولانا عنایت رسول چڑیا کوٹیؒ، مولانا سید ناصر الدین محمد ابوالمنصورؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا سید محمد علی مونگیریؒ، ڈاکٹر وزیر خانؒ، مولانا شرف الحق صدیقیؒ، مولانا ابومحمد عبدالحق حقانیؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ کے اسماءِ گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

تحریکِ آزادئ ہند

اور

مُسلمان

حصّہ دوم

جو "مُسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم" اور اضافوں پر مشتمل ہے

سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اسلامک پبلیکشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
۱۳۔ای، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور (پاکستان)

مقدم رکھنے والے حضرات کر رہے ہیں۔ اُن کی تجویز پر مجھے جو اعتراضات ہیں بعینہٖ وہی اعتراضات ان کی تجویز پر بھی ہیں۔ اِن کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ مسلم اکثریت کے صوبوں میں حاکمیتِ جمہور کے اصول پر خود مختار حکومت کا قیام آخر کار حاکمیتِ رب العالمین کے قیام میں مددگار ہو سکتا ہے۔ جیسی مسلم اکثریت اس مجوزہ پاکستان میں ہے، ویسی ہی، بلکہ عددی حیثیت سے بہت زیادہ زبردست اکثریت افغانستان، ایران، عراق، ٹرکی اور مصر میں موجود ہے، اور وہاں اُس کو وہ "پاکستان" حاصل ہے جس کا یہاں مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ پھر کیا وہاں مسلمانوں کی خود مختار حکومت کسی درجہ میں بھی حکومتِ الٰہیہ کے قیام میں مددگار رہی ہے یا ہوتی نظر آتی ہے؟ مددگار ہونا تو درکنار، میں پوچھتا ہوں، کیا آپ وہاں حکومتِ الٰہی کی تبلیغ کر کے پھانسی یا جلاوطنی سے کم کوئی سزا پانے کی امید کر سکتے ہیں؟ اگر آپ وہاں کے حالات سے کچھ بھی واقف ہیں تو آپ اس سوال کا جواب اثبات میں دینے کی جرأت نہ کر سکیں گے۔

اور جب صورتِ حال یہ ہے تو آپ کو غور کرنا چاہیئے کہ آخر اسلامی انقلاب کے راستہ میں مسلمان قوموں کی ان آزاد حکومتوں کے سدِّ راہ ہونے کا سبب کیا ہے۔ اس معاملہ کی جتنی تحقیق آپ کریں گے جواب اس کے سوا کچھ نہ پائیں گے کہ دراصل اصطلاحاً و نسلاً مسلمان ہونا اور چیز ہے اور نظریۂ حیات و مقصدِ زندگی کا اسلامی ہونا بالکل ایک دوسری چیز۔ جو لوگ روح و اخلاق کے اعتبار سے مسلم نہ ہوں بلکہ محض اصطلاحی و نسلی حیثیت سے مسلمان ہوں ان کو اگر بیرونی اثر و اقتدار سے کامل آزادی نصیب بھی ہو جاتے، اور اگر ان کے جمہور کو خود اپنی پسند کے مطابق نظامِ حکومت قائم کرنے کا پورا اختیار بھی حاصل ہو، تب بھی حکومتِ الٰہی وجود میں نہیں آسکتی۔ وہ اپنے دُنیوی مفاد کے پرستار ہوتے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ ان میں حق اور صداقت کے لیے اپنے مفاد کو قربان کرنے کی طاقت نہیں ہوتی، بلکہ اس کے برعکس جب کبھی ان کی اغراضِ دنیوی سے حق اور صداقت کا تصادم ہوتا ہے، وہ حق کو چھوڑ کر ہمیشہ اُس طرف جاتے ہیں جس طرف ان کی اغراض پوری ہوتی ہیں۔ جہاں ایسے لوگوں کی اکثریت ہو وہاں کبھی یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ عام انتخاب میں ان کے ووٹوں سے وہ صالحین منتخب ہوں گے جو منہاجِ نبوت پر حکومت کرنے والے ہوں۔ جمہوری انتخاب کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے

Meesaq (February, 2003) میثاق

وہ مذہب مردانِ خود آگاہ و خدا مست   یہ مذہب مُلّا و جمادات و نباتات!

پھر ''اقامت دین'' اور عدلِ عمرانی کے قیام کا حکم کیا سورۂ شوریٰ میں وارد نہیں ہوا جو مکّی دور کے وسطی زمانے میں نازل ہوئی ہے [بحوالۂ ﴿اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ﴾ اور ﴿وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ﴾!]

ثانیاً غور فرمایئے کہ دعوتِ دین سے آپ کی مراد اس قسم کے کام ہیں جو ''دعوہ'' کے عنوان سے اسلامک سنٹرز اور بعض گروپوں کے ذریعے امریکہ میں ہو رہے ہیں یا واقعی اور حقیقی ''دعوتِ دین'' ہے (جس کے ضمن میں مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم کی شاہکار تصنیف ''دعوت دین اور اس کا طریق کار'' نہایت چشم کشا اور سبق آموز ہے!) مزید غور کیجئے کہ قرآن حکیم میں دو الفاظ استعمال ہوئے ہیں: ایک ''دعوت الی اللہ'' اور دوسرے ''دعوت الیٰ سبیل الربّ'' اب فرمایئے اللہ کی جانب دعوت دینے میں آپ اپنے مخاطب کو کس اللہ سے متعارف کرائیں گے؟ کیا وہ جو صرف خالق و رازق ہے یا وہ جو المَلِک بھی ہے اور مالِکُ المُلک بھی' اور حاکم بھی ہے اور شارع (Law giver) بھی! اب اگر آپ نے مصلحتاً دوسرے پہلو کو چھپایا تو آپ قرآنی اصطلاح ''الحاد فی اسماء اللّٰہ'' کے جرم کے مرتکب ہوں گے آگے آیئے ''سبیل ربّ'' سے آپ کیا مراد لیں گے ایک لفظ میں تو اس کے لئے ''عبادت'' کی اصطلاح کفایت کرتی ہے' لیکن سوچئے کہ آپ اس عبادت کا مفہوم صرف پوجا پاٹ' حمد و ثنا' یعنی صرف پرستش (worship) لیں گے یا اس کے جزوِ اعظم اطاعت کو بھی شامل کریں گے اور پھر یہ اطاعت صرف انفرادی زندگی میں ہو گی یا نظام اجتماعی پر بھی حاوی ہو گی؟ ساتھ ہی محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان کی دعوت بھی دیں گے تو کیا آپؐ کے اتباع میں آپؐ کی پوری زندگی کی جدوجہد کے رخ کو نظر انداز کر دیں گے اور ''اسوۂ رسول'' کو صرف نماز روزے میں اتباع' اور داڑھیوں' ٹخنوں کے اوپر پاجاموں اور مسواک تک محدود رکھیں گے؟ یا اس اسوۂ رسولؐ میں آپؐ کی پوری زندگی کی انقلابی جدوجہد کو بھی شامل کریں گے؟ گویا بات وہی ہے کہ ۔

''جز دار اگر کوئی مفر ہو تو بتاؤ   ناچار گنہگار سوئے دار چلے ہیں!''

یہ صحیح ہے کہ ابتداءِ دعوت میں اس کے آخری مضمرات کا ڈنکے کی چوٹ بیان کرنا ضروری نہیں ہے لیکن ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں پاکستان میں بھی مسلمانوں ہی میں کام کرنا ہے اور امریکہ میں بھی ہمارے اوّلین مخاطب جن میں سے ابتدائی اعوان و انصار کے دستیاب ہونے کی امید کی جاسکتی ہے وہ لامحالہ مسلمان ہی ہیں اور مسلمانوں میں دین کے نام پر کئی دعوتیں اور تحریکیں چل رہی ہیں۔ اس پس منظر میں اپنی دعوت کے تشخص کے لئے ہمیں ابتدا ہی سے اپنی دنیوی سعی و جہد کے آخری ہدف کی وضاحت کے لئے حکومت الٰہیہ' یا غلبۂ دین' یا اقامتِ دین یا قیامِ نظامِ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی اصطلاحیں استعمال کرنی پڑیں!

پھر ایک دلیل یہ بھی دی جاتی ہے کہ اس انقلابی دعوت کے پنپنے کی امید صرف ایسے ملک میں کی جاسکتی ہے جہاں مسلمان اکثریت میں ہوں امریکہ میں تو ہم آٹے میں نمک کی حیثیت رکھتے ہیں! واقعہ یہ ہے کہ یہ دلیل بھی عذر لنگ اور معروضی حقائق کے بالکل خلاف ہے۔ مسلمان اکثریت والے ممالک میں فرقہ پرستی اور سیاسی حوصلہ مندی اور طالع آزمائی دو لعنتیں ایسی ہیں جو صحیح اسلامی دعوت کے پنپنے میں سدّ سکندری کی طرح حائل ہیں اور ان پر مستزاد نفس پرستی اور طلب دنیا کی ہوس اور سب سے بڑھ کر مغرب کی مرعوبیت اور اس کی اندھی نقالی ایسے مہلک امراض ہیں' جبکہ غیر مسلموں کو دعوت دینے میں ان میں سے کوئی رکاوٹ موجود نہیں ہے بشرطیکہ دعوت کے تقاضے پورے کئے جائیں اور اس کی دھن سوار ہو جائے! اور وقت اور قوت اور ذرائع و وسائل کا بیشتر حصہ اس کے لئے وقف کیا جائے!

میرا اٹھارہ برس کی عمر سے (۱۹۵۰ء سے) پختہ موقف یہ ہے کہ بندۂ مومن خواہ کوئی بھی اور کہیں بھی ہو' اس کا اوّلین فرض ہے کہ جس نظام کے تحت رہ رہا ہے اس میں جس حد تک بھی ممکن ہو (خواہ مشکل کتنا ہی ہو) اپنے وجود اور اپنے گھر پر اسلام کو نافذ کر کے عبادتِ ربّ کے تقاضے کو پورا کرے پھر اسی دعوت کا پرچارک بن کر کھڑا ہو جائے اور جتنے بھی ساتھی ملیں انہیں ایک جماعتی نظم میں منسلک کر کے قوت کی شکل دے اور پھر اگر یہ قوت معتد بہ حد تک فراہم ہو جائے تو نظام باطل کو ختم کر کے دین حق کو قائم کرنے کی کوشش کرے اور یہ فرائض ہر مومن پر عائد ہوتے ہیں خواہ وہ کسی ملک اور سرزمین میں' اقلیت کا کیا سوال' بالکل تن تنہا ہو! جس کے ضمن میں عظیم ترین مثال خود نبی اکرم ﷺ کی ہے۔ اب رہی یہ بات کہ معتد بہ حد تک افرادی قوت دستیاب ہوتی ہے یا نہیں تو اس کا دار و مدار اللہ کی مشیت اور ماحول کی نوعیت پر ہے! جس کی ممکنہ صورتوں

حصہ دوم

جو "مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم" اور اضافوں پر مشتمل ہے

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
۱۳۔ای، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور (پاکستان)

ایک طرف اسلامی نظامِ معاشی کی تشریح اور دوسری طرف خود اپنی قوم کے قارونوں کی تائید و مدافعت، ایک طرف انسانی قانون سازی کا اصولی ابطال اور دوسری طرف خود قانون ساز مجالس میں اپنے حصّہ کا مطالبہ، ایک طرف حاکمیتِ ربّ العالمین کا اقرار و اثبات اور دوسری طرف حاکمیتِ جمہور کے اصول پر خود اپنی قومی حکومت کے قیام کی فکر، ایک طرف انسانیت کی نسلی، قومی اور وطنی تقسیم کا ابطال اور دوسری طرف ہر وقت قوم قوم کا شور اور خود قومیت ہی کے اصولوں پر دوسری قوموں سے جدال و کشمکش، ایک طرف بے غرضانہ حق پرستی کا دعویٰ اور دوسری طرف شب و روز اپنے دنیوی مفاد کا نوحہ و ماتم، ایک طرف اسلامی تہذیب و تمدّن پر فخر و ناز اور اس کی حفاظت کے لیے پُرشور لام بندی اور دوسری طرف اُسی تہذیب و تمدّن کے باغیوں اور قاتلوں کی سرداری و پیشوائی، یہ دونوں چیزیں آخر کس طرح ایک ساتھ رہ سکتی ہیں؟ "منکرِ مے بودن و ہمرنگِ مستاں زیستن"۔ ایسی متضاد باتوں سے دنیا نے کب اثر قبول کیا ہے کہ آج ان سے اسلام کا جھنڈا زمین میں گڑ جانے کی اُمید کی جاتی ہے؟

(۲) اب دیکھیے کہ یہ اپنی جماعتی تشکیل کس ڈھنگ پر کرتے ہیں۔ ان کا قاعدہ یہ ہے کہ یہ اُن سب لوگوں کو جو ازروئے پیدائش مسلمان قوم سے تعلق رکھتے ہیں اپنی جماعت کی رکنیت کا بلاوا دیتے ہیں اور جو اس کو قبول کرلے اُسے ابتدائی رُکن بنالیتے ہیں۔ پھر انہی ابتدائی ارکان کے ووٹوں سے ذمّہ دار کارکن اور عہدہ دار منتخب ہوتے ہیں اور انہی کی کثرتِ رائے سے تمام معاملات انجام دیے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ طریقہ صرف قومی تنظیم ہی کے لیے موزوں ہو سکتا ہے اور اس طریقہ سے جو نظام بنے وہ اس کے سوا کچھ نہیں کرسکتا کہ ایک قوم کی خواہشات جیسی کچھ بھی ہوں اُن کے حصول کی کوشش کرے۔ رہی ایک اصولی تحریک، تو اُس کو چلانے کے لیے یہ طریق جماعت سازی نہ صرف بے کار بلکہ مضر ہے۔ ایک قوم کے تمام افراد کو محض اس وجہ سے کہ وہ نسلاً مسلمان ہیں، حقیقی معنی میں مسلمان فرض کرلینا اور یہ امید رکھنا کہ ان کے اجتماع سے جو کام بھی ہوگا اسلامی اصول ہی پر ہوگا، پہلی اور بنیادی غلطی ہے۔ یہ انبوہِ عظیم جس کو

مسلمان قوم کہا جاتا ہے، اس کا حال یہ ہے کہ اس کے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں، نہ حق اور باطل کی تمیز سے آشنا ہیں، نہ ان کا اخلاقی نقطۂ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے۔ باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آرہا ہے اس لیے یہ مسلمان ہیں۔ نہ انہوں نے حق کو حق جان کر اُسے قبول کیا ہے، نہ باطل کو باطل جان کر اسے ترک کیا ہے۔ اِن کی کثرتِ رائے کے ہاتھ میں باگیں دے کر اگر کوئی شخص یہ اُمید رکھتا ہے کہ گاڑی اسلام کے راستے پر چلے گی تو اس کی خوش فہمی قابلِ داد ہے۔

(۳) اس کے بعد اُس طریقہ کا جائزہ لیجیے جس سے یہ بزعمِ خود اسلامی نصب العین تک پہنچنے کی اُمید رکھتے ہیں۔ اِن کی تجویز یہ ہے کہ پہلے اُسی جمہوری دستور کے مطابق، جو انگریزی حکومت یہاں نافذ کرنا چاہتی ہے، مسلم اکثریت کے صوبوں میں مسلمانوں کی اپنی حکومت قائم ہو جائے، پھر کوشش کی جائے گی کہ یہ قومی حکومت اسلامی نظامِ حکومت میں بتدریج تبدیل ہو جائے[1]۔ لیکن یہ ویسی ہی غلطی ہے جیسی "آزادیٔ ہند" کو

---

[1] اس موقع پر یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ مسلم لیگ کے کسی ریزولیوشن اور لیگ کے ذمہ دار لیڈروں میں سے کسی کی تقریر میں آج تک یہ بات واضح نہیں کی گئی کہ ان کا آخری مطمحِ نظر پاکستان میں اسلامی نظامِ حکومت قائم کرنا ہے۔ برعکس اِس کے ان کی طرف سے بصراحت اور بتکرار جس چیز کا اظہار کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے پیشِ نظر ایک ایسی جمہوری حکومت ہے جس میں دوسری غیر مسلم قومیں بھی حصہ دار ہوں، مگر اکثریت کے حق کی بنا پر مسلمانوں کا حصہ غالب ہو۔ بالفاظِ دیگر ان کو مطمئن کرنے کے لیے صرف اتنی بات کافی ہے کہ ہندو اکثریت کے تسلط سے وہ صوبے آزاد ہو جائیں جہاں مسلمانوں کی کثرت ہے۔ باقی رہا نظامِ حکومت تو وہ "پاکستان" میں بھی ویسا ہی ہوگا جیسا "ہندوستان" میں ہوگا۔ ان کے اس نصب العین پر جب یہ اعتراض کیا گیا کہ مسلمانوں کی کافرانہ حکومت اسلامی نقطۂ نظر سے غیر مسلموں کی کافرانہ حکومت کے مقابلہ میں کچھ بھی قابلِ ترجیح نہیں ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ قابلِ لعنت ہے، تو ذمہ دار لیڈروں میں سے تو کسی نے اس کا جواب نہ دیا۔ البتہ جو لوگ پاکستانی حلقوں کی صفِ آخر میں شمار ہوتے ہیں اور جن کی کوئی ذمہ دارانہ حیثیت نہیں ہے انہوں نے کہنا شروع کیا کہ مسلم اکثریت کو جب خود اختیاری حاصل ہو جائے گی تب ہم نظامِ حکومت بدلنے کی کوشش کریں گے۔ واضح رہے کہ یہ اُس وقت تک کی پوزیشن تھی جب یہ مضمون لکھا گیا تھا۔ (جدید)

وہ موسیٰ بے یا ساورکر ہو، یا ہٹلر یا مسولینی۔ ایسے ہزاروں لاکھوں نوجوان جو قومی عزائم کے لیے اپنے لیڈر کی اطاعت میں منظم حرکت کر سکتے ہوں، ہر قوم کا جھنڈا بلند کر سکتے ہیں، قطع نظر اس سے کہ وہ جاپانیت پر ایمان رکھتے ہوں یا چینیت پر۔ پس اگر "مسلمان" ایک نسلی و تاریخی قومیت کا نام ہے اور پیشِ نظر مقصد صرف اُس کا بول بالا کرنا ہے تو اس کے لیے واقعی یہی سبیل ہے جو تجویز کی جا رہی ہے۔ اس کے نتیجہ میں ایک قومی حکومت بھی میسّر اُسکتی ہے اور بدرجۂ آقل وطنی حکومت میں اچھا خاصا حصّہ بھی مل سکتا ہے۔ لیکن اسلامی انقلاب اور اسلامی حکومت کے مقصد تک پہنچنے کے لیے یہ پہلا قدم بھی نہیں بلکہ اُلٹا قدم ہے۔

یہاں جس قوم کا نام مسلمان ہے وہ ہر قسم کے رطب و یابس لوگوں سے بھری ہوئی ہے۔ کیرکٹر کے اعتبار سے جتنے ٹائپ کافر قوموں میں پائے جاتے ہیں، اتنے ہی اس قوم میں بھی موجود ہیں۔ عدالتوں میں جھوٹی گواہیاں دینے والے جس قدر کافر قومیں فراہم کرتی ہیں غالباً اسی تناسب سے یہ بھی فراہم کرتی ہے۔ رشوت، چوری، زنا، جھوٹ، اور دوسرے تمام ذمائم اخلاق میں یہ کفّار سے کچھ کم نہیں ہے۔ پیٹ بھرنے اور دولت کمانے کے لیے جو تدبیریں کفّار کرتے ہیں وہی اس قوم کے لوگ بھی کرتے ہیں۔ ایک مسلمان وکیل جان بوجھ کر حق کے خلاف اپنے مؤکل کی پیروی کرتے وقت خدا کے خوف سے اُتنا ہی خالی ہوتا ہے جتنا ایک غیر مسلم وکیل ہوتا ہے۔ ایک مسلمان رئیس دولت پاکر یا ایک مسلمان عہدہ دار حکومت پاکر وہی سب کچھ کرتا ہے جو غیر مسلم کرتا ہے۔ یہ اخلاقی حالت جس قوم کی ہو اس کی تمام کالی اور سفید بھیڑوں کو جمع کر کے ایک منظم گلّہ بنا دینا اور سیاسی تربیت سے ان کو لومڑی کی ہشیاری سکھانا، یا فوجی تربیت سے اُن میں بھیڑیے کی درندگی پیدا کر دینا جنگل کی فرماں روائی حاصل کرنے کے لیے تو مفید ہو سکتا ہے، مگر میں نہیں سمجھتا کہ اس سے اعلائے کلمۃ اللہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کون اُن کی اخلاقی برتری تسلیم کرے گا؟ کس کی نگاہیں اُن کے سامنے عزت سے جھکیں گی؟ کس کے دل میں انہیں دیکھ کر اسلام کے لیے جذبۂ احترام پیدا ہوگا؟ کہاں ان کے "انفاسِ قدسیہ" سے

تاریخ دعوت و عزیمت

مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی ؒ

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ

اور اس کو براہ راست عبادت و سجدہ کا (بلا توسل اور شفاعت کے خیال کے) مستحق سمجھا جائے۔[1]

غرض بارہویں صدی کا ہندوستان سیاسی، انتظامی، اخلاقی، اور بہت حد تک اعتقادی حیثیت سے انحطاط و پستی کے اس نقطہ پر پہونچ گیا تھا، جو اسلامی ملکوں کے زوال، اور مسلم معاشرہ کی پستی کا افسوسناک اور خطرناک مرحلہ ہوتا ہے، مولانا سید سلیمان ندویؒ نے اس مجموعی صورت حال کا نقشہ اپنے ایک مضمون میں بڑی بلاغت و اختصار کے ساتھ کھینچا ہے، وہ لکھتے ہیں:۔

"مغلیہ سلطنت کا آفتاب لبِ بام تھا، مسلمانوں میں رسوم و بدعات کا زور تھا، جھوٹے فقراء اور مشائخ اپنے بزرگوں کی خانقاہوں میں مسندیں بچھائے، اور اپنے بزرگوں کی مزاروں پر چراغ جلائے بیٹھے تھے، مدرسوں کا گوشہ گوشہ منطق و حکمت کے ہنگاموں سے پُرشور تھا، فقہ و فتاویٰ کی لفظی پرستش ہر مفتی کے پیش نظر تھی، مسائل فقہ میں تحقیق و تدقیق مذہب کا سب سے بڑا جُرم تھا، عوام تو عوام خواص تک قرآن پاک کے معانی و مطالب، اور احادیث کے احکامات و ارشادات، اور فقہ کے اسرار و مصالح سے بے خبر تھے۔"[2]

---
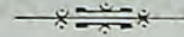
[1] اس تصور توحید اور نقطۂ خیال کی توضیح، شاہ صاحب کے اعتقادی اصلاح و تجدید کے باب میں تفصیل سے آئیگی وہاں ملاحظہ کی جائے۔ [2] مقالات سلیمانی ص ۲۲

باب سوم

شاہ صاحب کے اجداد و والد بزرگوار

شاہ صاحب کے اجداد

شاہ صاحب کے اجداد اولین کا زمانہ (جو شیخ شمس الدین مفتی کے زمانہ سے شہر رہتک میں قیام پذیر رہے) ہندوستان کی علمی و تصنیفی تاریخ کا وہ عہد ہے، جب یہاں تذکرے و تراجم کی تصنیف کا دور عام طور پر شروع نہیں ہوا تھا، زیادہ تر نامور مشائخ طریقت کے انفرادی تذکرے تھے، جن میں محبوب الٰہی سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء کا تذکرہ سیر الاولیاء (مرتبہ امیر خورد) خاص امتیاز رکھتا ہے، یا صلحاء و مشائخ وقت کے ملے جلے تذکرے تھے، جن میں دو کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ایک شاہ محمد بن حسن غوثی مندوی کی گلزار ابرار (جس میں زیادہ تر مانڈو و مالوہ کے صلحاء و مشائخ کا تذکرہ ہے) دوسرے حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی اخبار الاخیار، اہل کمال اور نامور اشخاص کے تذکروں کی کمی تھی، جن میں مختلف خاندانوں کے برگزیدہ اشخاص یا مختلف علاقوں کی ممتاز شخصیتوں کا (جو کسی سلسلہ کی بانی یا اس کی اہم کڑی نہیں تھیں) تعارف و تذکرہ ہو، ان تذکروں میں بھی قدرتاً مرکزی یا علاقائی دار السلطنت اور اس کے اطراف اور ہندوستان کے مرکزی و تاریخی شہروں کی نامور شخصیتوں کا تذکرہ زیادہ ہے، جن کے حالات و کمالات سے واقفیت کے ذرائع مصنف کو

ملفوظات میں ہے کہ :۔

امیرے شرح وقایہ می خواند بے حضور جدّ بزرگوار سبق نمی فرمود[1]	ایک امیر میرزا ہد سے شرح وقایہ پڑھتا تھا (لیکن فقہ میں اپنے اوپر اعتماد نہ ہونے کی وجہ سے) وہ اس وقت تک سبق نہیں پڑھاتے تھے، جب تک کہ دادا صاحب (شاہ عبدالرحیم صاحب جو معقولات میں خود ان کے شاگرد تھے) نہ آجاتے۔

اس کے مقابلہ میں معقولات میں ایسا توغُّل تھا کہ فرماتے تھے :۔

تقریر مرزا جان جان من است،	مرزا جان کی تقریر تو میری جان ہے،
و تقریر اخوند جان جان من است[2]،	اور اخوند کی تقریر میری جان جاناں ہے

ایران کا یہ اثر نہ صرف افغانستان اور ہندوستان پر، بلکہ شام و عراق تک پڑ رہا تھا، اور وہاں بھی معقولات کے علماء کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، اور ان علوم کا ذہن پر رعب و اثر تھا، اور اس کی کتابیں نصاب تعلیم میں شامل ہوتی جاتی تھیں۔

عام اخلاقی، معاشرتی اور اعتقادی حالت

علمی اشتغال، کثیر التعداد اہل کمال، سلاسل و طرق کی مقبولیت، حدیث نبویؐ سے اعتناء، اور بہت سے حکّام کی دینداری، اور ان مسلم حکومتوں کی موجودگی میں جن کا

---
[1] ملفوظات۔ ۸۲ [2] ایضاً۔ ۸۳

عقیدہ اسلام پر اور علمی زندگی کے بہت سے شعبوں اور عائلی قانون میں شریعت پر تھا، مدارس آباد اور مسجدیں معمور تھیں، جمہور اور عوام اسلام پسند، دین دوست، علماء کے قدر دان مشائخ اور بزرگوں کے معتقد، دین کے ارکان و فرائض پر عامل تھے، اور ان کے دل حمیتِ اسلامی سے بھی خالی نہ تھے، عالم اسلام میں عمومی طور پر جمود و تنزل پایا جاتا تھا، اخلاق و معاشرت میں فساد آچکا تھا، اہل عجم اور غیر مسلموں کے بہت سے شعائر اور ان کے عادات مسلمانوں نے اختیار کر لئے تھے، حکّام میں خود سری، اور سلطنتوں میں مطلق العنانی پائی جاتی تھی، امراء اور اغنیاء کا طبقہ دولت اور تموّل کے بُرے اثرات سے متاثر اور بہت جگہ "مترفین" کے اخلاق و رجحانات کو اختیار کر چکا تھا، معاشرہ کے بہت سے طبقوں پر کسل مندی، تعطّل، سرکار دربار سے وابستگی اور تملّق و خوشامد کی عادت غالب آگئی تھی، بہت سے حلقوں میں توہّمات کا زور تھا، توحید خالص کے حدود سے تجاوز، اولیاء کی تقدیس اور حد سے بڑھی ہوئی تعظیم اور قبر پرستی، اور کہیں کہیں شرک جلی کے نمونے بھی نظر آتے تھے۔

امریکی مصنف ڈاکٹر لوتھراپ اسٹاڈرڈ (LOTHROP STODDARD) نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب (NEW WORLD OF ISLAM) (جدید دنیائے اسلام) میں اٹھارویں صدی کی اسلامی دنیا کا نقشہ کھینچا ہے، جس میں اگرچہ کہیں کہیں مبالغہ اور بے اعتدالی پائی جاتی ہے، لیکن مجموعی طور پر وہ اس وقت کے عالم اسلام کی یکسر غلط تصویر نہیں ہے[1]، اور اس میں اس کے وہ بہت سے گوشے آگئے ہیں، جو اندر رہنے والوں اور ہر وقت کے دیکھنے والوں کو اکثر نظر نہیں آتے،

---
[1] نامور مسلمان مبصر و مورخ امیر شکیب ارسلان نے اس کتاب کے عربی ترجمہ (جو "حاضر العالم الاسلامی" کے نام سے شائع ہوا ہے) کے شہرۂ آفاق حواشی میں عالم اسلام کے اس عمومی جائزہ اور تصویر کشی کی تصویب و تحسین کی ہے، اور اس کو واقعہ کے مطابق بتایا ہے۔

اور نئے آنے والے اور پہلی بار دیکھنے والے کو اپنی طرف ملتفت کر لیتے ہیں' اس کی صحت کی پوری ذمہ داری لئے بغیر اس کا یہاں نقل کرنا غلط اور بے محل نہ ہوگا، وہ لکھتا ہے:-

"اٹھارویں صدی تک اسلامی دنیا اپنے ضعف کی انتہا کو پہونچ چکی تھی، صحیح قوت کے آثار کسی جگہ نہیں پائے جاتے تھے، ہر جگہ جمود و تنزّل نمایاں تھے' آداب و اخلاق قابل نفرت تھے، عربی تہذیب کے آخری آثار مفقود ہو کر ایک قلیل تعداد وحشیانہ عشرت میں اور عوام وحشیانہ ذلّت میں زندگی بسر کرتے تھے تعلیم مردہ ہو گئی تھی، اور چند درسگاہیں' جو ہولناک زوال میں باقی تھیں وہ افلاس و غربت کی وجہ سے دم توڑ رہی تھیں سلطنتیں مطلق العنان تھیں، اور ان میں بدنظمی اور خون ریزی کا دور دورہ تھا، جگہ جگہ کوئی بڑا خود مختار جیسے سلطانِ ٹرکی یا ہند کے شاہان مغلیہ کچھ شاہی شان قائم کئے ہوئے تھے' اگرچہ صوبہ جات کے امرا اپنے آقاؤں کی طرح آزاد سلطنتیں جو ظلم و استحصال بالجبر پر مبنی تھیں، قائم کرنے کے بہت کوشاں تھے' اسی طرح امراء متواتر سرکش، مقامی رئیسوں اور قطّاع الطریق کی جماعتوں کے خلاف جو ملک کو آزار پہونچاتے تھے، برسر پیکار تھے، اس منحوس طرز حکومت میں رعایا لوٹ مار اور ظلم و پامالی سے نالاں تھی' دیہاتیوں اور شہریوں میں محنت کے محرّکات مفقود ہو گئے تھے' لہذا تجارت و زراعت دونوں اس قدر کم ہو گئی تھیں کہ محض سدِ رمق کے لئے کی جاتی تھیں۔

مذہب بھی دیگر امور کی طرح پستی میں تھا' تصوّف کے طفلانہ توہّمات کی کثرت نے خالص اسلامی توحید کو ڈھک لیا تھا، عوام و جہّال تعویذ، گنڈے اور مالا میں پھنس کر گندے فقراء اور دیوانے درویشوں سے اعتقاد رکھتے تھے' اور بزرگوں کے مزاروں پر زیارت کو جاتے تھے' اور ان کی پرستش بارگاہ ایزدی کے شفیع و ولی کے طور پر کی جاتی تھی'

کیونکہ ان جہّال کا خیال تھا کہ خدا ایسا برتر ہے کہ وہ اس کی طاعات بلا واسطہ نہیں ادا کر سکتے، قرآن مجید کی اخلاقی تعلیم کو نہ صرف پس پشت ڈال رکھا تھا، بلکہ اس کی خلاف ورزی بھی کی جاتی تھی' افیون اور شراب خوری عام ہو رہی تھی، زنا کاری کا زور تھا، اور ذلیل ترین اعمال قبیحہ کھلم کھلا بے حیائی کے ساتھ کئے جاتے تھے"[۱]

---

[۱] "سیرت سید احمد شہید" جلد اول ص ۶۹-۷۰، مقتبس از "جدید دنیائے اسلام" مترجمہ جمیل الدین صاحب بدایونی علیگ۔

بوئے گل نالۂ دل، دودِ چراغِ محفل

(سوانح و افکار)

جلد اوّل

شورش کاشمیری

مطبوعاتِ چٹان لمیٹڈ

۸۸-میکلوڈ روڈ، لاہور (مغربی پاکستان)

مجھے قربانی کا حوصلہ بخشا۔

۳۔ میرے مطالعے، مشاہدے اور تجربے میں وسعت اور تنوّع پیدا ہو گئے، میرے افکار پختہ ہونے لگے۔

۴۔ خیالات کا پرانا سانچا ٹوٹنے لگا اور نیا سانچا اُستوار ہو گیا۔

۵۔ مَیں نے اپنے افکار و اعمال کے محور و مرکز تبدیل کر لیے۔

۶۔ برطانوی سامراج کے خلاف جو لہریں ابتدا ہی سے میرے دماغ میں کروٹیں لے رہی تھیں اور جن کو میں منضبط، مرتب اور مشخص نہیں کر سکا تھا ان کا خاکہ اُبھرنے لگا۔

۷۔ سیاسی رہنماؤں اور مذہبی پیشواؤں کے متعلق میرا تصوّر یکسر بدل گیا۔

۸۔ جن لوگوں کو جذبات کے آئینہ خانہ میں اپنا محبوب تصوّر کرتا تھا، ان کی تصویریں مجھے عام انسانوں کی تصویریں معلوم ہونے لگیں۔

۹۔ مجھے یقین ہو گیا کہ شہید گنج کا سانحہ محض سیاسی شاطروں کی مہرہ بازی کا کرشمہ تھا، اور اس میں پرایوں کے علاوہ خود اپنے بھی جُوا کھیلتے رہے ہیں۔

۱۰۔ اپنے صوبہ کی مسلمان اکثریت کے متعلق میری تمام امیدیں ڈھے گئیں، مسلمان عوام کے متعلق میرا حُسنِ ظن کبھی نہیں ہلا اور نہ ان کے اندرونی ولولوں سے مجھے کبھی بدظنی ہوئی لیکن ان کی ذہنی تربیت پر مجھے کبھی اعتماد نہیں رہا، مجھے یقین ہو گیا کہ مسلمان انفرادی طور پر بہادر اور کوتاہ اندیش ہے لیکن اجتماعی طور پر بزدل اور مصلحت کوش ہے۔

۱۱۔ مسلمانوں کے مختلف طبقے مختلف الاصل مزاج رکھتے ہیں، عوام جذباتی ہیں لیکن ثبت اقدار پر کم اکٹھے ہوتے اور ان کا اعتماد و ارادت دیرپا نہیں ہوتے، خواص بالفطرت عوام سے ایک مختلف گروہ ہیں، مذہبی طبقہ (چند روشن چہروں کے سوا) منبر و محراب کا سوداگر، اَوامر کا حریف اور نواہی کا حلیف ہے، ان کی معرفت جو مذہب مسلمانوں تک پہنچتا ہے وہ مذہب نہیں کچھ اور ہے، انگریزی پڑھے لکھوں میں اسلامی حمیّت اور قومی

شجاعت کی کمی ہے، اُمرا، ملّت کا سب سے ناکارہ عنصر ہیں، ان سے خوشامد کے سوا کسی ج
توقع ہی عبث ہے، ان کا وجود سرطان کا پھوڑا ہے ــــــ حُکّام جنہیں انگریزوں
پروان چڑھایا، ان کی وفاداری کا مکمل نمونہ ہیں، ان سے اسلام کے خلاف ہر غدا
توقع کی جا سکتی ہے۔

۱۲۔ پنجاب ایک ایسا خطّہ ہے جہاں حق، حُرّیت، دین اور سچائی کے خلا
طوفان اٹھایا جا سکتا ہے۔

۱۳۔ مسلمانوں میں من حیث المجموع ایثار کے لیے قدر ہی نہیں۔

۱۴۔ یہاں قومی عزت، سیاسی آبرو، ملکی ناموس اور دینی شرف کی خرید و فرو
ہوتی ہے اور بڑے بڑے سربستہ راز افسروں کے خندہ ہائے نیم شبی میں گم ہو جاتے
۱۵۔ غریبوں کی جرأت، جسارت، قربانی، استقامت اور صداقت کا شاذ
اعتراف و احترام کیا جاتا ہے۔

۱۶۔ انگریزوں نے پنجاب پولیس کو مسلمانوں کے جن افراد سے مرتب کیا ا
کی اکثریت ایسی ہے کہ پناہ بخدا۔

۱۷۔ مسلمانوں کی خانہ ویرانی کے ذمّہ دار ہندو یا سکھ ہی نہیں بلکہ مسلمان جاگیرد
اور حکومت کے اہلکار بھی ہیں۔

۱۸۔ پنجاب کی خاک بڑے انسانوں کے شرف سے محروم ہو چکی ہے۔

۱۹۔ انتخابات نہ ہوتے تو شہید گنج نہ گرتی، سکھوں نے گرائی، حکومت نے گروائی
اتحادِ ملّت نے عوام کو جُوا پر لگا دیا، خواص نے مسجد کی زمین اور شہیدوں کا خون بیچا، اح
نے مسلمانوں کے اشتعال کا خمیازہ بھگتا، اخباروں نے ٹکے کھرے کیے، ہم نے قید یں کاٹیں
آخر شہید گنج کا سانحہ تماشا ہو کر ختم ہو گیا۔

۲۰۔ شہید گنج اساساً ایک مسجد تھی، ممکن ہے مغلیہ عہد میں کسی مسلمان گورنر نے

از قلم: حضرت مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی

ناشر: مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

لیکن گیدڑ چیتا، لومڑی شیر وغیرہ کے بارے میں کوئی نص نہیں البتہ اس حدیث سے ایک علت تلاش کر لی گئی وہ علت سبعیت ہے (درندگی)۔ اب تمام درندوں کا حکم اس علت سے ثابت ہوگیا۔ مکھی اگر پینے کی چیز میں گر جائے تو اس کا حکم صریح نص میں موجود ہے۔ لیکن مجتہد نے اس حدیث سے ایک علت بھی تلاش کر لی کہ ہر وہ جانور جس کی رگوں میں دم مسفوح یعنی دوڑنے والا خون نہیں ہے اس کا حکم مکھی جیسا ہی ہے۔ اس علت سے چیونٹی، جگنو، مچھر وغیرہ کا حکم معلوم ہوگیا۔ علت کا اخراج ہر آدمی کے بس کی بات نہیں۔ جو علت کا استنباط کر سکتا ہے اس کو مجتہد کہتے ہیں اور جو خود اجتہاد نہیں کر سکتا وہ اس مجتہد کی راہنمائی میں کتاب وسنت کے اس حکم پر عمل کرتا ہے جو مجتہد نے علت کے ذریعے تلاش کیا۔

آج کل اکثر مسلمان ایسے ہیں کہ ان سے اگر کوئی کافر اسلام کی صداقت کے دلائل پوچھے تو وہ نہیں بتا سکتے۔ اور وہ محض تقلیدی طور پر مسلمان ہیں۔ اکثر نام نہاد اہل حدیث بھی ایسے ہی ہیں تو اگر تقلید شرک ہے تو وہ اہل حدیث ہو کر بھی مشرک ہی رہے۔

آیات اتباع

واذا قيل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوا بل نتبع ما الفينا عليه اٰباء نا اولو كان اٰباء هم لا يعقلون شيئاً ولا يهتدون

(آیت نمبر ۱۷۰ البقرہ)

واذا قيل لهم تعالوا الٰى ما انزل الله والى الرسول قالوا حسبنا ما وجدنا عليه اٰباء نا او لو كان اٰباء هم لا يعلمون شيئاً و لايهتدون.

(المائدہ آیت نمبر ۱۰۴)

ان آیات میں ان کے بے علم بے عقل اور بے ہدایت ہونے کی وجہ سے ان کی پیروی سے روکا گیا ہے جبکہ مجتہدین ایسے نہیں۔ تشبیہ تب ثابت ہوگی کہ جب مجتہدین کو ایسا ثابت کرو۔

مسلمان مشرک

یہ مضمون علامہ عبدالرزاق ملیح آبادی ایڈیٹر ''الجامعہ'' کلکتہ نے تقریباً پون صدی قبل ۱۹۲۵ء میں ''الوسیلہ'' کے اردو ترجمہ میں مقدمہ کے طور پر لکھا تھا۔ ایک دردمند موحد کے دل کی یہ پکار اس کتاب میں بطور عبرت پیش کی جا رہی ہے۔

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ (یوسف: ۱۰۶)

''ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہیں۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ بنی امیہ کے زمانے میں رویا کرتے تھے کہ عہد اول کا دین باقی نہیں رہا اگر وہ ہمارے اس زمانے کو دیکھتے تو کیا کہتے؟ کیا وہ ہمیں ''مشرک'' قرار نہ دیتے اور ہم انہیں کوئی برا نام نہ دیتے کیونکہ اس وقت اور اِس وقت کے اسلام میں اب اگر کوئی مشترک چیز باقی رہ گئی ہے تو صرف لفظ اسلام ہے یا چند ظاہری و رسمی عبادتیں ہیں اور وہ بھی بدعت کی آمیزش سے پاک نہیں، کتاب اللہ جیسی آسمان سے اتری تھی اب تک بے غل وغش قائم ہے۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدون ومحفوظ مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود ہے، مگر کتنی بڑی بدنصیبی ہے کہ دونوں مہجور و متروک ہیں، طاقوں اور الماریوں کی زینت ہیں یا گنڈوں، تعویذوں میں مستعمل ہیں۔ مسلمان اپنی عملی زندگی میں ان سے بالکل آزاد ہیں اور باوجود

ادعائے اتباع ان سے مخالف چل رہے ہیں۔ اجمیر کا عرس دیکھنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ یہ وہی مسلمان ہیں جو حامل قرآن اور علمبردار توحید تھے؟

اودھ کے ایک ہندو رہنما نے اجمیر کی کیفیت دیکھ کر کہا تھا:

''اب تک مجھے شک تھا کہ ہندو اور مسلمانوں میں اتحاد ہو سکتا ہے مگر آج یقین ہو گیا ہے کیونکہ ہمارے اور مسلمانوں کے مذہب میں اگر کچھ فرق ہے تو صرف ناموں کا ہے حقیقت دونوں کی ایک ہی ہے۔''

اور یہ اس نے سچ کہا، کیونکہ اس وقت ہندوؤں اور مسلمانوں کے شرک میں اگر فرق ہے تو ناموں اور طریقوں کا ہی ہے ورنہ حقیقت تقریباً ایک ہے۔ ہندو بتوں کے سامنے جھکتے ہیں تو مسلمان قبروں کے سامنے۔ ہندو رام و کرشن کی پرستش کرتے ہیں تو مسلمان جیلانی و اجمیری کی۔ یہ کہنا کہ ہم پرستش نہیں کرتے، انہیں اللہ نہیں سمجھتے، محض بے معنی ہے کیونکہ ہندو بھی بجز اللہ واحد کے کسی کی بھی اللہ سمجھ کر پرستش و عبادت نہیں کرتے اور نہ مشرکین عرب کرتے تھے۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ تم اپنی پرستش کو ''پرستش و عبادت'' نہیں کہتے، کچھ اور نام دیتے ہو، مگر ناموں کے اختلاف سے حقیقت تو بدل نہیں سکتی۔

حساس آدمی کے لیے مسلمان مشرکوں کے حالات و خیالات معلوم کرنا ایک ناقابل برداشت مصیبت ہے، اس فرقہ میں عقل و نقل کا کال ہے۔ ایک طرف تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ علام الغیوب ہے، سمیع و بصیر ہے، آسمانوں اور زمینوں میں ایک ذرہ بھی اس سے اوجھل نہیں اور نہ بغیر اس کی مرضی کے حرکت کر سکتا ہے، وہ ہم سے دور نہیں اور نہ بغیر اس کی مرضی کے حرکت کر سکتا ہے، وہ ہم سے دور نہیں نزدیک ہے اور اتنا نزدیک ہے کہ اس سے زیادہ نزدیکی ممکن نہیں۔ پھر وہ رحمٰن و رحیم ہے، غفور و غفار ہے، سخی ہے، بے حساب دیتا ہے، جبار بادشاہ نہیں کہ کسی کو اپنے در پر نہ آنے دے، ہر وقت اس کا دروازہ کھلا ہے، ہر وقت اس کا ہاتھ پھیلا ہے، ہر وقت اس کا لنگر جاری ہے یہ سب اور اس سے زیادہ مانتے ہیں، مگر...... ''مگر''

کے آگے عقل و دانش کی موت ہے، انسانیت اور انسانی شرافت کا ماتم ہے!''مگر'' کے بعد یہ ہے کہ قبروں کے سامنے جھکنا ضروری ہے، مردوں سے منتیں ماننا لازمی ہے، سفارش وشفاعت کے بغیر اس دربار میں رسائی ناممکن ہے۔ یہ قبر غوث اعظم کی ہے جو مرجانے کے بعد بھی ''غوث'' ہیں اور ملک الموت سے قبض کی ہوئی روحوں کا تھیلا چھین سکتے ہیں!''یہ محبوب سبحانی ہیں'، عاشق جاں نثار کو ضد کر کے مجبور کر دیتے ہیں! یہ غریب نواز ہیں اور مرنے پر بھی مٹھیاں بھر بھر کر دیتے ہیں!! چنانچہ انسانیت و اسلام کے یہ مدعی جوق در جوق قبروں پر جاتے ہیں ماتھے ٹیکتے ہیں، ناک رگڑتے ہیں اور وہ سب کچھ کرتے ہیں جو کوئی شریف النفس اور خود دار انسان کسی مخلوق کے سامنے نہیں کرسکتا۔ اس کے پاس سب سے بڑی دولت اس کی اپنی انسانیت ہے، یہ جاتے ہیں اور اس متاع عزیز کو چونے اور اینٹ کے چبوتروں پر بڑی بے دردی سے قربان کر آتے ہیں!

اگر کہا جاتا ہے کہ دیکھو کیا کرتے ہو؟ شریعت نے منع کیا ہے، شرک ٹھہرایا ہے، سزا بتائی ہے تو جواب اعراض و انکار ہے، تاویل وتحریف ہے، شریعت وحقیقت کی بحث ہے، ظاہر و باطن کی حجت ہے، وہابی وحنفی کا فرق ہے، قرآن کی آیت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مقابلہ میں حسن بصری، شبلی، جیلانی، چشتی کے ملفوظات ہیں۔ حالانکہ ان میں سے کسی نے بھی کوئی شرک جائز نہیں رکھا...... مگر کس سے کہا جائے، کان ہوں تو سنیں، آنکھیں ہوں تو دیکھیں، دل ہو تو سمجھیں:

لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ (الاعراف:١٧٩)

''ان کے دل ہیں مگر وہ ان کو سمجھنے کے لیے استعمال نہیں کرتے، ان کی آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں، ان کے کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں، دراصل وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔''

یہ صرف عوام ہی کا حال نہیں کہ جہالت کی وجہ سے معذور کہے جائیں، ان لوگوں کا بھی ہے جو اپنے تئیں منہ پھاڑ پھاڑ کر ''علماء امت''، ''وارث علوم نبوت'' اور ''انبیاء بنی اسرائیل'' کا مشابہ بتاتے ہیں، ایک طرف اسفار شریعت کے حامل اور دوسری طرف حقیقت وطریقت کے رازداں ہونے کے مدعی ہیں۔ دراصل یہی لوگ امت محمدیہ کے لیے اصلی فتنہ اور تمام تباہیوں اور بربادیوں کے اصلی سبب ہیں ۔ یہ علمائے سوء اس امت کے ''فقیہی''، ''فریسی'' و ''صدوقی'' ہیں۔ ''ہاروت و ماروت'' ہیں ۔ ''رؤوس الشیاطین'' ہیں ، انہیں نے شریعت کی تحریف کی ہے، انہیں نے کتاب وسنت کا دروازہ مسلمانوں پر بند کیا ہے، انہیں نے طریقت وبدعت کی تاریکی پھیلائی ہے، انہیں نے اسلام کا نام لے کر اسلام کو مسلمانوں کے دلوں سے اکھاڑ پھینکا ہے۔ تیرہ سو سال کی پوری تاریخ ہمارے سامنے کھلی ہے، وہ کون سی مصیبت ہے جو ان کے ہاتھوں نہیں آئی؟ وہ کون سی گمراہی ہے جس کا جھنڈا انہوں نے اپنے کاندھوں پر نہیں اٹھایا؟

حضرت عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ کہہ گئے ہیں:

وَهَلْ بَدَّلَ الدِّيْنَ اِلَّا الْمُلُوْكُ
وَ اَحْبَارُ سُوْءٍ وَرُهْبَانُهَا

''کیا دین کو بادشاہوں، علماء اور صوفیوں کے علاوہ کسی اور نے بدل ڈالا ہے؟''

الفاظ سخت ضرور ہیں اور شاید قابل مؤاخذہ بھی، مگر دل وجگر میں جو گھاؤ پڑے ہیں وہ تو اور زیادہ ماتم پر مجبور کرتے ہیں۔ کون انسان ہے جو تیس کروڑ انسانوں کی بے دردانہ تباہی دیکھے اور خاموش رہے؟ کون مسلمان ہے جو امت مرحومہ پر یہ قزاقانہ تاخت اپنی آنکھوں سے دیکھے اور چپ رہے؟ کیا اس کے بعد بھی انسان دیوانہ نہ ہو جائے کہ دن کو رات بتایا جاتا ہے، آفتاب کو سیاہ ٹکا کہا جاتا ہے، حق کو باطل اور باطل کو حق ٹھہرایا جاتا ہے؟ کون مسلمان ہے جس کے دل میں ذرا بھی نور ایمان اور شریعت کو ضلالت، سنت کو بدعت، ایمان کو کفر،

توحید کو شرک اور شرک کو توحید ہوتے دیکھے اور جوش سے ابل نہ پڑے؟

مسلمانوں سے کہا جاتا ہے کہ ''کتاب وسنت کا فہم ناممکن ہے لہٰذا اس سے دور رہو۔ اشخاص کی تقلید واجب ہے لہٰذا بے چون و چرا ہمارے پیچھے چلو، قبریں اونچی کرو، قبے بناؤ، اولیاء سے منتیں مانو، خدا تک مخلوق کو وسیلہ بناؤ، جو چاہو کرو بخشے جاؤ گے کیونکہ شفیع المذنبین کی امت ہو۔'' یہی شریعت ہے، یہی سنت ہے، کیا ہم یہ سب سنیں اور خاموش بیٹھے رہیں؟ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ مصلحین امت اٹھیں اور علمائے سوء کے اس شر ذمہ مشؤمہ کے چہرے سے نقاب الٹ دیں تاکہ مسلمان اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ ان بڑی بڑی پگڑیوں کے نیچے شیطان کو سجدہ کرنے والے سر ہیں اور ان لمبی لمبی گھنی ڈاڑھیوں کی اوٹ میں کفر وریا کی سیاہی چھپی ہوئی ہے؟

کیا مسلمان اپنے ''عالموں'' اور ''رہنماؤں'' کے اسلام و اصلاح کا حال سننا چاہتے ہیں؟ اچھا ایک مستقل کتاب کا انتظار کریں۔ یہاں اس مختصر دیباچہ میں گنجائش نہیں، تاہم عبرت کے ساتھ یہ واقعہ نوٹ کر لیں۔ ①

ان کے ایک مستند عالم نے جو صوفی اور شاید پیر بھی ہیں تحریک خلافت کے دوران تجویز پیش کی تھی کہ علماء و مشائخ کا ایک وفد مرتب ہو کر اجمیر شریف جائے اور خواجہ صاحب کو امت کی ایک ایک مصیبت سنا کر فریاد کرے۔ صرف تجویز ہی نہیں بلکہ سنا ہے کہ عملاً یہ مولوی صاحب اپنے ہم مشربوں کے ساتھ شدّ رحال کر کے گئے اور مزار پر خوب روئے پیٹے، مگر افسوس! وہاں سے کوئی جواب نہ ملا اور بے مراد لوٹے چلے آئے۔ کیا یہی وہ توحید ہے جس کی

---

① اسی طرح کا ایک واقعہ الیکشن ۱۹۷۷ء کے دوران پیش آیا جب کہ تجدید واحیائے دین کی علمبردار ''جماعت اسلامی'' کے لیڈر اور اس وقت کے قومی اتحاد کے راہنما پروفیسر غفور احمد صاحب نے امام بری کے مزار پر جا کر چادر چڑھائی۔ ملاحظہ ہو نوائے وقت ۱۹ فروری ۱۹۷۷ء اس سے بڑھ کر یہ واقعہ کہ پاکستان کے سابق صدر جناب جنرل ضیاء الحق مرحوم نے دورہ برما کے وقت رنگون کے ایک مندر میں نصب سنہری مورتی پر پھول رکھے اور اپنی خواہش پوری کرانے کے لیے مندر سے باہر لگی ہوئی چالیس ٹن وزنی گھنٹی کو تین بار بجایا۔ ملاحظہ ہو: روزنامہ جنگ لاہور ۷ مئی ۱۹۸۵ء۔

بنیادیں قرآن نے قائم کی تھیں؟ جس کی حفاظت کے علماء مدعی ہیں اور جس کے اتباع ومسلک پر مسلمانوں کو ناز ہے؟ اگر خواجہ صاحب امت محمدیہ کو اس کے مصائب سے نجات دلا سکتے ہیں تو رام وکشن کی خدائی پر مسلمان کیوں منہ بناتے ہیں؟ اس اجمیری وفد کی تحریک پرائیویٹ نہ تھی، اخبارات کے کالموں میں اعلانیہ کی گئی تھی مگر کسی عالم نے بھی یہ اعلان کرنے والے کی زبان نہ پکڑی کہ یہ شرک ہے بلکہ بہت سے مولویوں نے تو اس کی تحریراً تائید کی جیسا کہ اخبارات کے پرانے فائل گواہ ہیں۔کیا یہی وہ حفاظت دین ہے جس کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں؟

اور اے کاش! ضلالت و بدعت کی حمایت علماء کے اسی گروہ میں محدود ہوتی جسے ''بدعتی'' کہا جاتا ہے اور اس گروہ میں منتقل نہ ہوتی جو اصلاح وتجدید کا مدعی ہے۔ میں یہ المناک واقعہ انتہائی رنج و اندوہ کے ساتھ تاریخ کے حوالے سے مسلمانوں کے گوش گزار کرتا ہوں کہ ابھی چند دن کی بات ہے کہ اس جماعت کے ایک تعلیمی مرکز کے شیخ اعظم اور دوسرے مشائخ نے ''تعزیہ داری جیسے صریح بدعت'' بلکہ ''شرک'' کے خلاف فتویٰ دینے سے یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا کہ موجودہ حالات میں ایسا فتویٰ خلاف مصلحت ہے۔

کیا یہ طریقہ شریعت کی حفاظت کا ہے؟ کیا یہی نیابت انبیاء ہے جس کا فرض ہمارے علماء اس خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں؟ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ مسلمان آنکھیں کھولیں، اپنے مذہبی پیشواؤں کی حقیقت معلوم کریں اور دین کی حفاظت اور شرک و بدعت کے ازالہ کے لیے خود آگے بڑھیں؟ اسلام نہ پاپائیت ہے، نہ روحانی پیشوائیت، وقت آ گیا ہے کہ یہ خود ساختہ پیشوائیت ڈھا دی جائے تا کہ اللہ کے بندوں کا تعلق اللہ کے دین سے براہ راست ہو جائے ؎

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر — جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر — کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

وہ دین جس سے توحید پھیلی جہاں میں   ہوا جلوہ گر حق زمین و زماں میں
رہا شرک باقی نہ وہم و گماں میں   وہ بدلہ گیا آکے ہندوستان میں

ہمیشہ سے اسلام تھا جس پہ نازاں
وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں

نبی کو چاہیں خدا کر دکھائیں   اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں   شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں

نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

(مولانا الطاف حسین حالی رحمہ اللہ)

مذہبی و سیاسی
باوے
تالیف
مولانا امیر حمزہ

عرض ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَ الْمُرْسَلِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ!

”انھوں نے اپنے علماء اور مشائخ کو اللہ کے سوا رب بنا لیا (ان کی حرام کردہ کو حرام جان کر اور حلال کردہ کو حلال جان کر) اور مسیح ابن مریم کو بھی حالانکہ انھیں صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا تھا جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں (یعنی اس کے علاوہ کوئی کسی چیز کو حلال و حرام قرار دینے کا اختیار نہیں رکھتا)۔ اللہ تعالیٰ ان جھوٹے خداؤں سے پاک ہے۔“ (التوبہ : ۳۱)

یہود و نصاریٰ کی گمراہیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کا علماء و مشائخ کی عقیدت میں حد سے بڑھنا، ان کے اشارۂ ابرو کے سامنے سرِتسلیم خم کرنا اور ہر جائز و ناجائز معاملے میں ان کی اطاعت کرنا ان کی عبادت قرار دیا ہے اور اسی کو شرک قرار دے کر انھیں گمراہ کہا ہے۔

آج مسلم معاشرے پر نگاہ دوڑائی جائے تو بالکل یہی منظر نظر آتا ہے، درگاہیں اور آستانے آباد ہیں اور مسجدیں تنہا اور ویران ہیں۔

”مذہبی و سیاسی باوے“ میں مولانا امیر حمزہ حفظہ اللہ نے ملک کے مختلف علاقوں کا دورہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

آفتاب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے درخشندہ ستارے!

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جانی اور مالی صدمات

ان مواقع پر شریعت کی ہدایات کیا ہیں؟

امت مسلمہ کا زوال!

پستی وذلت کے اسباب اور علاج!

قرآن وسنت کی روشنی میں

☆ قبروں پر میلہ اور نذر ونیاز کا اہتمام کرنا......؟

☆ باریک جرابوں پر مسح کرنا......؟

☆ تعویذ گنڈا کروانا......؟

حکومت کرپشن کے خاتمہ ملکی استحکام خوشحالی پر توجہ دے۔

ملت اسلامیہ کی بیماری اور اس کا علاج

تحریر:۔ جناب مولانا ڈاکٹر ضیاء الحسن

آج ہمیں اس بات کا بے حد دکھ اور افسوس ہے کہ کبھی دنیا کی امامت و پیشوائی ہمارے ہاتھ میں تھی اور آج ہمارے پاس کچھ بھی نہیں، اسپین پر آٹھ سو سال حکومت کرنے، اسے سجانے، سنوارنے اور سارے یورپ کو علم و ہنر سے نوازنے کے باوجود بھی وہاں سے ہمارا نام ونشان مٹ گیا۔ چنگیز و ہلاکو نے خلافت عباسیہ کی چولیں ہلا ڈالیں اور لاکھوں مسلمان، بے شمار علماء اور مشائخین سمیت بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر ڈالے گئے۔ سارے یورپ کو ہلا دینے والی خلافت عثمانیہ نے اپنی جڑ بنیاد کھو دی، ہمارا قبلہ اول ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا، ارض مقدس فلسطین پر ناپاک یہودی قابض ہیں۔ بوسنیا اور چیچنیا کی سرزمین ہمارے خون سے لالہ زار ہوئی، عراق وافغانستان پامال ہوئے۔ لاکھوں مسلمانوں کے خون پانی کی طرح بہائے گئے۔ دہشت گردی اور انتہا پسندی کے تمغے الگ سے ہمیں ملے، جوہری توانائی اور جوہری ہتھیاروں پر دشمن کی اجارہ داری ہے اور ان کے ذریعے بلیک میل کئے جارہے ہیں۔ آج اقوام متحدہ میں سب سے زیادہ رکنیت ہماری ہے پھر بھی یہاں کے سارے فیصلے ہمارے خلاف ہی جاتے ہیں۔ ۲۲ ممالک پر مشتمل عرب لیگ اور ۵۸ ممالک پر مشتمل مسلم ممالک کی ہماری تنظیم او آئی سی، اقوام متحدہ کے سامنے کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی، سب کچھ ہونے کے باوجود بھی آج ہم دنیا کے گوشے گوشے میں تہی دست، بے وقعت اور ذلیل وخوار ہیں۔ مسجد اقصیٰ خطرے میں ہے، ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی پچیس کروڑ ہے پھر بھی چار سو سال پرانی اپنی تاریخی بابری مسجد کو بچا نہ سکے۔ ممبئی، گجرات اور ہندوستان کے مختلف مقامات پر مسلم خون سے ہولی کھیلی گئی، پھر بھی وہی دہشت گرد اور انتہا پسند قرار دیئے گئے۔ مقبوضہ کشمیر میں جس طرح نہتے شہریوں کا خون بہایا جارہا ہے، افغانستان میں جو قیامت برپا ہے اور آئے روز ڈرون حملوں اور بم دھماکوں سے وطن عزیز کے شہریوں کو جس بے دردی سے قتل کیا جارہا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔

اتحاد و یکجہتی، ایثار اور خلوص و ہمدردی نام کی کوئی چیز اب ہمارے اندر دیکھنے کو بھی نہیں ملتی، بس آپس میں لڑنا اور مرنا ہی اب ہمارا کام ہے۔ ایسے میں اگر ہم دعائیں بھی کرتے ہیں تو وہ قبول نہیں ہوتیں، آخر ایسا کیوں؟ اس کی وجہ آخر کیا ہے کہ آج ہمارے دامن میں محض ذلت وخواری، بے بسی، بے چینی، افسوس وندامت اور آنسو ہی آنسو رہ گئے ہیں، ہماری عظمتوں، راحتوں، خوشیوں اور مسرتوں کے دن آخر ہم سے روٹھ کیوں گئے؟ ان سوالوں پر بھی کیا کبھی غور کیا ہم نے؟ ان سوالوں پر بھی اگر کبھی ہم ذرا سنجیدگی سے غور کریں تو یہ سمجھنا ہمارے لئے کچھ بھی مشکل نہ ہوگا کہ آج اگر ہم دنیا بھر کی پریشانیوں، مشکلات، غم و افسوس اور دکھ درد میں ڈوبے ہوئے ہیں اور امن وسکون اور راحت وچین نام کی کوئی چیز بھی آج ہمیں میسر نہیں تو صرف اس لئے کہ دین وایمان کے ہمارے دلوں سے رخصت ہوجانے کا کوئی افسوس اور غم آج ہمیں نہیں۔ کاش! ہم یہ سمجھتے کہ

کوئی افسوس ہم کو اور کوئی غم نہیں ہوتا
اگر ایمان کا جذبہ ہمارے کم نہیں ہوتا

کیا یہ حقیقت نہیں کہ آج ہم اس اسلام سے بیزار ہیں جو ایک عالمگیر دین اور مکمل ضابطہ حیات ہے، اس کی تعلیمات ساری انسانیت کیلئے ہدایت و رحمت ہیں، عبادات، اخلاقیات، سیاست وحکومت، تجارت ومعیشت سب کے بارے میں اسلام کی واضح ہدایات واحکامات موجود ہیں۔ مسلمانوں کی عزت وسربلندی کا راز صرف قرآن وسنت سے وابستہ ہے۔ دنیا میں سعادت اور آخرت میں نجات وکامیابی کا صرف یہی راستہ ہے، ملت اسلامیہ کا عروج وزوال اس کے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے تعلق کی نوعیت پر موقوف ہے، جب تک مسلمانوں نے کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑے رکھا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا رخ متعین کرتی رہیں، وہ دین ودنیا کی سعادتوں اور کامرانیوں سے بہرہ ور رہے، دنیا کی کوئی طاقت ان کا راستہ نہیں روک سکی لیکن جب ان کا رشتہ سرچشمہ ہدایت سے کمزور ہوگیا تو ان کی نکبت وادبار کی مثال بھی ملنا مشکل ہوگئی۔

جیسا کہ ہماری عادت ہے، اپنی تمام تر تباہیوں کا الزام دوسروں پر ڈالنے سے پہلے آیئے ذرا ہم اپنے آپ پر بھی ایک نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ آخر ہم خود ہی، خود کی تباہیوں اور بربادیوں کے کہاں تک ذمے دار ہیں؟ کیا آج ہم فرقہ بندی، منافرت، بغض وحسد، تعصب وکینہ پروری، نیز فضولیات واسراف میں الجھ کر نہیں رہ گئے ہیں، کیا آج ہم کرپشن، بدعنوانی، سودخوری، رشوت، شراب نوشی، دغابازی، غیبت، چغلخوری، بہتان تراشی، جھگڑے فساد، بے راہ روی اور احکامات خداوندی کی کھلے عام خلاف ورزیوں میں ڈوبے ہوئے نہیں ہیں؟ ہم اس غلط فہمی کو اپنے ذہن سے نکال دیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری ان غفلتوں کو درگذر فرمادے گا جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے ذرا سی غفلت کے نتیجے میں حضرت زکریا علیہ السلام جیسے نبی بھی آرے سے چیر دیئے گئے اور حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی نے نگل لیا، تو ہم اور آپ آخر کس کھیت کی مولی ہیں اور ہم جیسوں کی کیا بساط؟ احکام خداوندی کی نافرمانیاں اور طریقہ رسول کو اپنی زندگیوں سے نکال کر مسلمان نہ تو کبھی دنیا میں کامیاب ہوسکتے ہیں اور نہ آخرت کی کامیابی ہی ہمیں حاصل ہوسکتی ہے......!!

آج ایک قرآن، ایک خدا اور ایک رسول کے ماننے والے فرقوں اور ذات برادریوں میں منقسم ہوکر رہ گئے ہیں، حد تو یہ ہے کہ اب ہماری مسجدیں بھی برادریوں اور فرقوں کے نام سے منسوب کی جانے لگی ہیں، جن کے دل بغض وحسد، کینے اور تعصبات میں ڈوبے ہوئے ہیں، نہ ان کی نماز ہی کسی لائق ہے اور نہ ہی روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ۔ غرض یہ کہ ہزار قسم کی بیماریاں لگ گئی ہیں آج ہمیں اور ہماری صحت اب اتنی خراب ہوچکی ہے اور کمزوری اتنی بڑھ چکی ہے کہ چلنا پھرنا بھی دشوار ہے، ذرا سی حرکت پر بھی ہم ہانپ اور کانپ جاتے ہیں۔ اس لئے

باقی صفحہ 16 پر

انسان (ہم) یہ سمجھتا ہے کہ ظلم صرف یہ ہے کہ کسی کا مال ناحق کھا لینا‘ کسی کی جان لے لینا یا اس طرح کے دیگر افعال...... مگر میرے بھائیو! اصل میں ظلم یہ ہے کہ ’’کسی کو اس کے اصل مقام سے ہٹا دینا۔‘‘

آج ہم نے اللہ کو اُس کے اصل مقام سے ہٹا دیا ہے۔ آج ہم نے اللہ کو خود سے بہت دُور کر دیا ہے۔ آج ہمارے اور اللہ کے درمیان ہمارے خود پیدا کردہ گوشت پوست یا ہڈی ڈھانچوں کے بہت سے ’’وسیلے‘‘ موجود ہیں۔ آج ہم نے اللہ کو خود سے اتنا دور کر دیا ہے کہ وہ ہمیں نظر ہی نہیں آتا۔ آج ہم نے انسانوں کے ساتھ ساتھ اللہ کے ساتھ بھی ظلم کی انتہا کر دی ہے...... اور یہی اصل میں ظلم ہے۔ قرآن دوٹوک کہتا ہے کہ ’’شرک عظیم ظلم ہے‘‘۔ مگر ہم قرآن کو پڑھتے تو ہیں مگر قرآن کو سمجھتے نہیں کہ وہ ہم سے کیا کہہ رہا ہے۔ بعض اسے سمجھتے ہیں تو اسے مانتے نہیں...... اور یہ قرآن کے ساتھ ظلم ہے۔

قومِ عاد و ثمود بھی اللہ کے ساتھ ظلم کرتے تھے۔ قومِ ثمود کو اللہ نے معجزہ دیا تھا‘ انہوں نے اس کا انکار کیا‘ اللہ نے ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالا۔ اللہ نے ہمیں بھی معجزہ ’’قرآن‘‘ دیا ہے‘ ہم نے اس کا انکار کیا (قرآن کے احکامات پر عمل نہ کرنا اس کا انکار ہی تو ہے۔) اگر ہم آخری امت نہ ہوتے تو اللہ ہمیں بھی صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالتا‘ مگر ہم آخری امت ہیں‘ اس لیے وہ ہمیں ختم کرنے کے بجائے مختلف اَقسام کے عذابوں میں مبتلا کرتا رہتا ہے۔ مثلاً آج کل اہلِ پاکستان بالخصوص اہلِ کراچی پر خوف کا عذاب آیا ہوا ہے‘ ان کی جان اور مال محفوظ نہیں ہے۔ اہلِ پاکستان پر مہنگائی‘ بجلی‘ پانی اور دہشت گردی کا عذاب آیا ہوا ہے۔ آج دنیا کہیں بھوک کے عذاب میں مبتلا ہے تو کہیں خوف کا عذاب ہے‘ کہیں آتش و آہن برس رہے ہیں۔ کہیں زمین خوفناک چنگاڑھ کے ساتھ بستیوں کو تہس نہس کر رہی ہے تو کہیں سمندر اُبل کر آبادیوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا رہا ہے (۲۰۰۴ء میں انڈونیشیا میں سونامی آیا اور دو لاکھ تیس ہزار سے زائد اموات ہوئیں‘ ۲۰۰۵ء میں کشمیر میں زلزلہ آیا اور ایک لاکھ کے قریب اموات ہوئیں‘ نیز پاکستان کے بہت سے علاقے صفحۂ ہستی سے مٹ گئے۔ ۲۰۰۸ء میں ایک بار پھر پاکستان میں زلزلہ آیا اور دو سو سے زائد انسان لقمۂ اجل بن گئے۔ ۲۰۱۰ء میں ہیٹی میں زلزلہ آیا اور تین لاکھ سولہ ہزار سے زائد انسان فنا ہو گئے۔ مارچ ۲۰۱۱ء میں جاپان میں زلزلہ اور سونامی آیا اور سولہ ہزار انسان لقمۂ اجل بنے...... اور ابھی ۲۰۱۱ء میں بھی پاکستان میں پانی کے عذاب کی تباہی جاری و ساری ہے۔)

مگر آج کا انسان اب بھی ماننے کو تیار نہیں۔ کہیں اللہ ہی کو نہیں مان رہا‘ کہیں اللہ کی نہیں مان رہا۔

گزشتہ اقوام کی سرکشی کا انجام ان کی مکمل تباہی پر ہوتا تھا‘ آج ہماری سرکشی کا انجام مختلف اقسام کے عذاب ہوتے ہیں۔

قومِ لوطؑ مردوں کے ساتھ شہوت رانی جیسے عظیم گناہ میں مبتلا تھی‘ یہ وبا آج کی اس ترقی یافتہ دنیا میں بھی پھیلی ہوئی ہے۔ غیر مسلم اقوام (جہاں ہم جنس پرستی کو حکومتی سرپرستی حاصل ہے اور جہاں مردوں کی آپس میں شادیوں کا رواج پروان چڑھ چکا ہے) کو تو چھوڑ یئے‘ آج وہ انسان جو خود کو مسلمان کہتا ہے وہ بھی اس بدترین فعل میں مبتلا ہے۔ انٹرنیٹ پر بے شمار ایسی ویب سائٹس موجود ہیں جن پر پاکستان کے ہر شہر میں موجود ایسے لوگوں سے رابطہ کیا جاسکتا ہے جو اس قبیح فعل میں مبتلا ہیں۔ آج تقریباً ہر چوتھا پاکستانی کسی نہ کسی لحاظ سے اس بدترین کام میں ملوث ہے (میرے اس دعوے کی وہ لوگ یقیناً تصدیق کریں گے جنہوں نے ۱۰ سے ۲۰ سال کی عمر میں بسوں میں خاصا سفر کیا ہو‘ خاص طور سے اسٹوڈنٹس)۔ قومِ لوط نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ وہ راہزنی (جسے آج کا ترقی یافتہ انسان سٹریٹ کرائم کہتا ہے) کے لیے بھی بڑے مشہور تھے اور راہزنی اور ہم جنس پرستی کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے تھے۔

آج ساری دنیا بالخصوص کراچی کے لوگوں میں یہ دونوں بیماریاں بہت عام ہیں۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ کراچی کا کون سا ایسا علاقہ ہے جو ان دونوں جرائم سے پاک ہے؟ کون سی ایسی گلی ہے جو راہزنوں سے محفوظ ہے؟ کراچی میں شاید ہی کوئی شخص ہو جو اپنی ۲۰‘ ۲۵ سالہ زندگی میں راہزنوں کے ہاتھوں لٹنے سے محفوظ رہا ہو۔

جب قومِ لوطؑ ان اعمال کے سبب اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکی تو اے آج کے انسانو! تم کیسے اس کے عذاب سے بچ سکتے ہو؟ اسی لیے آج تم چاروں طرف سے اللہ کے عذاب میں گرفتار ہو۔

گزشتہ اقوام کی طرح آج کا انسان بھی ان جرائم پر ہی اکتفا نہیں کرتا بلکہ ان لوگوں کی طرح آج کا انسان بھی سرکشی میں حد سے گزر چکا ہے۔ آج کا انسان بھی قومِ شعیبؑ کی طرح ناپ تول میں کمی کرتا ہے‘ خود پر ظلم کرتا ہے اور پھر اللہ کی رحمت کا طلب گار بھی ہوتا ہے۔

ربیع الاول ۱۴۳۲ھ / فروری ۲۰۱۱ء

دورۂ حدیث اور درجہ سابعہ کی جدید درسگاہوں کے ایک دروازے کا دلکش منظر
(یہ دروازہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے منسوب ہے)
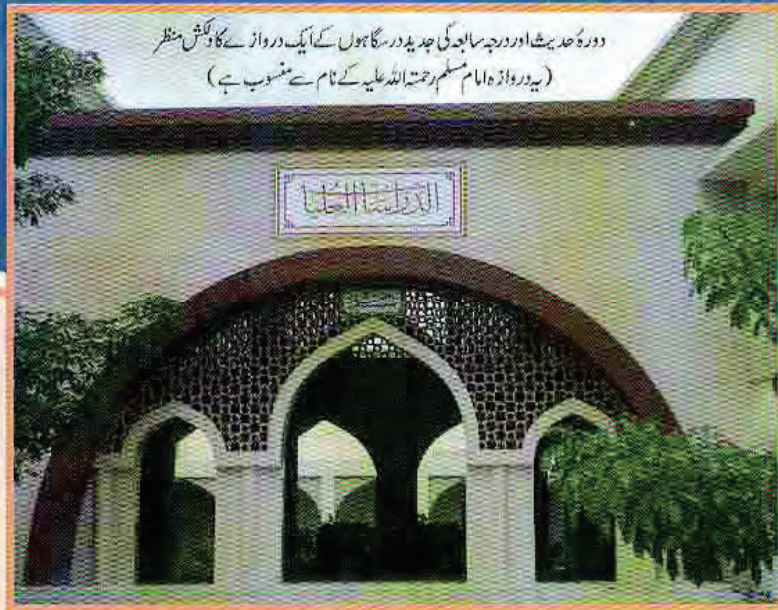
بانی
مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

حرف آخر

بہر حال درخت، پودے، کھیتی، سبزہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں اور چونکہ ان سے انسانوں، پرندوں، جانوروں کو فائدہ پہنچتا ہے، کبھی پھل کی صورت میں، کبھی غلہ، سبزیوں اور چارہ کی شکل میں کہیں جڑی بوٹیوں کی شکل میں اور صرف انسان ہی نہیں بلکہ چرند پرند سب ہی مختلف نباتات سے فائدہ اٹھاتے ہیں اس لیے ان کا لگانا باعث ثواب ہے، غذا اور دوا کے فائدہ کے علاوہ سورج کی تمازت سے بچانے، آلودگی کم کرنے فضا اور ماحول کو خوشگوار بنانے میں میں ان کا خاص دخل ہوتا ہے انہیں دیکھ کر آنکھوں کو ٹھنڈک ملتی ہے اور طبیعت میں فرحت پیدا ہوتی ہے جو بذات خود ایک نعمت خداوندی ہے اس لیے نباتات کی ان نعمتوں کی قدر کرنی چاہئے اور اعتدال کے ساتھ اس میں حصہ لینا کار ثواب ہے۔

واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ ھو الموفق لما یحبہ ویرضاہ وصلی اللّٰہ وسلم وبارک علی حبیبنا وسیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ۔

☆☆☆

بقیہ صفحہ ۵۲

اور ان میں سب سے زیادہ تشویشناک بات یہ ہے کہ دلوں سے ایمان ہی رخصت ہورہا ہے، موجودہ لحاظ سے ایک دیندار گھرانے میں بات ہورہی تھی کہ امریکہ میں رہنے میں آخرت کے لیے بہت خطرہ ہے تو ایک صاحب نے کہا کہ ''وہ آخرت کی الگ بات ہے''۔ حضرت ڈاکٹر عبدالحیؒ عارفی ؒ نے اپنی تقریروں میں کئی بار فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ایمان کی سلامتی کی دعا کرنی چاہئے۔ بھئی اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھو ایمان دل کے اندر ہے بھی یا نہیں؟ دراصل جو چیزیں انسان برابر اپنے گردوپیش میں دیکھتا رہتا ہے اس کی برائی اس کے دل سے نکل جاتی ہے۔ اسی طرح کفر کی برائی بھی دل سے نکل جاتی ہے اور رفتہ رفتہ ایمان بھی رخصت ہوجاتا ہے۔ اس کے علاوہ فسق وفجور کا خاصہ ہے ایمان کو کمزور کرنا۔ کمزور ہوتے ہوتے ایمان مفقود بھی ہوجاتا ہے۔

ایسی صورت میں جو بھی اب ہم پر نازل ہو ہم اس کے لائق ہیں۔ شامت اعمال ماصورت نادر گرفت۔ اس کا ایک ہی علاج ہے وہ یہ کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کے سامنے آہ وزاری کے ساتھ استغفار کریں اپنے لیے بھی اور اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے بھی، اور اپنا بغور جائزہ لے کر ان عادتوں کو چھوڑ دیں جو ہمیں تنزلی کی طرف لے جاتی ہیں۔

صورت اور حقیقت میں بہت بڑا فرق ہے: ایک چیز کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت، ان دونوں میں بہت بڑی مشابہت کے باوجود بہت بڑا فرق بھی ہوتا ہے، آپ روزمرہ کی زندگی میں صورت اور حقیقت اور ان کے فرق سے خوب واقف ہیں۔ میں اس کی دو مثالیں دیتا ہوں، آپ نے مٹی کے پھل دیکھے ہوں گے جو بالکل اصلی پھل معلوم ہوتے ہیں، لیکن صورت وحقیقت میں زمین وآسمان کا فرق ہے، اصل آم کوئی اور چیز ہے اور مٹی کا نقلی آم کوئی اور چیز، مٹی کے آم میں نہ اصلی آم کا ذائقہ ہے، نہ خوشبو، نہ رس، نہ نرمی، نہ اس کی خاصیتیں، صرف آم کی شکل ہے اور اس کا رنگ وروغن، اس لئے اس کو آم کہیں گے، مگر مٹی کا آم، یہ مٹی کا آم دیکھنے بھر کا ہے، نہ کھانے کا، نہ سونگھنے کا، نہ ذائقہ، نہ خوشبو۔

آپ مردہ عجائب خانہ میں گئے ہوں گے، آپ نے دیکھا ہوگا کہ وہاں سب درندے اور سب جانور موجود ہیں، شیر بھی ہے اور ہاتھی بھی، تیندوا بھی اور چیتا بھی، مگر بے حقیقت، بھُس بھری ہوئی کھالیں، جن میں نہ کوئی جان ہے، نہ طاقت شیر ہے، مگر نہ اس کی آواز ہے، نہ غصہ، نہ طاقت ہے، نہ ہیبت۔

حقیقت کے مقابلہ میں صورت کی شکست: اب میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ صورت کبھی حقیقت کے قائم مقام نہیں ہوسکتی، صورت سے حقیقت کے خواص کبھی ظاہر نہیں ہوسکتے، صورت کبھی حقیقت کا مقابلہ نہیں کرسکتی، صورت کبھی حقیقت کا بوجھ سنبھال نہیں سکتی، جب صورت کسی حقیقت کے مقابلے میں آئے گی، اس کو شکست کھانا پڑے گی، جب صورت پر کسی حقیقت کا بوجھ ڈالا جائے گا صورت کی پوری عمارت زمین پر آرہے گی۔

صورت اور حقیقت کا یہ فرق ہر جگہ نمایاں ہوگا۔ ہر جگہ صورت کا حقیقت کے سامنے پسپا ہونا پڑے گا۔ یہاں تک کہ عظیم سے عظیم اور مہیب سے مہیب صورت اگر حقیر سے حقیر حقیقت کے مقابلہ میں

تھا کہ صحابی کھجور کھاتے کھاتے پھینک دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ان کے ختم ہونے کا انتظار کرنا میرے لئے بہت مشکل ہے اور فوراً بڑھ کر شہادت حاصل کرتا ہے، اس لئے کہ جنت اس کے لئے ایک حقیقت تھی اور وہ حقیقت اس کے سامنے تھی۔ اس کی حقیقت جس کو حاصل تھی وہ قسم کھا کر کہتا تھا کہ مجھے اُحد پہاڑ کے اس طرف سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔ یرموک کے میدان میں ایک صحابی ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ امیر! میں سفر کے لئے تیار ہوں، کوئی پیغام تو نہیں کہنا ہے؟ وہ کہتے ہی، ہاں! رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہمارا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ آپ ﷺ سے جو وعدے فرمائے تھے، وہ سب پورے ہو رہے ہیں۔ یہ ہے یقین کی حقیقت، اس حقیقت پر کون سی قوت غالب آسکتی ہے اور ایسی حقیقت رکھنے والی جماعت پر کون سی جماعت غالب آسکتی ہے؟

ہماری خطا: آپ تاریخ اسلام میں مسلمانوں کی ناکامی کی تلخ داستانیں پڑھتے ہیں، یہ حقیقت کی شکست کے واقعات نہیں، یہ سب صورت کی شکست و ہزیمت کے واقعات ہیں، صورت نے ہم کو ہر معرکہ میں رسوا و ذلیل کیا ہے، لیکن خطا ہماری تھی، ہم نے غریب صورت پر حقیقت کا بوجھ رکھنا چاہا، وہ اس بوجھ کو سہار نہ سکی۔ خود بھی گری اور عمارت کو بھی زمین پر لے آئی۔

حقیقتِ اسلام مدتوں سے میدان میں آئی ہی نہیں: عرصۂ دراز سے صورت اسلام معرکہ آزما ہے اور شکست پر شکست کھا رہی ہے اور حقیقتِ اسلام مفت میں بدنام اور دنیا کی نگاہوں میں ذلیل ہو رہی ہے، دنیا سمجھ رہی ہے کہ ہم اسلام کو شکست دے رہے ہیں، اس کو خبر نہیں کہ حقیقتِ اسلام تو مدت سے میدان میں آئی ہی نہیں، اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی صرف صورت ہے، نہ کہ اسلام کی حقیقت۔

یورپ کی قوموں کے مقابلہ میں ترکی میدان میں آیا، لیکن اسلام کی ایک نڈھال صورت لے کر، یہ نحیف و نزار صورت مقابلہ میں ٹھہر نہ سکی، فلسطین میں تمام عرب قومیں اور سلطنتیں مل کر یہودیوں کے مقابلہ میں آئیں، لیکن حقیقتِ اسلام، شوقِ شہادت، جذبۂ جہاد اور ایمانی کیفیات سے اکثر عاری، عربی قومیت کے نشہ میں سرشار، صرف اسلام کے نام و نسبت سے آراستہ، نتیجہ یہ ہوا کہ اس بے روح صورت نے یہودیوں کی جنگی قوت و تنظیم و اسلحہ کی حقیقت سے مار کھائی، اس لئے کہ صورت حقیقت کا مقابلہ نہیں کر سکتی، یہودی ایک حقیقت رکھتے تھے، اگرچہ سرتاپا مادی، عرب صرف ایک صورت رکھتے تھے، اگرچہ مقدس، لیکن صورت صورت ہے، حقیقت حقیقت ہے۔

رحمت و نصرت، تائید و اعانت کے وعدے حقیقت سے متعلق ہیں: اسلام کی صورت اللہ تعالیٰ کے

(http://banuri.edu.pk) اشاعت جامعہ علوم اسلامیہ

! سبق آموز پیغام

سبق آموز پیغام

تمام امت اسلامیہ کا شیرازہ منتشر ہوچکا ہے، ہرجگہ اضطراب ہی اضطراب ہے، نہ حکمرانوں کو چین نصیب ہے، نہ محکوم آرام کی نیند سو سکتے ہیں، مصیبت بالائے مصیبت یہ کہ کوئی بھی صحیح علاج نہیں سوچ رہا ہے جو زہر ہے اس کو تریاق سمجھ لیا گیا ہے ،جو تباہی و بربادی کا راستہ ہے اس کو نجات کا راستہ سمجھا جارہا ہے ،جو تدبیریں شقاوت کو دعوت دے رہی ہیں، انہی کو ذریعہ سعادت خیال کیا جارہا ہے، ماسکو ہو یا واشنگٹن تمام جہنم کے راستے ہیں،کوئی بھی سرور کونین ا کے مدینہ کا راستہ جوسراسر نجات وسعادت کا اعلیٰ ترین وسیلہ ہے ،نہیں سوچ رہا ہے ۔جو صراط مستقیم جنت کو جارہا ہے اس سے بھٹک گئے ہیں، نہ معلوم کہ ارباب عقول کی عقلیں کہاں چلی گئیں؟ ارباب فکر کیوں فکر سے عاری ہوگئے؟ آخر تاریخ کی یہ عبرتیں کس لئے ہیں؟ حقائق سے کیوں چشم پوشی کی جارہی ہے؟ خاکم بدہن ایسا تو نہیں کہ تکوینی طور پر امت پر تباہی وبربادی کی مہر لگ چکی ہے؟ اس امت کا زوال مقرر ہوچکا ہے؟ عروج کا دور ختم ہوگیا ہے؟ حق تعالیٰ نے تو اسلام اور صرف اسلام کی نعمت کو آخری نعمت فرمایا تھا، اور یہ صاف اور صریح اعلان ہوچکا تھا کہ اس کے سوا کوئی رشتہ ورابطہ، کوئی دین ومسلک قابل قبول نہ ہوگا۔ نجات اسی دین اور اسلام میں ہے اور اسی دینی رابطہ میں فلاح وسعادت ہے ،باقی تمام راستے شقاوت وہلاکت اور تباہی وبربادی کے راستے ہیں اور یہ ابدی اعلان آج بھی حق تعالیٰ کے آخری پیغام میں کیا جارہا ہے:
”ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ،، (آل عمران:۸۵)
ترجمہ:۔"اور جو کوئی چاہے سوا اسلام کی حکم برداری کے اور دین، سو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا،،۔
اور سورۂ عصر میں تاریخ عالم کو گواہ بنا کر پیش کیا گیا ہے کہ جن لوگوں میں ایمان باللہ، عمل صالح، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر یہ چار باتیں نہیں ہوں گی ان کا انجام تباہی وبربادی ہے، کیا اسی اسلام سے روگردانی کی اتنی بڑی سزا پاکستان اور پاکستانیوں کو نہیں ملی کہ چند لمحوں میں بارہ کروڑ آبادی کا عظیم ملک ۵ کروڑ کا چھوٹا سا ملک بن گیا؟ کیا بنگلہ دیش کے قضیہ سے دونوں طرف کے مسلمان عذابِ الٰہی میں نہیں مبتلا ہوئے؟ اسلامی روابط، اتحاد واخوت ختم کرکے کیا دولت کمائی؟ آخرت سے پہلے دنیا کی رسوائی اور خسران وتباہی بھی دیکھ لی۔ افسوس کہ وہی غیر اسلامی سبق پھر یہاں مغربی پاکستان میں دہرایا جارہاہے، وہی سندھی، پنجابی، بلوچ اور پٹھان کے ملعون نعرے یہاں بھی ابھر رہے ہیں۔ ارحم الراحمین کے غضب کو دعوت دینے والی صورتیں اختیار کی جارہی ہیں، طاغوتی طاقتیں جن کا ڈورا باہر کے شیاطین کے ہاتھ میں ہے، اسلام اور مسلمانوں پر ایک اور کاری ضرب لگانے کی فکر میں لگ گئے ہیں۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔
نہ اربابِ حکومت مرض کا صحیح علاج سوچ رہے ہیں ،نہ اربابِ دین ، دین کے تقاضوں کو پورا کررہے ہیں، نہ اربابِ قلم زورقلم اصلاح حال پر خرچ کررہے ہیں، غور کرنے سے یہی معلوم ومحسوس ہوتا ہے کہ اس قوم کا آخرت پر یقین یا تو ختم ہوگیا ہے یا اتنا کمزور ہوگیا ہے کہ نہ ہونے کے برابر ہے، جنت وجہنم اور حیاتِ ابدی کے تصور سے دل ودماغ خالی ہوگئے ہیں، تمام نعمتیں وآسائشیں صرف دنیا کی چاہتے ہیں، جب مرض یہ ہے یعنی

ہفت روزہ
25
لاہور
ندائے خلافت
www.tanzeem.org
19 تا 25 جون 2012ء/28 رجب المرجب تا 04 شعبان 1433ھ

اس شمارے میں

امت مسلمہ کا احیاء

امت مسلمہ جو صحیح معنوں میں اسلام کی عملی تصویر ہو ——— صدیوں سے ناپید ہے۔ کیونکہ امت مسلمہ کسی ''خطۂ زمین'' کا نام نہیں ہے جو کبھی اسلام کا مسکن رہا ہو، نہ کسی قوم کا نام ہے، جس کے آباء و اجداد تاریخ کے کسی دور میں نظامِ اسلامی کے علمبردار رہے ہوں۔

''اُمتِ مسلمہ'' تو انسانوں کی وہ جماعت ہے جس کی رسوم و روایات، جس کے افکار و تصورات، جس کے عقائد و نظریات، جس کی اخلاقی قدریں اور ترک و اختیار کے پیمانے غرض ساری چیزیں شریعتِ اسلامیہ کے چراغ کا پرتو ہوں۔ اور سچ پوچھو تو ایسی امت اُس وقت سے ناپید ہے جب سے شریعتِ الٰہی حکومت کے ایوانوں سے بے دخل ہے۔ ضروری ہے کہ یہ ''اُمتِ'' اس زمین پر دوبارہ ''نمودار'' ہو، تاکہ اسلام انسانیت کی قیادت کے سلسلے میں اپنا متوقع کردار پھر ادا کر سکے۔

ضروری ہے کہ وہ امت پھر ''سامنے لائی جائے'' جو غلط تصورات و افکار، گمراہ نظریات اور باطل نظاموں کے انبار میں کھو کر رہ گئی ہے۔ ان نسلوں کے ہجوم میں گم ہو کر رہ گئی ہے جن کو نہ اسلام سے کوئی واسطہ ہے، نہ شریعتِ اسلامی سے۔ اگرچہ عام طور پر یہ گمان ہے کہ وہ نام نہاد ''اسلامی دنیا'' میں موجود ہے!!!

نقوش راہ
سید قطب شہیدؒ

منہاج ثاقب رحمانی، بلرامپوری

امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں

یہ بات ہرصاحب علم وفہم پرروز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کوجودین دیاہے اس میں اللہ نے صرف اخروی کامیابی اورعزت ووقار کا وعدہ نہیں کیابلکہ وانتم الاعلون کی عام خوش خبری ان کنتم مومنین کی شرط کے ساتھ عوام کوسنادی اوران تنصرو الله کی شرط لگا کرخود بھی ینصرکم کے میثاق کو پورا کرنے کا اقرار کرلیا۔یہی نہیں بلکہ قرآن کریم کی متعدد آیات اور کتب احادیث کے بے شمار دلائل اس بات کا کھلم کھلا اعلان کررہے ہیں کہ اے مسلمانو!اگر عزت ووقار کی خواہش ہے تو بھی اگر کامیابی کی تمنا ہے تب بھی، میرے دامن سے وابستہ ہوجاؤ، کیونکہ اگرتم کو دنیا کے کسی بھی صاحب اقتدار کی حاشیہ برداری وکاسہ لیسی، یاان کی ہاں میں ہاں، ان کے انکار میں انکار کی منڈی ہلانے سے عزت ووقار کے ملنے کا آس ہے توتمہاری یہ اس وقت تک آس ہی رہے گی جب تک کہ تم سدا کے لئے آنکھیں نہ موندلو۔اگرتم اپنے آپ کوسیکولر کاعلمبردار اوراسلام کے فرسودہ قوانین (نعوذباللہ) سے پرے ماڈرن مسلمان بن کراسلام اورکفر کی بندشوں سے آزاد ہوکر محض انسان بن کرہی زندگی گذارنے میں اپنے آپ کواس امید میں تھکارہے ہوکہ ہمیں سربلندی نصیب ہوگی، تواپنے کان کے سوراخوں کوواکرکے میری بات سن لوکہ ایک بھکاری دردر چکرلگا کراپنے پیٹ (جس کی خاطر وہ بھٹکتا پھرتا ہے) بھرسکتا ہے اوراپنے مقصد میں کامیاب ہوسکتاہے، ایک چورسینندھ کاٹ کر چوری کرنے میں کامیاب ہوسکتا ہے، یہاں تک کہ کتے اور دوسرے چوپائے اپنے اپنے ہدف پار کرسکتے ہیں، مگرتم جیسے دوہاتھ دوپاؤں اورسروبھیجے والا انسان کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتاہے چاہے اس کوہزاروں سال کی عمرہی کیوں نہ مل جائے۔

دراصل میں بات کرنا چاہتاہوں ان حضرات کی جونام کے تومسلمان ہیں تعلیم یافتہ بھی ہیں اورترقی کے خواستگار بھی ہیں۔مگرترقی کی طالب اورسیکولربن کراپنے آپ کومفکر، مدبر، اسکالراوردانشور بننے کے زعم نے ان کواسلام کی راہ سے اس طرح سے دورکردیاہے کہ اگران کے ناموں کے ساتھ مسلمانوں جیسانام منسلک نہ ہوتا تو یہ لوگ یہ بھی بھول جاتے کہ مسلمان ہی ہیں یاکوئی اور..........

ابھی کچھ دنوں پہلے آپ نے اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ یوپی میں ایک مجسمہ توڑدیئے جانے کے بعدایک مسلم سیاسی نیتانے کومجسمہ دوبارہ وہیں نصب کروانے کی جی توڑکوشش کرڈالی اور یہاں تک اعلان کردیا کہ اگروہ مجسمہ دوبارہ نہ لگایا گیا توہم اس کے لئے دھرم بدھ کریں گے۔

نیتا جی کے اس جملے کودوبارہ سہ بارہ پڑھ لیں اوررک کران کی مسلمانیت کاماتم کرلیں، کہ وہ مسلمانوں کے اس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں جن کا دارومدارہی حب اہل بیت اورحب علی پرہے مگرپارٹی کی محبت نے اسلام کی محبت کواس طرح سے مغلوب کردیا کہ ان کو یہاں تک بھی نہ یادرہا کہ جن کی محبت کا ہم ڈھنڈھورا پیٹتے ہیں انھیں اہل بیت کے محبت سے حالانکہ حضرت علیؓ کورسول اللہ ﷺ نے جہاں بہت ساری ذمہ داریاں دیکرایک مہم پربھیجا تھااسی میں سے ایک یہ بھی تھا کہ اے علیؓ جوبھی بت یامجسمہ نظرآئے اس کوگرادینا جیسا کہ خودشیرخدا حضرت علیؓ نے حضرت حبانؒ تابعی سے فرمایاتھا کہ کیامیں تمہیں ایک ایسی مہم پہ نہ بھیجوں جس پرنبی ﷺ نے مجھے روانہ فرمایاتھا؟ یہ کہ ہرقبرکوہموارکردوں اور مجسمہ کانشان مٹادوں، یہ حدیث صحیح مسلم، مسنداحمد بن حنبل، سنن ابی داؤد، سنن ترمذی اورسنن نسائی وغیرہ میں موجود ہے، مطلب یہ ہے کہ مجسمہ کومسمارکرناحقیقت میں دھرم بدھ ہے لیکن براہوسیاست کے ان بیمارذہن لوگوں کا جنھوں نے پارٹی میں اپناقداونچا کرنے اوراپنے آپ کوسچا سیکولر ثابت کرنے کے لئے اپنے آپ کواپنے دھرم سے ہی بدھ کرنے پرآمادہ کردیاہے۔

ایسے نہ جانے کتنے ہی لوگ مل جائیں گے جن کوقرآن کی تلاوت سے زیادہ گیتا اوررامائن کے اشلوکوں میں ہی مزہ ملتاہے، مسجدوں میں جاکرسجدہ ریز ہونے کے بجائے مندروں کا گھنٹہ بجانے ہی میں سکون قلب محسوس ہوتاہے۔شیخ الاسلاموں اورمولاناؤں کے زمرے میں گنے جانے والے الحادودہریت کی تبلیغ میں جٹے ہوئے ہیں، گن پتی اوردسہرے میں ہنداور رمضان ومحرم نیز ربیع الاول میں مسلمان بننے والے نام نہادمسلمانوں کاتوکوئی حساب نہیں ہے، کمبھ کے میلے میں اشنان کرکے اپنے پرکھوں کوشانتی دینے والے بھی مسلمان بہت سارے ہیں جبکہ انہیں نہیں معلوم کہ اس

اشثان نے ہمارے پرکھوں کی روحوں کوتو کوئی سکون نہ دیا ہاں ہمارا ایمان بھی اس ڈبکی کے ساتھ ضرور بہہ گیا اور ابلیسی ایجنٹوں کے آتما سکون بھی پا گئے۔ مقبروں، خانقاہوں اور درگاہوں پر اپنے دین وایمان کا سودا کرنے والے مسلمان بھی ایمان کی اصل چاشنی اور حقائق اسلام سے غافل ہیں۔

حد تو یہاں تک ہوگئی کہ اگر آپ کو مسجدوں کا چندہ جمع کرنا ہو تو ہر صاحب ثروت اپنے آپ کو قرض کے بوجھ تلے دبا ہوا ظاہر کرے گا۔ لیکن جھوٹے اور شیطانی خوابوں کی تعبیر بتلانے والے ملاؤں اور ایمانی رہزنوں کے جال میں اپنا سب کچھ لٹا دینے والے آپ کو کثیر تعداد میں مل جائیں گے، تعجب نہ کریں آپ نے ایک محترمہ کا نام سنا ہوگا (اللہ محترمہ کو ہدایت دے) وہ مسلم خاتون، تعلیم یافتہ اور وکیل ہیں: اخبارات میں آپ نے ان کی یہ خبر ضرور پڑھی ہوگی کہ انہوں نے بھی ایک مندر تعمیر کروائی ہے اس کی وجہ کیا تھی؟ محترمہ کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا، میرے خواب میں بھگوان یا شیواجی آئے، اور کہا کہ تم ایک مندر بنوادو، پھر موصوفہ نے دانشوروں، مفکروں (شیطانی دلالوں) سے اس کی تعبیر دریافت کی تو بڑے غور وخوض کے بعد نتیجہ یہ نکلا کہ آپ ایک مندر بنوادیں (ہاں سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت کرکے کمایا ہوا پیسہ کہیں تو صرف ہوجائے)۔

مسلمانو دل کھول کر رولو، ان دانشوروں، مفکروں، اور ان تعلیم یافتہ لوگوں پر اور ان کی عقلوں پر، افسوس کروان کی فہم وادراک پر جن کا وجود قیامت کے نزدیک ہوجانے پر شاہد ہے جیسا کہ صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے خبردار کردیا تھا، اے لوگو! قیامت اس وقت تک واقع نہ ہوگی جب تک کہ مسلمانوں کا ایک گروہ مشرکوں سے نہ مل جائے گا اور مسلمانوں کا ایک گروہ بتوں کی پوجا نہ شروع کردے گا (مسلم) اور مسلم شریف میں دوسری جگہ امام اعظم ﷺ نے فرمایا ہے کہ آخری وقت میں ایک زمانہ آئے گا کہ رات کو ایک آدمی مومن سوئے گا لیکن صبح اٹھے گا تو کافروں میں شامل ہو چکا ہوگا اور وہ اپنے دین کو دنیا کے بدلے بیچ ڈالے گا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتی ہے جب تک کہ لات وعزی کی پوجا پھر سے نہ ہونے لگے (بخاری)۔

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اس طرح سے ذکر کیا ہے: یہودیوں کی مغضوبیت، نصاری کی ضلالت، مشرکین کی بت پرستی، ائمہ مضلین کی کثرت، دجاجلہ فتن ودعاۃ بدعت کا احاطہ، اقتداء بغیر سنت، اہتدی بغیر ہدی الانبیاء، تفرق وتمذہب مثل یہود اور غلو واطراء مثل نصاری، فتنہ شبہات یونان، اور فتنہ شہوات عجم، فتنہ تماثیل عبدۃ الاصنام، اور فتنہ قبور عاکفین کنائس، ان میں سے کوئی نحوست اور بلا کی ایسی نہیں ہے جو مسلمانوں پر نہ چھا چکی ہو، اور کوئی گمراہی نہیں جو اپنے کامل سے کامل اور شدید درجہ تک اس امت میں نہ پھیل چکی ہو، اہل کتاب نے گمراہی کے جتنے قدم اٹھائے تھے گن گن کر مسلمانوں نے بھی وہ سب اٹھائے حتی کہ لو دخلوا جحر ضب لدخلتموہ کا وقت بھی گذر چکا اور آج ہم اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہے ہیں وہ وقت بھی کب کا آچکا کہ یلحق قبائل من امتی بالمشرکین اور حتی تعبد من امتی الاوثان اور حتی تعبد اللات والعزی ہماری جانیں اور ہماری روحیں اس صادق ومصدوق پر قربان کہ واقعی اور سچ مچ مسلمان مشرکوں سے ملحق ہوگئے اور دین توحید کا دعوی کرنے والوں نے بت پرستی کی ساری ادائیں اور چالیں اختیار کرلیں اور جس لات وعزی کی پوجا سے دنیا کو نجات دلائی گئی تھی اس کی پوجا پھر سے شروع ہوگئی۔ (تذکرہ ص ۲۸۸/۲۸۹)

شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم نے ان دین فروشوں کا تذکرہ اس انداز میں کیا ہے۔

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں
امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں
بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں
تھا ابراہیم پدر اور پسر آزر ہیں
بادہ آشام نئے بادہ نیا خم بھی نئے
حرم کعبہ بھی نیا بت بھی نئے تم بھی نئے

اس لئے اے اپنے مقصد سے غافل مسلمانو! اللہ سے توبہ کرلو ابھی زندگی باقی ہے تو غنیمت جانو اور اپنے ایمان کا سودا نہ کرو ورنہ دنیا کی ساری مواخاۃ ورواداری آخرت میں رب کے دربار میں کچھ بھی فائدہ نہ پہنچا سکیں گے اپنے توحید اور عقیدے کو داغدار ہوتے وقت (لکم دینکم ولی دین) کی سنت پر عمل کرکے ان کافروں اور مشرکوں سے الگ ہوجاؤ۔ یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک، یا مصرف القلوب صرف قلبی علی طاعتک۔

☆☆☆

رائیونڈ میں تبلیغی اجتماع جاری

اسراف اور بے حیائی کے باعث امت تباہی کے دہانے پر پہنچ گئی: مقررین

امت کی نجات امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں ہے، مولانا سعد، مولانا ابراہیم اور رشید سورتی

رائے ونڈ (نامہ نگار) رائے ونڈ میں منعقدہ سالانہ تبلیغی اجتماع کے موقع پر گزشتہ روز نماز جمعہ مولانا عبدالرشید سورتی نے پڑھائی جبکہ نماز جمعہ میں شرکاء کی تعداد دو لاکھ کے قریب پہنچ گئی۔ قبل ازیں اور بعدازاں عالمی اجتماع کی مختلف نشستوں سے خطاب کرتے ہوئے مقررین مولانا محمد سعد، مولانا محمد ابراہیم، عبدالرشید سورتی ودیگر نے کہا کہ امت کی نجات امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں مضمر ہے۔ بھلائی کی دعوت دینا اور برائی سے روکنا، بھلائی اور خیر کے معاملے کو عام کرنے کے لئے ہر امتی داعی بن جائے۔ تبلیغی جماعت کا مقصد پوری دنیا میں اسلام کی دعوت پہنچانا ہے۔ فضول خرچی، اسراف اور بے حیائی کی وجہ سے امت تباہی کے دہانے پر پہنچ چکی ہے۔ سادگی اور حیاء نبوت والے معاشرے کی نشانیاں ہیں۔ اجتماع میں مانسہرہ کا لیاقت علی حرکت قلب بند ہو جانے سے جاں بحق ہو گیا۔

ShareThis

کیا ہم مسلمان ہیں؟؟؟

ansar.abbasi@thenews.com.pk

کیا ہم مسلمان کہلوانے کے مستحق ہیں؟ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا نام تو لیتے ہیں مگر عمل اُس کے بالکل برعکس ہیں جس کا وہ حکم دیتا ہے۔ کہتے تو ہیں کہ اسلام ہمارا دین ہے مگر ہر معاملے میں لادینی اور اسلام مخالف قوتوں کی بات مانتے ہیں۔ قرآن حکیم کو اللہ کی کتاب تو مانتے ہیں مگر اس کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں پر نافذ کرنے کے بجائے خوبصورت غلافوں میں لپیٹ کر طاقوں میں سجانے، تعویذوں میں گھول کر پلانے، دلہنوں کے سر پر سے گزارنے، اپنے جھوٹ سچ پر دوسروں کے یقین کے لیے قسم اُٹھانے کے لیے محدود کر دیا ہے۔ حضرت محمدؐ کو اللہ کا آخری نبی تو مانتے ہیں مگر اس پاک ہستی کے احکامات کو بھی بھلا بیٹھے ہیں۔ ذرا غور فرمایئے کہ اسلام ہمیں حکم دیتا ہے کہ قتل کا بدلہ قتل یعنی قصاص ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ البقرۃ میں بیان فرماتے ہیں ”اے عقل والو! تمھارے لیے قصاص میں زندگی ہے تاکہ تم پرہیزگار بن سکو۔“ اللہ تعالیٰ نے قاتل کے لیے قصاص کی حد مقرر کر دی مگر اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت کا حال دیکھیں کہ اقوام متحدہ اور یورپین یونین کے مطالبہ پر گزشتہ چار سال سے (قصاص) موت کی سزائیں معطل رہی۔ اسلام کے بدترین دشمنوں اور اسلامی شعائر اور نبیؐ کی شان میں

صفحہ 15 بقیہ نمبر 4

موت دی جاتی ہے مگر کسی اقوام متحدہ یا یورپی یونین کی کیا ہمت کہ امریکا بہادر پر کوئی اعتراض کریں۔ ہمارے اپنے نام نہاد انسانی حقوق کے علم بردار بھی ہمیں پر برستے ہیں۔ اُن کی زبانیں بھی امریکا و ہندوستان کے سامنے گنگ ہو جاتی ہیں۔ اپنا حال دیکھیں کہ اسلام سنگین جرائم کی روک تھام کے لیے سزاؤں کا کتنا بااثر نظام دیتا ہے مگر مسلمان ہوتے ہوئے بھی ہم میں حوصلہ نہیں کہ ان سزاؤں کو لاگو کر سکیں۔ خوف ہے کہ نہ جانے امریکا و یورپ کیا کہیں گے۔ اسلامی سزاؤں کے اصل حل کی طرف جانے کی بجائے ہم پاکستان کو اسلحہ سے پاک کرنے کے ناممکن کو ممکن بنانا چاہتے ہیں۔ ایران کو چھوڑیں، سعودی عرب کی بھی بات نہیں کرتے کیا کبھی ہم نے سوچا کہ ملا عمر نے افغانستان میں اپنی پانچ سالہ حکومت میں جرائم کا کیسے خاتمہ کیا تھا اور وہ کیا اقدامات تھے کہ وہ افغانستان جو بدترین جھگڑوں، اندرونی خلفشار اور جرائم کا گڑھ تھا، امن کا گہوارا بن گیا۔ انہوں نے انتہائی بُرے حالات میں حکومت سنبھالی، پولیس کا کوئی نظام تھا نہ ہی پروسیکیوشن سسٹم، نہ ہی عدالتوں کا جال تھا مگر اس سب کے باوجود دنوں اور ہفتوں میں افغانستان میں ایسے حالات پیدا کر دیے کہ قتل، ڈکیتی، چوری چکاری، زنا اور اغوا جیسے جرائم کا نام و نشان مٹ گیا۔ دنیا میں ہیروئین اور کوکین کی پیداوار میں سرفہرست ممالک میں شامل افغانستان میں ان کی پیداوار بلکل ختم کر دی گئی۔ ملا عمر کی حکومت کے کچھ اقدامات پر اعتراض اپنی جگہ مگر اسلامی سزاؤں کے ذریعے دنیا کی غریب ترین حکومت نے جرائم کی روک تھام کے لیے وہ کچھ کر دکھایا جو مغرب و امریکا اپنی تمام تر

[illegible]

آئے دن گستاخی کرنے والوں کی خوشی کے لیے قرآن اور سنتِ رسول ﷺ سے کھلا انحراف کیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ پارلیمنٹ سے پوچھا گیا اور نہ ہی کابینہ کو اعتماد میں لیا گیا۔ جب سے آصف علی زرداری صدر بنے، صرف ایک قاتل کو گزشتہ ہفتہ پھانسی دی گئی اور وہ بھی اس لیے کہ قاتل کا تعلق فوج سے تھا اور فوج کی طرف سے یہ مطالبہ تھا کہ اُس کو پھانسی دی جائے۔ جیسے ہی گزشتہ چار سال میں یہ پہلی پھانسی دی گئی تو فرانس اور پھر یورپی یونین نے حکومت پاکستان سے اپنی خفگی کا اظہار کیا اور یہ تک کہہ دیا کہ پاکستان میں قصاص (سزائے موت) کو اگر ختم نہ کیا گیا تو ہمیں معاشی مشکلات کا سامنا ہو سکتا ہے۔ ان دھمکیوں پر حکومت بولی اور نہ ہی دفتر خارجہ کو کچھ کہنے کی ہمت ہوئی۔ یہاں بھی محسوس ایسا ہوتا ہے کہ اپنے رب کی بجائے جیسے ہم نے امریکا و یورپ کو اپنا رازق تسلیم کر لیا ہے۔ زبان سے ہم جو مرضی کہیں، ہمارے معاملات روز بروز اُن اسلامی تعلیمات کے برعکس بڑھتے جا رہے ہیں جو بحیثیت مسلمان ہمارے لیے حتمی ہیں۔ ہم نے تو مسلمان ہوتے ہوئے بھی اللہ کی حدوں کا خیال نہ کیا، محض اس لیے کہ کہیں ہمارے دنیاوی خدا ہم سے خفا نہ ہو جائیں۔ مگر ہندوؤں کے ملک انڈیا کو دیکھیں اجمل قصاب کو پھانسی دے دی گئی۔ یہ بات یقینی ہے کہ ہندوستان کی ''انسانی حقوق'' کی خلاف ورزی پر نہ تو فرانس کچھ بولے گا اور نہ ہی یورپی یونین کی جرأت ہو گی کہ پاکستان کی طرح ہندوستان کو بھی دھمکا دے۔ ہمارے جیسے آدھے تیتر آدھے بٹیروں کا یہی حال ہوتا ہے۔ ہماری مثال دھوبی کے کتے کی سی ہے جو گھر کا ہے نہ گھاٹ کا۔ امریکا میں بھی کئی ریاستوں میں سزائے

دولت اور جدید [illegible] کے باوجود [illegible] پائے۔ چند روز قبل ایک ٹی وی شو میں مسلم لیگ ن اور پاکستان پیپلز پارٹی کے سینئر حضرات نے پاکستان میں جرائم کی روک تھام کے لیے اسلامی سزاؤں کی مکمل حمایت کی۔ مگر اکثر سیاستدان ڈالروں کی لالچ میں اسلامی حدوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے والے اُن نام نہاد انسانی حقوق کے علم بردار اور سیکولرازم کے پیروکاروں سے ڈرتے ہیں جو پاکستان میں جرائم پیشہ افراد اور عادی مجرموں کے وکیل بن بیٹھے ہیں۔ دہشتگردی کر کے درجنوں معصوموں کی جان لینے والے، بے رحم ٹارگٹ کلرز، اجرتی قاتل، پیسہ کی لالچ میں انسانوں کو قتل کرنے والے چور، ڈاکو، بھتہ خور، اغوا کار، موبائل و پرس چھیننے والے اور فرقوں اور لسانی تفریق پر دوسروں کی جان لینے والے کسی رحم کے مستحق نہیں اور وہ اسی قابل ہیں کہ انہیں سرِ عام پھانسی دے کر نشانِ عبرت بنایا جائے جو سنگین جرائم کی روک تھام کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ اگر ہم نے ظالموں اور فسادیوں کا ہاتھ روکنا ہے تا کہ روز روز ہماری ماؤں کی گودیں نہ اجڑیں، بچے یتیم نہ ہوں، عورتیں بیوگی کے دکھ سے بچیں، بوڑھے والدین اپنے بچوں کے جنازوں کو کاندھا دینے پر مجبور نہ ہوں، ہمارے قبرستانوں میں دفن میتوں کی بے حرمتی نہ کی جائے، چھوٹی بچیوں کے ساتھ زیادتی اور قتل جیسے واقعات پیش نہ ہوں اور معاشرے میں درندگی کی نئی نئی داستانیں جنم نہ لیں تو ہمیں اس بیماری کے علاج کے لیے وہی دوا استعمال کرنی ہے جو ہمارے دین نے ہمیں سکھائی اور جس کا کوئی برابر نہیں ہو سکتا۔

کیا ہم مسلمان ہیں

Monday, April 04, 2011, Rabi-us-Sani 29, 1432 A.H

ہم پھر ہار گئے

کس سے منصفی چاہیں......انصار عباسی

انڈیا کرکٹ ورلڈ جیت گیا اور ہماری تمام تر دلی خواہشوں اور دعاؤں کے باوجود سری لنکا ممبئی میں فائنل نہ جیت سکا۔ سیمی فائنل میں انڈیا کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد ہماری دعائیں سری لنکا کی ٹیم کے لئے مختص ہو گئیں۔ ہم خود تو انڈیا کو نہ ہرا سکے مگر دل میں یہ شدید خواہش تھی کہ فائنل میں انڈیا کی ٹیم سری لنکا کے ہاتھوں ذلیل ہو کیونکہ سیمی فائنل میں انڈیا نے ہمارے ساتھ بہت بُرا کیا۔ اپنی شکست کے بعد ویسے تو ہماری دلچسپی ورلڈ کپ سے کافی حد تک ختم ہو چکی تھی مگر غیر اعلانیہ طور پر سری لنکن ٹیم کو ہم اپنی ٹیم کے طور پر دیکھ رہے تھے۔ گزشتہ بدھ کی مایوسی کے باوجود بہت سوں نے فائنل میچ دیکھا جبکہ ایک بڑی تعداد نے اس لئے میچ نہ دیکھا کہ کہیں انڈیا جیت نہ جائے۔ سری لنکا کی ٹیم نے جب 274 رنز بنائے تو یہاں یہ امید پیدا ہو گئی کہ اب انڈیا یہ مقابلہ نہیں جیت سکتا۔ ٹنڈولکر اور سہواگ کے جلدی آؤٹ ہونے پر تو تیاریاں شروع ہو گئیں کہ کس مزے سے بھارتی ٹیم کو ہارتے ہوئے دیکھیں گے۔ ہمیں اپنی دعائیں رنگ لاتی دکھائی دیں مگر اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ انڈیا کی ٹیم نے اپنے بہترین کھیل سے ''ہماری سری لنکن'' ٹیم کو با آسانی ہرا دیا اور ہماری دعائیں ایک بار پھر رائیگاں چلی گئیں۔ ایک ہفتہ کے اندر اندر ہمارے چہرے دوسری بار اتر گئے۔ ہم انڈیا سے بدلہ لینے میں پھر ناکام ہوئے۔ ہماری لٹی ہوئی عزت بحال نہ ہو سکی۔ اب کون چار سال تک بدلے کا انتظار کرے۔ یہ ہے پاکستان کی کہانی۔ یہ ہے کرکٹ کا وہ جنون جس نے بحیثیت قوم ہمیں اندھا کر کے رکھ دیا ہے۔ یہ ہیں وہ احساسات اور خواہشات جنہوں نے ایک کھیل کو جنگ میں تبدیل کر دیا۔ بے شک انڈیا میں یہ جنونیت اور پاکستان دشمنی بہت زیادہ ہے، بلاشبہ اپنی ہار دیکھتے ہوئے وہ کرکٹ اسٹیڈیم کو بھی آگ لگانے سے باز نہیں رہتے اور اس بار خطرہ یہ بھی تھا کہ پاکستان کے ہاتھوں شکست کی صورت میں انڈیا میں ہمارے مسلمان بھائیوں پر ایک بار پھر قیامت گزر سکتی تھی مگر ہمیں انڈیا سے کیا سروکار ہم انڈیا کے منفی رویوں کی تقلید کیوں کریں اور تقلید بھی ایسی کہ اپنے دین کو تعلیمات کے خلاف عمل شروع کر دیں۔ پاکستان انڈیا کے ہاتھوں ہارا کیونکہ ہماری ٹیم اچھا کھیل نہ پیش کر سکی۔ کھیل میں ایسا ہی ہوتا ہے جو اچھا کھیلتا ہے وہ جیتتا ہے اور جو غلطی کرے اسے شکست کا سامنا کرنا پڑتا ہے مگر اسلامی جمہوریہ پاکستان اور دین اسلام سے تعلق رکھنے والے اس کے باسیوں کا ذرا حال دیکھیں کہ پاکستان اور انڈیا کے درمیان سیمی فائنل کے میچ پر ہم پاکستانیوں نے 40 ارب روپے کا جواء کھیلا اور ہارا۔ اطلاعات کے مطابق جوئے میں ہاری گئی یہ کثیر رقم پاکستان سے بھارت چلی گئی۔ گویا ہم نے نہ صرف میچ ہارا اور اپنی " عزت " گنوائی بلکہ چالیس ارب روپے کا نقصان بھی اُٹھایا۔ جوا نہ صرف پاکستان کے قانون کے تحت ایک جرم ہے بلکہ اسلام میں بھی اس کی سخت ممانعت ہے مگر اس کے باوجود یہ غلیظ کاروبار روز بروز یہاں بڑھتا جا رہا ہے۔ وزیر داخلہ عبدالرحمن ملک نے انڈیا پاکستان کے میچ سے قبل اپنے کھلاڑیوں کو تو بلاجواز اس متعلق تنبیہ کر دی اور منہ کی کھائی مگر وزیر صاحب کو اتنی توفیق نہ ہوئی کہ پاکستان میں کرکٹ کے جواریوں کو پکڑ سکیں اور اس لعنت سے اس کھیل کو پاک کیا جا سکے۔ کچھ ملک صاحب جیسی ہی حالت ہماری قوم کی ہے کہ کوئی اس لعنت کے خاتمہ کے لئے بولتا ہی نہیں۔ صدقہ و خیرات کے لئے ہمارے پاس پیسہ نہیں۔ آدھا پاکستان سیلاب میں ڈوبا اور حکومت محض چند ارب روپے جمع کر سکی مگر اپنی حالت زار دیکھیں کہ کرکٹ کے صرف ایک میچ میں ہمارے لوگوں نے 40 ارب کا جوا ہار دیا اور اوپر سے حد یہ ہے کہ یہ رقم ہمارے جواری مسلمان بھائیوں نے ہندوستان کو تحفہ میں دی۔ کیا کمال مسلمانیت ہے اور کیا کمال پاکستانیت ہے۔ دعاؤں کا حال دیکھیں کہ حاجت کے نفل تو ادا کئے جا رہے تھے، مزاروں پر چڑھاوے چڑھائے جا رہے تھے اور تسبیحیں پڑھی جا رہی تھیں مگر فرض نماز کی کسی کو کوئی فکر نہ تھی۔ پاکستان انڈیا کے میچ کے دوران بیش بہا دعائیں کی گئیں مگر دعائیں کرنے والے کیا بتا سکتے ہیں کہ کتنوں نے اس روز فرض نماز ادا کی۔ یہ کیسا مذاق تھا کہ گلیوں شاہراہوں اور دوسرے عوامی مقامات پر بڑی ٹی وی سکرینوں پر میچ کو دیکھنے والے ہزاروں افراد ہاتھ اٹھائے یا دل ہی دل میں دعاؤں میں تو مصروف تھے مگر ان میں سے ایک انتہائی قلیل تعداد فرض نماز کے لئے قریبی مسجدوں کا رخ کیا۔ ہم اپنے فرض نماز سے غافل ہو کر کس منہ سے اللہ سے مدد مانگ رہے تھے۔ دوسری طرف ٹیلی ویژن چینلز پر ہم نے نجومیوں اور ناچ گانے والوں کو اپنے رہبر و رہنما اور رول ماڈلز کے طور پر بٹھایا ہوا تھا۔ علم نجوم اسلام میں کفر کی حیثیت رکھتا ہے مگر ہم اپنے نفس اور کرکٹ کے عشق میں ایسے اندھے ہوئے کہ ان نجومیوں پر تکیہ کر بیٹھے۔ سمجھ اس وقت آئی جب یہ سب کے سب جھوٹے ثابت ہوئے اور جس پر ہمارے میڈیا کو یہ کہنا پڑا کہ غیب کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے۔ ناچ گانے والوں اور فلمی ستاروں کی ہمارے دین میں کوئی جگہ نہیں مگر اس کے باوجود ہم ان کو غور سے سنتے رہے۔ نجومیوں کی طرح ان پر اعتبار کرتے رہے اور ان کی مجلسوں پر فخر کرتے رہے۔ ایسے لوگوں کی دعائیں بے اثر کیوں نہ ہوں۔ ہم نے تو اپنا چہرہ ہی بگاڑ لیا ہے۔ مسلمان تو ہم صرف نام کے رہ گئے ہیں۔ انڈیا سے ہماری نفرت تو بناوٹ کے علاوہ کچھ نہیں۔ انڈیا کی کرکٹ ٹیم سے ہم نفرت کرتے ہیں اور اس کی شکست کے لئے دعائیں مانگتے ہیں مگر ایسا کیوں ہے کہ انڈین فلمیں ہمارے ہر گھر میں دیکھی جاتی ہیں اور انڈین اداکار اور اداکارائیں ہمارے ہیروز ہیں۔ ان کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے ہم ترستے ہیں۔ انڈین اداکاراؤں کے فحش ڈانس اور فلمیں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے سینما گھروں میں دکھائے جاتے ہیں۔ ہم نظریہ پاکستان کو بھول چکے ہیں اور ہندوستان کی نقالی میں اس حد تک آگے نکل چکے ہیں کہ اب تو پاکستان اور ہندوستان میں کوئی فرق ہی نظر نہیں آتا۔ ٹی وی اشتہاروں کو دیکھیں تو سر شرم سے جھک جاتا ہے مگر اشتہار بنانے والے ان کو چلانے اور دیکھنے والے سب کے سب بے پروا ہیں۔ کیبل کے ذریعے فحش چینلز غیر قانونی طور پر چلائے جا رہے ہیں جس سے ہماری نسلیں تیزی سے اخلاقی پستی کا شکار ہو رہی ہیں مگر ہم سب اس تباہی پر بھی محو تماشہ ہیں۔ ہمارا جنون محض کرکٹ تک محدود ہو کر رہ گیا ہے اور لگتا ایسا ہے کہ ہماری

کرپٹ حکمران اللہ کے عذاب کی مختلف شکلیں ہیں: طاہر القادری

دنیاوی ٹکوں کی خاطر قرآن اور نعت پڑھنے والوں کو آخرت میں کچھ نہیں ملے گا، خطاب

لاہور (خصوصی رپورٹر) شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری نے کہا ہے کہ جس معاشرے کی غالب اکثریت اللہ کی راہ چھوڑ دے اور وہ ندامت، شرمندگی اور توبہ کی طرف بھی نہ پلٹے تو وہاں اللہ اپنا عذاب بھیجتا ہے، مہنگائی، غربت، لوڈشیڈنگ، دہشت گردی، قتل و غارت گری، خونی رشتوں کا عدم احترام، رزق میں تنگی، کرپٹ حکمرانوں کا وجود اور ظالم، استحصالی اور کرپٹ نظام کے خلاف بے شعوری اللہ کے عذاب کی مختلف شکلیں ہیں۔ وہ جامع المنہاج ٹاؤن شپ (شہر اعتکاف) میں تحریک منہاج القرآن کے عالمی سالانہ روحانی اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ قاری اور نعت خوان اللہ اور اسکے محبوب رسول کی رضا کی خاطر قرآت اور نعت پڑھیں تو قبول ہوگی۔ دنیا کے ٹکوں کی خاطر قرآن اور نعت پڑھنے والوں کو آخرت میں کچھ نہیں ملے گا۔

میاں غلام شبیر قادری مرکزی صدر، مفتی صفدر قادری چیئرمین سپریم کونسل، اقبال نیازی سیکرٹری جنرل ہوں گے

لاہور (نمائندہ جنگ) اہلسنت کی 20 تنظیموں کے قائدین اور رہنماؤں نے ایک نئی مذہبی اور سیاسی جماعت "متحدہ جمعیت علماء پاکستان" کے قیام کا اعلان کردیا۔ یہ اعلان گزشتہ روز ایک اجلاس کے بعد کیا گیا جس کے مطابق میاں غلام شبیر قادری کو اس نئی جماعت کا مرکزی صدر مقرر کیا گیا ہے جبکہ مفتی صفدر علی قادری کو چیئرمین سپریم کونسل بنادیا گیا۔ مولانا عبدالستار خان نیازی مرحوم کے بھانجے ڈاکٹر اقبال خان نیازی جماعت کے سیکرٹری جنرل ہوں گے جبکہ صاحبزادہ رب نواز درانی چیف آرگنائزر ہوں گے۔ قاری غلام شبیر قادری کو سیکرٹری اطلاعات ونشریات بنایا گیا ہے۔ صاحبزادہ قمرالزماں قادری ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات اور محمد سلیم ملک سیکرٹری مالیات ہوں گے۔ سید محمد عاکف شاہ قادری اور مفتی فرقان عباس قادری نائب صدور مقرر کئے گئے ہیں جبکہ مرکزی مجلس عاملہ کے ارکان میں مولانا محمد حسین اظہر، پیر سید اقرار شاہ عثمانی، علامہ عطاء المصطفیٰ قادری، قاری محمد حنیف سلطانی، مولانا نوید چشتی، مولانا محمد وسیم شمسی، حاجی عباس جلالی اور محمد افضل قادری کو شامل کیا گیا ہے۔ بعدازاں میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے جماعت کے مرکزی صدر میاں غلام شبیر قادری اور چیئرمین سپریم کونسل مفتی صفدر علی قادری نے کہا کہ یہ نئی جماعت بنانے کا مقصد یہ ہے کہ اہلسنت کا شیرازہ بکھر چکا ہے کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو اہلسنت کو متحد کر سکے آج اہلسنت کو متحد کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس نئی جماعت کو الیکشن کمیشن میں رجسٹرڈ کرایا جائے گا جبکہ متحدہ جمعیت علماء پاکستان الیکشن میں بھرپور حصہ لے گی اور ہر جگہ اپنے امیدوار کھڑا کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ ہمارا منشور ملک میں نظام مصطفیٰ کا نفاذ ہے تاہم جماعت کا منشور بنانے کیلئے کمیٹی قائم کردی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسی سال نومبر میں نظام مصطفیٰ کنونشن کا انعقاد لاہور میں کیا جائے گا جبکہ گستاخانہ فلم کیخلاف بھی ایک ریلی نکالی جائے گی۔

اللہ کا بندہ بن کر جینا سیکھ لیا تو آسانی ہوگی، تبلیغی اجتماع

آج کا مسلمان بیمار ہوچکا ہے، اسکا ایمانی پریشر کم ہوگیا جس سے بے دینی پھیل رہی ہے، بیان

اجتماع کا دوسرا روز: شرکا کی تعداد 7 لاکھ سے بڑھ گئی، نماز جمعہ میں ہزاروں کی شرکت

رائے ونڈ (نیوز ایجنسیاں) عالمی اجتماع کے دوسرے روز شرکا کی تعداد 7 لاکھ سے تجاوز کر گئی ہے، پنڈال میں جگہ کم پڑ جانے سے مشرقی جانب انتظامات کو وسعت دیدی گئی، نماز جمعہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی جبکہ شرکا کی آمد رات گئے تک جاری رہی۔ مختلف نشستوں سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالرشید صورتی، مولانا محمد اسماعیل، مولانا سعد نے کہا کہ اغراض پسندی اور باہمی عداوت کے خاتمے کیلئے اسلام کو اپنی زندگی میں لاگو کرنا ہوگا، انسان کے جسم میں جو روح ہے اس نے جسم کے دیگر اعضا کو آپس میں جوڑا ہوا ہے، آنکھ اپنے لئے کم دیکھتی ہے اسکا کام زیادہ دوسرے اعضا کو فائدہ پہنچانا ہوتا ہے، ہاتھ اپنے دیگر اعضا کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ اسی طرح اللہ نے انسان کے اندر ایک روحانی نظام قائم کیا ہوا ہے جو ہمدردی، خیر خواہی پیدا کر کے انسانیت کی فلاح اور بھلائی کیلئے کام کرتا ہے۔ اس نظام کو قائم کرنے سے بیوی اپنے خاوند کی خدمت اللہ کا حکم سمجھ کر کریگی، اولاد اپنے والدین کی اطاعت رب کائنات کا فرمان سمجھ کر کریگی، اس نظام کو قائم کرنے کیلئے اپنی خواہشات کو ترک کرنا ہوگا۔ مسائل کا حل ہمارے پاس ساڑھے 1400 سال قبل آقائے کائنات ﷺ دیکر گئے ہیں۔ دین کے تمام تقاضوں کیساتھ اپنے فرائض سرانجام دینا ہونگے تبھی ہمیں اللہ کا قرب حاصل ہوگا۔ اللہ کا بندہ بن کر جینا سیکھ لیا تو آسانی ہوگی۔ آج کا مسلمان بیمار ہوچکا ہے۔ اسکا ایمانی پریشر کم ہوگیا ہے۔ جس کی وجہ سے بے دینی پھیل رہی ہے۔ گھروں سے برکتیں اٹھ گئی ہیں۔ ماحول ناساز ہوگئے ہیں۔ اولادیں نافرمان ہوچکی ہیں۔ رزق کی فراوانی کے باجود دلوں کو سکون اور اطمینان نہیں۔ اسلامی تعلیمات کے فروغ اور بے دینی کے خاتمے کیلئے مساجد کی رونقیں دوبالا کرنی ہونگیں۔ پڑوسیوں اور اہل و عیال کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے انہیں جہنم سے بچانے کی فکر اور تڑپ پیدا کرنا ہوگی۔ اللہ کے دربار میں حاضری کا نام نماز ہے۔ نماز کے ذریعے اپنی حاجات اللہ کے سامنے پیش کرنی ہیں۔ راتوں کا قیام دن کی محنت سے دعوت کا کام کھڑا ہوگا۔ مساجد میں دل لگائیں۔ مساجد کو آباد کریں۔

بارشیں، سیلاب اور ڈینگی عذاب الٰہی کی مختلف شکلیں ہیں: فضل کریم

نجات کا واحد حل ندامت کے آنسو بہا کر سچے دل سے اجتماعی توبہ ہے، کل یوم دعا منایا جائیگا

لاہور (جنرل نیوز رپورٹر) سنی اتحاد کونسل پاکستان کے چیئرمین اور قومی اسمبلی کے رکن صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم نے کہا ہے کہ طوفانی بارشیں، سیلاب، ڈینگی وائرس جیسے مسائل اللہ کے عذاب کی مختلف شکلیں ہیں جو حکمرانوں کی بداعمالیوں اور ملک میں جاری ظلم کے نظام اور احکامات الٰہی سے روگردانی کا نتیجہ ہیں کیونکہ نبی کریمؐ کی حدیث کے مطابق جب حکمران اللہ کے باغی بن جائیں اور ہر طرف لوٹ مار ہو، امانتیں ہڑپ کر لی جائیں، مالدار زکوۃ دینا بند کر دیں تو ایسے حالات میں امت سیلاب، زلزلوں اور سرخ آندھیوں کا انتظار کرے۔ نجات کا واحد حل ندامت کے آنسو بہا کر سچے دل سے اجتماعی توبہ ہے۔ سنی اتحاد کونسل نے جمعہ 16 ستمبر کو ملک بھر میں یوم دعا منانے کا فیصلہ کیا ہے۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے جامعہ غوثیہ نوریہ سبزہ زار میں سنی اتحاد کونسل کے اعلیٰ سطحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ اجلاس میں پیر محمد اقبال شاہ، محمد نواز کھرل، سردار خان لغاری اور دیگر نے بھی شرکت کی۔

دین سے بیوفائی ہمارا سب سے بڑا جرم ہے: حافظ عاکف

ملک کے تحفظ کے تقاضے پورے نہ کئے تو اللہ قوم کو بدلنے کا اختیار رکھتا ہے، اوریا مقبول

دفاع پاکستان: مگر کیسے؟ کے موضوع پر سیمینار سے دیگر مقررین کا بھی خطاب

لاہور (کامرس رپورٹر) پاکستان میں نفاذِ اسلام نہ کر کے ہم قومی جرم کے مرتکب ہوئے ہیں۔ دینی جماعتیں اپنا قبلہ درست کر کے نفاذِ اسلام کے لیے متحد ہو جائیں تو ملکی حالات بدل سکتے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار مختلف مقررین نے قرآن آڈیٹوریم میں دفاع پاکستان: مگر کیسے؟ کے موضوع پر سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ سیمینار کی صدارت حافظ عاکف سعید امیر تنظیم اسلامی نے کی۔ جبکہ اس سے خطاب کرنے والوں میں اوریا مقبول جان، جسٹس (ر) نذیر غازی، مرزا ایوب بیگ اور دیگر شامل تھے۔ اپنے صدارتی خطاب میں حافظ عاکف سعید نے کہا کہ امریکی حمایت کے خلاف علماء کا فتویٰ گیارہ سال قبل آنا چاہیے تھا۔ اللہ کے دین سے بے وفائی اور غداری ہمارا سب سے بڑا جرم ہے۔ انھوں نے کہا کہ نائن الیون کے بعد ہم نے امریکی حمایت کر کے ملک و دین کو بہت نقصان پہنچایا جس کا خمیازہ ہم آج بھگت رہے ہیں۔ معروف دانشور اوریا مقبول جان نے کہا کہ اگر ہم نے اس کے تحفظ کے تقاضے پورے نہ کیے تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو بدلنے کا اختیار رکھتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ دور حاضر کا سب سے بڑا ہتھیار میڈیا ہے۔ جسٹس (ر) نذیر احمد غازی نے کہا کہ اسلام کی باتیں کرنے والوں کے عمل میں اسلام نظر نہیں آتا۔ ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی مرزا ایوب بیگ نے کہا کہ پاکستان میں اسلام نافذ ہو جائے تو یہ قیامت تک قائم و دائم رہے گا۔

فرقہ واریت امت مسلمہ کیلئے زہر قاتل ہے: حافظ سعید

اللہ کا دین نافذ کرنے کیلئے زندگیاں اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت ہے

لاہور (جنرل نیوز رپورٹر) امیر جماعۃ الدعوۃ پاکستان پروفیسر حافظ محمد سعید نے کہا ہے کہ ملکوں و معاشروں میں اللہ کا دین نافذ کرنے کیلئے سب سے پہلے اپنی زندگیوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت ہے۔ فرقہ واریت و پارٹی بازی کا اسلام میں کوئی تصور نہیں ہے۔ امت مسلمہ کو سب سے زیادہ نقصان اسی چیز نے پہنچایا ہے۔ مسلم حکمران قرآن کی رہنمائی میں پالیسیاں ترتیب دیں اسکے بغیر مسلمانوں کے مسائل کا حل ممکن نہیں ہے۔ وہ جامع مسجد القادسیہ چوبرجی میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ فرقہ واریت امت مسلمہ کیلئے زہر قاتل ہے۔

اپنی اور حکمرانوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے ہم اللہ تعالیٰ کو ناراض کر چکے ہیں: عبدالغفار روپڑی

لاہور (جنرل نیوز رپورٹر) اپنی اور حکمرانوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے ہم اللہ تعالیٰ کو ناراض کر چکے ہیں۔ان قدرتی آفات اور حادثات پر پوری قوم اجتماعی توبہ کرنی چاہیے ۔ یہ بات جماعت اہل حدیث پاکستان کے امیر حافظ عبدالغفار روپڑی نے جماعتی کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے کی۔انہوں نے کہا کہ ہم نے اللہ کی عبادات سے منہ موڑ لیا ہے۔ شرکیہ اعمال اور غیر اللہ کے پجاری بن چکے ہیں۔ایک دوسرے کے حق پر ناجائز قبضہ اور لوٹ مار میں عوام اور بد بخت حکمران ایک ہو چکے ہیں۔ جس معاشرے میں نیک وبد کی تمیز ختم ہو جائے ان قوموں پر بلا تفریق اللہ تعالیٰ چھوٹے چھوٹے عذاب کے جھٹکوں سے انکی غیرت کو جگانے کی کوشش کرتے ہیں۔انہوں نے عوام سے اپیل کی ہے کہ ہمیں اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا اور غیر اسلامی حرکات سے توبہ کرنی چاہیے۔

مسلمانوں کی اکثریت آخرت کو بھول گئی ہے: مولانا محمد امجد

لاہور (جنرل نیوز رپورٹر) اسلام دنیا سے تعلق توڑنے کا حکم نہیں دیتا بلکہ رزق حلال کمانے کو عبادت قرار دیتا ہے ،دنیا کی محبت میں مسلمانوں کی اکثریت مصروف ہو گئی ہےاور وہ دنیا کے دھندوں میں اس قدر کھو گئے ہیں کہ آخرت کو بھول گئے ہیں، موت کی یاد صرف کسی عزیز کے مرجانے یا قبرستان میں جانے پر ہی آتی ہے۔یہ باتیں جامعہ رحمانیہ کے ناظم اعلیٰ اور جے یو آئی کے راہنماء مولانا محمد امجد خان نے نعت خواں الحاج شیخ مراد علی کے ایصال ثواب کیلئے جامعہ رحمانیہ میں منعقدہ تقریب اور دیگر مختلف تقریبات سے خطاب کرتے ہوئے کہیں۔

اجتماعی طور پر قوم کرپشن کا شکار ہو چکی ہے: زوار بہادر

موجودہ حکومت میں جبہ ودستار والے بھی بہتی گنگا میں ہاتھ دھو رہے ہیں

لاہور (سٹاف رپورٹر) جمعیت علماء پاکستان کے سیکرٹری جنرل علامہ قاری محمد زوار بہادر نے کہا ہے کہ اجتماعی طور پر قوم کرپشن کا شکار ہو چکی ہے ایوان صدر سے نیچے تک محکموں میں بدعنوان اور کرپٹ مافیا کا قبضہ ہے موجودہ حکومت میں جبہ ودستار والے بھی بہتی گنگا میں اپنے ہاتھ دھو رہے ہیں۔ اگر ملک میں نظام مصطفےٰ ﷺ کا نفاذ ہو چکا ہوتا تو آج اللہ تعالیٰ کی طرف سے وطن عزیز پر رحمتوں کا نزول ہو چکا ہوتا۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے فتح گڑھ میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ قاری زوار بہادر نے کہا کہ قوم کو اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں سے توبہ کرنی ہو گی اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو اللہ کی ناراضگی دور نہیں کی جا سکتی۔ انہوں نے کہا کہ اگر حکمرانوں نے کرپٹ مافیا کو بچانے کے لئے عدلیہ سے ٹکرانے کی کوشش کی تو پوری قوم اور جمعیت علماء پاکستان عدلیہ کے ساتھ کھڑی ہو گی۔

.
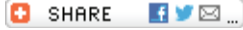
قوم اپنی حالت بدلنے پر ہرگز آمادہ نہیں ہے، حافظ محسن جاوید

لاہور (نیوز رپورٹر) موجودہ الیکشن میں نظریہ تحفظ پاکستان اور متحدہ دینی محاذ کے راہنماؤں کو سوچی سمجھی سازش کے تحت ہرایا گیا۔ موجودہ الیکشن واضح علامت ہے کہ پاکستان کی قوم اپنی حالت بدلنے پر ہرگز آمادہ نہیں ہے یہ نہیں چاہتی کہ وطن عزیز اسلام کی آماجگاہ بنے اس ملک میں اللہ اور اُس کے رسول کریم کا نظام نافذ العمل ہو اور اس ملک و قوم کی تقدیر بدلے۔ ان خیالات کا اظہار اہلحدیث یوتھ فورس پاکستان کے مرکزی صدر اور متحدہ دینی محاذ پنجاب کے سیکرٹری جنرل حافظ محسن جاوید نے مرکز اہلحدیث لارنس روڈ میں اہلحدیث یوتھ فورس کے عہدیدران سے خصوصی گفتگو کرتے ہوئے کیا۔

وطن کی فکر کر ناداں قیامت آنے والی ہے

خشکی اور تری میں فساد برپا ہوگیا ہے۔ یہ قرآن کے الفاظ ہیں۔ اس کتاب حکیم کے، جو قیامت تک کے لیے رہنما ہے۔ کیا خشکی اور تری میں فساد برپا نہیں ہو چکا؟ دنیا امن سے خالی نہیں ہوگئی؟ جہاں امن ہے وہاں سکون کی نیند میسر نہیں۔ جہاں سکون کی نیند دن بھر کی شدید تھکن کے بعد آ بھی جاتی ہے، وہاں بھوک کا رونا اور قتل و غارت کا عذاب مسلط ہے۔ ہم بھی کس مٹی کے بنے ہوئے بیس کروڑ لوگ ہیں۔ سمجھتے ہیں اپنا مقدر خود تحریر کر سکتے ہیں۔ اپنے ہاتھوں سے اپنے حکمران چن سکتے ہیں تاکہ ان کی وجہ سے ہمارے دن بدل جائیں۔ ہم یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ ان لوگوں کو حکمرانی ہماری رائے اور ہمارے ووٹوں نے عطا کی ہے اور حکمران بھی یہ بات فخر سے بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے ہماری پالیسیوں اور ہماری شخصیت کے سحر کو ووٹ دیا ہے۔ ایک عذاب میں گھری ہوئی قوم اور اس کے رہنماؤں کے یہی رنگ ڈھنگ ہوتے ہیں جو انہیں آخری اور اٹل فیصلوں کے بعد آنے والی بربادی کے قریب کر دیتے ہیں۔ اٹل اور آخری فیصلہ میرے اللہ کا ہوتا ہے اور اللہ کسی قوم بلکہ ایک ذی روح کی بھی تباہی اور بربادی نہیں چاہتا۔ اسی لیے فرمایا ''خشکی اور تری میں فساد برپا ہوگیا ہے۔ یہ تو لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے تاکہ ہم مزا چکھائیں ان کو ان کے اعمال کا کہ شاید وہ باز آجائیں۔'' (الروم:30-41)۔ ہمیں اس مزا چکھانے والی نوبت سے بہت پہلے اللہ نے کتنی بار متنبہ کیا۔ اپنی نشانیوں سے ہم پر واضح کیا کہ تمہارے ہاتھ کی کمائی، تمہاری لغزشیں، تمہیں اللہ کے

منصب کے دروازے تک حیثیت کرتے آئی ہیں۔ اہل نظر ، جنہیں اللہ نے چشم بینا عطا کی ہے نے
جان لیا تھا کہ ہم اللہ کی ناراضگی کا شکار ہو چکے ہیں۔ وہ اس قوم کو ڈراتے رہے، لکھنے والے لکھتے
رہے کہ تم جس کھائی میں گرتے جارہے ہو وہاں صرف ناراضگی کے پتھروں کی ہی بارش ہوا کرتی
ہے۔ اللہ پھر بھی مسلسل ہلکے ہلکے کچوکوں سے ہمیں خواب غفلت سے جگانے کی کوشش فرماتا رہا کہ یہ
اس کی سنت ہے۔'' اور ہم انہیں لازماً مزا چکھائیں گے چھوٹے عذاب کا' بڑے عذاب سے قبل'
شاید کہ رجوع کرلیں'' (السجدہ:21)۔ یہ چھوٹا عذاب کیا ہے؟ بار بار قرآن کی اس آیت کا تذکرہ کیا
گیا' جس میں اللہ اپنے عذاب کی تین واضح اقسام کے بارے میں فرماتا ہے:'' کہوٗ وہ اس بات پر
پوری طرح قدرت رکھتا ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے نازل کردے، یا تمہارے پاؤں
کے نیچے سے نکال دے۔ یا تمہیں مختلف گروہوں میں تقسیم کرکے ایک دوسرے سے لڑا دے، تاکہ تم
ایک دوسرے کی طاقت کا مزا چکھو۔ دیکھو ہم مختلف طریقوں سے اپنی نشانیاں واضح کرتے ہیں تاکہ
یہ کچھ سمجھ سے کام لیں۔'' (الانعام:65)۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ اپنے اللہ
کے حضور دست بہ دعا ہو گئے اور عرض کی:'' اے اللہ' میں اس عذاب سے تیرے چہرے کے تقدس کی
پناہ مانگتا ہوں جو تو ہمارے سروں کے اوپر سے نازل کرے، ہمارے قدموں کے نیچے سے نکال
دے یا ہمیں گروہوں میں تقسیم کرکے ہمیں عذاب کا مزا چکھائے''۔ دعا کے بعد آپؐ نے فرمایا:
گروہوں میں تقسیم کرکے ایک دوسرے کی طاقت کا مزا چکھانا سب سے کم عذاب ہے۔

یاد کروٗ یہ قوم اس عذاب میں کب سے مبتلا ہے۔ اب تو شاید لوگوں کو سال' مہینے اور دن بھی یاد نہ
ہوں۔ لیکن ہم وہ بدقسمت قوم ہیں جو اس عذاب کے آغاز سے لے کر اب تک اسے اللہ کا عذاب
تصور ہی نہیں کرتی رہی۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ ہماری پالیسیوں، حکمت عملیوں اور ناروا سلوک کی پیداوار
ہے۔ کسی کا تجزیہ اسے عالمی طاقتوں کی رسہ کشی بتاتا ہے۔ کوئی حکمرانوں کی نااہلی پر اسے محمول کرتا
ہے تو کسی کو مذہبی منافرت اور فقہی اختلاف اس کی وجہ نظر آتے ہیں۔ کوئی ایک لمحے کے لیے سوچتا
تک نہیں کہ اس کائنات کا ایک مالک ومختار اللہ بھی ہے جو اپنے ارادے پر قادر ہے اور جو ہمیں راہِ
راست پر لانے کے لیے مصلحتاً ہم پر عذاب کا فیصلہ کرتا ہے' تاکہ ہم اس کی جانب رجوع کریں۔

دنیا بھر کے مورخ تاریخ لکھتے وقت بادشاہوں کو ظالم اور عوام کو مظلوم لکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک آمر

،ڈکٹیٹر اور فرعون لوگوں پر عرصہ حیات تنگ کر رہا ہوتا ہے۔ لیکن اللہ قرآن میں بالکل اس کے برعکس بات فرماتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے: ''اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے نجات دی جو تمہیں بڑا عذاب دیتے تھے، تمہارے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے اور یہ ساری صورت حال تمہارے رب کی طرف سے آزمائش تھی'' (البقرہ:49)۔ یعنی فرعون کو بھی بنی اسرائیل پر اللہ نے مسلط کیا تھا تاکہ وہ اپنے رب کی جانب لوٹ آئیں' اس سے مدد طلب کریں۔ اللہ نے ان سب کے لیے ایک کلیہ اور قاعدہ بنا دیا ہے'' کوئی مصیبت آ ہی نہیں سکتی بغیر اللہ کے حکم کے'' (التغابن:11)۔ لیکن عقل ودانش اور حکمت عملی کے نشے میں ڈوبے اور ٹیکنالوجی اور دولت کے غرور میں اکڑے ہوئے ہمارے سر ہمیں ماننے ہی نہیں دیتے کہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ایک وارننگ ہے تاکہ ہم سنبھل جائیں۔ ہم یہ تصور کیے بیٹھے ہیں کہ ایک جمہوری انتخاب سے ہم اچھے حکمران لے آئیں گے تو معاملہ حل ہو جائے گا۔ سب کچھ بدل جائے گا، باقاعدہ حکمت عملی مرتب ہوگی۔ مذاکرات ہوں گے، نہیں تو طاقت استعمال ہوگی' پھر امن قائم ہو جائے گا۔ اس ساری پلاننگ اور اس ساری حکمت عملی میں اللہ کے وجود کا تصور تک موجود نہیں۔ چلو ٹھیک ہے' تو پھر اعلان کردو'' ہم اسے نہیں مانتے' وہ نہ ہمارا رب ہے اور نہ ہی ہماری زندگیوں میں اسے دخل دینے کی کوئی اجازت۔ اسے مانتے ہو تو اس کا جی چاہتا ہے کہ اسے صحیح طور پر مانو اور وہ پھر آپ کو جھنجھوڑتا رہتا ہے اور آخر میں ایک ہی خواہش کرتا ہے کہ شاید تم میری جانب رجوع کرلو۔ اس کی جانب رجوع کا راستہ وہی ہے جو حضرت یونسؑ کی قوم نے اختیار کیا تھا۔ پوری قوم اجتماعی طور پر استغفار کے سجدے میں گر گئی تھی اور اللہ کی طرف سے عفوودرگزر کے دروازے کھل گئے تھے۔ اللہ آج بھی ہر قوم سے اسی لمحے کا منتظر ہے' لیکن سائنس' ٹیکنالوجی اور حکمت عملی کے خمار سے اکڑے ہوئے سر ہمیں جھکنے نہیں دے رہے۔ یاد رکھو جب اللہ کے ادنیٰ عذاب کا عرصہ طویل ہو جائے اور ٹلنے کا نام نہ لے تو پھر انتظار کرو کسی اٹل اور بڑے فیصلے کا۔ یہی وہ خوف ہے جس سے آج اہل نظر کانپ رہے ہیں۔ کہتے پھرتے ہیں' سروں کی فصلیں پک چکی ہیں' کٹنے کو تیار ہیں۔ اٹک پر سندھ دریا کے خون سے لبریز ہو کر بہنے کے دن آنے والے ہیں۔ وہ جنگ جو سرحدوں پر دستک دے رہی ہے اسے ٹی وی کے پروگراموں اور مذاکرات سے روک سکتے ہو' ٹال سکتے ہو تو ٹال کر دیکھ لو، گروہوں میں بٹ کر خون بہاتے جاؤ گے تاکہ ایک دوسرے کی طاقت کا

مزا چکھو۔ اس سے پہلے کہ بہت کچھ گنوا کر اللہ کے سامنے استغفار کو جھکو، ایک اجتماعی استغفار، ایک اجتماعی خوف کا آنسو اور ایک اجتماعی مدد کی آواز حالات بدل سکتی ہے۔ اللہ آج بھی منتظر ہے ایک ایسی قوم کا جو حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی طرح اجتماعی طور پر استغفار میں جھکے اور قرآن میں بار بار وہ اپنی اس خواہش کا اظہار بھی فرماتا ہے۔ ایک ایسا عمل جو ایسے اٹل عذاب کو ٹال دیتا ہے جس سے پیغمبر کو بھی مطلع کیا جا چکا ہوتا ہے۔ عذاب اٹل ہوتا جا رہا ہے۔ کوئی ہے جو اسے ٹالنے کے لیے باہر نکلے؟ ورنہ سروں کی فصلیں تو پک چکیں اور کٹنے کے لیے تیار ہیں۔

مقاماتِ مظہری

احوال و ملفوظات و مکتوبات

حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ

۱۱۱۱ھ		۱۱۹۵ھ
۱۷۰۰ء		۱۷۸۱ء

تالیف

حضرت شاہ غلام علی دہلوی

تحقیق و تعلیق و ترجمہ

محمد اقبال مجددی
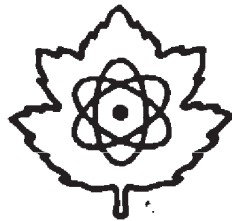
اردو سائنس بورڈ

299 - اپر مال ، لاہور

ہوئے اپنے ایک خط میں لکھا ہے کہ اس وقت سارا ہندوستان " کفرستان "بن گیا ہے:

ہر چہار طرف کفرستان است (۲۸۶)۔

اس غلبہ کفر میں مسلمان اپنی جان و مال اور آبرو تو کھو ہی بیٹھے تھے لیکن وہ اپنی جداگانہ ملی حیثیت بھی فراموش کرنے لگے تھے ۔ اس دور کے بہت سے با اثر مسلمان ہندو اور مسلم میں صرف لفظی فرق خیال کرتے تھے ۔ صوفیہ خام نے وحدت الوجود کے فلسفہ کو ہندو مت کے ساتھ ملا کر اسے وحدت ادیان سے قریب تر کردیا تھا (۲۸۷)۔

علماء وصوفیہ کی حالت :

اس مذہبی بے راہ روی کے دور میں علماء و صوفیہ جن کا مقصد حیات سلاطین ، امراء و عوام کی اصلاح تھا ، خود ان کی حالت افسوسناک تھی ۔یہاں اس ماحول کا تذکرہ اس لیے کیا جا رہا ہے تاکہ قارئین حضرت مظہر اور دیگر راسخ العقیدہ علماء و صوفیہ کی دعوت و عزیمت کی کوششوں کو بآسانی سمجھ سکیں ۔

حضرت مظہر کے معاصر اور اس عہد کے سب سے بڑے عالم حضرت شاہ ولی اللہ نے علماء ، فقہاء اور واعظوں کو خطاب کرکے جس طرح انہیں خواب غفلت سے بیدار کرنے کی کوشش کی ہے ، اس سے اس دور کے علماء کی افسوس ناک حالت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ، فرماتے ہیں :

> اے بدعقلو ! جنہوں نے اپنا نام "علما" رکھ چھوڑا ہے ۔ تم یونانیوں کے علوم میں ڈوبے ہوئے ہو ، اور صرف ونحو و معانی میں غرق ہو اور سمجھتے ہو کہ یہی علم ہے ، یاد رکھو ! علم یا تو قرآن کی کسی آیت محکم کا نام ہے یا سنت ثابتہ قائمہ کا ... لیکن ان دنوں جن چیزوں میں تم الجھے ہوئے ہو اور جس میں سر کھپا رہے ہو اس کو آخرت کے علم سے کیا واسطہ یہ دنیا کے علوم ہیں ... علم کا پڑھنا تو اسی لیے واجب ہے کہ اس کو سیکھ کر مسلمانوں کی بستیوں میں اسلامی شعائر کو رواج دو ، لیکن تم نے دینی شعار اور اس کے احکام کو تو پھیلایا نہیں ... تم

نے اپنے حالات سے عام مسلمانوں کو یہ باور کرا دیا ہے کہ علماء
کی بڑی کثرت ہو چکی ہے ' حالانکہ ابھی کتنے بڑے بڑے علاقے
ہیں جو علماء سے خالی ہیں اور جہاں علماء پائے جاتے ہیں وہاں
بھی دینی شعار کو غلبہ حاصل نہیں ہے ... تم لوگوں کو جعلی
اورگھڑی ہوئی حدیثوں کا وعظ سناتے ہو ' اللہ کی مخلوق پر تم
نے زندگی تنگ کردی ہے ' حالانکہ تم تو اس لیے پیدا کیے گئے
تھے کہ لوگوں کو آسانیاں بہم پہنچاؤ گے (۳۸۸)۔

شاہ ولی اللہ کے اس خطاب سے اس دور کی مذہبی فضا اور علماء کی زندگی واضح
طور پر سامنے آ جاتی ہے کہ کس طرح علماء اپنے منصب کی حقیقت کو فراموش کرکے
یونانی علوم کی ترویج اور صرف و نحو میں مستغرق تھے۔

شاہ صاحب اس عہد کے فقہا کے بارے میں فرماتے ہیں:

اس زمانہ میں فقیہ اس شخص کا نام ہے جو باتونی ہو زور زور سے
ایک جبڑے کو دوسرے جبڑے پر پٹکتا ہو ' جو فقہا کے اقوال
قوی ہوں یا ضعیف سب کو یاد کرکے بغیر اس امتیاز کے کہ ان
میں سے کس میں قوت ہے ' کس میں نہیں ہے وہ انہیں اپنے
جبڑوں کے زور سے چلتا کرتا ہے ... فقہا جو پہلے عوام کے
مطلوب تھے اب یہی عوام کے طالب ہو گئے اور سلاطین اور
بادشاہوں سے الگ رہنے کی وجہ سے جو معزز شمار کیے جاتے تھے '
اب بادشاہوں کے آستانوں پر جھک کر ذلیل و خوار ہو رہے ہیں
(۳۸۹)....۔

اگر احبار یہود کی حالت دیکھنا چاہو ' تو آج کل کے علماء کو دیکھ
لو اور اگر عیسائیوں کا نقشہ دیکھنا چاہتے ہو تو آج کل کے مشائخ
کے سامنے بیٹھ کر کھینچ لو (۳۹۰)۔

بے شک اس عہد میں صوفیہ عام کی حالت بھی بہت ہی افسوس ناک تھی۔
کئی درویشوں کے افعال میں جوگیوں کا اثر نظر آتا ہے۔ سید عبدالولی عزت نے
داڑھی اور بھنویں منڈوا کر جوگیوں کی وضع اختیار کرلی تھی۔ اس طرح مرزا گرامی '
لباس صوفیہ کے باوجود قلندر مشرب اور ہر مذہب کو پسند کرتے تھے (۳۹۱)۔ کئی

مولوی ثناء اللہ صاحب اور اُنکی تفسیر القرآن کے متعلق آخری فیصلہ

عبد العزیز

سیکرٹری جمعیۃ مرکزیہ اہلحدیث ہند لاہور

تو جماعت اہلحدیث کو شدید نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے آپ نے اور آپ کے والد صاحب اور خاندان نے سنت کیلئے کس قدر تکالیف اٹھائی ہیں، کیا اس وقت آپ خاموش رہ گئے؟

متعدد ملاقاتیں کیں تفسیر ثنائی (عربی) کے مختلف مقامات دکھائے۔ بالآخر بڑے اصرار کے بعد علمائے خاندانِ غزنویہ کو آمادہ کیا کہ وہ اس پر کچھ لکھیں۔ چنانچہ صوفی عبدالحق صاحب غزنوی مرحوم نے اربعین لکھی۔ جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر (عربی) کی چالیس ایسی غلطیاں لکھیں جنکے متعلق مصنف رسالہ اربعین نے یہ ثابت کیا کہ ان مقامات میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے بعض جگہ احادیث اور بعض جگہ صحابہ کرام اور تمام محدثین کے خلاف تفسیر کی ہے اور متکلمین، معتزلہ، جہمیہ وغیرہ فرق ضالہ کا اتباع کیا ہے۔ اس پر پنجاب دہلی، بنگال، مدراس اور تمام ہندوستان کے سرآوردہ ۔۔۔ ۸۰ کے قریب علماء نے یہ فتویٰ دیا کہ ان مقامات میں بے شک سلف صالحین، محدثین کرام کے مسلک کے خلاف تفسیر کیگئی ہے۔ اور معتزلہ، جہمیہ، وغیرہ فرق ضالہ کا اتباع کیا گیا ہے اور مولوی ثناء اللہ صاحب اہل حدیث سے خارج ہیں۔ مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے بھی "اربعین" پر دستخط کئے۔

مگر نہایت افسوس کے ساتھ یہ عرض کرنا پڑتا ہے کہ کچھ دنوں بعد مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کا وہ سارا جوش و خروش وہ غیرت و حمیت رخصت ہوگئی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سارے ولولے جاتے رہے "کجا آں شوری کجا ایں بے نمکی" کہاں یہ کہ مسجد غزنویہ کی صفیں گھسا دیں اور آئے دن یہ تقاضا کہ اس فتنہ کی روک تھام کیجئے کہاں یہ کہ کچھ دن بعد اہی مولوی ثناء اللہ صاحب کے ممد و معاون اور ایڈوکیٹ بنگئے اور ان کی حمایت میں مختلف مقامات پر تقریریں کرتے ہوئے دکھائی دینے لگے۔ ؎

وھل افسد الدین الا الملوک ٭ واحبار سوء و رھبانھا

اہل حدیث میں مداہنت

اہل حدیث جو اپنے ایمانیات اور عقائد کی پختگی میں ضرب المثل تھے ایسے ہی ۔۔۔ کی طرح رنگ بدلنے والے علماء کی وجہ سے متزلزل ہوگئے اور صفات الٰہی اور دوسرے ایسے ہی مسائل میں معتزلہ اور متکلمین وغیرہ کے مسلک سے اختلاف و ناپسندیگی کی وہ شان جو کبھی ان میں پائی جاتی تھی وہ دن بدن کم ہوتی چلی گئی اور حول ہی کہ معتزلہ اور

اللمحات
الی ما فی انوار الباری من الظلمات
www.KitaboSunnat.com
تالیف
علامہ محمد رئیس ندوی
جامعہ سلفیہ بنارس
ادارة البحوث الإسلامية الجامعة السلفية بنارس
www.KitaboSunnat.com

میں سخت کلامی سے پرہیز کیا جائے، تکرار اور طول بیانی سے اجتناب ہو۔ شخصیات کے بجائے موضوعات کی ترتیب قائم کی جائے۔ امام ابوحنیفہ وفقہائے اہل الرائے اور امام بخاری وفقہائے اہل الحدیث کے درمیان جو اصولی اور منہجی اختلافات ہیں، ان کا علمی انداز میں تذکرہ ہو۔ اور اس سارے عمل میں تحقیق و انصاف سے کام لیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت کی ہے:

﴿ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾ [المائدة: ٨]

"اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔"

نیز ان مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے یہ آیتیں پیش نظر رہنی چاہییں:

١۔ ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ﴾ [الحجرات: ١٠]

٢۔ ﴿ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ ﴾ [الأنفال: ٤٦]

٣۔ ﴿ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾ [الفتح: ٢٩]

٤۔ ﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ [الحشر: ١٠]

٥۔ ﴿ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا﴾ [آل عمران: ١٠٣]

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اختلاف وافتراق کے بجائے اتحاد واتفاق، اخوت ومحبت اور تعاون وتناصر کی توفیق دے۔

جدل ومناظرہ اور اختلافی مسائل میں بحث ومباحثہ کی وجہ سے ہمارا مزاج بگڑ گیا ہے، اسے اعتدال پر لانے کی اشد ضرورت ہے، فریقین کے معتدل اور سمجھدار افراد اس صورتِ حال سے بہت پریشان ہیں، ماضی سے واقفیت صحیح تاریخی معلومات کے حصول اور واقعات سے عبرت پکڑنے کے لیے ہو تو ٹھیک ہے، لیکن اگر اس کا مقصد مختلف فرقوں کے درمیان نفرت وعداوت کی آگ بھڑکانا ہو تو یہ سخت ناپسندیدہ فعل ہے، علمی تحقیق کے نام پر اس طرح کے کسی کام کی پذیرائی نہیں کی جاسکتی۔

﴿ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَ لَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [البقرة: ١٣٤]

[٩]

موجودہ صورتِ حال یہ ہے کہ اہل حدیث اور احناف دونوں فریق کے مدارس ومساجد الگ الگ ہیں، طلبہ مخصوص ماحول میں ایک عرصہ گزارتے ہیں، انھیں اپنے مکتبِ فکر کے علماء، اساتذہ، کتابوں اور رسالوں کے علاوہ دوسرے فریق کے اہل علم اور ان کے علمی کاموں سے کوئی واقفیت نہیں ہوتی، اور اگر تھوڑی بہت اطلاع ہوتی بھی ہے تو اپنے اساتذہ وعلماء اور ان کی تصانیف کی طرف رجوع کر کے کسی طرح کا کوئی مثبت اثر اپنے فکر وعمل پر باقی نہیں رہنے دیتے۔ مختلف فقہی مسائل میں بحث ونظر یا ان سے متعلق احادیث کی تحقیق وتنقید کے وقت عموماً دونوں فریق کی تحریریں علماء وطلبہ کے پیش نظر نہیں ہوتیں کہ پوری تحقیق کے ساتھ کوئی رائے قائم کی جاسکے۔

اکثر موضوعات پر جو مناظرانہ کتابیں ۱۰۰۔ ۱۵۰ سال کے عرصے میں لکھی گئی ہیں، ہر فریق اپنے اپنے علماء کی ان تصانیف کو حرف آخر سمجھتا، انھیں عقیدت سے پڑھتا اور ان کی از سر نو طباعت و اشاعت کی کوشش کرتا ہے، جبکہ ان کے بہت سارے مباحث فرسودہ، اسلوبِ بیان عقیم اور دلائل کمزور ہوتے ہیں، بلکہ بارہا ان کی حقیقت دوسرے فریق کے علماء نے اپنے ردود میں بیان کر دی ہے۔

حالات حاضرہ کا تقاضا یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ، امام بخاری اور دیگر فقہاء و محدثین سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے اعتدال کی روش اختیار کی جائے۔ غلو و مبالغہ اور طعن و تشنیع دونوں سے اجتناب ضروری ہے۔ اہل حدیث اور اہل الرائے دونوں فریق اصول و عقائد میں اہل بدعت کے مخالف اور اہل سنت کے ترجمان ہیں۔ "الفهرست" (ابن الندیم) "الفرق بین الفرق" (ابومنصور البغدادی)، "التبصیر فی الدین" (ابو المظفر الاسفرائنی)، "الملل والنحل" (الشہرستانی) اور دوسری کتابوں کے مطالعہ سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ دوسری تیسری صدی ہجری سے یہ دونوں گروہ موجود اور اہل سنت کے مسلک پر کاربند ہیں۔ ان کے درمیان اختلاف دراصل اجتہادی اور فروعی مسائل میں ہے جن میں ہر فریق اپنے طریقۂ استنباط پر قائم ہے، ان کی بنا پر کسی فریق کی تفسیق وتبدیع جائز نہیں۔ تفصیل کے لیے ''مقدمہ ابن خلدون'' اور ''حجۃ اللہ البالغۃ'' کی طرف مراجعت کی جائے۔

زیرِ نظر کتاب کی چار جلدیں جامعہ سلفیہ بنارس سے ۱۹۸۲ تا ۱۹۸۶ء شائع ہوئی تھیں۔ علمائے احناف کی طرف سے اب تک اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا گیا۔ (جس طرح علامہ معلمی کی ''التنکیل'' کی اشاعت (۱۹۶۷ء) کے بعد سے اب تک ان کی طرف سے خاموشی ہے) اب پانچویں جلد کے اضافے کے ساتھ اس کی دوبارہ طباعت ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ناشرین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب مسلمانوں کو غیر جانب داری کے ساتھ حق کی تلاش اور اس پر عمل کی توفیق دے۔ وما ذلك على الله بعزيز.

محمد عزیر شمس۔

مکہ مکرمہ۔ ۲۸ / رجب ۱۴۳۲ھ

العقيدة الطحاوية“ شیخ بکر بن عبداللہ أبوزید کی کتاب ”براء ة أهل السنة من الوقيعة في علماء الأمة“ اور راقم کی کتاب ”دعوة شيخ الإسلام ابن تيمية وأثره في الحركات الإسلامية المعاصرة“ و ”زوابع في وجه السنة قديماً و حديثاً“ وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

تلامذہ حضرتِ کشمیری پر کوثری کا سایہ:

صحابہ کرام کے بارے میں ہمز ولمز، ائمہ اسلام پر طعن وتشنیع، رواۃِ ثقات وحفاظ سے کلام کرتے ہوئے افتراء پردازی، نقلِ نصوص میں خیانت، اپنے بہی خواہوں کے ساتھ بے وفائی و دغا بازی، بحث و مناظرہ میں یاوہ گوئی، حق کے واضح ہوجانے کے بعد بھی اپنے باطل رویہ پر اصرار اور اپنے عقیدہ و فقہ کا جنونی انداز میں دفاع وغیرہ، وہ اوصاف ہیں جن سے برصغیر کے دریدہ دہن مرزا غلام احمد قادیانی اور علمبردار تکفیر مولانا احمد رضا بریلوی اپنی مبالغہ آرائیوں کے باوجود بھی متصف نہ ہوسکے۔ لیکن افسوس صد افسوس علامہ کشمیری کے ارشد تلامذہ میں مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا احمد رضا بجنوری اور حلقۂ دیوبند کے مولانا ظفر احمد تھانوی وغیرہم، حدیث ومحدثین کے خلاف اپنی مقلدانہ ومعاندانہ ذہنیت کو مزید جلا دینے کے لیے کوثری صاحب کی گستاخانہ تحریروں کو تریاق سمجھتے ہیں، اپنے اپنے تلامذہ ومستفیدین کو انھیں حرزِ جان بنانے کی تلقین کرتے ہیں اور اپنی کتابوں کو کوثری کی تقدیم وتمہید سے مزین کر کے محدثین کرام کے بارے میں اپنے حاسدانہ جذبہ کو تسکین دیتے ہیں۔

وما الغي إلا أن تصاحب غاوياً	وما الرشد إلا أن تصاحب من رشد
گمرہی گمرہوں کی صحبت سے	نیک بختی ہے نیک بختوں سے

مصنف ”انوار الباری“ کوثری کے دامِ فریب میں

مولانا احمد رضا بجنوری (تلمیذ حضرت کشمیری) اپنی کتاب ”انوار الباری“ (شرح بخاری اردو) کو کشمیری صاحب کی تقاریر و افادات کا مجموعہ قرار دیتے ہیں۔ اس کے دو جلدوں پر مشتمل مقدمہ میں فقہ حنفی کی بالادستی ثابت کرنے کے نشہ میں محدثین کرام، بطور خاص امیر المومنین فی الحدیث الامام البخاری رحمہ اللہ کو ہدفِ تنقید بنایا گیا ہے اور نہایت دیدہ دلیری کے ساتھ یہ الزام تراشی کی گئی ہے کہ مذہب حنفی کی مقبولیت دیکھ کر محدثین نے امام ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ کے ساتھ حاسدانہ و جارحانہ رویہ اختیار کیا، ائمہ جرح وتعدیل نے ان پر بے جا نقد کیا، ان سے دواوین سنت، خصوصاً کتبِ ستہ میں روایتیں نہیں لی گئیں اور مذہب حنفی کے محاسن اور رموز و اسرار سے واقفیت کے بغیر اسے تنقید کا نشانہ بنایا گیا، جسے موجودہ دور کے غیر مقلدین (اہلحدیث) اٹھائے اٹھائے پھرتے ہیں۔

لہٰذا ضروری ہوا کہ ایک طرف کوثری صاحب کے ”اوصافِ جمیلہ“ سے متصف ہوکر حدیث، محدثین کرام اور ان کے قافلہ سالار امام بخاری کی شان میں گستاخی کی جائے اور دوسری طرف کوثری صاحب کی تحریروں کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے تاکہ فقہِ حنفی کے معاندین کے حوصلے پست ہوں۔

ہفت روزہ — مسلک اہل حدیث کا داعی و ترجمان — لاہور

الاعتصام

اشاعت خاص

ہفت روزہ الاعتصام ۳۱ - شیش محل روڈ لاہور ۵۴۰۰۰ فون نمبر 7354406

میں یہ سمجھتا تھا کہ مولانا موٹے تازے بھاری بھرکم، چوغہ و دستار میں رہتے ہوں گے، پتہ نہیں میں کیا کیا تصور لئے بیٹھا تھا۔ لیکن جب میری ملاقات ان سے ہوئی تو میری حیرت و استعجاب کی انتہا نہ رہی، ایک پتلا دبلا آدمی موٹے سادے کپڑے میں، نہ چوغہ نہ دستار بالکل سادہ۔ علماء سلف، صحابہؓ و تابعینؒ کی تاریخ کا زندہ نمونہ۔ اللّٰھمّ اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ۔

ملنے کے بعد کا تأثر

مولانا سے ملنے کے بعد میرا تأثر اور بڑھ گیا اور مزید دیرینہ تعلقات میں اضافہ ہوگیا اور یہ تعلقات تا دمِ آخر رہے۔ یہاں سعودی عرب میں آنے کے بعد مولانا سے خط و کتابت کا سلسلہ برابر رہا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ مولانا عمرہ پر تشریف لائے تو میرے گھر پر بھی تشریف لائے۔ وقتاً فوقتاً جو خط و کتابت کا سلسلہ رہا اس میں سے اس وقت میرے پاس ۳۲ خط موجود ہیں۔ البتہ جب سے مولانا مریض ہوئے خط و کتابت کا سلسلہ کم کر دیا تھا۔ البتہ احمد شاکر، حافظ صلاح الدین یوسف اور محمد سلیمان انصاری صاحبان سے خط و کتابت کا سلسلہ رہا اور اس ذریعہ مولانا کی خیریت کا پتہ چلتا رہا۔ آخر وہ وقت آیا جو سب کے لئے مقرر ہے۔ مولانا اس دارِ فانی سے رحلت فرما کر دارِ بقا کو تشریف لے گئے اور دنیاوی تعلقات اُخروی تعلقات میں بدل گئے۔ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ۔

کتابوں سے شغف

زندگی بھر مولانا نے اپنا زیادہ تر وقت لکھنے پڑھنے اور مطالعہ میں گذارا۔ مطالعہ کا شغف عشق کی حد تک تھا۔ بلکہ یہ مولانا کی حیاتِ مستعار کا ایک جزء لاینفک تھا۔ جب کسی کتاب کی طباعت کی خبر ہوتی، منگاتے اور اس کا مطالعہ کرتے۔ چنانچہ میرے پاس اکثر کتابوں سے متعلق استفسار کرتے اور جب یہاں سعودی عرب عمرے پر تشریف لائے تو کافی کتابیں خرید کر ساتھ لے گئے۔

مکتبہ

مولانا نے اپنی عمر بھر کتابوں کے جمع کرنے کا شوق رکھا اور آپ کے پاس ایک مکتبہ بے شمار کتابوں پر مشتمل موجود تھا جسے آپ نے اپنی آخری عمر میں دار الدعوۃ السلفیہ کے نام سے وقف کر دیا۔ اللہ اسے قبول فرمائے اور نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین

یہاں ایک بات لکھنے اور کہنے پر مجبور ہوں۔ جماعت اہلحدیث ہند و پاک بالکل بے حس جماعت ہے۔ اس کی بے حسی کا یہ ثبوت ہے کہ جماعت کے ایک بہت بڑے عالم سید نواب صدیق حسن رحمہ اللہ کی کتابیں ندوۃ العلماء کو چلی گئیں۔ سید نذیر حسین رحمہ اللہ کی کتابوں پر حنفیوں نے قبضہ کر لیا۔ جامعہ رحمانیہ دہلی کی کتابیں جامعہ ملیہ کی وساطت سے دیوبند کو چلی گئیں۔ مولانا شمس الحق عظیم آبادی کی کتابیں خدا بخش لائبریری پٹنہ کو چلی گئیں۔ مولانا شرف الدین دہلوی کی کتابیں ایک متعصب حنفی کے تصرف میں چلی گئیں۔ مولانا

عبدالعزیز میمنی کی کتابوں کا بھی وہی حشر ہوا۔ یہ سب جماعت اہل حدیث کی بے حسی اور مردہ ہونے کی نشانی ہے۔ اس لحاظ سے مولانا خوش قسمت ہیں کہ انہوں نے اپنی کتابیں اپنی زندگی میں ایک اہلحدیث ادارہ بنا کر اسی کے نام وقف کر دیں۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ۔

تصنیف و تالیف

تصنیف و تالیف کا ذوق بھی مولانا میں اتم درجہ کا تھا۔ اور ساتھ ہی ساتھ جو کچھ لکھ دیا حرفِ آخر۔ اور ٹھوس معلومات پر مبنی محققانہ انداز سے پر، ایجاز کے ساتھ معلومات کا خزانہ۔ چنانچہ مولانا کی تصنیفات میں سب سے اہم التعلیقات السلفیہ حاشیہ سُنن نسائی ہے۔ ہر شخص اس کو پڑھنے کے بعد مولانا کے ذوق و علمیت سنجیدگی و متانت کا اندازہ کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ چھوٹی بڑی عربی اُردو میں کئی تصنیفات مطبوعہ اور غیر مطبوعہ موجود ہیں۔ اسی طرح متعدد کتابوں پر مولانا کے حواشی، دیباچے، پیش لفظ مقدمہ، صاحبِ کتاب کے مختصر سوانحی خاکہ مطبوعہ ہیں۔

ایک مرتبہ مولانا نے فرمایا کہ حضرت نواب صاحب سے تعلق و محبت ہے۔ اسی طرز کا کام کرنے کی نیت تھی۔ اسی بنا پر نواب صاحب کی تقریباً ساری تصنیفات جمع کیں اور اپنی کنیت بھی نواب صاحب کی کنیت پر رکھی اور اللہ سے توفیق طلب کرتا رہا کہ اس طرز پر تصنیف و تالیف اور طباعت اور جماعت کی خدمت کر سکوں۔ لیکن حالات اور عدمِ زر کی بنا پر کچھ نہ کر سکا۔

طباعت کا ذوق

اس دورِ جدید میں طباعت کا ذوق بھی مولانا نے عصرِ جدید کے مطابق رکھا تھا۔ چنانچہ ان کی مطبوعات میں حتی المقدور وہ ساری خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ جو عصرِ جدید کے تقاضوں کو پُورا کرتی ہیں۔ اکثر اصحاب مطابع اور مصنفین و مؤلفین اس سلسلہ میں مولانا سے مشورہ طلب کرتے تھے۔ خود مولانا بہت سے لوگوں کو طباعت و تالیف و تصنیف کا شوق دلاتے اور لوگ ان سے متأثر ہو کر تقدم کرتے۔ عمر بھر مولانا اس بات کے متمنی رہے کہ کتبِ احادیث خصوصاً صحاح ستہ، مشکوٰۃ، بلوغ المرام وغیرہ پر حواشی اہلحدیث مسلک کے مطابق لکھیں اور لکھوائے جائیں چنانچہ حواشی بخاری کی ابتداء بھی کرائی اور کسی حد تک اختتام کو بھی پہنچا لیکن نظرِ ثانی اور طباعت کے مرحلے تک نوبت نہ آسکی۔ اسی طرح مرعاۃ شرح مشکوٰۃ میں بھی مولانا کی چاہت کا وافر حصہ ہے۔ اللہ سے دُعاء ہے کہ جماعت کے نوجوان طبقہ اس پر توجّہ دے اور یہ کام مستقبل قریب میں تکمیل کے مراحل سے گذر کر حقیقی معانی میں استفادہ کے لائق بن جائے اور مولانا اور ان جیسے دوسرے حضرات کی خوابوں کی تعبیر ہو سکے۔ آمین ثم آمین۔

سیاست اور مولانا

حضرت مولانا سیاسی بصیرت میں بھی اپنی نظیر آپ تھے۔ کئی مرتبہ اس موضوع پر بھی گفت گو کرتے لیکن میں اکثر

یہ وہ لوگ تھے جو اسی شہر کے رہنے والے تھے۔ اُنہوں نے مولانا سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا، ان میں سے بعض نے ترجمے کے علاوہ بھی ان سے استفادہ کیا۔ میں بھی استفادہ کرنے والوں میں شامل تھا اور ان سب سے کم عمر تھا۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اس عہد کی باتیں ضبطِ تحریر میں لانے کی توفیق اللہ تعالےٰ نے اس کم عمر ہی کو عطا فرمائی۔ یہ اللہ تعالےٰ کا اس عاجز پر بہت بڑا احسان ہے جس پر اس کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے، کم ہے۔

مولانا عطاء اللہ صاحب کی عمر اس وقت زیادہ سے زیادہ چوبیس پچیس برس ہوگی۔ نہ وہ بہت بڑے مقرر تھے۔ نہ زوردار خطیب تھے اور نہ شیریں بیان واعظ تھے۔ وہ تعویذ دھاگے میں بھی شہرت نہ رکھتے تھے، وہ کوئی سیاسی لیڈر بھی نہ تھے، وہ کسی خاص موضوع کی کتابوں کے مصنّف و مولّف یا مرتّب بھی نہ تھے، درس و تدریس میں بھی اس وقت ان کا کوئی زیادہ تجربہ نہ تھا۔ ان کا کوئی قابلِ ذکر خاندانی پس منظر بھی نہ تھا جو ان کی شہرت و ناموری کا باعث بنتا، وہ اپنے خاندان کے واحد شخص تھے جن کو اللہ نے غربت کی حالت میں علم و فضل سے نوازا تھا۔ پھر ہمارا وہ علاقہ جہاں وہ اس عہد میں تشریف فرما تھے علم و کمال میں کسی شمار قطار میں نہ آتا تھا، ان دنوں آج کل کی طرح زیادہ اخبار بھی نہ تھے جو اشتہار بازی کے ذریعے کسی شخصیت یا کسی جگہ کے مدرسے کو عوام میں متعارف کرانے کا سبب بنتے۔ اب تو ماشاءاللہ جماعتی رسائل و جرائد کی برکت سے غلط بیانیوں سے ملوث "صداقت" نے ارتقا و تقدم کی اتنی منزلیں طے کر لی ہیں کہ جہاں قاعدے، سیپارے پڑھنے والے پانچ بچے جمع ہوگئے وہ "جامعہ" قرار پاگیا، جس مسجد میں چار لڑکے چند روز کے لیے آگئے، وہ "کلیہ" کہلایا، جس گھر میں چھ سات لڑکے بٹھالیے گئے۔ اس کا نام "دارالعلوم" رکھ دیا گیا۔ جھوٹ کا اس قدر دَور دورہ ہے کہ اب پُورے پاکستان میں کوئی مدرسہ نہیں رہا، سب جامعات، کلّیات اور دارالعلوم بن گئے ہیں۔

ایک اور ترقی اللہ کے فضل سے ہم نے یہ کی ہے کہ پورے ملک میں کوئی مولوی یا مدرس نہیں رہا، مولوی سب کے سب "علاّمے" ہوگئے ہیں یا کم سے کم حضرت مولانا قرار پاگئے ہیں۔ اگاڑی پچھاڑی کے خطابات و القابات اس پر مستزاد۔ مدرس ختم ہوگئے ہیں، سب شیخ القرآن یا شیخ الحدیث کہلانے لگے ہیں۔ مولانا عطاء اللہ صاحب کے جس دَور کا میں ذکر کر رہا ہوں، اُس دَور میں شاید اس قسم کے الفاظ ایجاد نہیں ہوئے تھے۔

اس زمانے میں آمد و رفت کے یہ تیز ترین ذرائع بھی نہیں تھے جو اب ہیں بسُست رفتار ریلیں تھیں اور سڑکوں پر بہت کم بسیں دکھائی دیتی تھیں۔ سڑکیں بھی بڑے بڑے شہروں کو ایک دوسرے سے ملاتی تھیں، موجودہ دور کی طرح ہر قصبے، ہر قریے اور ہر بستی کے باہم رابطے کا ذریعہ نہیں بنتی تھیں لیکن ان سب باتوں کے باوجود جو اُوپر بیان کی گئی ہیں، کوٹ کپورے میں مولانا عطاء اللہ صاحب کی خدمت میں دُور دراز کے علاقوں سے کتنے ہی طلبا حصولِ علم کے لیے حاضر ہوئے اور ان میں سے بعض نے اپنی خدمات کی بنا پر بعض حلقوں میں شہرت بھی پائی۔ ان طلبا کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ مولانا نیاز اللہ خاں:۔ ضلع ہوشیارپُور کے راجپوت خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، میٹرک پاس کرنے کے بعد

کرنے والوں کے لئے زہرِ قاتل سمجھتے تھے۔ حضرت مولانا مرحوم کی اس رائے کی اصابت و افادیت اب اور زیادہ نمایاں ہو کر سامنے آگئی ہے۔ جب کہ نوجوان علماء کے لئے اسکولوں کے دروازے چوپٹ کُھل گئے ہیں اور مدارس سے فارغ ہونے والی نئی پود زہر کا یہ پیالہ آبِ حیات سمجھ کر نوشِ جان کئے جا رہی ہے۔ اور وہ اب سکول و کالج کی نوکری کو ہی معراجِ کمال اور مقصدِ زندگی سمجھ بیٹھی ہے۔ رہی سہی کسر سعودی جامعات میں داخلے کی بے پناہ خواہش اور وہاں سے فراغت کے بعد مبعوث بننے کے جذبۂ بے پایاں نے پُوری کر دی ہے۔ اس تمام صورتِ حال کا نتیجہ یہ ہے کہ دینی و علمی خدمات کے تمام شعبے رجالِ کار کی کمیابی کا شکار ہیں جس کی وجہ سے ان کی کارکردگی شدید متاثر ہوئی ہے۔ دراں حالیکہ ضرورت کارکردگی میں اضافے کی ہے نہ کہ کمی کی۔

فتنے بڑھ رہے ہیں۔ دین کے خلاف شکوک و شبہات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ الحادی تحریکیں زور پکڑ رہی ہیں، لادینیت کا سیلاب اسلامی ملکوں میں اُمڈا چلا آ رہا ہے۔ مغربیت کا طوفان انتہائی خوفناک صورت اختیار کرتا چلا جا رہا ہے۔ اور اسلام دشمن استعماری طاقتوں کی دسیسہ کاریاں اور ریشہ دوانیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ لیکن ان تمام محاذوں پر کام کرنے کے لئے جتنے اور جس طرح کے افراد کی ضرورت ہے۔ مذکورہ رجحانات کی وجہ سے ایسے افراد کی تیاری کا سلسلہ ہی قریب قریب بند ہو گیا ہے۔ نتیجۃً ارتداد کا فتنہ موجود ہے لیکن کوئی ابو بکرؓ پیدا نہیں ہو رہا ہے۔ کُفر دندنا رہا ہے لیکن دُرّۂ فاروقی کو حرکت میں لانے والا کوئی نہیں، تاریکی اور اندھیرے بڑھ رہے ہیں لیکن ایمان و ہدایت کی مشعلیں فروزاں کرنے والے نظر نہیں آ رہے ہیں۔ بلکہ نوبت بایں جا رسید کہ مسندیں اُجڑ رہی ہیں، مسجدیں ویران ہو رہی ہیں، علمی و دینی ادارے زبوں حالی کا شکار ہیں۔ اور تحقیق و افتاء کے میدان خالی ہو رہے ہیں۔

کیا ہمارے نوجوان علماء میں ان ضرورتوں کا ادراک نہیں؟ کیا انہیں اپنی ذمہ داریوں کا کوئی احساس نہیں؟ کیا مدارس کے چارہ گروں کو بھی اس کا حل اور اس کا علاج سوچنے کی ضرورت نہیں؟

الیس منکم رجلٌ رشید

افسوس! علماء بھی ایثار و قربانی کا راستہ چھوڑ کر مادّی منفعتوں اور لذّتوں کو ترجیح دے رہے ہیں۔ دعوت و تبلیغ کی پُرخار وادیوں کے مقابلے میں دُنیوی مناصب اور بھاری بھرکم تنخواہوں کی طرف دوڑ رہے ہیں اور سادگی اور زُہد کی بجائے دنیا کی آسائشوں اور راحتوں کے طالب بن گئے ہیں، جس کی وجہ سے غزالی و رازی، ابن تیمیہؒ و ابن قیمؒ وغیرہ تو کجا کوئی داؤد غزنویؒ و اسمٰعیل سلفی کا جانشین بھی پیدا نہیں ہو رہا۔ ابراہیم میر سیالکوٹی اور ثناء اللہ امرتسریؒ تک کی جگہ لینے والا تیار نہیں ہو رہا اور حنیف ندوی و محمد عطاء اللہ حنیفؒ جیسی یگانۂ روزگار شخصیتیں بھی خواب و خیال معلوم ہونے لگی ہیں۔

جائزہ کی بحث تو اس وقت موجب طوالت ہوگی۔ آج کی صحبت میں ہمیں ارباب فکر و نظر اور اصحاب حل و عقد —

" اصحاب حل و عقد سے فی الوقت ہماری مراد علمائے کرام اور حسّاس و متدین دولت مند طبقہ ہے "

خدمات عالیہ میں ایک ایسے اہم سبب کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جس کی طرف موجودہ تحریک احیاء و تجدید توحید و سُنّت کے بانی حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہید (۱۲۴۶ھ) قدس اللہ روحہ نے اشارہ فرمایا تھا۔ مولانا ممدوح اپنے شیخ طریقت حضرت سید احمد شہیدؒ کے ملفوظات یعنی کتاب " صراطِ مستقیم" میں لکھتے ہیں۔

" واضح رہے کہ شرفاء (غالباً پرانے علمی و منصبی خاندان مراد ہوں گے جو قدیم ایام سے دینی و دنیوی اعلیٰ مناصب پر فائز چلے آرہے تھے) میں اللہ تعالےٰ نے فطانت و ذہانت اور شرافت کا ایک جوہر ودیعت کر رکھا ہے جو آباء و اجداد سے ان میں وراثتً منتقل ہوکر آتا ہے مگر صرف یہ فطری استعداد ہرگز ہرگز کارآمد نہیں جب تک علوم دینیہ کی تعلیم و تعلّم اور تشرّع و تدیّن کے ذریعے سے ان قابل جوہروں کی تربیت نہ کی جائے۔ بلاشبہ اس ذہین و فطین طبقے کی علمی و دینی تربیت سے بڑے مفید نتائج ظاہر ہوسکتے ہیں"۔

(خلاصہ و ترجمہ از فارسی" صراطِ مستقیم" ص ۶۶ طبع مجتبائی دہلی)

اس ارشاد کی روشنی میں عربی کی پچھلی پون صدی کی تعلیمی رفتار اور معیار قابلیت کی بتدریج پستی کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مومنانہ فراست کا مذکورہ بالا تجزیہ کس قدر درست ہے۔

برصغیر پر عیسائیوں کی حکومت مسلّط ہونے کے بعد مسلمانوں کے ذہین طبقے نے عربی کے بجائے انگریزی کا رُخ کیا۔ اور اسلامی نظام تعلیم کے بجائے ان کا میلان انگریزوں کے درآمد کردہ عیسائی نظام تعلیم کی طرف ہوگیا — عیسائی — اس لئے کہ بالعموم اس کا فائدہ بلاواسطہ یا بالواسطہ عیسائیت کو ہی پہنچا، اسلام کو نہیں — جس کے دائرۂ کار سے مذہب اور اسلام کے اعلیٰ اخلاقی اقدار خارج تھے۔ یہ بات سَر کی آنکھوں سے صاف نظر آرہی تھی، مگر ہوا یہ کہ " کُبَراء" کی اکثریت اور قدیمی علمی خاندانوں نے اپنے نونہالوں کو، جنہیں ورثہ میں " اعلیٰ استعداد کا جوہر" ودیعت ہوا تھا۔ دہلی (مرحوم) لکھنؤ، دیوبند، رام پور، امرتسر (مرحوم) حجاز، مصر، شام کے عربی دارالعلوموں اور تفسیر و حدیث کے مدارس کے بجائے علی گڑھ، لندن، کیمبرج اور امریکہ وغیرہ بھیجنا شروع کردیا جو عیسائی تعلیم کے گڑھ ہیں۔ انتہا یہ کہ یہ وبا بعض علمائے عربیت کے گھروں میں بھی گھس آئی جنہوں نے عربی ہی کی بدولت قوم میں عزّت پائی اور شہرت و حیثیت کے مالک ہوئے۔ ان حضرات نے بھی اپنی اولاد کو اسکول و کالج ہی کی طرف دھکیل دیا تاآنکہ وہ " استعدادی جوہر" سے کام لے کر بہترین " دفتریت" کے مقام رفیع پر فائز ہوگئے — اور اس طرح اپنے طرز عمل سے عام مسلمانوں کو بھی عربی پر انگریزی کی ترجیح کا تاثر دیا۔ جس سے قومی لیکچر اور وعظ بے اثر ہوکر رہ گئے۔ اس پر مستزاد یہ کہ کالج کی تعلیم سے تنعّمات مادّیہ کا حصول اور خوش حال زندگی بسر کرنے کا مستقبل نظر آرہا تھا، اور اب؟

اب یہ سیلاب بلا ہے کہ تھمتا نظر نہیں آتا۔ ("الاعتصام" جلد ۱۶ - ۱۱ ستمبر ۱۹۶۴ء)

دو مبنی بر حقیقت دلچسپ لطیفے

یہ تلخ موضوع اب زبانِ قلم پر آہی گیا ہے۔ تو دو دلچسپ لطیفے بھی سُن لیجئے جو نہایت عبرت انگیز ہیں اور جو ہمارے اصحاب ثروت کے اُسی رویے سے متعلق ہیں جس کا ذکر مذکورہ مضمون میں کیا گیا ہے

پہلا لطیفہ کراچی کا ہے۔ راقم اگست ۱۹۹۰ء کو کراچی گیا۔ کورٹ روڈ کی مسجد اہلحدیث میں راقم نے جناب سعید احمد صاحب ریشم والے سے ملاقات کی، موصوف اس مسجد، اس میں قائم مدرسہ میاں نذیر حسین اور دار الافتاء کے ناظم ہیں۔ راقم نے ان سے پوچھا کہ آج کل مدرسہ میاں نذیر حسین قائم ہے؟ موصوف نے فرمایا کہ "ہمارا مدرسہ چلنے ہی کب دیتے ہیں"؟ راقم نے پوچھا، کون نہیں چلنے دیتا؟ فرمایا "جامعہ ستاریہ اور جامعہ ابی بکر والے" راقم نے عرض کیا، اس کا ایک حل تو ہے لیکن اسے اختیار کرنا آپ لوگوں کے لئے بہت مشکل ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ حل کیا ہے؟ راقم نے عرض کیا کہ اپنے خاندان اور برادری کے بچوں کو علوم دینیہ و عربیہ سے آراستہ کیا جائے، انہیں دین کا عالم بنایا جائے تاکہ دوسروں کی محتاجی ختم ہو جائے۔ فرمانے لگے، ہاں! یہ تو ناممکن ہے، اب تو علماء بھی اپنی اولاد کو دینی علوم نہیں پڑھاتے تو ہم کس طرح پڑھائیں؟ راقم نے عرض کیا جو علماء بھی ایسا کرتے ہیں، وہ بھی غلط ہے۔ ان کی غلطی آپ کے غلط رویے کے لئے سندِ جواز نہیں بن سکتی۔

دوسرا لطیفہ پنجاب کا ہے جو راقم کو ایک فاضل دوست نے سُنایا، اُنہوں نے بتلایا کہ گوجرانوالہ کے بابا اہلحدیث نے ایک مرتبہ ایک دینی مدرسہ کے مُہتمم سے پُوچھا، جو ایک نامور اہلحدیث عالم، بزرگ اور اہل قلم تھے اور ان کے اپنے بچے دنیوی اسکولوں میں زیرِ تعلیم تھے کہ مدرسے میں دی جانے والی تعلیم اگر اچھی ہے تو پھر آپ اپنے بچوں کو اس کی بجائے اسکولوں میں کیوں بھیجتے ہیں اور دینی و عربی تعلیم کیوں نہیں دلواتے؟ اور اگر یہ تعلیم بُری ہے تو پھر مدرسہ بند کر دیجئے، دوسروں کے بچوں کو یہ تعلیم دے کے ان کو کیوں خراب کرتے ہو؟

ظاہر بات ہے کہ اس کا کوئی معقول جواب مہتمم صاحب نہیں دے سکتے تھے، جس طرح آج کل کے مہتممین اس کا جواب نہیں دے سکتے۔

ہیں یہ دونوں لطیفے۔ لیکن سوچئے کہ کتنے مبنی بر حقیقت ہیں اور واقعات کی کیسی نقاب کشائی کرتے ہیں۔ نیز ان کے پیچھے کرب و اضطراب کی کتنی بڑی لہریں پوشیدہ ہیں۔ کاش مساجد و مدارس کا اہتمام کرنے والے ان حقائق و واقعات کا ادراک کر سکیں اور اپنے خاندانوں اور گھرانوں میں بھی علوم دینیہ کی قدر افزائی کا کوئی اہتمام کر سکیں ورنہ اس کے بغیر مساجد و مدارس کا انتظام ایک فریب نفس، ایک استہزاء اور علوم دینیہ کی بے توقیری و ناقدری کا اعلانِ صریح ہے۔

حضرت امیر شریعت کا قول

جب تک کتیا (زبان) بھونکتی تھی سارا برصغیر ہندو پاک ارادت مند تھا صفحہ 436

حیاتِ امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ

گذشتہ ربع صدی کی سیاسی اور مذہبی تحریکات کے

پس منظر میں

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری (رحمۃ اللہ علیہ)

کی پہلی مکمل اور مستند

سوانح حیات

الاٹ کرادیں گے، اور ساتھ ہی یہ ارشاد بھی فرما گئے کہ فلاں تاریخ کو فلاں صاحب ملتان سے گزر رہے ہیں، ان سے مل لینا"۔ میں نے پوچھا "پھر شاہ جی! آپ نے ان سے ملاقات کی؟" کہا، "نہیں بابو میرے پاس کالی اچکن اور قراقلی ٹوپی نہیں تھی"۔

"شاہ جی! آپ کو ذیابطیس کی شکایت کب سے ہے؟" جواب دیا، "یہ مرض سکھر جیل میں میرے ساتھ آ لگا تھا۔ ابھی تک سنگت نبھا رہا ہے"۔

("ان دنوں جب کہ آپ اس قدر بیمار ہیں، اور پبلک لائف سے بھی ریٹائر ہو چکے ہیں، کبھی دیرینہ رفقاء سے کوئی ملنے آیا؟" جواب میں مسکرائے اور کہا، "بیٹا! جب تک یہ کتیا (زبان) بھونکتی تھی، سارا برصغیر ہند و پاک ارادت مند تھا۔ اس نے بھونکنا چھوڑ دیا ہے تو کسی کو پتہ ہی نہیں رہا کہ میں کہاں ہوں) ہاں دیرینہ میں سے ایک آدھ کو چھوڑ باقی میرے ہاں آ ہی جاتے ہیں"۔ پچھلے دنوں ایبٹ آباد سے ایک دوست ملنے آئے۔ انہوں نے ایبٹ آباد جانے پر اصرار کیا، میں نے انکار کر دیا۔ میں نے کہا۔ "شاہ جی! آپ ان کے ہاں چلے جاتے ایبٹ آباد صحت افزا مقام ہے۔ ملتان کی گرمی میں آپ کیوں تڑپ رہے ہیں؟" جواب دیا۔ "بیٹا! اب عمر کی اس سطح پر آ گیا ہوں کہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ کتنے لوگ میرے ہاں آتے ہیں، ساری عمر لوگوں کی مہمانی میں گذاری۔ اب میزبان بن کر بھی دیکھنا چاہتا ہوں"۔

میں نے دیکھا کہ شاہ جی اب کھلنے لگے ہیں۔ چنانچہ کاغذ پنسل سنبھال لی، تاکہ یادداشت کے لیے کچھ لکھ لوں۔ شاہ جی نے میری تیاری دیکھی تو انہوں نے بات روک لی۔ میں نے ایک اور سوال کر دیا۔ جواب میں کہا "اخبار والوں سے ڈر لگتا ہے۔ آپ لوگ اکثر واقعات مسخ کر دیتے ہیں۔

بوئے گل نالۂ دل، دودِ چراغِ محفل

(سوانح و افکار)

جلد اوّل

شورش کاشمیری

مطبوعاتِ چٹان لمیٹڈ

۸۸-میکلوڈ روڈ، لاہور (مغربی پاکستان)

سے مجھ پر ایک کپکپی سی طاری ہو جاتی ہے۔

دوسری چیز جو میرے نزدیک جماعت احرار کی ویرانی کا باعث ہوئی اور جس کا علم سب سے پہلے مجھی کو ہوا وہ روپیہ تھا جو مظہر علی نے کانگرس اور یونینسٹ پارٹی سے وصول کیا اور اپنے گھر میں رکھا تھا۔

مولانا داؤد غزنوی اوّلاً دس ہزار روپے کی پہلی قسط لے کر دفتر احرار میں آئے تو اس وقت مظہر علی کے پاس صرف میں تھا، مجھے کہا ذرا نیچے چائے کے لیے کہہ آؤ، میں نیچے گیا، مولانا نے دس ہزار کے نوٹ غڑپ سے جیب میں ڈال لیے، میں ابھی اٹھا نہیں تھا کہ مولانا داؤد غزنوی مسکراتے ہوئے نیچے آگئے، میں نے کہا مولانا چائے آرہی ہے کہنے لگے: "چائے پی اور پلا آیا ہوں"، پچاس ہزار کی دوسری قسط (تفصیل آئندہ صفحوں میں آئے گی) مولانا نے لالہ بھیم سین سچر کی معرفت وصول کی، یونینسٹ پارٹی کا روپیہ اس کے علاوہ تھا۔

مظہر علی وزارت میں چلے جاتے تو احرار پر ایک ایسی تباہی آتی کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، مظہر علی کا اقتدار احرار کی کاملاً تباہی پر منتج ہوتا۔ میں نے ذہناً فیصلہ کر لیا کہ یہ تمام راز شاہ جی اور مجلس عاملہ کے نوٹس میں لاؤں تاکہ مظہر علی کی متوقع وزارت کا پتہ کٹ جاتے۔ صوبہ کانگرس کے زعماء سے میرے آبرومندانہ تعلقات تھے وہ میرے ساتھ جیل میں رہے تھے اور میری طبیعت کی بے نیازی و حوصلہ مندی کے باعث میری قدر کرتے تھے، میں نے ان سے پخت و پز کر کے مظہر علی کا وزارتی خواب پراگندہ کر دیا۔

(۱) ڈاکٹر گوپی چند بھارگو مولانا مظہر علی کے متعلق پہلے ہی خوش رائے نہ تھے انہوں نے مجھے جیل میں بتایا تھا کہ سکندر وزارت کے زمانے میں مظہر علی کا خیال تھا کہ فلاں فلاں شخص کو یونینسٹوں سے علیحدہ کر کے نئی وزارت قائم کی جاسکتی ہے، بشرطیکہ کانگرس ان کا

لگے ہوئے ہیں۔ ہمارا مقصود متاع دنیا اور دنیوی و جاہت بن گیا ہے۔ ان اللہ والوں کے زیادہ تر اسفار گجرات اور دنیا بھر میں پھیلے ہوئے گجراتی اہل ثروت کی طرف ہوتے ہیں۔ خلافت کی ریوڑیاں بھی زیادہ تر انھی لوگوں میں تقسیم ہوتی ہیں۔ (ایک مولوی کو ایک نہیں، کئی کئی خلافتیں) بھارت کے بیس کروڑ مسلمان نظر التفات سے عموماً محروم رہتے ہیں۔ گزشتہ سال دُبی کے چند دوستوں نے بتایا کہ فلاں حضرت اپنے آدھ درجن بیٹوں و پوتوں کے ساتھ تشریف لائے۔ ان کی تشریف بری کے بعد دیکھا کہ بہت سوں کے ہدایا میزبان کے گھر پڑے تھے، کیونکہ ۶ ٹکٹوں پر حضرت صرف قیمتی ہدایا ہی ساتھ لے جا سکے۔ یہاں لندن میں ہر خلیفہ نے اپنی ضروریات کے لیے چند اہل ثروت کو چن رکھا ہے اور یہ اللہ والے عموماً کسی کروڑ پتی کے ہاں قیام فرماتے ہیں۔ کسی غریب مرید کے ہاں شاذ و نادر ہی نزول فرمائیں گے۔ حقیقی روحانیت ہمیشہ فقر و فاقہ میں مست اور خوش رہتی ہے اور مشیخیت پیسوں کا کھیل بن جاتی ہے۔

سرورِ دو عالم ﷺ نے ہر برائی اور گناہ کی جڑ دنیا کی محبت کو اور امت کے لیے فتنہ، عورت اور مال کو قرار دیا۔ چودہ سو سالہ تاریخ گواہ ہے، اہل دین میں ہمیشہ فتنہ (فساد و بگاڑ) مال کی جہت ہی سے آیا ہے۔ کسی قوم اور ملت کی تباہی و زوال کی بنیادی وجہ حکمرانوں اور علماء کا بگاڑ ہوتا ہے۔ اگر ان دو میں سے ایک بھی اپنا فریضہ صحیح طور پر ادا کر رہا ہو تو فساد و بگاڑ نصف رہ جاتا ہے۔ آپ ﷺ یہ پیش گوئی فرما چکے ہیں کہ امت اور اس کے مشائخ و علماء (احبار و رہبان) بنی اسرائیل کی قدم بقدم پیروی کریں گے۔ قرآن پاک میں بنی اسرائیل کے علماء و مشائخ کے حالات دیکھ لیں، کیا ہم انھی کے نقش قدم پر نہیں بڑھ رہے ہیں؟ آج کل اکثر مولوی مال بٹورنے اور جمع کرنے والی آیت

ادھوری پڑھتے ہیں اور ﴿ وَالَّذِیۡنَ یَکۡنِزُوۡنَ الذَّهَبَ وَالۡفِضَّةَ ﴾ سے شروع فرماتے ہیں، جبکہ آیت میں اصل وعید و دھمکی علماء و مشائخ (احبار و رہبان) ہی کی حرام خوری کے متعلق ہے۔

آج غریب آدمی اولیاء اللہ سے مصافحہ تو درکنار زیارت بھی بمشکل کرسکتا ہے۔ میرے ایک پاکستانی دوست جو یہاں بڑے سرکاری عہدے پر فائز ہیں، کہنے لگے: میں پاکستان میں فلاں فلاں مشائخ و بزرگوں اور اکابرین سے مل کر آ رہا ہوں، سب ہی نے مجھ پر بڑی شفقت کی اور خوب اکرام فرمایا۔ بندہ نے عرض کیا: کیوں نہ کرتے، آپ انگلینڈ سے جو گئے تھے۔ اونچے عہدے پر جو ہیں۔ اب ایک بار اور جائیے، دیہاتی لباس میں اور سب سے عرض کیجیے: حضرت! چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، قرض ہوگیا ہے، بہت پریشان ہوں، دعا کے لیے حاضر ہوا ہوں، پھر دیکھیے! کس طرح آپ کو دستر خوان پر ساتھ بٹھا کر اکرام فرماتے ہیں۔

آج کے پیر صاحبان، مہتمم صاحبان، تبلیغی جماعت کے امراء کو اگر موٹا سا ہدیہ دیا تو دستر خوان پر داہنی جانب عزو وقار کے ساتھ بٹھائیں گے، بلکہ دست مبارک سے لقمہ دیں گے۔ بدقسمتی سے غریب ہیں تو دور سے زیارت ہی کو خوش نصیبی اور جنت کا ٹکٹ سمجھیے۔ بھوپال کے حضرت مولانا حبیب ریحان ندوی (شیخ الحدیث تاج المساجد) جب کبھی یہاں تشریف لاتے، ایک رات بندہ کے ہاں گزارتے اور بے تکلفی سے باتیں ہوتیں۔ تقریباً پندرہ سال پہلے کا واقعہ ہے، کہنے لگے: آج کے بعض مولوی اور پیروں سے زیادہ حرام خور کوئی نہیں۔ اس بات پر بندہ کی مولانا سے جھڑپ ہوگئی۔ مجھے اللہ معاف کرے، بہت سخت سست کہہ دیا اور یہاں تک کہہ دیا: یہ علماء دشمن مودودیت بول رہی ہے۔ (آپ مولانا

مودودی صاحب کی تحریروں سے بھی متاثر تھے) وغیرہ وغیرہ۔ ادھر بدقسمتی سے ان پندرہ سالوں میں ایسے تجربے ہوئے کہ الامان والحفیظ۔ ۳۰، ۳۰/ لاکھ کی کوٹھیاں بن رہی ہیں۔ انگلینڈ میں ایک شہر سے دورے شہر تک کالی ٹیکسی سے تشریف لے جاتے ہیں (جو اتنی مہنگی ہوتی ہے کہ یہاں والے بھی ہمت نہیں کرتے) ان کی جیبوں میں دنیا بھر کے ہوائی جہاز کے اوپن ٹکٹ پڑے رہتے ہیں۔ گھر کے نقشے، عیش وعشرت ہی نہیں، عیاشی تک پہنچے ہوئے ہیں۔ غرض جس قدر خلفاء کرام، عالی شان جامعات اور علماء کرام کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے، اسی قدر ہدایت گھٹتی جا رہی ہے۔

اب یہاں ہم دیوبندیوں میں ایک بدعت یہ شروع ہوگئی ہے کہ اللہ والے اپنے مدرسے سے تمام فارغ ہونے والوں کو خود ہی بیعت فرما لیتے ہیں کہ ہماری مرغیوں کے انڈے ہم ہی کھائیں، دوسرا کوئی کیوں فائدہ اٹھائے، اس لیے ان کے طلبہ پوری امت کے علماء و اہل اللہ سے کٹ کر صرف اپنے پیر سے مرتبط رہتے ہیں۔ کوئی ایسا عالم دین یا بزرگ جو ان کے شیخ کو قطب الاقطاب نہ مانتا ہو، اس کے قریب بھی نہیں جائیں گے، جبکہ ہمیشہ صحیح روحانیت والوں کا طریقہ یہ تھا کہ طلبہ کی ذہنی مناسبت وصلاحیت کے اعتبار سے انھیں اہل اللہ کے حوالے فرماتے، جیسے حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے اپنے خادم خاص حضرت مولانا عبدالمنان دہلوی رحمہ اللہ کو حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے پاس اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے پاس مرید ہونے کے لیے آنے والے مولانا عبدالماجد دریابادی کو حضرت مدنی رحمہ اللہ کے پاس بیعت کے لیے بھیجا۔ اب اس زمانہ کے اللہ والوں کی دیکھا دیکھی تبلیغی ذمہ دار بھی زور دینے لگے ہیں کہ بھائی، ہمارے کام کرنے والوں کو تو حافظ پٹیل صاحب ہی سے بیعت کرنی چاہیے، تب ہی

قرآنی آیات، حدیث مبارکہ، فتاویٰ جات میں غیر مقلدین کے تحریفی کارناموں کا بیان۔
غیر مقلدین
قرآن مجید
فتاویٰ
ھو الفتاح العلیم
تنبیہ الغافلین
علیٰ
تحریف الغالین
بے خبر سوئے حنفیوں کو جگانے ہوشیار خبردار کرنے والی کتاب۔
تصنیف لطیف:
مناظر اسلام محقق اہلسنت فخر حنفیت شیخ الحدیث حافظ حبیب اللہ ڈیروی
ناشر
جامعہ اسلامیہ حبیب العلوم بلال آباد ڈیرہ اسماعیل خان

افتتاحیہ از ناشر

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ٥

اما بعد: محترم قارئین کرام کتاب تنبیہ الغافلین علیٰ تحریف الغالین آپ کے ہاتھوں میں ہے زیر نظر کتاب بہت ہی اہم موضوع پر لکھی گئی ہے جس کی طرف آج تک کسی حنفی عالم دین نے توجہ نہیں دی ہے سوئے ہوئے بے خبر اپنے احناف حضرات کو تنبیہ کرتے ہوئے جگاتے ہوئے ہوشیار خبردار کیا گیا ہے کہ آپ حضرات کی بے خبری اور عدم توجہ کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے غیر مقلدین نے تحریفات اور خیانتیں کرتے ہوئے قرآن پاک کی آیات میں تحریفیں حدیث مبارکہ میں خیانتیں وتحریفیں کرتے ہوئے اپنی مرضی من مانی سینہ زوری چوری چالاکی مکاری کرتے ہوئے متون کو بدل ڈالا ہے دین میں تحریف کرنا دینی کتابوں کو تحریفیں خیانتیں کر کے خراب کرنا یہودیوں کا شیوہ ہے لیکن اس دور میں غیر مقلدین نے یہودیوں کے نقش قدم پر چل کر اس فریضے کو اچھے طریقے سے سرانجام دیا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ غیر مقلدین خیانتیں تحریفات بددیانتیاں خود کرتے ہیں اور جھوٹا الزام حنفیوں پر لگاتے ہیں جیسے مثال مشہور ہے (چور اُلٹا کوتوال کو ڈانٹے) اور دوسری مثال مشہور (چور مچائے شور) ان دونوں مثالوں کا مصداق غیر مقلدین ہیں ہواپرستی دنیوی خواہشات اور اپنے جھوٹے مسلک کے لئے قرآن پاک احادیث طیبہ اور اسلامی کتابوں میں تحریفات خیانتیں بددیانتیاں ٹھونسنا مذہب اسلام اہل اسلام کو بدنام اور اپنے دین کو مسخ کر کے درہم برہم کرنا ہے یہ غیر مسلموں منافقوں اور اسلام دشمنوں کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زبردست سازش اور منصوبہ بندی کا مکروہ حصہ ہے چنانچہ حافظ محمد اسماعیل اسد غیر مقلد حافظ آباد والے رسالہ (دین میں تحریف اور بدعت کے اسباب) اپنی تصدیر میں حمد وثناء کے بعد لکھتے ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سونے والے جاگتے رہیو

تحریفات

ترتیب: خلیل احمد رانا

تفسیر روح البیان میں تحریف

حضرت مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی مدظلہٗ (سیالکوٹ) لکھتے ہیں!

تفسیر روح البیان عربی زبان میں ایک مشہور مستند تفسیر ہے، اس کے مؤلف حضرت شیخ علامہ اسماعیل حقی بن مصطفیٰ الخلوتی الحنفی البرسوی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۱۳۷ھ) ہیں، اہل علم حضرات کی لائبریریوں کی زینت ہے، بڑے بڑے جید علماء اس سے مستفید ہوتے ہیں، اس ایمان افروز تفسیر میں جابجا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات، مسلک حق کی تائید اور نجدیت کی تردید میں ٹھوس مواد ملتا ہے۔

نجدیوں کے اشارے پر مکہ مکرمہ کے مدرسہ کے ایک استاد شیخ محمد علی صابونی نجدی نے ''تفسیر روح البیان'' کی ہر وہ عبارت جس سے ان کے مسلک پر زد پڑتی تھی، نکال ڈالی ہے اور اس قسم کی ساری عبارتیں نکال کر ایک مصنوعی ''روح البیان'' شائع کر دی ہے۔

عزیزم محمد افضل نے اس سال مجھے وہ مصنوعی روح البیان مکہ مکرمہ سے بھیجی ہے، اس کا مطالعہ کرنے سے ان نجدیوں کی اس یہودیانہ حرکت کا علم ہوا، جس کے تحت جبرائیل امین کی یہ حکایت بھی روح البیان سے نکال دی گئی ہے کہ!

''ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا اے جبرائیل تمہاری عمر کتنی ہے، جبرائیل نے عرض کیا حضور اتنا جانتا ہوں کہ چوتھے حجاب میں ایک نورانی تارا ستر ہزار برس کے بعد چمکتا تھا اور میں نے اسے بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وعزۃ ربی انا ذالک الکواکب، یعنی میرے رب کی عزت کی قسم میں ہی وہ نورانی تارا ہوں''۔ (تفسیر روح البیان، ج ۱، ص ۹۷۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
یحرفون الکلم عن مواضعہ
قرآن و حدیث میں تحریف
مُرتبہ
ابو جابر عبداللہ دامانوی
شائع کردہ
مدرسہ ام المومنین حفصہ بنت عمر فاروق کیماڑی کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن وحدیث میں تحریف

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ....

دیوبندیوں نے اپنے مسلک کے دفاع کے لئے قرآن وحدیث کو بھی معاف نہیں کیا اور اپنے مسلک کو صحیح اور درست ثابت کرنے کے لئے قرآن وحدیث میں تحریف کر ڈالی۔ چنانچہ اس کتاب میں دیوبندیوں کی واضح اور مبینہ خیانتوں کو ان کی محرف کتابوں کے فوٹو اسٹیٹ کے ذریعے ظاہر اور واضح کیا گیا ہے۔ پھر حدیث کی اصل کتب کے بھی فوٹو دے کر ان کی خیانتوں کی نقاب کشائی کی گئی ہے جس سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ دیوبندی بھی تحریف کے معاملے میں یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چل پڑے ہیں۔ اُمید ہے کہ متلاشیان حق اور تحقیق کرنے والوں کیلئے یہ کتاب ایک راہنما کتاب ثابت ہوگی۔

نام کتاب: قرآن وحدیث میں تحریف (پہلی قسط)

تألیف : ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی

اشاعت اوّل : شعبان ۱۴۲۷ھ بمطابق ستمبر ۲۰۰۶ء

کمپوزنگ: دائرہ نور القرآن وقاص سینٹر شاپ نمبر ⑧ جامع کلاتھ کراچی۔

الناشر

مدرسۃ اُمّ المؤمنین حفصۃ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کیماڑی کراچی

فون: 2853011

بعض لوگ اہلسنّت کا سودا کرنا چاہتے ہیں: جے یو پی سواداعظم

لاہور (نمائندہ جنگ) جمعیت علماء پاکستان (سواداعظم) کے مرکزی صدر پیر سید محفوظ مشہدی نے مرکزی عہدیدار سردار محمد خان لغاری کے ہمراہ میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ بعض لوگ اہلسنّت کا سودا کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی اس قسم کی گھناؤنی سازشوں کو ناکام بنا دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا ڈالرز سکینڈل حقیقت پر مبنی ہے جو سنی اتحاد کونسل کی قیادت نے امریکہ سے حاصل کیے۔ اس سلسلے میں ہم نے اور دوسرے لوگوں نے اپنے طور پر انکوائری کی تو یہ حقیقت سامنے آئی کہ ریلی نکالنے کے لئے امریکہ سے اتنی بڑی رقم حاصل کی گئی ہے۔ اب یہ لوگ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) میں جگہ بنانے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔ جو لوگ مسلم لیگ (ن) سے وفا نہ کر سکے وہ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ق) کے کیسے وفادار ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جلد ہی لاہور میں علماء مشائخ کا کنونشن کیا جا رہا ہے جس میں بہت سی باتوں سے پردہ ہٹایا جائے گا۔

Privacy Protecto

مسلمانوں میں فسادات کے ذمہ دار آج کے ملا اور جعلی طالبان ہیں، فضل الرحمن

پیپلز پارٹی پرویز مشرف سے بڑھ کر امریکہ کی وفادار ہے، اسلام زندہ باد کانفرنس سے خطاب

مظفر گڑھ (آن لائن) جمعیت علماء اسلام (ف) کے سربراہ مولانا فضل الرحمان نے کہا ہے کہ مسلمانوں میں فسادات کے ذمہ دار آج کے ملا اور جعلی طالبان ہیں۔ موجودہ حکمرانوں نے پورے ملک میں آگ لگائی ہوئی ہے۔ پیپلز پارٹی جنرل پرویز مشرف سے بڑھ کر امریکہ کی وفادار ہے، پاکستان موجودہ حکمرانوں کی پالیسیوں کی بدولت غیر محفوظ اور ناکام ریاست بن چکا ہے، مظفر گڑھ کی تحصیل علی پور میں اسلام زندہ باد کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ صوبہ خیبر پختونخواہ میں غیر اعلانیہ مارشل لاء لگا ہوا ہے، کراچی میں لسانی بنیادوں پر قتل عام کیا جارہا ہے، مسلمانوں کو تقسیم کر کے مختلف قوتوں کو آپس میں لڑایا جارہا ہے، ہمارے حکمران کہتے ہیں کہ ہم ملاؤں اور طالبان کو لائے جبکہ یہ بیانات اپنے کالے کرتوتوں پر پردہ پوشی کرنے کیلئے دیتے ہیں، کوئی بھی جماعت امریکہ زندہ باد کا نعرہ لگاتے ہوئے آگے نہیں بڑھ سکتی، صرف ذوالفقار علی بھٹو شہید نے امریکہ مردہ باد کا نعرہ لگایا، جاگیرداروں، سرمایہ داروں کے خلاف عوام میں شعور بیدار کیا، آج کی پیپلز پارٹی امریکہ کی غلام ہے۔

ShareThis

آج کا اخبار پڑھئے

ہمیں مولانا فضل الرحمن کی شریعت اور انقلاب نہیں چاہیئے، منور حسن

مغرب اور امریکا توہین آمیز خاکے اور فلمیں بنا کر حرمت رسول ﷺ کو کم نہیں کر سکتے، مردان میں جلسہ سے خطاب

لاہور،مردان (نمائندہ خصوصی ،نمائندہ جنگ) جماعت اسلامی کے مرکزی امیر سید منور حسن نے کہا ہے کہ موجودہ حکمرانوں کے ہوتے ہوئے شفاف انتخابات نہیں ہو سکتے۔ ہم مولانا فضل الرحمٰن کی شریعت اور اسلامی انقلاب نہیں چاہتے جس میں وہ کشمیر کمیٹی کے چیئرمین اور اکرم درانی وزیراعلیٰ ہونگے۔ مغرب اور امریکا توہین آمیز خاکے اور فلمیں بنا کر حرمت رسول ﷺ کو کم نہیں کر سکتے۔ طالبان کی فتح مسلمانوں کی فتح ہے۔ وہ مردان میں جلسہ عام سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ بشمول جماعت اسلامی تمام جماعتیں صاف اور شفاف الیکشن چاہتی ہیں۔ تاہم صدر زرداری کے ہوتے ہوئے آزادانہ اور شفاف الیکشن دکھائی نہیں دے رہا۔ جماعت اسلامی کے مرکزی امیر نے کہا کہ مغرب اور امریکہ قرآن پاک اور توہین رسالت ﷺ پر مبنی خاکے اور فلمیں بنا کر حرمت رسول ﷺ کو کم نہیں کر سکتے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں مولانا فضل الرحمان کی شریعت نہیں چاہئے جس میں عہدوں کی بندر بانٹ ہو۔ اپنے خطاب میں سید منور حسن نے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے مالکان سے گلے شکوے کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے جلسوں کو لائیو نہیں دکھایا جا رہا ہے اور نہ ہی ہمیں پرنٹ میڈیا میں کوریج دی جا رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میڈیا الطاف حسین کے چار چار گھنٹے لائیو جلسہ دکھایا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میڈیا مالکان دہشت گردوں اور ٹارگٹ کلروں سے ڈر رہے ہیں۔ انہوں نے شباب ملی کے نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ سے پہلے میڈیا کی سازشیں ناکام بنانا ہونگی۔

جے یو آئی سعودیہ اور لیبیا سے ڈالر وصول کرتی رہی، جنرل پاشا

اسامہ پہلے مجاہد اسلام تھا، امریکی ناراضی کی وجہ سے فوج نے پارلیمنٹ کا رخ کیا: مولانا عطاء الرحمٰن

مجاہدوں کی تاریخ پر بحث سے بات بہت آگے جائے گی: جنرل پاشا، جے یو آئی کا واک آؤٹ

اسلام آباد (عثمان منظور) اسامہ بن لادن کے چاہنے والے مولانا عطاء الرحمٰن (مولانا فضل الرحمٰن کے چھوٹے بھائی) پارلیمنٹ کے ان کیمرہ اجلاس میں اس وقت گنگ ہوگئے جب ڈی جی آئی ایس آئی جنرل پاشا نے حیران کن معلومات فراہم کرتے ہوئے بتایا کہ جے یو آئی سعودیہ اور لیبیا سے ڈالر وصول کرتی رہی۔ ڈی جی آئی ایس آئی کے اس حیران کن انکشاف پر پورا ایوان ڈیسک بجائے جانے سے گونجتا رہا اور تمام اجلاس میں یہ واحد لمحہ تھا جب تمام ایوان پارٹی وابستگی سے قطع تعلق خوش دکھائی دیا۔ ذرائع نے ”دی نیوز“ کو بتایا کہ مولانا عطاء الرحمٰن نے ڈی جی آئی ایس آئی سے سوال کیا کہ فوج کو معلوم ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور پھر بھی ہمارے حلقوں میں آپریشن کئے جاتے ہیں۔ اسامہ بن لادن پہلے مجاہد اسلام تھا اور اب دشمن بن گیا، فوج نے بگ باس امریکہ کی ناراضی کی وجہ سے پارلیمنٹ کا رخ کیا۔ اس پر ڈی جی آئی ایس آئی جنرل پاشا نے درخواست کی کہ مجاہدوں کی تاریخ پر بحث میں نہ پڑا جائے اگر اس پر بحث کی گئی تو پھر بات بہت آگے تک جائے گی اور سب کو معلوم ہو جائے گا کہ سعودی عرب اور لیبیا سے ڈالر کون وصول کرتا رہا ہے۔ تمام اراکین پارلیمنٹ نے اس پر ڈیسک بجائے اور اس پشیمانی پر مولانا عطاء الرحمٰن نے واک آؤٹ کیا لیکن 10 منٹ بعد وہ از خود ہی ایوان میں واپس آگئے۔ ذرائع کے مطابق جنرل احمد شجاع پاشا کا لہجہ انکساری سے لبریز تھا تاہم اس میں ہلکا سا احتجاج بھی موجود تھا کہ اقوام مشکل وقت میں متحد ہوا کرتی ہیں پاکستان پر اس وقت کڑا وقت ہے لیکن پاک فوج کو تنقید کا نشانہ بنایا جارہا ہے اور اراکین پارلیمنٹ غیر ملکی میڈیا کی جانب سے پاک فوج پر کیچڑ اچھالنے پر کوئی توجہ نہیں دے رہے۔ ذرائع کے مطابق پارلیمنٹیرینز کو کوئی نئی بات نہیں بتائی گئی سب کچھ میڈیا پہلے ہی رپورٹ کر چکا ہے۔ (ن) لیگ کے بعض اراکین پارلیمنٹ کا لہجہ سخت تھا لیکن جنرل پاشا نے اعتماد سے سوالوں کے جواب دیئے۔ ذرائع کے مطابق ڈی جی آئی ایس آئی نے کہا کہ ”باہر والے فوج اور عوام کے درمیان دوریاں پیدا کرنا چاہتے ہیں اور چند رہنماؤں نے بھی فوج پر تنقید کی اگر فوج کو اسی طرح تنقید کا نشانہ بنایا گیا تو ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔

اہل سنت کی نمائندگی کرنے والی جمعیت علماء پاکستان 8 دھڑوں میں تقسیم

لاہور (امتیاز راشد سے) قیام پاکستان کے بعد سے آج 65 سالوں میں ملک میں اہل سنت کی نمائندگی کرنے والی جمعیت علماء پاکستان متحد اور ایک نہ رہ سکی، آج اہلسنت کی 40 سے زیادہ اور جمعیت علماء پاکستان کے 8 دھڑے بن چکے ہیں اور تمام دھڑوں کا متحد ہونے والی بات دور دور تک نظر نہیں آتی جب کہ اس سال بھی جمعیت علماء پاکستان کے دو دھڑے متحدہ جمعیت علماء پاکستان اور جمعیت علماء پاکستان (سواد اعظم) کے نام سے بن چکے ہیں، قیام پاکستان کے بعد 1948ء میں جے یو پی کا بھی قیام عمل میں آیا تھا اُس وقت یہ خالصتاً مذہبی اور دینی جماعت تھی اور اس کے پہلے صدر سید ابو برکات قادری تھے، 1970ء تک تھوڑی بہت تبدیلیوں اور نشیب و فراز کے بعد یہ مذہبی جماعت سیاسی جماعت بن گئی اور 70ء کے الیکشن میں مولانا شاہ احمد نورانی مرحوم کی قیادت میں اس جماعت جمعیت علماء پاکستان نے قومی اسمبلی میں 8 نشستیں حاصل کر کے ایک اہم کردار ادا کیا جس کے بعد حضرت شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار خان نیازی کی یہی کوشش رہی کہ جمعیت علماء پاکستان متحد اور ایک ہو جائے لیکن اسی جماعت کے سرگرم کارکن نے کچھ سیاسی بغاوت کرتے ہوئے اپنی اپنی دکانداری چمکانے کے لئے اپنے دھڑے بنا لیے، صاحبزادہ فضل کریم جو قومی اسمبلی کے رکن بھی ہیں کی ناراضگی یا حق تلفی کے بعد مرکزی جمعیت علماء پاکستان، انجینئر سلیم اللہ خان مرحوم نے جمعیت علماء پاکستان (نفاذ شریعت)، پیر سید محفوظ مشہدی نے جمعیت علماء پاکستان (سواد اعظم)، علامہ میاں شبیر قادری نے متحدہ جمعیت علماء پاکستان اور سید معصوم نقوی نے جمعیت علماء پاکستان (نیازی گروپ) بنا کر جمعیت علماء پاکستان کے اصل تشخص کو پیچھے کی طرف دھکیل دیا۔

ShareThis

آئمہ وخطباء کی ذمہ داریاں

محراب ومنبر علمی وجاہت اور دینی ثقاہت سے محروم ہورہے ہیں

عبدالمجید ساجد

مذہب انسان کا انفرادی تجربہ ہے اور اس کی تنظیم انسان کی اجتماعی سرگرمی ہے۔ انسان نے اپنی طویل اجتماعی زندگی میں توہم پرستی، مذہبی رسوم و رواج، خداؤں کی عبادت، مذہبی رہنماؤں کی تعظیم اور عبادت گاہوں کی تعمیر اور تزئین و آرائش کا انتظام کیا ہے۔ عبادت گاہوں اور خانقاہوں تک مذہب کی اجتماعی سرگرمی کے کئی مظاہر ہیں۔ انسان نے اپنے توہمات کی تسکین اور روح کی تشفی کے لیے کئی مذہبی ادارے تشکیل دیئے ہیں۔ مندر، کلیسا اور خانقاہوں کا وجود اس کی دلیل ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کو متعارف کرایا تو انسانوں کو یہ بتایا کہ پوری انسانی زندگی اور اس کی سرگرمیاں مذہبی علامت رکھتی ہیں لیکن مذہب کے تعمیری وتربیتی پروگرام کے لیے ایک مرکز کی حیثیت بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ قرآن وسنت نے اس مرکز کو مسجد کا نام دیا ہے جس میں محراب ومنبر اور مصلّٰی بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے ہاں مسجد اور محراب ومنبر اور مصلّٰی کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ مکی زندگی میں مسلمان مسجد حرام سے وابستگی رکھتے تھے لیکن کفار کی شدت کی وجہ سے وہ مسجد میں نماز ادا نہیں کرسکتے تھے اس لیے نماز کے واسطے انہوں نے مختلف جگہیں بنائی تھیں۔ نماز کو اسلام میں چونکہ بنیادی حیثیت حاصل ہے لہٰذا اس کے واسطے مسجد کا ہونا ضروری بات ہے۔ اگرچہ حضور پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ''میرے لیے زمین مسجد اور طاہر بنائی گئی۔'' لیکن نظم اجتماعی کے لیے ایک مرکز کا ہونا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو سب سے پہلا کام تعمیر مسجد ہی کا کیا۔ مسجد بننے سے پہلے آپ کی نماز کے بارے میں مختلف روایات ہیں: ایک یہ کہ جہاں نماز کا وقت آتا وہیں ادا فرماتے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ ابوایوب انصاریؓ کے گھر میں نماز ادا فرماتے تھے۔ اسی طرح آپ ابوامامہؓ کے گھر نماز پڑھتے جہاں انہوں نے چھوٹی سی مسجد بنا رکھی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی کی تعمیر سے پہلے آپ مسجد قبا میں نماز پڑھتے اور غالباً یہ عہد اسلامی کی پہلی مسجد ہے۔ اور اس مسجد کی بنیاد پہلے دن سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی۔ اس کے بعد مسجد نبویؐ کے لیے جگہ خریدی گئی اور آپ اپنے رفقاء سمیت اس کی تعمیر میں مصروف ہوگئے۔ حضور اکرم ﷺ کے اس طرزِ عمل کے نتیجے میں امت مسلمہ کے ہاں مسجد کو بڑی

یعنی اسے معاشرتی مقام حاصل ہو۔ امام کے علاوہ مؤذن اور خدام وغیرہ بھی مساجد کے نظم کا لازمی جز ہیں۔

دورِ حاضر میں انتظام مساجد کئی مراحل سے گذرا ہے۔ گزشتہ تین صدیاں مسلمانوں کے سیاسی وعسکری زوال اور استعماری طاقتوں کے غلبے کی صدیاں ہیں۔ ان ادوار میں مسجدیں ریاستی سرپرستی سے محروم ہوگئیں۔ مسلم اوقاف ضبط کرلیے گئے اور بیشتر آباد رکھنے میں کامیاب رہے۔ مسجدیں مسلمانوں کی انفرادی توجہ کی محتاج ہوگئیں۔ محلے کی مسجدوں کی دیکھ بھال اہل محلّہ کرتے رہے اور بڑی مسجدوں کے لیے کمیٹیاں اور انجمنیں تشکیل پاتی رہیں۔ رضاکارانہ مدد کے تحت یہ مسجدیں چلتی رہیں۔ برصغیر میں سب انتظام انہی خطوط پر چلتا رہا۔ نئی مسجدیں بھی تعمیر ہوتی رہیں اور پرانی مسجدوں کی دیکھ بھال بھی ہوتی رہی۔

چونکہ جدید مسلم ریاستیں قومی ریاستیں ہیں، منتظمین اور حکمران اکثر و بیشتر سیکولر ہیں اس لیے مسجدوں کی خدمات بھی اسی طرح کی نہیں ہیں جو مسلمانوں کے غالب سیاسی نظام میں تھیں۔ محراب ومنبر کی آزادی حکمرانوں کو ہمیشہ کھلتی رہی ہے اور خطباء وآئمہ مساجد پر حکمرانوں کی طرف سے ہمیشہ ایک طرح کی نگرانی رہی ہے۔ قومی ریاستوں کے حکمران مسجد کے ادارہ کو اپنے لیے خطرہ سمجھتے ہیں اس لئے ان مساجد کو اوقاف کے کنٹرول میں دے دیا گیا۔ خطباء کو ہدایات دی گئیں کہ وہ حکومتی پالیسیوں کی تشہیر کریں۔ حریت پسند خطباء نے ان ہدایات کو ناپسند کیا اور حتی الامکان محراب ومنبر کی آزادی کو برقرار رکھنے کی کوشش کی۔ اس دور میں حکومت کی طرف سے خاندانی منصوبہ بندی کی حمایت میں تقریریں کرنے کی ہدایات آئیں تو لاہور کے بعض خطباء نے اسے قبول کرنے سے انکار کیا۔

برصغیر پاک وہند کے علماء کی روایت حریت اور آزادیٔ فکر کی روایت ہے لہٰذا ابھی تک مسجدوں اور محراب ومنبر کے اتنے مثبت اثرات مرتب نہیں ہوئے جتنے ہونا چاہئیں۔ اب انتہا پسندی کے الزام کی آڑ میں بین الاقوامی لادینی قوتوں کے دباؤ سے اربابِ اختیار بعض اقدامات کی منصوبہ بندی کررہے ہیں لیکن امید

مسجد داتا دربار، سنہری مسجد وغیرہ وہ مقامات ہیں جہاں کسی دور میں سیّد ابوالحسنات قادری، مولانا محمد عمر اچھروی، مفتی محمد حسین نعیمی، مولانا محمد بخش مسلم اور مولانا سیّد عبدالقادر آزاد جیسی نامور شخصیات اور خطباء رونق افروز منبر ہوتے۔ ایک طرف دینی مدارس میں اضافہ اور علماء تیزی سے فارغ التحصیل ہورہے ہیں جبکہ دوسری طرف علمی رعب اور خطیبانہ شان مفقود ہوتی جارہی ہے۔ ایک اور المیہ جس کا اس وقت محراب ومنبر اور مصلّٰی کو سامنا ہے وہ جعلی اسناد کا ہے۔ حکومت نے دینی اداروں کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے اُن کی درسِ نظامی کی اسناد کو ایم اے کے برابر تسلیم کرلیا ہے۔ ان میں وفاق المدارس العربیہ، تنظیم المدارس اہلسنّت، وفاق المدارس السّلفیہ، رابطۃ المدارس، وفاق المدارس الشیعہ کو ڈگری عطا کرنے کا درجہ دیا ہے۔ لیکن ان اداروں کو اپنی اسناد کے عظمت اور تقدس کو محفوظ بنانے کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

آئمہ وخطباء کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ انہیں یہ تمام ذمہ داریاں ادا کرنے کیلئے خود کس اعلیٰ مقام پر ہونا چاہئے اور ان کا اپنا کیا معیار ہونا چاہئے؟ اس سلسلے میں علماء، آئمہ کرام اور خطباء کی رائے ملاحظہ فرمائیں:

مولانا حافظ فضل الرحیم اشرفی نے کہا کہ آئمہ و خطباء یکجان دوقالب ہوکر بیٹھ جائیں اس سے بڑی کوئی طاقت نہ ہوگی۔ اس ملک پاکستان میں لاکھوں علماء اور آئمہ محراب ومنبر میں کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ کے احکامات سنارہے ہیں۔ کلمہ طیبہ اور عقائد کی درستگی ان کا نقطہ نظر ہے۔ یہ ''جہاد باللسان'' کرتے ہوئے معاشرے میں اٹھنے والی ہر برائی کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں۔ آج اس گئے گزرے دور میں بھی جہاں طرح طرح کے فتنے سر اٹھا رہے ہیں اس سب کے باوجود آج کراچی سے لے کر پشاور تک اور پورے ملک میں آئمہ اور خطیب کی بڑی قدر کی جاتی ہے۔ کئی مرتبہ اس بات کا مشاہدہ کیا ہے کہ پہاڑ کی چوٹی پر مسجد کا امام وخطیب جب نماز سے فارغ ہوتا ہے تو ایک شخص امام صاحب کے کان میں ایسی بات کرتا ہے جو شاید کسی سے بھی نہ کرسکے، گھر کے معاملات، بیوی بچوں کے معاملات امام صاحب سے بیان کرتا ہے اور اس کا شرعی حل معلوم کرکے سکون محسوس

قرآن مجید کی تلاوت، تعلیم اور تقویٰ بنیادی شرط ہے: مولانا فضل الرحیم

امام نیک اور پرہیزگار ہو تو جعلی اسناد کی ضرورت نہیں رہتی: علامہ محمد حسین اکبر

براہ راست رابطہ بھی ہوتا کہ وہ اپنے مسائل بیان کرسکے۔ بہترین امام وخطیب نماز اور درس قرآن کے ساتھ رفاہی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہوئے لوگوں کی حاجات وضروریات کا بھی خیال کرے''۔

علامہ محمد حسین اکبر کہتے ہیں کہ ''ہمارے اکثر بزرگ فرماتے ہیں کہ سند کاغذ کا ایک ٹکڑا ہے۔ اپنے علم سے ثابت کرو کہ آپ عالم ہیں اور اپنے تقویٰ سے ثابت کرو کہ آپ متقی ہیں۔ امام جماعت اور امام جمعہ کی الگ الگ ذمہ داریاں ہیں۔ امام جماعت کو عادل ہونا چاہئے۔ عادل سے مراد یہ ہے کہ وہ حرام کاموں سے بچتا ہو، واجبات اور فرائض کا پابند ہو، مکروہات سے اجتناب کرے اور مستحبات اور سنن پر حتی المقدور عمل کرنے کی کوشش کرے۔ اسی طرح اسے نماز کے تمام امور پر دسترس ہو۔ امام جمعہ کی شرائط یہ ہیں کہ وہ حالاتِ حاضرہ پر مکمل دسترس رکھتا ہو، قرآن وسنت کی روشنی میں شرکاء کی تربیت کرے، ہر قسم کے معاملات کا جواب دے اور ان کا حل پیش کرے۔ معاشرتی مسائل کو جانتا ہو اور جب یہ تمام چیزیں امام میں آجائیں گی تو جعلی اسناد کے سہارے کی ضرورت ہی نہیں رہتی اور نہ ہی وہ کسی حرکت کا ارتکاب کرے گا۔ نمازِ جماعت اور نمازِ جمعہ کی اجرت لینا بھی حرام ہے البتہ خطیب مسجد اور امام مسجد کی اجرت دوسرے حوالے سے جائز ہے کہ وہ قرآن پڑھاتا ہے، خدمت کرتا ہے وغیرہ۔ مسجد کو اسلام کا مرکز ٹھہرایا گیا جہاں پر رجوع کرنے والا تمام ترنجی و ذاتی مسائل کا حل ڈھونڈتا ہے لہٰذا باقاعدہ اداروں کی طرف سے سخت قوانین اور پابندیاں تھیں مگر اب اس میں کمی واقع ہوگئی ہے۔ تعلیم کا مقصد ڈگری لینا بن گیا اس کے اثرات دینی مدارس اور مساجد تک پہنچ گئے۔ اس وقت وفاق المدارس کا نظام منظم ہوچکا ہے ان کو توجہ دینے کی ضرورت ہے''۔

علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری نے کہا کہ ''درس نظامی کے کورسز خاصے طویل دورانیے کے ہیں۔ کسی محقق اور تدریس کی صلاحیت کے لئے یقیناً ٹھیک ہے مگر خطیب کے لئے اتنے طویل کورسز نہیں ہونے چاہئیں۔ ان کو بنیادی مسائل سے آگاہی ہونی چاہئے کیونکہ انہوں نے عربی زبان میں خطاب نہیں کرنا ہوتا، ان پر یہ پابندیاں بلاوجہ ہیں جس پر پورا اترنا مشکل ہے اور پھر ان شرائط پر پورا اترنے کے لئے چور راستے ڈھونڈے جاتے ہیں۔ لہٰذا میرے خیال میں آئمہ وخطباء کے لئے ایک کورس مخصوص کرلیا جائے اس کو کوالیفائی کرنے والے کو ہی

سپریم کورٹ کا حالیہ فیصلہ اور جماعت اسلامی

قاضی حسین احمد

☆☆☆

qhahmad@gmail.com

الحمد للہ جماعت اسلامی کا دامن صاف ہے اس کے لیڈروں کے بارے میں تو یہ بھی ہر خاص و عام کو معلوم ہے کہ جب اسمبلیوں کے ممبران میں اسلام آباد کے پلاٹ اور گاڑیوں کے پرمٹ تقسیم ہو رہے تھے تو صرف جماعت اسلامی کے ممبران نے اپنا دامن صاف رکھا ہے۔ میں نے جب سینٹ کے ممبر کے طور پر پلاٹ وصول کرنے والوں کے ناموں کی فہرست طلب کی تو کئی بزرگ اور پارسا لوگوں کے بارے میں معلوم ہوا کہ انہوں نے بھی پلاٹ حاصل کر کے بیچے ہیں اور کروڑوں روپے کمائے ہیں۔ صرف جماعت اسلامی کے ممبران نے ہر دور میں اپنا دامن ہر آلودگی سے بچایا ہے۔

e.jang.com.pk/10-30-2012/lahore/pic.asp?picname=08_04.gif

کیا ہم پوری دنیا کیلئے قابل قبول ہیں؟

اسد مفتی۔ ایمسٹرڈیم

برطانیہ میں بیشتر علماء مذہب کا تعلق پاکستان سے ہے۔ ایک رپورٹ میں اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ برطانیہ میں پیدا ہونے والے مذہبی رہنماؤں کی تعداد آٹھ فی صد ہے جن میں سے بیشتر کا تعلق کشور حسین شاد باد سے ہے۔ چیسٹر یونیورسٹی نے اپنے ایک حالیہ سروے میں برطانیہ میں موجود 300 مساجد کے ایک جائزے کے بعد اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ انگریزی زبان میں خطبہ دینے والے آئمہ کی تعداد صرف چھ فیصد ہے جبکہ 55 فیصد خطبہ اردو میں دیتے ہیں جن میں سے 75 فیصد کی مادری زبان اردو ہے۔ سروے میں اس بات کا بھی انکشاف کیا گیا ہے کہ برطانیہ میں آنے والے 50 فیصد آئمہ مساجد کا تعلق پاکستان سے 15 فیصد کا تعلق بھارت سے اور 20 فیصد کا تعلق بنگلہ دیش سے ہے۔ رپورٹ کے مطابق 45 فیصد آئمہ ایسے ہیں جن کا عرصہ قیام پانچ برس سے بھی کم ہے۔ رپورٹ کے مصنف پروفیسر ران گیویز نے کہا ہے کہ اس سروے سے ایسے مسلمانوں کا نقشہ سامنے آیا ہے جو انتہائی قدامت پسند اور دقیانوسی خیالات کے حامل ہیں جو صرف اپنی مادری زبان اردو بولتے ہیں اور وہ روایتی طرز تعلیم و تربیت پر عمل پیرا ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جس نظام تعلیم سے ان کا تعلق ہے وہ قرون وسطیٰ سے تبدیل نہیں ہوا۔ ادھر ہالینڈ کے ایک اخبار نے رائٹر کے حوالے سے خبر دی ہے کہ جرمنی کے شہر بوشوم میں پولیس نے دو ایسی مساجد میں لوگوں کی (نمازیوں کی) تلاشی لی ہے جن کے بارے میں ان کو شبہ ہے کہ وہاں اسلامی دہشت پسندوں کو پناہ دی جاتی ہے۔ پولیس ترجمان نے بتایا کہ دو مساجد کے باہر 400 افراد کو چیک کیا گیا۔ یہ کارروائی مساجد پر ''چھاپے'' کے زمرے میں نہیں آتی۔ ترجمان نے بتایا کہ نمازی پولیس سے تعاون کر رہے ہیں اور ابھی تک کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔ رائٹر ہی کی ایک دوسری رپورٹ کے مطابق اخبار نے سوئٹزرلینڈ کے شہر زیورخ سے خبر دی ہے کہ اسلامی انتہاپسند یورپی ملکوں کے پیچیدہ قانونی نظام اور اسٹریٹیجک لوکیشن کی وجہ سے سوئٹزرلینڈ کی مساجد کو ''بیس'' کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ فیڈرل پولیس آفس سوئٹزرلینڈ کی رپورٹ میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ سوئٹزرلینڈ کو اسلامی دہشت پسند، دہشت گردی کے سلسلے میں پروپیگنڈے اور لاجسٹک کو استعمال کر رہے ہیں۔ یورپی یونین کے ممالک میں مختلف جرائم میں قید کاٹنے والے یا مقدمات کا سامنا کرنے والے شدت پسند اپنے قیام کیلئے متبادل جگہ کے طور پر سوئٹزرلینڈ کو منتخب کر رہے ہیں جس کی بنا پر اس ملک میں نسلی، معاشرتی اور مذہبی کشیدگی میں اضافہ ہو رہا ہے، خصوصاً مسلمانوں کے حوالے سے کہ ان کی نقل مکانی بڑھ رہی ہے اور وہ مقامی آبادی میں گھل مل نہیں پائے۔ ادھر میرے ہمسائے بلجیم کی حکومت نے ملک کی تاریخ میں پہلی بار سرکاری طور پر یہ تسلیم کیا ہے کہ مساجد عبادات کی جگہ ہے۔ اس اعتراف کے ساتھ ہی حکومت نے مساجد کو وہ قانونی حیثیت دے دی ہے جو دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں کو حاصل ہے۔ بلجیم مسلم کونسل نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ صوبے فرانکفونی کی حکومت نے اس صوبے کے چار اضلاع کی 43 مساجد کی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے اسے قانونی حیثیت دے دی ہے۔ اس طرح ان مساجد کو احترام اور قانونی حقوق حاصل ہوں گے جس کی ضمانت ملکی قانون اور تسلیم شدہ مذاہب کے بارے میں آئین میں دی گئی ہے۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے والی ہے کہ بلجیم نے اسلام کو ملک کا مسلمہ مذہب 1974ء میں ہی تسلیم کر لیا تھا مگر مساجد قانونی تحفظ سے محروم تھیں مگر اب اس کی کمی کو بھی پورا کر دیا گیا ہے۔

اب لگے ہاتھوں فرانس کا بھی ذکر ہو جائے۔ ہالان دے کی حکومت نے فرانس میں مساجد کے اماموں کی تربیت یا ٹریننگ کیلئے ایک منصوبہ تیار کیا ہے۔ دراصل منصوبہ تو پہلے سے ہی موجود تھا تاہم اب اس میں پیش رفت ہوئی ہے جس کے تحت ایسے امام پیدا کیے جائیں گے جو اعتدال پسند، روادار اور لبرل اسلام کا پرچار کریں گے، جس کے نتیجے میں نہ تو نمازیوں کی تلاشی لینے کی ضرورت پڑے گی اور نہ اردو میں خطبات دینے کی ضرورت پیش آئے گی، نہ ہی مساجد میں چھاپے مارے جائیں گے اور نہ ہی پولیس کے جوتوں اور کتوں سمیت خانۂ خدا میں داخل ہونے کی نوبت آئے گی۔ حکومت فرانس مسلمانوں کو حقوق انسانی اور فرانس کے ضابطۂ قانون و اخلاق کا احترام کرنا سکھائے گی۔ اس کا سبق لیتے ہوئے نہ کوئی پیش امام خواتین کی سنگ ساری کی حمایت کرے گا اور نہ خاوندوں کو بیویوں پر تشدد کے حق میں فتویٰ دے گا۔ حکومتی ترجمان کا کہنا ہے کہ حکومت ان غیر ملکیوں کو فوری ملک بدر کرے گی جو تشدد، منافرت، نسل پرستی، دہشت گردی، انتہاپسندی اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوں گے۔ اس بات کا درس دیں گے یا ان غیر انسانی کاموں کی وکالت کریں گے۔ یہاں پھر یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ کچھ عرصہ قبل کیون کی مسجد کے امام عبدالقادر بوزین نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ قرآن خاوندوں کو اپنی بیویوں کو پیٹنے کی اجازت دیتا ہے۔ اس انٹرویو کے شائع ہونے پر حکومت فرانس نے عبدالقادر کو ملک بدر کر دیا تھا۔ فرانس کی وزارت داخلہ کے مطابق اس وقت مسلمان کمیونٹی کی تعداد پانچ ملین سے زائد ہے اور اسی طرح اماموں کی تعداد ڈیڑھ ہزار سے زائد ہے، ان میں دس فیصد فرانس کے شہری ہیں جبکہ ان میں سے نصف سے بھی کم فرانسیسی روانی سے بول سکتے ہیں۔ ان کا معاشرتی و مذہبی طریقۂ کار اور ڈھانچہ فرانس کے سیکولر اور جمہوری قوانین سے متصادم ہے۔ سوال یہ ہے کہ مسلمان کہاں متصادم نہیں ہیں؟ میں بھی سوچتا ہوں، آپ بھی سوچئے۔

اہلحدیث کی دو جماعتوں کے ادغام کی کوششیں ناکام

لاہور (سٹاف رپورٹر) مسلک اہلحدیث سے تعلق رکھنے والی دو بڑی سیاسی جماعتوں مرکزی جمعیت اہلحدیث اور جمعیت اہلحدیث کے ادغام کی کوششیں نتیجہ خیز ثابت نہ ہو سکیں۔ دونوں جماعتوں کے بعض مخلصین نے انہیں یکجا کرنیکی کوشش کی لیکن اپنوں نے اس کوشش کو ناکام بنادیا، تفصیلات کے مطابق پاکستان میں مسلک اہل حدیث کی دو بڑی سیاسی جماعتیں مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان اور جمعیت اہلحدیث پاکستان کے نام سے ملکی سیاست میں مصروف عمل ہیں۔ اول الزکر جماعت کے سربراہ سینیٹر پروفیسر علامہ ساجد میر اور دوسری جماعت کے امیر علامہ ابتسام الٰہی ظہیر ہیں۔ دونوں جماعتیں اپنے اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے خود کو اہل حدیث مسلک کی نمائندہ جماعت قرار دیتی ہیں۔

.
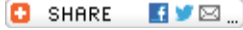
چشتیاں: دینی مدرسہ سے زنجیروں میں جکڑا لاہور کا لڑکا بازیاب

مدرسہ گرلز سکول کے احاطہ پر قبضہ کر کے بنایا گیا تھا' طالبات نے احمد کی چیخ و پکار سن لی

چچا مدرسے میں چھوڑ گیا تھا: احمد' طالبات نے سکول کے احاطہ میں مدرسہ کی دیواریں گرا دیں

چشتیاں (نمائندہ ایکسپریس) چشتیاں سے پانچ کلو میٹر دور چک 23 گجیانی کے گورنمنٹ گرلز مڈل سکول کے احاطہ پر قبضہ کر کے بنائے گئے دینی مدرسہ عربیہ زین العابدین کے ایک کمرہ میں دو ماہ سے آہنی زنجیروں سے بندھے ہوئے لاہور کے 13 سالہ محمد احمد کو گاؤں کے نمبردار و معززین نے برآمد کر کے پولیس کے حوالے کر دیا۔ گرلز سکول کی طالبات نے لڑکے کی چیخ و پکار سن کر گاؤں کے لوگوں کو بتا دیا مدرسہ کا انچارج قاری محمد ظفر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ محمد احمد نے بتایا کہ اس کا چچا مدرسہ چھوڑ گیا تھا لیکن قاری نے روزانہ تشدد جاری رکھا اور سرد موسم میں جسم پر ٹھنڈا پانی ڈالتا تھا اور مختلف طریقوں سے سزا دی جاتی تھی۔ اس موقع پر معززین نے مزید بتایا کہ قاری ظفر اور اس کا بھائی حافظ مظہر دونوں سماجی اور معاشرتی برائیوں میں بھی ملوث رہے ہیں۔ احمد کی بازیابی کے فوری بعد سکول کی طالبات نے سکول کے احاطہ میں قائم مدرسہ کی دیواروں کو گرا دیا صدر پولیس نے معززین اور احمد کے بیان پر کارروائی شروع کر دی ہے۔
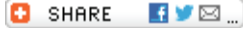
نفاذ اسلام کیلئے منظم اور بے لوث تحریک کی ضرورت ہے: علامہ خالد محمود

کنگن پور (نمائندہ ایکسپریس) ملک میں نفاذ اسلام کیلئے منظم اور بے لوث تحریک کی ضرورت ہے اور پاکستان میں نفاذ اسلام کیلئے آج تک جتنی تحریکیں چلیں ساری کی ساری ناکام ہوتی گئیں اور اسی وجہ سے پاکستان کی سرزمین میں شریعت محمدی نافذ نہ ہو سکیں۔ تحریکوں کے سربراہان نے ایک دوسرے پر تنقید کے علاوہ کچھ بھی نہیں کیا۔ ان خیالات کا اظہار حافظ علامہ خالد محمو صادق ناظم شعبہ نشر و اشاعت جامعہ تعلیم القرآن رحمانیہ (رجسٹرڈ) اور رکن جماعت اہل حدیث ضلع قصور نے پریس نمائندگان سے کیا۔ انہوں نے کہا کہ نوجوانوں کو خصوصاً نئی نسل کو لادینی جہالت، غیر شرعی رسم و رواج اور فضول خرچیوں سے ہٹاکر پیارے آقاؐ کے راستہ پر چلانے کی اشد ضرورت ہے اور آپس میں اتحاد وقت کی اہم ضرورت ہے۔

ہفتہ/ 27 جولائی 2013ء
روزنامہ امت کراچی/حیدرآباد

ڈاکٹر ضیاالدین خان
dr.ziauddinkhanpk@gmail.com

مداری

جیو چینل پر ایک مداری نے وختا ڈالا ہوا ہے۔ روز مذہب کی تجارت کر کے رمضان کو رسوا کرتا ہے۔ گھنٹوں ڈگڈگی بجاتا ہے۔ جھولی سے اناپ شناپ نکالتا ہے۔ اور ترسے ہوئے لوگوں پر پھینک دیتا ہے۔ پھر لوٹ مار کا تماشہ دیکھتا ہے۔ رمضان جیسے مبارک مہینے کو مسخروں۔ بھانڈوں۔ مداریوں۔ گویوں۔ اداکاروں اور کاسہ برداروں کے حوالے کر کے جیو ٹی وی نے اپنی خدمت کی ہو تو کی ہو۔ اسلام یا عوام کی کوئی خدمت نہیں کی۔ اس کی پیروی میں دیگر خربوزے بھی وہی رنگ پکڑ گئے۔ سارے چینل آنکھ بند کر کے مکھی پہ مکھی نگلے جا رہے ہیں۔ سولہ روزے ہونے کو آئے۔ مجال ہے جو ایک ڈھنگ کا عالم نظر آیا ہو۔ یا کوئی معقول پروگرام دیکھنے کو ملا ہو۔ مذہب کے نام پر روایت اور دین کے نام پر خرافات بانٹنے کا سلسلہ ہر جگہ جاری ہے۔ نہ ایمان۔ نہ عقیدہ۔ نہ کعبہ۔ نہ کلیسا۔ نہ امام۔ نہ مقتدی۔ نہ رمضان۔ نہ امان۔ سارے فُقرے۔ بھوکے ننگے۔ چھلل کارتوس۔ بڑے عمامے۔ کھوکھلے سر۔ چینلوں پر آنے کے شائق۔ رونمائی کی ہوس کے مارے ہوئے منافق۔ ستر برس میں سترہ برس کے دکھائی دینے کے شوقین۔ حلق سے قاف نکالنے اور حلق تک افطاری ٹھونسنے والے شکم پرور۔ دین کو مداری کی مرضی سے موڑنے توڑنے اور جوڑنے والے کاریگر۔ پیسے لے کر فتوے دینے والے چھابڑی بردار۔ سب چینلوں پر جمع ہیں۔ جبکہ اصل علما مساجد اور مدارس میں عبادت اور تدریس میں مصروف ہیں۔ چینلوں پر ڈسکو مولویوں کا شوقین بریگیڈ اپنا اور دین کا مذاق اڑواتا ہے۔ کسی بت کافر کے پہلو میں بیٹھ کر حریص نگاہوں سے اسے تکتے ہوئے اوٹ پٹانگ سوالات کے اوندھے سیدھے جواب دیتا ہے۔ دل کہیں۔ دماغ کہیں۔ نگاہیں کہیں۔ اشارے کہیں۔ عوام انہیں دیکھتے ہیں۔ مذاق اڑاتے ہیں۔ استہزا کرتے ہیں۔ اینکر اور دیگر شرکا چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں۔ اور مولوی ہیں کہ کھیسیں نکال نکال کر خوش ہوتے ہیں۔ حلیے۔ لہجے اور بودے بوسیدہ احمقانہ دلائل سن کر لوگ بیزار ہوتے ہیں۔ لیکن یہ مداری کی ڈور سے بندھے زبان کے اشارے پر حرکت کرتے رہتے ہیں۔ لوگ ایسے ہی تو دین سے بیزار نہیں ہوتے۔ اس میں بہت کچھ ان چینلوں اور ہوس کے مارے مولویوں کا بھی فتور ہے۔ چینل مالکان سے پوچھیں تو جھٹ ریٹنگ کا گھونگھٹ کاڑھ لیتے ہیں۔ کیا کریں جی۔ عوام کو یہی پسند ہے۔ ارے بھئی آپ خود کو رائے عامہ بدلنے والا عامل قرار دیتے ہیں۔ خلق خدا کی رائے اور ذہن بدلنے کے لیے ہر کس و ناکس کے ایجنڈے پر چلتے ہیں۔ آپ کس مرض کی دوا ہیں؟ پسند کو بدلیں۔ عوام کو زیادہ دلچسپ۔ بہتر اور معیاری پروگرام دیں۔ کچھ تخلیقی اپج کو بیدار کریں۔ آخر دنیا بھر میں عیسائیت کے ماننے والے کیسے کیسے دلچسپ پروگرام بناتے ہیں۔ کس کس بہانے اپنا مذہب بیچ میں لاتے ہیں۔ چلو ان سے نہ سیکھو ہندو سے سیکھ لو۔ سالا ڈرامے میں بھی دیوی دیوتا کا تڑکا لگا دیتا ہے۔ ساس بہو کے جھگڑے میں بھی مندر لے آتا ہے۔ عاشقی معشوقی میں بھی بھجن ڈال دیتا ہے۔ پھر بھی ریٹنگ ضروری ہے تو رنڈی کا ناچ سب سے زیادہ ریٹنگ دے گا۔ پھر وہ دکھاؤ۔ اس میں شرم کیوں؟ غیرت اور حیا کو بیچنا ہے تو پورا بیچو۔ پردے کی آڑ میں دکان کھول کر دھوتی سے پنکھا کیوں جھلتے ہو؟ اور یہ ریٹنگ بھی ایک ڈھکوسلا ہے۔ اشتہاری کمپنیوں کا پھیلایا ہوا جال۔ جنہیں یہ عقل نہیں کہ اگر کوئی شو غیر مستند اور گھٹیا ہو تو اس کے ساتھ چلنے والے اشتہارات بھی گھٹیا قرار پاتے ہیں۔ وہ شو کے بوجھ تلے ڈوب جاتے ہیں۔ اس کے کردہ ناکردہ گناہوں کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی شو کا حصہ سمجھے جاتے ہیں۔ پھر دیکھنے والے شو کے ساتھ اشتہارات بھی مسترد کر دیتے ہیں۔ ربیکا بلیک امریکہ کی ایک ٹین ایج لڑکی ہے۔ نام بلیک ہے مگر ہے گوری۔ 14 مارچ سے 16 جون 2011ء

تک اس کا گایا ہوا گانا ''فرائیڈے'' 167 ملین لوگوں نے یوٹیوب پر دیکھا۔ لیکن یہ گانا اس سال کے بدترین گانوں میں شمار ہوا۔ زیادہ لوگوں کے دیکھنے کا مطلب یہ نہیں کہ گانا اچھا تھا۔ آج بھی نوجوان لوگ کسی گانے کا مذاق اڑائیں تو فرائیڈے کا حوالہ دیتے ہیں۔ اسی طرح ون ڈائریکشن بینڈ برطانیہ کا معروف بینڈ گروپ ہے۔ جس میں وہیں پیدا ہونے والا ایک پاکستانی زنجاز بن بھی شامل ہے۔ یہ بینڈ ٹین ایج لڑکیوں میں مقبول ہوا۔ پھر کئی ملین لوگوں نے اس کے گانے سنے۔ لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ بینڈ برطانیہ کے بدترین بینڈز میں شمار ہوتا ہے۔ اس طرح فلموں کا معاملہ ہے۔ پرانی فلموں میں بن حر۔ گریٹ اسکیپ۔ برج آف ریور کوائی۔ ڈرٹی ڈزن۔ میکناز گولڈ۔ دی گڈ وی بیڈ دی ارلی۔ تھری ہنڈریڈ۔ ٹیکن۔ کلیش آف دی ٹائٹن اور ٹرمینیٹر جیسی عظیم فلمیں آمدنی کے لحاظ سے بلین ڈالر کلب میں شامل نہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ معیار میں ایونجرز۔ اواتار۔ بیٹ مین۔ ٹائیٹینک اور ڈارک نائٹ رائیڈر جیسی فلموں سے کم ہیں۔ پیسہ سب کچھ نہیں ہوتا میرے بھائی۔ اس کے لیے اللہ نے آپ کو سال کے گیارہ مہینے دے رکھے ہیں۔ یہ ایک مہینہ اپنی اور قوم کی عاقبت سدھارنے کے لیے وقف کریں۔ اس ماہ دو چار دمڑی کم بھی کمالیں گے تو آپ کے خزانوں میں کمی نہیں آئے گی۔ لیکن جوکروں کے ہاتھ دین کو رسوا مت کریں۔ کمانے کے لیے آپ کے پاس درجنوں موضوعات ہیں۔ دین کو مت بیچیں۔ رمضان کو عبادت۔ مغفرت اور رحمت کے لیے رہنے دیں۔ اس کا سودا مت کریں۔ قبر میں جوکر کام آئے گا نہ اس کے بلائے بیہودہ مہمان۔ اپنا چورن بیچنے کے اور بھی طریقے ہیں

حضور۔ کوئی اور ڈھنگ کا کام کرلیں۔ بولنے کی لذت میں مبتلا اس مداری کو دین کا ٹھیکیدار مت بنائیں۔ یہ شخص سب کچھ رکھتا ہے سوائے دینی فہم اور عقل سلیم کے۔ مذہب کی غلط سلط تعبیر کرکے کبھی فلم کا تڑکا لگاتا ہے کبھی بے سرے گلوکار کا۔ بار بار لانڈھی۔ کورنگی اور ملیر سے بلوائی گئی ترسی ہوئی مخلوق پر پیکٹ اچھالتا ہے۔ جیسے کوئی نو دولتیا نو چندی کی رات پلاسٹک کی تھیلی میں بریانی کے پیکٹ اچھالے اور خود کو مضافات کے دیوتا سے کم نہ سمجھے۔ احمق مولوی اس کی باتوں پر ربڑ کے بوے کی طرح گردن ہلاتے ہیں۔ آپ نے کسی کار میں پیچھے کے شیشے کے ساتھ دھرا ہوا دیکھا ہے؟ کار چلتی ہے تو کیسے گردن ہلاتا ہے؟ بس یہی حال ان موویوں کا ہے۔ باقی رہے تماش بین تو ایک سوٹ کے لیے دھینگا مشتی۔ ایک سائیکل کے لیے کپڑے پھاڑنے پر اتارو مجمع عقل انسانی تو کیا عقل حیوانی سے بھی محروم لگتا ہے۔ یہ مداری مزے لے لے کر سب دیکھتا ہے۔ دنیا کو دکھاتا ہے۔ پھر چھانٹ چھانٹ کر اچھے تحفے جوان خواتین کو بانٹتا ہے۔ یار یہ سب کرو۔ مگر رمضان میں تو نہ کرو اور رمضان کے نام پر نہ کرو۔ کسی گلی محلے۔ چوک چوراہے میں اپنا منجن بیچو۔ آپ دنیا کو کیا بتانا چاہتے ہو؟ کہ پاکستانی ایسے ہیں؟ سموسے کے پیکٹ پر جانوروں کی طرح ٹوٹتے ہیں؟ رمضان کا احترام اس طرح پامال کرتے ہیں؟ سب جانتے ہیں کہ چینلوں کی بنائی مذہبی دنیا اور حقیقی دین کی دنیا میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ معاشرے میں تقسیم بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ یہ تقسیم انتہا کو پہنچ جائے تو تصادم جنم لیتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جو چینل دین کی جو غلط سلط تعبیریں کرتے ہیں۔ یا ناقص کم فہم اور معاشرے کا کچرا جمع کرکے انہیں دین کا ماہر دکھاتے ہیں۔ انہوں نے بھی مذہبی کشیدگی بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ لیکن یاد رہے اسلام کوئی یتیم یسیر مذہب نہیں کہ جس کا جو چاہے کرلے۔ کعبہ کو صنم خانے سے بھی پاسبان مل جاتے ہیں۔ اسلام کا حلیہ بگاڑنے والے چینلوں کو اس دن کا خوف کرنا چاہئے جب خلق خدا ان کے احتساب پر اتر آئے۔ اور انہیں کٹہرے میں کھڑا کرکے فرد جرم عائد کردے۔ کیا وہ لوگوں کو اس راستے پر لانا چاہتے ہیں۔ جس پر چل کر متحدہ نے ان سب کے منہ میں لگام دے رکھی ہے؟ عجیب بات ہے کہ جس ملک میں پولیس سے پہلے پیزا آتا ہو۔ وہاں پرائیویٹ اسکول کے لیے فیس نہیں۔ سرکاری اسکول میں تعلیم نہیں۔ اور استادوں میں شفقت نہیں۔ غریب کا بچہ جائے تو کہاں جائے؟ بھیڑیں چرائے؟ جہاں ایک ٹی وی شو پر کروڑوں خرچ ہوتے ہوں۔ وہاں ریلوے کے لیے ڈیزل نہیں۔ تنخواہ کے لیے پیسے نہیں۔ انجن کے لیے پرزے نہیں۔ غریب کا بچہ سفر کرے تو کیسے کرے؟ اونٹ پر؟ جس ملک کا صدر دنیا کے امیر ترین لوگوں میں شامل ہونے کے لیے ہر جائز ناجائز جتن کرتا ہو۔ وہاں تیس فیصد آبادی کی آمدنی دو ڈالر روز سے بھی کم ہے۔ غریب آدمی کیا کھائے؟ گھاس؟ اس ملک میں انقلاب اغوا ہوگیا۔ جمہوریت بانجھ ہوگئی۔ مذہب شاپنگ مال اور ٹی وی چینلوں پہ بکنے لگا۔ اٹھائی گیر لیڈر بن گئے۔ مداری ٹی وی پہ چھا گئے۔ غنڈے پولیس میں بھرتی ہوگئے۔ چور چوکیدار کہلانے لگے۔ اور ریاست انسان بیچنے لگی۔ دور غلاماں سے دور غلاماں تک ہم نے کوئی سفر نہیں کیا۔ بھوکے۔ ننگے۔ فکر کے بوجھ تلے۔ ذلتوں کے مارے لوگوں کو ایسے چکا چوند ٹی وی شوز سے بہلانے کی روایت نئی نہیں۔ قدیم روم میں بھی یہی کچھ ہوتا تھا۔ انسانوں اور جانوروں کی کشتی۔ غلاموں کی جنگیں۔ بہتا خون۔ ہتھیاروں کی جھنکار۔ کراہوں سے لبریز فضا۔ لوگ سارے غم بھول جاتے اور نعرے لگاتے گھر جاتے۔ پھر خالی پیٹ سو جاتے۔ تب سے اب تک کچھ نہیں بولا۔ نیت بھی وہی۔ منزل بھی وہی۔ سوچ بھی وہی اور عمل بھی وہی۔ بس ایک طریقہ بدل گیا ہے۔ اکھاڑے کی جگہ مداریوں۔ زنانوں۔ ہیجڑوں۔ طوائفوں۔ بازاری جملوں۔ اور نسوانیت سے بھرے مٹکتے لڑکوں نے لے لی ہے۔ جو چمکتی اسکرین پر ہم چو ما دیگرے نیست کی تفسیر بنے پھرتے ہیں۔ اول جلول حلئے میں اول فول بکتے ہیں۔ اور سارے سامع سنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی صورت میں آزمائش کا ایک نیا در کھول دیا ہے۔ افسوس کہ رمضان کو اس بار بھی امان نہ ملی۔ ہر سال کی طرح یہ سال بھی رمضان کے لیے امتحان ثابت ہوا۔ اب رحمتوں کا مہینہ منہ چھپائے پھرتا ہے۔ مغفرت کے دروازوں کے انتظار میں چوپٹ کھلے رہتے ہیں۔ اور ایمان والے ٹی وی کے آگے بیٹھے حسرت بھری نگاہوں سے ستارہ کی لان کے پیکٹ اچھلتے دیکھتے ہیں۔ جوسر اور گرائنڈر پر نظریں گاڑے رہتے ہیں۔ نار جہنم سے نجات کا عشرہ ٹی وی شوز کے پاسز کی تلاش میں گزرے گا۔ لچوں

بوڑھے بلوچ کا مسئلہ حل کریں ....!!

بڈھا بلوچ میرے بزرگوں میں سے ہے۔ سوسال کی عمر پوری کر چکا ہے۔ پہلی جنگ عظیم میں فوج میں بھرتی ہوا تھا۔ دونوں عظیم جنگوں میں حصہ لیا۔ بعد میں پولیس میں چلا گیا۔ جدوجہد پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ قائداعظم کا پرجوش حامی رہا۔ وہ اس جلسے میں ڈیوٹی پر تھا جس میں شہید ملت لیاقت علی خان کو گولی ماری گئی تھی۔ اب بھی ماشاءاللہ بہت صحتمند ہے۔ دس کلومیٹر روزانہ پیدل چلتا ہے۔ بہت ہی جذباتی قسم کا پاکستانی ہے۔ چند روز پہلے میرے پاس آیا تو بہت گھبرایا ہوا تھا۔ بیٹھتے ہی پانی مانگا اور جگ پانی کا خالی کر دیا۔ پھر چائے کی فرمائش کی تو دو گھونٹ میں کپ خالی کر دیا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ آج کوئی بات بہت سنجیدہ ہے کیونکہ عام حالات میں سردار صاحب کا رویہ ایسے نہیں ہوتا' لیکن جب وہ کسی سنجیدہ مسئلے سے دوچار ہوتا ہے تو میں ان میں کافی تبدیلیاں محسوس کرتا ہوں۔ وہ اسلام اور پاکستان کے متعلق بہت حساس ہے اس لئے یہ خوف بھی رہتا ہے کہ خدانخواستہ کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکل جائے جوان کے حساس دل پر گراں گزرے اور پھر آداب بزرگی بھی تو ملحوظ خاطر رکھنے ضروری ہوتے ہیں۔

چائے پینے کے بعد بزرگ نے تھوڑا سا پرسکون محسوس کیا لیکن سنجیدگی ان کے چہرے سے عیاں تھی۔ میں نے روزمرہ کی خیریت دریافت کرنے کے بعد پریشانی کی وجہ پوچھی۔ بولے "پریشان تو میں واقعی ہوں کیونکہ جو کچھ میں کرنا چاہتا ہوں مجھے اس کا حل نظر نہیں آ رہا۔" اگر اس سلسلے میں میری خدمات مسئلہ حل کر سکتی ہیں تو حکم کریں' میں نے جواب دیا۔ تھوڑے توقف سے وہ پھر گویا ہوا "دراصل مسئلہ یہ ہے کہ میں بوڑھا بلکہ بہت ہی بوڑھا آدمی ہوں۔ کسی وقت بھی روانگی کا حکم مل سکتا ہے۔ میرے بیٹے کی عادات سے آپ واقف ہیں اچھی نہیں ہیں۔ میرا ایک چھوٹا سا پوتا ہے جو مجھے بہت پیارا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس کی پرورش میرے بیٹے کے ہاتھوں ہو ورنہ وہ بھی اس کی طرح پٹڑی سے اتر جائے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا پوتا ایک اچھا مسلمان بنے اور بعد میں کامیاب انسان بھی۔ بتایئے میں کیا کروں؟

میں نے بغیر سوچے سمجھے جواب دیا "یہ کون سا مسئلہ ہے؟ اسے کسی اچھے سے مدرسے میں ڈال دیں"۔ "مسئلہ ہے" بڈھے بلوچ نے زور دے کر کہا۔ "اصولاً تو اسی طرح ہونا چاہئے جیسے اگر کوئی شخص چاہے وہ مزدور ہی کیوں نہ ہو اولاد کو ڈاکٹر بنانا چاہتا ہے تو وہ انہیں میڈیکل کالج میں ڈالے گا۔ انجینئرنگ کا خواہشمند انجینئرنگ کالج میں لے جائے گا اور یقیناً وہ ڈاکٹر یا انجینئر بن جائیں گے لیکن اچھا مسلمان بنانے کیلئے مذہبی مدرسوں کا انتخاب اتنا آسان نہیں جس طرح میڈیکل کالج یا انجینئرنگ کالج کا۔" وہ کیسے میں نے بیتابی سے پوچھا؟ کہنے لگے "آپ کو پتہ ہے کہ میں نے انگریز دور میں پولیس میں بھی سروس کی اور میں اپنے دور کا ایک مشہور تفتیشی آفیسر بھی رہا ہوں' اس لئے میں نے مدرسوں کی کافی تفتیش کی ہے۔ وہاں ایک بچہ اچھا حافظ تو بن سکتا ہے' حدیث اور فقہ پر بھی عبور حاصل کر سکتا ہے لیکن جہاں تک اچھے مسلمان اور کامیاب انسان بننے کا تعلق ہے' اس کا مجھے یقین نہیں۔" وہ کس طرح؟ میں نے پھر پوچھا۔

سردار صاحب نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا "اس شہر میں چھوٹے بڑے مدرسوں کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ ہر گلی میں کئی کئی مدرسے موجود ہیں' لیکن اگر انہیں نزدیک سے دیکھا جائے تو دکھ ہوتا ہے بہت معذرت کے ساتھ مثلاً فلاں فلاں مدرسوں کو دیکھیں وہ اپنے طلبہ کو زنجیروں میں جکڑ کر رکھتے ہیں۔ علاقے کے سب لوگ جانتے ہیں۔ میں نے خود ان کے ٹخنوں پر زنجیروں کے نشانات دیکھے ہیں۔ فلاں مدرسے کے استاد صاحب پچھلے دنوں ناشائستہ حرکت کرتے ہوئے پکڑے گئے تھے۔ فلاں مدرسے کے مولوی صاحب کے ہاتھوں ایک بچی قتل ہو گئی جوان کے پاس قرآن پڑھنے آتی تھی اور اب وہ جیل میں ہیں۔ فلاں مدرسے کے مہتمم صاحب نے اب تیسری شادی ایک سولہ سالہ لڑکی سے کر لی ہے جبکہ خود چالیس سال سے اوپر ہیں۔ یہ صاحب اس لڑکی کو گھر پر ٹیوشن پڑھانے جاتے تھے۔ علاقے کے لوگوں نے اسے سزا کے طور پر مدرسے سے نکال دیا۔ فلاں مدرسے کے بچے گھر گھر جا کر کھانا مانگتے ہیں۔ ان بچوں کا گزارہ مخیّر حضرات کے عطیات اور علاقے کے لوگوں کی خیرات پر ہوتا ہے۔ مسلمانیت تو رہی اپنی جگہ بھلا ایسے بچوں میں عزت نفس کیسے پیدا ہو گی اور یہ وہ کیسز ہیں جو کافی عرصہ تک اخبارات کی زینت بنتے رہے ہیں۔ اسی طرح اور بھی بہت سے مدرسے ہیں جن کی شہرت اچھی نہیں۔ مجھے بہت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ کوئی اچھے مسلمان والا کردار نہیں ہے۔ ان مدرسوں سے تعلق رکھنے والے تمام حضرات ماشاءاللہ اسلامی علم کے علمبردار ہیں۔ میرے خیال میں تعلیم کا بنیادی مقصد اصلاح انسانیت ہے۔ یہ لوگ خود بھی تو مدرسوں ہی کی پیداوار ہیں۔ سمجھ نہیں آتی کہ آخر ان کی تعلیم انہیں

اسلامی تنظیم کے علمبردار ہیں۔ میرے خیال میں تنظیم کا بنیادی مقصد اصلاح انسانیت ہے۔ یہ لوگ خود بھی تو مدرسوں ہی کی پیداوار ہیں۔ سمجھ نہیں آتی کہ آخر ان کی تنظیم انہیں باکردار کیوں نہیں بناسکتی کیونکہ اچھے کردار کے بغیر مسلمان مسلمان ہی نہیں ہوسکتا۔ جس طرح ایک میڈیکل کالج ایک عام اور کھلنڈرے قسم کے لڑکے کو اپنی تربیت کے بل بوتے پرڈاکٹر بناتا ہے تو ہمارے مدرسے ایک لڑکے کو جسے وہ بچپن سے پڑھانا شروع کرتے ہیں' ایک اچھا مسلمان یعنی صاحب کردار کیوں نہیں بناسکتے۔ میری مراد ایماندار' فرقہ پرستی سے پاک' سچا' دیندار اور دنیادار انسان سے ہے۔ جو پیغمبر آخرالزمان کا صحیح پیروکار' شرعی زندگی کا نمونہ' خالد اور طارق کی صفات سے مزین ہو۔ صرف ظاہری شریعت سے تو اچھا مسلمان نہیں بن سکتا۔''

یہاں میں نے انہیں روک کر کہا کہ ''آپ نے اب تک تمام گفتگو عام چھوٹے چھوٹے' گلی محلے کے مدرسوں کے متعلق کی ہے۔ آپ بڑے بڑے مدرسوں کی بات کیوں نہیں کرتے جہاں طلبہ کی تعداد ہزاروں میں ہے اور بڑے بڑے مشہور مولانا حضرات علمی اور تربیتی فرائض سرانجام دیتے ہیں۔'' کہنے لگا ''وہاں بھی گیا تھا' سب سے پہلا سوال مجھ سے میرے فرقے کے متعلق پوچھا گیا جبکہ میں نے ہر جگہ ایک ہی جواب دیا کہ الحمدللہ مسلمان ہوں لیکن وہ اس جواب سے مطمئن نہ ہوتے تھے اور فرقہ پرستی کی تعلیم پر میں یقین نہیں رکھتا۔ مزید تفتیش سے مجھے یہ بھی پتہ چلا کہ بہت سے ادارے کہیں نہ کہیں سے خصوصاً غیر ممالک سے امدادی رقوم حاصل کرتے ہیں اور غیر ممالک یا کسی اور ذریعے سے رقوم حاصل کرنے والے اداروں کے کچھ نہ کچھ خفیہ مقاصد ضرور ہوتے ہیں۔

میں نے مہتمم صاحبان کی نجی زندگی میں بھی جھانکنے کی کوشش کی کیونکہ وہ طلبہ کیلئے مثالی حیثیت رکھتے ہیں تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ان میں سے بہت سے حضرات بہت آرام دہ بنگلوں میں رہتے ہیں۔ نوکروں کی ٹیم ہمہ وقت خدمت کیلئے موجود رہتی ہے۔ کسی نہ کسی بڑے مزار سے بھی تعلق بنا رکھا ہے۔ ان میں سے کئی ایک ہر چند ماہ بعد بیرونی ممالک کے دوروں پر بھی جاتے ہیں جن کے باہر جانے اور واپس آنے کی خبریں باقاعدہ اخبارات میں شائع ہوتی ہیں۔ ان کی اپنی اولادیں ملک کے نامور انگریزی سکولوں میں پڑھتی ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان میں سے اکثریت اسلامی لیڈر ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی لیڈر بھی ہیں۔ بجائے اس کے کہ وہ اپنے علم کے نور سے اس تاریک معاشرے میں روشنی پھیلاتے وہ اس سے سیاسی مرتبے حاصل کرتے ہیں اور یہ مدرسے انہیں اپنے مقاصد حاصل کرنے کیلئے بنیاد فراہم کرتے ہیں جبکہ صحیح عالم دین کبھی ایسی تربیت نہیں دیتا جس کا عملی نمونہ وہ خود نہ ہو۔ میں اسلامی مدرسوں اور اپنے مولانا کرام کی بہت عزت کرتا ہوں۔ ان کی ذات کے خلاف سوچنا بھی گناہ سمجھتا ہوں۔ اگر میرے منہ سے ان کی شان کے خلاف کوئی گستاخانہ لفظ نکل بھی گیا ہو تو پیشگی معافی چاہتا ہوں' لیکن کیا کروں ان کی تربیت سے دل مطمئن نہیں ہوتا۔ مجھے پتہ ہے کہ سب مدرسے اور سب مہتمم صاحبان ایسے نہیں ہیں۔ ان میں یقیناً بہت نیک اور دیندار لوگ بھی ہیں جو خلوص دل سے اسلامی تعلیم پھیلا رہے ہیں' لیکن وہ ہیں کہاں اور میں انہیں کیسے تلاش کروں۔ اتنی دیر میں اذان کی آواز گونجی اور ہم دونوں نماز کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ بڈھا بلوچ پھر آنے کا کہہ کر چلا گیا۔ میں تاحال یہ مسئلہ حل نہیں کرسکا۔ اگر کوئی مسلمان بھائی رہنمائی کرسکے تو شکرگزار رہوں گا۔

......☆......☆......☆......

تضادات

دوسروں پر فتویٰ
اپنوں کی تاویل

عام طور پر اپنے لئے ایک اصول اور دوسروں کے لئے دوسرا اصول رکھنا سنجیدہ مذہبی حلقوں میں اچھا نہیں سمجھا جاتا۔لیکن یہ دیوبندی عالم اسے اپنے لئے جائز بلکہ ضروری اور مستحسن گردانتے ہیں۔ یہ اپنے شاگرد کو تلقین کررہے ہیں کہ مخالف علماء کی جس بات پر ہم فتویٰ کفر عائد کرتے ہیں اگر وہی بات ہمارے اپنے علماء کے قلم وزبان سے نکلے تو اس کی تاویل کرنی چاہئے اور اگر بےخبری میں اپنے ہم مسلک علماء کے خلاف فتویٰ کفر جاری ہوجائے تو اسے واپس لے لینا چاہئے۔

اکابر

علمائے دیوبند

اتباع شریعت کی روشنی میں

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

☆☆☆☆☆

تسہیل: حافظ محمد سلیمان

عمر پبلی کیشنز

یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون: 7356963

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحمدُہٗ وَنصلّی عَلٰی رسُولہ الکریم

عزیزم مولوی محمد شاہد سلّمہٗ، بعد سلام مسنون، کئی سال ہوئے تم نے مجھ پر اصرار کیا تھا کہ میں اس اعتراض کا جواب لکھوں کہ ان علماءِ دیوبند کے درمیان اپنے اکابر کے ساتھ جو عقیدت ہے وہ کہیں دوسری جگہ نہیں پائی جاتی۔ ان علماء کے اکابر کے بظاہر خلاف شرع اگر کوئی کچھ لکھے تو یہ تکفیر تک پہنچا دیتے ہیں اور جب معلوم ہو کہ یہ الفاظ تو انہیں کے اکابر کے ہیں تو اس کی تاویلیں کرتے پھرتے ہیں۔ میں نے تمہارے اس اعتراض کو باوجود تمہارے اصرار کے توجہ کے قابل نہیں سمجھا اور اپنے مشاغل کو ان فضولیات کی وجہ سے چھوڑنا نہیں چاہا۔ میں نے اس قسم کا فقرہ تو بہت بچپن میں جب میری عمر غالباً دس برس کی تھی حضرت قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ اعلی اللہ مراتبہ کے انتقال پر جو حضرت شیخ الہند نے مرثیہ لکھا تھا اور میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے کئی ہزار چھپوایا تھا اور خوب مفت بانٹا تھا مجھے بھی قریب

دوسری جگہ بعض مشائخ کے اس مقولہ کے بارے میں ''جس گناہ کو لوگ ہلکا سمجھیں وہ کبیرہ ہے اور جسے لوگ بہت بڑا سمجھیں وہ صغیرہ ہے۔'' لکھتے ہیں کہ اس سے اگر یہ مراد لی جائے کہ کبیرہ وصغیرہ گناہ کا مدار لوگوں کے ذوق پر ہے تو یہ معنی باطل ہے کہ لوگ تو بدنظری کو ہلکا سمجھتے ہیں اور زنا کو بڑا سمجھتے ہیں اور حقیقۃً بھی ایسا ہی ہے۔ البتہ اگر اس سے مراد یہ ہے کہ کسی گناہ کو لوگ اگر لاپرواہی سے ہلکا سمجھیں تو یہ اللہ کے نزدیک کبیرہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر اسے خدا کے خوف کی وجہ سے بہت بڑا سمجھیں تو یہی گناہ خوف کی وجہ سے صغیرہ ہو جاتا ہے۔ اور حدیث بھی اسی معنی کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعض گناہوں کو اپنے علو مرتبت اور کمال عند اللہ کی بناء پر موبقات اور مہلکات میں سے سمجھتے تھے اور انہی گناہوں کو بعد میں آنے والے جو اُن سے کم مرتبہ تھے بہت ہلکا سمجھنے لگے۔ (مدارج السالکین ص ۲۲۴)

میرا مقصود ان مضامین کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ جن کا تدین وتقویٰ اور اتباع شریعت محقق ہو ان کے اقوال کی تاویل کرنی پڑتی ہے اور متشدد لوگوں نے بھی کی ہے۔ یہ سمجھنا کہ یہ اپنی جماعت کی حمایت ہے حقیقت حال سے ناواقفیت ہے، بلکہ علم سے بھی ناواقفیت ہے۔ ہر شخص کا ایک درجہ ہوتا ہے، ہر کس وناکس کے کلام کی تاویل نہیں کی جاتی۔ اور میرا عقیدہ اکابرِ دیوبند اعلی اللہ مراتبہم نور اللہ مراقدہم کے متعلق یہ ہے کہ وہ جہاندۂ علوم ہیں، ان کے کلام میں غلطی تو ہو سکتی ہے مگر ان کی غلطی کو پکڑنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔ اگر ان کے کلام کو صرف الفاظ لکھ کر کوئی شخص کسی مفتی سے فتویٰ لے لے تو مفتی ظاہر الفاظ پر حکم لگائے گا، مفتی کے ذمہ یہ ضروری نہیں کہ ہر کلام کی تحقیق کرتا پھرے کہ یہ کس کا ہے۔ البتہ جب یہ تحقیق ہو جائے کہ یہ کلام اتنے بڑے شخص کا ہے تو

مفتی کے ذمہ بہت ضروری ہے کہ وہ صاحبِ کلام کا حال معلوم کر کے ضرور تاویل کرے۔

ایک حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کی گیا ہے کہ اللہ جل شانہٗ اپنے بندہ کی توبہ سے اس سے بھی زیادہ مسرور ہوتے ہیں جیسا تم سے کوئی آدمی اپنی اونٹنی پر چٹیل جنگل میں جا رہا ہو وہ اُونٹنی اپنا مہار چھڑا کر بھاگ جائے۔ اسی اونٹنی پر اُس کے کھانے پینے کا سامنا ہواور وہ آدمی اُس اُونٹنی کے پکڑنے سے مایوس ہو کر اور اپنی ہلاکت کا خیال کر کے ایک درخت کے پاس آ کر پڑ جائے کہ اب مرنے کے علاوہ تو کچھ رہا نہیں۔ وہ اسی حال میں سوچ میں پڑا تھا کہ یکدم اُونٹنی اُس کے پاس آ کر کھڑی ہو جائے اور وہ فرطِ خوشی میں اس کا لگام پکڑ کر اور بے اختیار کہنے لگے ''یا اللہ تو میرا بندہ اور میں تیرا خدا'' خوشی کی بے اختیار میں یہ بھی انداز نہ رہا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ اب تم ہی سوچو اگر کوئی شخص محض ان الفاظ کو لکھ کر استفتاء کرے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ ''میں تیرا معبود ہوں اور تو میرا بندہ'' تو مفتی مجبور ہوگا کہ اس کے کفر پر فتویٰ لکھے۔ مگر اس حدیث پاک میں اس لفظ کو اللہ تعالیٰ کی خوشی کی مثال میں ذکر کیا گیا ہے۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص جس نے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا تھا جب اُس کی موت کا وقت آیا تو اُس نے اپنی اولاد کو جمع کیا اور اُن کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو جلا دینا اور (پھر اُس کو پیس کر) آدھے کو دریا میں بہا دینا اور آدھے کو ہوا میں اُڑا دینا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر اللہ تعالیٰ کو مجھ پر قدرت ہوگئی تو ایسا عذاب کریگا جیسا کسی پر نہیں ہوا ہوگا۔ جب وہ مر گیا تو

قرآن فہمی

کے

متضاد اصول

قرآنِ کریم کو ویسے تو عملی طور پر ترک کر دیا گیا ہے لیکن اگر اس سے استنباط کرنا ہی پڑ جائے تو اس کے لئے بھی الگ الگ پیمانے مقرر کئے جاتے ہیں۔ کبھی تو قرآنی آیات کے ظاہری معنی لینا کفر قرار دے دیا جاتا ہے، کبھی شانِ نزول کی قید لگا دی جاتی ہے، کبھی قرآن فہمی کے لئے درجنوں علوم کا ماہر ہونا لازمی قرار دیا جاتا ہے، کبھی نئے نئے مطالب نکالنا، چاہے وہ خود رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرامؓ اور سلف الصالحین کی تفسیر و معانی سے بالکل الگ ہوں، مستحسن بلکہ ضروری سمجھا جاتا ہے اور کبھی قدیم تفاسیر سے سر مو انحراف کو کفر قرار دیا جاتا ہے۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اُونچا تیرا

الحمد للہ کہ کتاب لاجواب نافع شیخ و شاب مفید عاقل موقظ غافل
مسمّٰی بہ

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

المعروف

فیصلہ مسائل

(جلد اوّل)

اضافات جدیدہ و ضمیمہ عجیبہ کے ساتھ

جس میں موجودہ زمانہ کے عام مختلف فیہ مسائل کا نہایت محققانہ مدلّل فیصلہ کر دیا گیا ہے

مُصنّفہ
حضرت حکیم الامت مولٰنا المفتی الحاج احمد یار خاں صاحب اوجھانوی بدایونی مدظلہ
سرپرست مدرسہ غوثیہ گجرات پاکستان

باھتمام
محمد اقتدار خاں عرف مصطفٰے میاں

ناشر:۔ مفتی اقتدار احمد خان مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

فَاسْئَلُوا الْمُؤْمِنِيْنَ الْعٰلِمِيْنَ مِنْ اَهْلِ الْقُرْاٰنِ۔

تم ان مومن علماء سے پوچھو جو قرآن کریم کے عالم ہیں۔

تفسیر درمنثور میں اسی آیت فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ کی تفسیر میں ہے۔

اَخْرَجَ اِبْنُ مَرْدَوَيْهِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الرَّجُلَ يُصَلِّيْ وَيَصُوْمُ وَيَحُجُّ وَيَغْزُوْ وَ اِنَّهٗ لَمُنَافِقٌ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ بِمَا دَخَلَ عَلَيْهِ النِّفَاقُ قَالَ لِطَعْنِهٖ عَلٰى اِمَامِهٖ وَاِمَامُهٗ مَنْ قَالَ قَالَ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔

ابن مردویہ نے حضرت انس سے روایت کی فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا کہ فرماتے تھے کہ بعض شخص نماز پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں حج اور جہاد کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ منافق ہوتے ہیں عرض کی کہ یارسول اللہ کس وجہ سے ان میں نفاق آگیا۔ فرمایا کہ اپنے امام پر طعنہ کرنے کی وجہ سے امام کون ہے فرمایا کہ رب نے فرمایا فَاسْئَلُوْا الآیۃ

تفسیر صاوی سورہ کہف وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ کی تفسیر میں ہے۔

وَلَا يَجُوْزُ تَقْلِيْدُ مَا عَدَا الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ وَلَوْ وَافَقَ قَوْلَ الصَّحَابَةِ وَالْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ وَالْاٰيَةِ فَالْخَارِجُ عَنِ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ ضَالٌّ مُضِلٌّ وَرُبَمَا اَدَّاهُ ذٰلِكَ لِلْكُفْرِ لِاَنَّ الْاَخْذَ بِظَوَاهِرِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ مِنْ اُصُوْلِ الْكُفْرِ۔

یعنی چار مذہبوں کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں اگرچہ وہ صحابہ کے قول اور صحیح حدیث اور آیت کے موافق ہی ہو۔ جو ان چار مذہبوں سے خارج ہے وہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔ کیوں کہ حدیث وقرآن کے محض ظاہری معنے لینا کفر کی جڑ ہے۔

احادیث۔ مسلم جلد اول صفحہ ۵۴ باب بیان اِنَّ الدِّيْنَ النَّصِيْحَةُ میں ہے۔

عَنْ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ۔

تمیم داری سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ دین خیر خواہی ہے ہم نے عرض کیا کس کی؟ فرمایا اللہ کی اور اس کی کتاب کی اور اس کے رسول کی۔ اور مسلمانوں کے امام کی اور عامہ مومنین کی۔

اس حدیث کی شرح نووی میں ہے۔

وَقَدْ يَتَنَاوَلُ ذٰلِكَ عَلَى الْاَئِمَّةِ الدِّيْنِ

یہ حدیث ان اماموں کو بھی شامل ہے جو علمائے دین

تاریخ دعوت و عزیمت

مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی ؒ

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنو

اس وقت ہندوستان کیا تقریباً تمام عجمی ممالک میں جن میں ترکستان و ایران اور افغانستان ہندوستان کے قریبی ہمسایہ تھے ـــــــــــــــ اور انھیں کے رجحانات، مشاغل، ذوق اور تسلیم شدہ حقائق کا سایہ ہندوستان کی علمی و دینی حلقوں پر پڑتا تھا، یہ تسلیم کر لیا گیا تھا کہ قرآن مجید اخص الخواص طبقہ کے مطالعہ، غور و فکر اور فہم و تفہیم کی کتاب ہے، جس کا سمجھنا ایک درجن سے زیادہ علوم پر موقوف ہے، اس کو عوام میں لانا، عوام کو براہ راست اس کے مطالب سے واقفیت پیدا کرنے اور اس سے ہدایت اور روشنی حاصل کرنے کی دعوت دینا سخت خطرناک، ایک بڑی گمراہی اور فتنہ کا دروازہ کھولنے کے مرادف ہے، اور عوام میں ذہنی انتشار، خود رائی، اور علماء سے بے نیازی، بلکہ بغاوت اور سرکشی کی دعوت دینا ہے، اس طرز خیال اور دلیل کو ایک مختصر رسالہ "تحفۃ الموحدین"[1] میں بڑی خوبی سے بیان کیا گیا ہے:۔

"بعض لوگ کہہ بیٹھتے ہیں کہ قرآن مجید اور حدیث کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے، جو بہت سے

(باقی صفحہ ۱۴۱ کا) ایک متوسل میاں محمد اعظم عثمانی نصیر آبادی کو جو شاہ صاحب سے ارادت کا تعلق رکھتے تھے، ہدیہ فرمایا، میاں محمد اعظم حضرت سید محمد نعمان (عم حقیقی حضرت سید احمد شہیدؒ) کے پروردہ اور تربیت یافتہ تھے، یہ نسخہ مولانا سید قطب الہدیٰ محدث شاگرد حضرت شاہ عبد العزیزؒ کی ملکیت میں آیا، اور منتقل ہوتے ہوئے والد ماجد مولانا حکیم سید عبد الحیؒ کے پاس پہونچا، اس نسخہ کی کتابت ۱۱۶۵ھ میں مکمل ہوئی یعنی شاہ صاحبؒ کی وفات سے گیارہ سال پہلے، یہ بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ فتح الرحمٰن کی تکمیل سفر حجاز سے واپسی کے بعد کا کارنامہ ہے، سفر حجاز سے پیشتر صرف سورۂ بقر و نساء کا ترجمہ ہوا تھا۔

[1] یہ رسالہ شاہ صاحبؒ کے نام اور نسبت کے ساتھ شائع ہوا ہے، لیکن چونکہ شاہ صاحب کی تصنیفات و رسائل کے قدیم تذکروں اور فہرست تالیفات میں عام طور پر اس کا نام نہیں آتا، اس لئے ہم جزم و وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ وہ شاہ صاحب کے قلم سے ہے، البتہ جو مضمون نقل کیا جا رہا ہے وہ اس طرز خیال کی صحیح ترجمانی ہے جو عام طور پر پھیلا ہوا تھا، اور اس میں اس کا جواب شافی بھی موجود ہے۔

علم اور بے شمار کتابیں پڑھا ہوا ہو، اور اپنے زمانہ کا علامہ ہو، ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، "هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝" (الجمعہ۔ ۲) (خدا تعالیٰ وہ ہے جس نے اَن پڑھوں میں پیغمبر بھیجا انھیں اَن پڑھوں میں سے، پڑھتا ہے وہ پیغمبر اَن پڑھوں پر خدا کی آیتیں اور ان کو گناہ کے میل سے پاک کرتا، اور کتاب اور اس کی تدبیر سکھاتا ہے) یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اَن پڑھ اور آپؐ کے اصحاب بزرگوار بھی اَن پڑھ تھے، مگر جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کے سامنے قرآن کی آیتیں پڑھیں، تو وہ ان کو سن کر ہر قسم کی برائی اور بگاڑ سے پاک صاف ہو گئے، پس اگر ناخواندہ آدمی قرآن و حدیث نہیں سمجھ سکتا، اور اس کی سمجھ کی استعداد نہیں رکھتا تو صحابہؓ برائی اور عیبوں سے کیونکر پاک صاف ہو گئے؟ اس قوم پر سخت افسوس ہے، جو "صدرہ" سمجھنے اور "قاموس" جاننے کا تو دعویٰ کرتے ہیں، مگر قرآن و حدیث کو سمجھنے میں اپنے آپ کو محض نادان ظاہر کرتے ہیں، اور بعضے یوں کہتے ہیں کہ ہم پچھلے لوگ ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کی برکت اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دل کی سلامت کہاں سے لائیں، جو قرآن و حدیث کے معنی بخوبی سمجھ سکیں، ان کے جواب میں حق تعالیٰ فرماتا ہے، "وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝" (الجمعہ۔ ۳) یعنی پچھلے لوگ خواہ پڑھے ہوئے ہوں، یا اَن پڑھ مگر جبکہ وہ مسلمان ہوں، اور اصحاب کے طریقہ کی پیروی کا ارادہ کریں، اور قرآن و حدیث کو سنیں تو انھیں بھی پاک کرنے کے لئے یہی قرآن و حدیث کافی ہو سکتی ہیں، اور فرماتا ہے، "وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ

دیوبندی، بریلوی تنازع ختم کرنے کے لیے فیصلہ کن مناظرے

فتوحاتِ نعمانیہ

مناظرِ اہلِ سنّت

رئیس المحدّثین والمتکلّمین حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

انجمن اِرشاد المسلمین

۱۴- بہاولپور روڈ ○ مزنگ، لاہور

مشہور ہیں اور یہ بھی ہیں کہ آنحضرت صلعم خاتم مرتبی بھی ہیں۔ اور یہ ممکن ہے کہ ایک وقت میں ایک آیت کے کئی معنی ہوں۔ حدیث شریف میں خود جناب رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں لکل اٰیة منها ظهر وبطن ولکل حد مطلع "۔ یعنی قرآن عزیز کی ہر ایک آیت کے دو[۲] قسم کے معنی ہیں۔ ایک ظاہری (جس کو ہر زبان دان سمجھ سکتا ہے)، دوسرے باطنی (جس کو خواص ہی سمجھتے ہیں نہ عوام)۔ یہ حدیث صحاح میں موجود ہے۔ اب اگر کسی آیت کے کوئی معنے خود آنحضرت صلعم یا کسی صحابی نے بیان کر دیئے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے نزدیک اس کے بس وہی معنی ہوں نہ کوئی دوسرے۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے وہ معنی بھی ہوں اور کوئی دوسرے معنی بھی ہوں۔ بس ایسے ہی سمجھ لیجئے کہ لفظ خاتم النبیین کے وہ معنی بھی ہیں جو عام طور پر مشہور ہیں (یعنی یہ کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں[۱]) اور وہ معنی بھی جن کو مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم نے بیان فرمایا ہے[۲]۔ اور اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ قاضی بیضاوی نے تفسیر بیضاوی شریف میں جہاں بقرۂ بنی اسرائیل کا قصہ آیا ہے۔ اولاً ان آیات کے وہ معنی بیان کئے جو عام طور پر مشہور ہیں اور جن کو سب لوگ سمجھتے ہیں اور وہی ظاہر قرآن عزیز سے سمجھ میں بھی آتے ہیں۔ اس کے بعد ایک نئے معنی بیان کئے اور وہ یہ کہ بقرہ سے نفس انسانی مراد لیا جائے اور اس کے ذبح کرنے سے جہاد بالنفس۔ تو اس سے ہرگز یہ نہیں سمجھا جاتا کہ قاضی بیضاوی نے مشہور معنی کو چھوڑ دیا۔ بلکہ یہ کہا جائے گا کہ انہوں نے معنی مشہور بھی لئے اور اس کے علاوہ ایک اور دوسرے باریک معنی بھی بتائے جو عوام کے خیال سے بالاتر تھے۔

علیٰ ہٰذا خاتم الولایت حضرت شیخ محی الدین اکبر ابن عربی رحمہ اللہ تعالےٰ کی تفسیر کو ملاحظہ فرمایئے۔ مشکل سے کوئی آیت ایسی ملے گی جس کے انہوں نے وہ معنی کئے ہوں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ یا تابعین یا ائمہ مفسرین سے منقول ہوں۔ بلکہ اکثر آیات کے معنی ایسے عجیب و غریب بیان کئے ہیں جن کو دیکھ کر بھی حیرت ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ بہت سی وہ آیات جن کی کوئی تفسیر خود جناب رسول اللہ صلعم یا صحابہ کرام سے منقول ہے ان کی تفسیر میں بھی انہوں نے کوئی نئے معنی ہی بیان کئے ہیں۔ لیکن اس سے ہرگز یہ نہیں سمجھا جاتا کہ انہوں نے آنحضرت صلعم یا صحابہ

---

[۱] جیسا کہ حدیث لا نبی بعدی سے معلوم ہوتا ہے ۱۲۔ [۲] جیسا کہ بعض احادیث صحیحہ سے مستنبط ہوتا ہے ۱۲

کی بیان کردہ تفاسیر کو چھوڑ دیا معاذ اللہ بلکہ دنیا بھر کے علماء ان کا یہی مطلب سمجھتے ہیں کہ ان کے نزدیک وہ معانی تو مسلّم ہیں ہی ان کے علاوہ دوسرے باریک معنی بیان کرتے ہیں جن کو ہر شخص قرآن عزیز سے نہیں سمجھ سکتا تھا بلکہ یہ تو قرآن عزیز کا معجزہ ہے۔ جناب رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں لا تنقضی عجائبہ (یعنی قرآن عزیز کے عجائب وغرائب تا بقاء دنیا ختم ہونے والے نہیں) بس ایسے ہی مولانا محمد قاسم صاحب رح کو سمجھئے کہ وہ ان معنی کو بھی تسلیم کرتے ہیں جو عام طور پر مشہور ہیں اور ایک اور باریک معنی بتلاتے ہیں جن کی وجہ سے فضیلت محمدی دوبالا ہو جاتی ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلعم نبی بالذات ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام انبیاء بالعرض۔ اور یہ معنی بھی احادیث نبوی سے مستنبط ہیں۔ خلاصۂ جواب یہ ہے کہ مولانا مرحوم نے حصر کو عوام کا خیال بتایا ہے۔ توہین جب ہوتی جب جناب رسول اللہ صلعم نے کہیں حصر فرمایا ہوتا۔ آنحضرت صلعم نے کہیں حصر نہیں فرمایا۔ بلکہ حدیث شریف میں لکل ایۃ منہا ظھر و بطن الحدیث " فرما کر کسی دوسرے کے لئے بھی حصر کی گنجائش نہ چھوڑی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : حاضرین ! مولوی صاحب نے تحذیر الناس کی عبارت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ خاتم النبیین کے صرف یہ معنی کرنا عوام کا خیال ہے۔ اور یہ مطلب بایں معنی کے لفظ سے نکالا ہے۔ بس میرا سوال یہ ہے کہ بایں معنی کے جو آپ نے یہ معنی کیئے کہ صرف اس معنی میں، اس کی آپ کے پاس کیا سند ہے ؟

مولانا محمد منظور صاحب : اس کی سند خود مولانا کا کلام ہے۔ غور کیجئے لفظ خاتم النبیین میں تین ہی احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے معنی صرف یہ ہوں کہ حضور خاتم زمانی ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس کے معنی صرف یہ ہوں کہ آنحضرت صلعم خاتم مرتبی ہیں۔ تیسرے یہ کہ خاتم زمانی بھی اس کے مفہوم میں داخل ہو اور خاتم مرتبی بھی۔ اور یہی مولانا مرحوم کا مختار ہے۔ چنانچہ اسی تحذیر الناس کے صفحہ ۹ کی آخری سطر میں فرماتے ہیں۔

" اور مجھ سے پوچھئے تو الخ[1] "

---

[1] مولانا نے یہ عبارت تقریباً ایک ورق پڑھی تھی ہم نے بوجہ اختصار اس کو چھوڑ دیا ہے اور اس کا آخری حصہ یہ ہے " سو اگر اطلاق اور

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

(فرمانِ باری تعالیٰ)

اور لیکن آپ اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں

ختمِ نبوّت کامل

ہر حصہ

جس میں ایک سَو سے زائد آیاتِ قرآنی اور دو سَو دس احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماعِ اُمت اور سینکڑوں اقوال صحابہ و تابعین ائمہ دین سے مسئلہ ختم نبوّت کے ہر پہلو کو واضح کیا گیا ہے، اور شبہات کے شافی جوابات دیئے گئے ہیں،

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مفتی اعظم پاکستان

وجہ ظاہر ہے کہ صحابہ و تابعین اور اسلاف متقدمین کی تفسیروں کے بعد ان کے خلاف کوئی قول ایجاد کرنا اور آیت کی مراد اُن سب کے خلاف قرار دینا صاف یہ معنی رکھتا ہے کہ العیاذ باللہ تیرہ سو برس تک تمام امت نے قرآن کا مطلب غلط سمجھا، صحابہ کرامؓ اور پھر تابعینؒ اور تبع تابعین اور پھر تمام ائمۂ سلف صالحین میں سے کسی کو حق کی طرف ہدایت نہ ہوئی۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس کا کوئی مسلمان جو قرآن مجید کو خدا کی کتاب جانتا ہے، قائل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ وہ مفسدۂ عظمیٰ ہے کہ اسلام کی بیخ و بنیاد کو ہلا دینے والا ہے، بلکہ اگر انصاف سے کام لیا جائے تو کوئی منصف کافر بھی اس بیہودگی کو اختیار نہیں کر سکتا، تمام اسلافِ امت کا کسی آیت کی مراد کو نہ سمجھنا یا غلط سمجھنا بوجوہ ذیل باطل ہے:۔

۱ــــ اوّل تو یہ کہ اس صورت میں قرآن مجید خدا تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ کسی سمجھدار انسان کا کلام بھی نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس کا دعویٰ ہے کہ عالم کی ہدایت کے لئے نازل ہوا اور جب تمام عالم باوجود اپنی امکانی کوششوں کے صرف کر دینے کے تیرہ سو برس تک اس کی مراد کو نہ پا سکا تو معاذ اللہ گمراہی پر گمراہی بڑھانے والی چیستان ہو گئی، کوئی قابلِ عمل کتاب نہ رہی۔

۲ــــ دوم اس صورت میں قرآن مجید کوئی قابلِ عمل اور قابلِ اعتماد کتاب نہیں رہتی اور اس کتاب مبین سے العیاذ باللہ امن اُٹھ جاتا ہے، کیونکہ جب یہ ممکن ہے کہ تیرہ سو برس تک تمام اُمت کی عرق ریزی اور جانکاہی اس کی صحیح مراد پر نہ پہنچا سکی اور ان سب کے ناخن تدبیر اس گتھی کو نہ سلجھا سکے، اور امت کے سب سے بڑے ارکان صحابہ و تابعین اس چیستان کے حل کرنے سے عاجز رہ کر معاذ اللہ ہمیشہ گمراہی میں پھنسے رہے تو جو صاحب آج اس کے نئے معنی کو صحیح بتلاتے ہیں کیا اس میں بھی یہ احتمال نہیں کہ وہ بھی پہلے معنی کی طرح آئندہ چل کر غلط ثابت ہوں، جس کا ظہور آئندہ تیرہ سو برس کے بعد ہو، ورنہ وہ بتلائیں کہ ان کے پاس اس کی کیا ضمانت ہے کہ وہ جو کچھ مراد سمجھتے ہیں وہ ہرگز غلط نہیں ہو سکتی۔

بلکہ اس صورت میں ہر شخص کو یقین کر لینا پڑے گا کہ جب اس ذات مقدس نے اس معمہ کو حل نہ کیا جس پر قرآن نازل ہوا اور ان کو اس کے پڑھانے اور بیان کرنے کے لئے ہی خدا تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا، پھر صحابہ کرام پر اس کی صحیح مراد ظاہر نہ ہو سکی، حالانکہ انھوں نے اسی کے حاصل کرنے اور پڑھنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۴

بعض حضرات نے اس استدلال پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ آیت جنگ کے مخصوص حالات پر مشتمل ہے، لہذا زمانۂ امن کے حالات کو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔[1]

لیکن اس اعتراض کا جواب ہم شروع میں دے چکے ہیں، کہ اعتبار آیت کے عام الفاظ کا ہوتا ہے نہ کہ شانِ نزول کے مخصوص حالات کا، چنانچہ امام رازیؒ اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں :۔

> ان قوله وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ عام فی کل ما یتعلق بالحروب وفیما یتعلق بسائر الوقائع الشرعیة، لأن الامن والخوف حاصل فی کل ما یتعلق بباب التکلیف، فثبت أنه لیس فی الآیة ما یوجب تخصیصها بأمر الحروب[2]،
>
> "اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ "جب اُن کے سامنے امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے الخ" بالکل عام ہے جس میں جنگ کے حالات بھی داخل ہیں اور تمام شرعی مسائل بھی، اس لئے کہ امن اور خوف ایسی چیزیں ہیں کہ تکلیفاتِ شرعیہ کا کوئی باب ان سے باہر نہیں، لہذا ثابت ہوا کہ آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو اُسے صرف جنگ کے حالات سے مخصوص کردے"

امام ابوبکر جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس اعتراض کا یہی جواب نہایت تفصیل کے ساتھ دیا ہے، اور اس بارے میں ضمنی شبہات کی بھی تردید فرمائی ہے[3] یہی وجہ ہے کہ مشہور اہلِ حدیث عالم نواب صدیق حسن خانصاحبؒ نے اسی آیت سے قیاس کے جواز پر استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے :۔

---

[1] تحریکِ آزادی فکر از مولانا محمد اسمٰعیل سلفیؒ، ص ۳۱، [2] تفسیر کبیر، ج ۳ ص ۲۷۳
[3] احکام القرآن للجصاصؒ ج ۲ ص ۲۶۳ باب طاعۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم،

حدیث کے

ردّ وقبول کے متضاد اصول

قرآن فہمی میں ان علماء نے جو متضاد اصول اپنائے ہیں اُن سے کہیں بڑھ کر دست درازیاں احادیث میں کی ہیں۔ایک اہلحدیث عالم لکھتے ہیں کہ اپنا مسلک ثابت کرنے کے لئے حنفی علماء ثقہ راوی کو ضعیف اور ضعیف کو ثقہ ثابت کر دیتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر وہی راوی جو ایک جگہ ان کے حق میں روایت پیش کر رہا ہو ثقہ ہوتا ہے اور دوسری جگہ ان کے خلاف روایت پیش کر رہا ہو تو ضعیف قرار پاتا ہے۔اپنے حق میں مُرسل روایت بھی حجت ہوتی ہے اور اپنے خلاف مُرسل کسی کی بھی ہو ضعیف اور ناقابل حجت ٹھہرتی ہے۔کبھی کسی صحابی کی موقوف روایت بھی مرفوع کے حکم میں مانی جاتی ہے کبھی فہم صحابی اور موقوفِ صحابی کو یکسر رد کر دیا جاتا ہے اور قیاس کو اس پر ترجیح دی جاتی ہے۔کبھی بخاری کو اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے کہیں یہ لکھا بھی پایا گیا ہے کہ بخاری کی بھی ساری حدیثیں قطعی الثبوت نہیں ہیں۔کبھی خبرِ آحاد یعنی محض ایک فرد سے روایت کردہ حدیث رد کر دی جاتی ہے کبھی اسے مان لیا جاتا ہے۔یعنی میٹھا میٹھا ہپ اور کڑوا کڑوا تھو!

اہلِ حدیث کا منہج
اور
احناف سے اختلاف کی حقیقت و نوعیت
www.KitaboSunnat.com
تالیف
فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ
جمعية المناهل الخيرية
گوجرانوالہ۔ پاکستان

اب یہ کون سا اصول یا ضابطہ ہے؟ یا یہ کہاں کا انصاف اور تحقیق ہے کہ ایک ہی راوی کی حدیث جب اس سے اپنی فقہ یا اپنے کسی مزعومہ عقیدے کا اثبات ہو تو اس کی بیان کردہ روایت ''صحیح روایت'' اور اس کا انکار ''صحیح حدیث کا انکار'' قرار پائے اور اپنی فقہ یا مرضی کے خلاف ہو تو بعض ائمہ جرح کے یک طرفہ اقوال نقل کر کے اور ائمہ جرح و تعدیل کی اکثریت کے اقوالِ تعدیل کو نظر انداز کر کے یہ فیصلہ دینا کہ ''اس لحاظ سے ان کی روایت کا وجود اور عدمِ وجود بالکل برابر ہے۔'' فیا للعجب ؎

ان کی زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی
وہی تیرگی جو میرے نامۂ سیاہ میں ہے

اس گروہ کے نزدیک حدیث تب قابلِ حجت ہے جب اس سے ان کا کوئی فقہی مسئلہ یا ان کا خودساختہ عقیدہ و مسلک ثابت ہوتا ہو، چاہے وہ روایت مسلّمہ اصولِ تحقیق کی رو سے پایۂ اعتبار سے ساقط ہو۔ لیکن جو حدیث اس کے برعکس ہو، چاہے وہ سند کے اعتبار سے کیسی ہی اعلیٰ درجے کی ہو، وہ ان کے نزدیک ناقابل اعتبار ہے۔ چنانچہ صحیحین (بخاری و مسلم) کی روایات سے، جن کی صحت پر علماء وفقہائے امت کا اتفاق ہے، جان چھڑانے کے لیے ان کے ثقہ راویوں کو مجروح ثابت کرنا اور تیسرے چوتھے درجے کی کتب احادیث سے یکسر ضعیف اور ناقابل اعتبار روایات سے استدلال کر کے اپنے مزعومہ عقائد اور مسائل فقہ کو ثابت کرنا اس گروہ کا دلچسپ مشغلہ ہے۔ اور اس میں امانت و دیانتِ علمی کا جس طرح خون کیا جاتا ہے اور خوفِ خدا سے بے نیازی کا جس دیدہ دلیری سے ارتکاب کیا جاتا ہے، وہاں سر پیٹ لینے کو جی چاہتا ہے، اس کی تفصیل ''التنکیل'' وغیرہ کتابوں میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

نماز پڑھ چکو تو...'' اور اس طرح ترجمے میں بد دیانتی کا ارتکاب کر کے جنازے کے بعد دعا مانگنے کے اپنے غیر مسنون عمل کا جواز ثابت کرتے ہیں، حالانکہ اگر یہ ترجمہ صحیح ہے تو پھر ان کو وضو بھی نماز کھڑے ہونے کے بعد ہی کرنا چاہیے، نہ کہ نماز سے پہلے۔ جیسا کہ آیت: ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ امَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ ﴾ کا ترجمہ بریلوی استدلال کے مطابق کرنے کا اقتضا ہے۔

اسی طرح قرآن کے اس حکم: ﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْانَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ﴾ [النحل:٩٨] کا ترجمہ ومفہوم بھی یہ ہونا چاہیے کہ جب تم قرآن کریم پڑھ چکو تو شیطان سے پناہ مانگو۔ یعنی ''اعوذ باللہ'' تلاوتِ قرآن کے بعد کرو۔ کیا یہ ترجمہ ومفہوم صحیح ہوگا؟

چوتھی مثال: یہی حال ان احادیث کی صحت وضعف کے معاملے میں ہے جو اختلافی مسائل میں مدارِ بحث بنتی ہیں۔ ان میں نہایت بے خوفی کے ساتھ امانت و دیانت کا خون کر کے ثقہ راویوں کو ضعیف اور ضعیف راویوں کو ثقہ ثابت کرنے پر سارا زور صرف کیا جاتا ہے، جس کی تفصیل ''التنكيل بما في تأنيب الكوثري من الأباطيل'' (تالیف شیخ عبدالرحمٰن بن یحییٰ یمانی) میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ اس میں ایک لطیفہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک راوی اپنی کسی من پسند روایت میں ہوتا ہے تو اسے اس وقت ثقہ باور کرایا جاتا ہے اور وہی راوی جب اس روایت میں آتا ہے جس سے دوسرا فریق استدلال کرتا ہے تو وہ ضعیف قرار پا جاتا ہے۔ ایک اور لطیفہ یہ ہوتا ہے کہ ایک حدیث میں دو تین باتیں ہوتی ہیں، ان میں سے کوئی ایک بات تو قبول کر لی جاتی ہے کہ اس سے ان کے کسی فقہی مسئلے کا اثبات ہوتا ہے اور دوسری باتیں ردّ کر دی جاتی ہیں کیونکہ وہ فریق مخالف کے موافق ہوتی ہیں، حالانکہ حدیث ایک ہے، سند ایک ہے۔ اگر وہ حدیث صحیح ہے تو اس میں بیان کردہ ساری

اس گروہ کے اس دور کے سرخیل مولانا امین اوکاڑوی ہیں، جو چند سال قبل فوت ہوئے ہیں۔ اسی گروہ کے ایک ''شیخ الحدیث والتفسیر'' منور احمد صاحب ہیں۔ ان کی ایک کتاب ''بارہ مسائل'' کے نام سے مطبوع ہے۔ یہ کتاب مغالطات وتلبیسات بلکہ کذبات وخداعات کا مجموعہ ہے۔

موصوف اس کے حصہ اول میں تحریر کرتے ہیں:

''احادیث کی صحت وضعف کے بارے میں ہمارا اصول یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ حضرات نے آثار صحابہ اور آثار تابعین وتبع تابعین اور عملی تواتر کی روشنی اور رہنمائی میں اپنے اجتہادی اصولوں کے تحت جن جن احادیث کے معمول بہ وصحیح ہونے کا فیصلہ فقہی مسائل کی صورت میں دیا ہے، ہمارے نزدیک وہی صحیح ہیں، اگرچہ محدثین ان کو سند کے اعتبار سے ضعیف لکھ دیں اور جن حدیثوں کو ان حضرات نے غیر معمول بہا قرار دیا ہے وہ ہمارے نزدیک ضعیف ہیں، اگرچہ محدثین ان کو سنداً صحیح قرار دیں۔''

(کتاب ''بارہ مسائل''، ص: ۹، ناشر ''اتحاد اہل السنّت والجماعت'' ملنے کا پتہ: مرکز اہل السنّت والجماعت، ۸۷ جنوبی لاہور روڈ، سرگودھا، مطبوعہ دسمبر ۲۰۰۵)

لطف کی بات یہ ہے کہ اس اقتباس سے پہلے موصوف نے لکھا ہے:

''اہل سنت والجماعت بلکہ تمام عقلاء کے نزدیک ہر فن میں اس فن کے ماہرین کی رائے معتبر ہوتی ہے۔ مثلاً ڈاکٹری مسئلہ میں ڈاکٹر کی، انجینئرنگ کے مسئلہ میں انجینئر کی، زراعت کے مسئلہ میں ماہر زراعت کی، گرائمر میں ماہرین صرف ونحو کی، لغت میں ماہرین لغت کی رائے معتبر ہوگی اور احادیث کی صحت وضعف میں علم حدیث کے

تذکرۃ الرشید

حصہ اول

باامتثال امر صاحبزادہ حضرت مولانا الحافظ الحکیم مسعود احمد صاحب ادام اللہ ظلہ

(وتعمیل ارشادات)

سید المحدثین حضرت مولانا المولوی محمود حسن صاحب دیوبندی و قدوۃ الافاضل حضرت مولانا المولوی عبدالرحیم صاحب رائپوری و سند المتکلمین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبہٹوی ادام اللہ ظلہم

بندہ ضعیف

عاشق الٰہی عفی عنہ نے جمع اور مرتب کیا اور حضرت مولانا الحافظ الحاج المولوی خلیل احمد صاحب کو من اولہ الی آخرہ الا بعض الحواشی ملاحظہ کرا لینے کے بعد بلالی سٹیم پریس ساڈھورہ میں طبع کرایا

صرف ٹائٹل اسیر المطابع میرٹھ میں باہتمام اصغر حسین مالک و مہتمم چھپوایا

ترجیح مذہب حنفیہ مذاہب دیگر مثل امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ کی وجوہ ترجیح بیان فرمانے لگتے تھے تاکہ طلبہ کو محدثین کے ساتھ حسن ظن پیدا ہو جائے اور جہاں یہ بات پیدا ہو گئی فوراً ترجیح حنفیہ کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے حافظہ آپ کا اسقدر قوی تھا کہ ایک کتاب میں کسی حدیث کا اگر دوسری کتاب کی کسی حدیث سے تعارض یا مناسبت ہوتی تو فوراً حوالہ دیتے اور بعض دفعہ صفحہ تک کا نشان بتا دیا کرتے تھے۔ آپ کے ایک شاگرد مولوی حافظ محمود حسین صاحب بریلوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت کی خدمت میں پڑھتا پڑھتا جسوقت آپکی اجازت سے حج کو روانہ ہوا اور مکہ معظمہ پہنچا ہوں تو مشغلہ علمی سے نسبت کے باعث مولانا مولوی عبدالحق صاحب الہ آبادی مہاجر کے درس میں حاضر ہوا کرتا اور جلد اول ترمذی شریف کی قرأت کیا کرتا تھا الہ آبادی مولانا کو عرصہ تک مشغلہ تدریس کے علاوہ مطالعہ کتب دینیات کا مکہ معظمہ میں بہت زیادہ اتفاق ہوا اور وسیع النظر محدث مانے جاتے تھے۔ ایک دن اختلاف قرأت میں فاتحہ خلف الامام کے متعلق کسی موقع پر میں نے تذکرہ عرض کیا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث موقوف صحیح مسلم میں مروی ہے کہ قرأت فاتحہ ہر رکعت میں ضروری ہے اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ وَرَاءَ الْاِمَامِ *(مگر یہ کہ امام کے پیچھے یعنی مقتدی ہو)* اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب کو میں نے سُنا کہ فرماتے تھے "یہ حدیث ہر چند کہ موقوف جابر رضی اللہ عنہ پر ہے لیکن مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ احکام کے متعلق ہے کہ صحابی اپنی طرف سے یہ استثناء نہیں کر سکتا تھا" مولانا عبدالحق صاحب اس تقریر کو سُنکر پھڑک اُٹھے اور بڑے شوق کے ساتھ باصرار فرمایا کہ ہند میں پہونچکر جناب مولانا رشید احمد صاحب سے اس حدیث کا پتہ دریافت کر کے مجھے ضرور لکھنا کہ کس جگہ اور کس صفحہ پر ہے چنانچہ میں نے واپس ہو کر گنگوہ کی حاضری میں حضرت سے اس حدیث کا پتہ دریافت کیا اور بقید صفحہ و سطر لکھکر مولانا عبدالحق صاحب کو مکہ معظمہ میں اطلاع دی۔

حضرت امام ربانی کا درس وہ بے نظیر درس تھا جسکا مزہ آپ کے شاگردوں ہی سے پوچھا جائے آپکی ہر ہر فقرہ پر عجیب و غریب بحث نے شاگردوں کو آپکا عاشق بنا دیا تھا آپ سب کچھ تھے مگر اسپر بھی اپنے کو ہیچ سمجھتے تھے ایک دن طلبہ آپکی فرحت بخش تقریر سے محظوظ ہو کر بے اختیار ہو گئے اور آپ کے تبحر کی تعریف آپ کے روبرو کرنے لگے اسوقت آپ نے بیساختہ قسم کھا کر فرمایا کہ "میں اپنے کو تم میں سے کسی کی برابر بھی نہیں سمجھتا چہ جائیکہ زیادہ سمجھوں" آپکی کسر نفسی کو دیکھنا چاہئے باوجودیکہ قسم کھانے کی آپکو مطلق عادت نہ تھی مگر اس موقع پر بلا اختیار قسمیہ الفاظ آپ سے صادر ہو گئے۔

حضرت امام ربانی کو طلبہ کے عقائد اور اعمال کی درستی یوں تو ہر وقت ہی ملحوظ تھی مگر درس کیوقت

تالیف

حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہ

بانی دار العلوم دیوبند (م ۱۲۹۷ھ)

مقدمہ

علامہ ڈاکٹر خالد محمود ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

حاشیہ

مولانا حافظ عزیز الرحمٰن ایم اے ایل ایل بی

توضیح بعض عبارات

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم

ادارہ العزیز

نزد جامع مسجد صدیقیہ، گلہ برف خانہ، سیالکوٹ روڈ، کھوکھرکی۔ گوجرانوالہ

ہی ہوں گے آپ کے ساتھ وہاں آنے والا نبی یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پہلے ہوا ہو گا۔ اور اگر آپ کے دور میں بھی وہاں نبی آیا ہو تو وہ وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تابع رہا ہو گا۔ آپ کے بعد کسی زمین میں کسی اور نبی کا ہونا یہ درست نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمانی اور مکانی ہر اعتبار سے آخری نبی ہیں اور علی الاطلاق خاتم النبیین ہیں اور مرتبہ میں بھی کوئی حضور سے آگے نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کا یہ اثر کتابوں میں موجود ہے۔ ناقد فن علامہ شمس الدین ذہبیؒ نے تلخیص المستدرک میں اسے صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔ حاکم نے اس کی متابعت میں محمد بن شبیع کا ایک دوسرا سلسلہ سند بھی پیش کیا ہے۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان طبقات کا بھی خاتم مانا جائے جیسا کہ حضرت حجۃ الاسلامؒ نے تصریح کی ہے تو اس سے اسلام کی کسی اصل شرعی پر کوئی زد نہیں پڑتی جہاں ختم نبوت زمانی کا ہم اقرار کرتے ہیں وہاں ختم نبوت مکانی کا بھی اقرار کر لیا جائے تو اس میں آپ کی شان خاتمیت اور روشن ہوتی ہے۔ یہ بات صرف حضرت مولانا محمد قاسمؒ ہی نہیں کہتے۔ حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی نے بھی اس پر مستقل رسالے لکھے۔ مولانا عبدالحیؒ لکھتے ہیں۔

> پس اس امر کا اعتقاد کرنا چاہیئے کہ خواتم طبقات باقیہ بعد عصر نبوی نہیں ہوئے۔ یا قبل ہوئے یا ہمعصر، اور بر تقدیر اتحاد عصر وہ متبع شریعت محمدیہ ہونگے اور ختم ان کا بہ نسبت اپنے طبقہ کے اضافی ہو گا اور ختم ہمارے حضرت کا (حضور کا خاتم النبیین ہونا) عام ہو گا اور تفصیل ان سب امور کی میں نے کما حقہ اپنے دو رسالوں میں ایک مسمی بہ الآیات البینات علی وجود الانبیاء فی الطبقات دوسرے مسمی بہ دافع الوسواس فی اثر ابن عباس کی ہے۔

نہ من تنہا دریں میخانہ مستم — جنید و شبلی و عطار ہم مست

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے بھی کوشش کی ہے کہ مسلمان صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے انکار کے درپے نہ ہوں۔ یہ صحیح ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی یہ حدیث قطعی الثبوت نہیں لیکن یہ بات نہ بھولنی چاہیے کہ صحاح ستہ کی اکثر احادیث بھی تو قطعی الثبوت نہیں ہیں

احسن الکلام
فی
ترک القراءۃ خلف الامام
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر
ناشر
مکتبہ صفدریہ
نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر
گوجرانوالہ، پاکستان

ہم نے اپنے استدلال میں جملہ پیش کردہ احادیث اور آثار کی اسانید نقل کرکے ہر روایت اور اثر کے جملہ راویوں کی کتب اسماء الرجال سے توثیق نقل کر دی ہے تاکہ پڑھنے والوں کو ہر قسم کی سہولت رہے اور دشواری پیش نہ آئے۔ البتہ متابعات اور شواہد میں نیز ضمنی اور استطرادی ابحاث میں رواۃ کی توثیق کا التزام نہیں کیا گیا اور فریق ثانی کی طرف سے جملہ نقل کردہ روایات و آثار میں جو ضعف وکمزور اور مجروح و متکلم فیہ راوی ہیں۔ ان پر کتب رجال سے جرحی کلام نقل کر دیا ہے تاکہ بلند و بالا دعاوی کرنے والوں کو اپنے دلائل کا معیار بھی معلوم ہو جائے اور جن حضرات صحابہ کرام رضؓ و تابعینؒ اور ائمہ دینؒ کی مسئلہ زیر بحث میں معیت جمہور کو حاصل ہے۔ ان کی ثقاہت اور بعض صفات عالیہ کا تذکرہ بھی کر دیا گیا ہے تاکہ عوام کو بھی یہ بات بخوبی معلوم ہو جائے کہ ان اکابر کا اسلام اور مسلمانوں میں کیا رتبہ ہے؟

ہم نے بعض مقامات پر ائمہ جرح و تعدیل اور جمہور محدثین کرامؒ کے مسلّمہ اور طے شدہ اصول و ضوابط کے عین مطابق ثقہ راویوں سے متعلق ثقاہت اور عدالت کے اقوال تو نقل کر دیئے ہیں لیکن اگر بعض ائمہ کا کوئی جرحی کلمہ ملا ہے تو وہ نظر انداز کر دیا ہے۔ اسی طرح اگر کسی ضعیف اور کمزور راوی کے بارے میں کسی امام کا کوئی توثیقی کا جملہ ملا ہے تو اس کو بھی درخور اعتنا نہیں سمجھا۔ کیونکہ فن رجال سے ادنیٰ واقفیت رکھنے والے حضرات بھی بخوبی اس امر سے واقف ہیں کہ کوئی بھی ایسا ثقہ جس پر جرح کا کوئی کلمہ منقول نہ ہو یا ایسا ضعیف جس کو کسی ایک نے بھی ثقہ نہ کہا ہو کبریت احمر کے مترادف ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ کا رتبہ کس سے مخفی ہے؟ اور الصحابۃ کلھم عدول کے جملہ سے کون اہل علم ناواقف ہے؟ مگر خوارج اور روافض کا نظریہ بھی ان کے بارے میں پوشیدہ نہیں ہے۔ بایں ہمہ ہم نے توثیق و تضعیف میں جمہور ائمہ جرح و تعدیل اور اکثر ائمہ حدیث کا ساتھ اور دامن نہیں چھوڑا۔ مشہور ہے کہ

زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

تا حدِ ممکن اسانید کو پورا پورا نقل کیا گیا ہے اور ترجمہ میں اخبرنا، اخبرنی، حدثنا، حدثنی، قال فلاں عن فلاں، روی فلاں اور رُوی عن فلاں وغیرہ اصطلاحات کی پوری رعایت رکھی گئی ہے تاکہ ایک طرف نقل سند کے سلسلہ میں کسی قسم کی خیانت واقع نہ ہو۔ اور دوسری طرف سندات کو دیکھ کر صحیح و ضعیف، متصل اور منقطع وغیرہ کا فرق سمجھنے کی اہلیت رکھنے

سمعت عبادةؓ بن الصامت يقرأ خلف الامام فقلت له تقرأ خلف الامام فقال عبادةؓ لا صلوٰة الا بقراءة (سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۱۶۸)

میں نے حضرت عبادہؓ کو امام کے پیچھے قرأت کرتے سنا میں نے دریافت کیا کہ آپ امام کے پیچھے قرأت کرتے ہیں؟ حضرت عبادہؓ نے فرمایا قرأت کے بغیر نماز نہیں ہو سکتی۔

امام بیہقیؒ نے اپنی سند کے ساتھ ان کی ایک اور روایت بھی نقل کی ہے جس میں امام کے پیچھے آہستہ قرأت کرنے کی اجازت ہے اور پھر لکھا ہے۔

ومذہب عبادةؓ فی ذلک مشہور (ص ۱۶۸ / ۲)

حضرت عبادہؓ کا مذہب اس میں مشہور و معروف ہے۔

جواب:۔ سند کے لحاظ سے گو کلام کرنے کی کافی گنجائش ہے مگر ہم سند کے لحاظ سے اس پر کوئی کلام نہیں کرتے حضرت عبادہؓ بن الصامت نے صحیح سمجھا یا غلط بہرحال یہ بالکل صحیح بات ہے کہ حضرت عبادہؓ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے اور ان کی یہی تحقیق اور یہی مسلک و مذہب تھا مگر فہم صحابی اور موقوف صحابی حجت نہیں ہے خصوصاً قرآن کریم، صحیح احادیث اور جمہور حضرات صحابہ کرامؓ کے آثار کے مقابلہ میں لیکن یہ روایت خود اس بات کو واضح کر رہی ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ میں امام کے پیچھے قرأت کرنے کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا اور یہ مسئلہ ان میں رائج بھی نہ تھا ورنہ محمودؓ بن ربیع جو خود صغار صحابہؓ میں تھے حضرت عبادہؓ بن الصامت کی امام کے پیچھے قرأت سے کبھی تعجب نہ کرتے اور نہ یہ پوچھنے کی نوبت ہی آتی کہ حضرت آپ امام کے پیچھے کیوں قرأت کرتے ہیں؟ یقینی امر ہے کہ حضرت عبادہؓ بن الصامت نے نماز میں تکبیر، قیام، رکوع، سجود، تشہد، اور سلام وغیرہ جملہ امور ادا کئے ہوں گے مگر ان میں سے کسی چیز کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ کی گئی کہ حضرت آپ نے رکوع کیوں کیا ہے؟ سجدہ کیوں کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ اگر سوال کیا ہے تو اس چیز کے بارے میں کہ آپ کے امام کے پیچھے قرأت کیوں کرتے ہیں؟ یہ بھی مت بھولیے کہ حضرت عبادہؓ بن الصامت نے محمودؓ بن ربیع کو یہ نہیں فرمایا کہ برخوردار تمہاری تمام سابق نمازیں بے کار کالعدم اور باطل ہیں کیونکہ تم نے قرأت نہیں کی اور تمام نمازیں واجب الاعادہ ہیں اور نہ سہی تو یہی نماز جو تم نے ابھی ابھی میرے ساتھ بغیر قرأت کے ادا کی ہے وہی دوبارہ پڑھ لو اور لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت محمودؓ بن ربیع حضرت عبادہؓ کے داماد تھے (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۶۲) انہوں نے ان کو یہ بھی نہ فرمایا کہ تم امام کے پیچھے ترک قرأت کے مرتکب

سلم ایک بار نہ فرماتے بلکہ کئی بار فرماتے سرّاً نہ فرماتے بلکہ جہراً فرماتے صرف حضرت عبادہؓ کو نہ سناتے بلکہ تمام حضرات صحابہؓ کو سناتے اور اگر حضرت عبادہؓ بھی اس حکم کو ضروری سمجھتے تو یقیناً بغیر خوف لومۃ لائم کے اس کی خوب نشر و اشاعت کرتے اور حضرات صحابہ کرامؓ کو اس بات کا قائل کر لیتے کہ وہ بھی جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کرتے۔ یہ حکم تو ضروری نہ تھا اس لیے اس کی پر زور اشاعت کی ضرورت ہی انہوں نے نہ سمجھی، بخلاف اس کے ترک قرأت کا حکم ضروری تھا اس لیے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے صرف ایک شخص نے قرأت کی تو آپ نے فرمایا میرے پیچھے کس نے قرأت کی ہے؟ کیوں میرے ساتھ منازعت اور مخالجت ہوتی رہی ہے؟ حتیٰ کہ آپ نے بہ بانگ دہل یہ ارشاد فرمایا مالی انازع القرآن نتیجہ یہ ہوا کہ یہ ارشاد سب نے سنا اور یہ ارشاد سن کر تمام حضرات صحابہؓ کرام نے جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت ترک کر دی۔ جیسا کہ مفصل پہلے گزر چکا ہے۔ باقی اگر حضرت عبادہؓ سے بسند صحیح یا کسی اور صحابی سے بلا قیل و قال خلف الامام کی قید سے کوئی روایت صحیح ہوتی تو یقیناً اس کی طرف رجوع کیا جاتا مگر روایات کا حال آپ ملاحظہ کر ہی چکے ہیں اور بقول شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ حضرت عبادہؓ کے موقوف قول سے ہی غلطی در غلطی پیدا ہوئی ہے الغرض حضرات صحابہ کرامؓ کے یہ آثار پہلے تو سنداً ہی صحیح نہیں ہیں اور اگر کچھ صحیح بھی ہیں تو ان میں صرف سری نمازوں کا ذکر ہے کسی میں مطلق قرأت کا ذکر ہے اور اکثر میں ما زاد، ما تیسر اور فصاعداً وغیرہ کی زیادت بھی موجود ہے لہٰذا یہ آثار فریق ثانی کو ہرگز مفید نہیں ہو سکتے۔

آثار حضرات تابعینؒ وغیرہم

فریق ثانی نے اپنے اس دعویٰ پر کہ امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے ورنہ نماز ناقص، بیکار، کالعدم اور باطل ہو گی، حضرات تابعینؒ و اتباع تابعینؒ وغیرہم کے آثار اور اقوال سے بھی استدلال کیا ہے حالانکہ ان کے نزدیک در موقوفات صحابہؓ حجت نیست اگرچہ بصحت رسد پھر آثار حضرات تابعینؒ وغیرہم سے استدلال کیونکر صحیح ہو سکتا ہے جب کہ وہ سنداً اور روایۃً بھی صحت کے معیار پر پورے نہیں اترتے اور معنوی اور درایتی پہلو کے پیش نظر بھی وہ ان کو چنداں مفید نہیں ہو سکتے مگر مشہور ہے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، حضرات تابعینؒ وغیرہم کے وہ آثار جو بحث سکتات

یکون فی آخر امتی خلیفة یحثی المال حثیا ولا یعده عدا — مسلم شریف

کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم — متفق علیہ

اسلام میں امام مہدی رضی اللہ عنہ کا تصوّر

امام مہدی سے متعلق اہل سنت والجماعت کا عقیدہ، نام و نسب، سیرت، حلیہ، علامات
ظہور مہدی، صحیحین میں امام مہدی سے متعلق احادیث، واقعاتی تناظر میں
منکرین و مدعیان مہدویت، اکابر علماء کی آراء و فتاویٰ

از افادات
حضرت مولانا مفتی محمد یوسف خان صاحب مدظلہ
استاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

مؤلف
مولانا حافظ محمد ظفر اقبال
فاضل جامعہ اشرفیہ

بیت العلوم
۲۰۔ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون [illegible]

''اس حدیث میں اگرچہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں لیکن احادیث میں امام مہدی رضی اللہ عنہ کے علاوہ اس کا کوئی محمل اور مثال موجود نہیں جیسا کہ اس پر گذشتہ احادیث اور بکثرت وارد شدہ آثار دلالت کرتے ہیں۔''

۴۔ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے جو کہ حکماً مرفوع ہے اس لئے کہ اپنی طرف سے ایسی بات کوئی صحابی نہیں کہہ سکتا تاوقتیکہ اس نے حضور ﷺ سے اس کو سنا نہ ہو۔ علامہ سیوطیؒ نے الحاوی للفتاوی جلد دوم میں اس پر کافی شافی بحث فرمائی ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

﴿عن عبداللّٰہ بن مسعود قال ان الساعة لا تقوم حتی لایقسم میراث ولایفرح بغنیمة ثم قال بیده هکذا و نحاهانحو الشام فقال عدو یجمعون لاهل الاسلام ویجمع لهم اهل الاسلام قلت الروم تعنی قال نعم قال ویکون عند ذاکم القتال ردة شدیدة فیشترط المسلمون شرطة للموت لاترجع الاغالبة فیقتتلون حتی یحجز بینهم اللیل فیفیٔ هؤلاء و هؤلاء کل غیر غالب و تفنی الشرطة ثم یشترط المسلمون شرطة للموت لا ترجع الا غالبة فیقتتلون حتی یحجز بینهم اللیل فیفیٔ هؤلاء و هؤلاء کل غیر غالب و تفنی الشرطة ثم یشترط المسلمون شرطة للموت لاترجع الاغالبة فیقتتلون حتی یمسوا فیفیٔ هؤلاء و هؤلاء کل غیر غالب و تفنی الشرطة فاذا کان یوم الرابع نهدالیهم بقیة اهل الاسلام فیجعل اللّٰہ الدائرة علیهم فیقتتلون مقتلة اما قال لایری مثلها و اماقال لم یرمثلها

ختم نبوت

اس باب میں ختم نبوت کے متعلق مندرجہ ذیل موضوعات پر علماء کے حوالہ جات پیش کئے جارہے ہیں:

☆ مرزا غلام احمد نے ختم نبوت مرتبی کا اقرار کیا اور ختم نبوت زمانی کا انکار کیا۔ علامہ خالد محمود مقدمہ تحذیر الناس

☆ ختم نبوت مرتبی میں زیادہ عقیدت اور ختم نبوت زمانی سے زیادہ پُرکشش ہے۔ علامہ خالد محمود مقدمہ تحذیر الناس

☆ ختم نبوت زمانی کا مطلب علومِ نبوت کی انتہاء۔ مولانا قاسم نانوتوی

☆ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نبی اکرم ﷺ کا زمانہ نبوت قیامت تک قرار دینا۔

☆ بعد میں آنے میں کوئی فضیلت نہیں۔ حافظ عزیز الرحمٰن حاشیہ تحذیر الناس

☆ سب نعمتیں حضور ﷺ سے ہی ملتی ہیں اور ملیں گی۔ احمد رضا خان بریلوی۔ منظور نعمانی

☆ اس امت کا نبی اسی میں سے ہوگا۔ اشرف علی تھانوی

☆ شریعت کے بغیر نبوت جاری ہے، ابوالکلام آزاد

☆ نبوت ختم ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا استثناء ہے۔ مقدمہ مرزائیہ۔ تحفہ قادیانیت

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بوقت نزول نبی ہوں گے۔ تحفۂ قادیانیت

☆ غیر احمدی علماء کا ایک دوسرے کو ختم نبوت کا منکر ہونے کا الزام لگانا

☆ نئی نبوت لعنت لیکن مودودی صاحب کی دعوت ''مسلمان کہلانے والی قوم'' کے لئے خطرناک آزمائش

☆ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے متعلق 1914ء سے قبل کے لاہوری حوالہ جات

تالیف

حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نوراللہ مرقدہ
بانی دارالعلوم دیوبند (م ۱۲۹۷ھ)

مقدمہ

علامہ ڈاکٹر خالد محمود ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

حاشیہ

مولانا حافظ عزیز الرحمٰن ایم اے ایل ایل بی

توضیح بعض عبارات

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم

ادارہ العزیز
نزد جامع مسجد صدیقیہ، گلہ برف خانہ سیالکوٹ روڈ، کھوکھر کی ۔ گوجرانوالہ

رشد راشدین میں منصبغ (رنگین) ہو کر اسی رنگ میں خدمت اسلام کرتی رہی، کسی نے موقع نہ دیا کہ کوئی الحاد قلعہ اسلام میں گھس آئے۔

خلافت کی عکسی ترتیب میں حضرت عمرؓ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کا نام آتا ہے۔ آپ کی اسلامی خدمات میں عقیدۂ ختم نبوۃ کا تحفظ بہت نمایاں تھا۔ پس لازم تھا کہ تاریخ کے اس دورِ ھبوط میں انکارِ ختم نبوۃ کا فتنہ پھر پوری قوت سے ابھرے، چنانچہ ایران میں بہاء اللہ اور ہندوستان میں مرزا غلام احمد قادیانی نے مادی وسائل بروئے کار لا کر نبوت کے دعوے کیے۔ اب ضروری تھا کہ حضرت ابوبکر الصدیق کی نسبت پھر سے جلوہ گر ہو اور آپ کی اولاد سے کوئی مردِ کار اٹھے اور فتنہ انکارِ ختم نبوۃ کے خلاف وہ طرح ڈالے کہ اس کے متوسلین ختم نبوۃ کی خدمت میں ایک تاریخ بن جائیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ مصنف تحذیرالناس نسب صدیقی کے ساتھ اسی نسبتِ صدیقی کے امین تھے اور کتاب تحذیرالناس نے وہ اساس مہیا کی ہے جس سے آئندہ پیدا ہونے والے ہر فتنے کی جڑ کٹتی ہے جو کسی تاویل سے ختم نبوت کے گرد گھومتا ہو۔

علم الٰہی میں پہلے سے معلوم تھا کہ مرزا غلام احمد کس پہلو سے عقیدہ ختم نبوۃ پر حملہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے ذریعے اس مغالطے کو پہلے سے زائل فرما دیں۔ اسے جاننے کے لیے پہلے مرزا غلام احمد کی تشریح ختم نبوت پر نظر کرنا ضروری ہے۔

مرزا غلام احمد کی تشریح ختم نبوت

مرزا غلام احمد قادیانی نے ختم نبوت کے عنوان سے انکار نہیں کیا نہ کہیں یہ کہا کہ وہ اور اس کی جماعت حضورؐ کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ اس نے ختم نبوۃ کا یہ معنی بیان کیا کہ حضورؐ نبوت کا مرکز ہیں، جن سے آگے نبوت پھیلتی ہے اور جو بھی نبوت پائے گا اس پر آپ کی نبوت کی مہر ہوگی۔ مرزا غلام احمد اپنی تشریح میں ختم نبوت مرتبی کا عقیدہ رکھتا تھا اور ختم نبوت مرتبی کو ختم نبوت زمانی کے متوازی سمجھتے ہوئے ختم نبوت مرتبی کا اقرار اور ختم نبوت زمانی کا انکار کرتا تھا۔ اس کے ذہن کے مطابق یہ دو متقابل نظریات تھے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد کے پیرو ختم نبوت مرتبی کا اقرار کرتے ہیں۔ اور ختم نبوت زمانی کے منکر ہیں۔

قادیانی تشریح کا خطرناک پہلو

مسلم عوام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ وشان سے والہانہ عقیدت رکھتے ہیں۔ جب وہ قادیانی مبلغین سے سنتے ہیں کہ ختم نبوت کا اصل مفہوم یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سارے کمالات ختم مانے جائیں اور یہی حضورؐ کی ختم نبوت ہے تو کئی عوام جوش عقیدت میں قادیانیوں کے پنجۂ الحاد میں آجاتے ہیں۔ ختم نبوت زمانی کتنا پختہ عقیدہ کیوں نہ ہو ختم نبوت مرتبی میں عقیدت بہر حال زیادہ ہے اور وہ ظاہر میں لوگوں کو زیادہ کھینچتی ہے۔

اسلام کا اعجاز اور مسلمانوں کی الٰہی رہنمائی

مرزا غلام احمد نے ابھی اس الحاد کے کانٹے نہ بچھائے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرۃ ابوبکر صدیقؓ کی نسل سے ایک مردِ حق آگاہ کو پیدا کیا۔ جس کے دل میں اللہ نے یہ بات ڈالی کہ ختم نبوت مرتبی خود عقیدہ اسلام ہے۔ اس نے بتایا اور اس پر زور دیا کہ ختم نبوت مرتبی کو مانو تو ختم نبوت زمانی کا انکار نہیں ہو سکتا بلکہ یہ دونوں مفہوم بیک وقت جمع ہو سکتے ہیں اور یہی عقیدہ اسلام ہے کہ حضورؐ پر سب کمالاتِ نبوت بھی ختم ہیں اور حضور زمانے میں بھی سب سے آخر میں ہیں۔ یہ مردِ حق آگاہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ تھے۔

مرزا غلام احمد اور مولانا محمد قاسمؒ کی تشریحات میں فرق

مرزا غلام احمد قادیانی کے عقیدے میں ختم نبوۃ مرتبی اور ختم نبوۃ زمانی دو متوازی اور متقابل مفہوم ہیں۔ ختم نبوۃ مرتبی کے اقرار سے ختم نبوۃ زمانی کا انکار ہے، مگر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے عقیدے میں یہ دونوں مفہوم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی میں جمع تھے۔ پس آپکا ختم نبوۃ مرتبی کا اقرار ختم نبوۃ زمانی کا ہرگز انکار نہیں۔

لزومِ ختم نبوۃ زمانی پر مولانا محمد قاسمؒ کی تقریر

حضرت مولانا تحذیر الناس میں لکھتے ہیں:

"بالجملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصفِ نبوت میں موصوف بالذات اور سوائے آپ کے اور انبیاء موصوف بالعرض اس صورت میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

اولیس الذی خلق السمٰوٰت والارض بقادر علیٰ ان یخلق
مثلھم بلیٰ وھو الخلّٰق العلیم ط

حضرت نانوتویؒ کی مشہور کتاب تحذیر الناس کے مشکل مقامات کی تشریح و توضیح پر

مناظرۂ عجیبہ

از

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ العزیز

ترتیب جدید و عنوانات

مولانا حسین احمد نجیب (رفیق دار التصنیف دار العلوم کراچی)

ناشر

سید محمد معروف

مکتبہ قاسم العلوم ۔ جے ون ۱۴۰

کورنگی کراچی ۳۱

9/-

حجیت اجماع حجیت قرآن سے کم ہے

وجہ اسکی یہ ہے کہ حجیۃ اجماع بہر حال حجیۃ قرآن شریف سے کم ہے اس لئے قرآن شریف کا عام اجماع کے عام سے اثبات عموم میں زیادہ نہ ہوگا تو کم بھی نہ ہوگا۔ قرآن شریف میں موجود ہے :-

الذین قال لہم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم[۱]

اور ظاہر ہے کہ بیان تمام نوع انسانی مراد نہیں افراد معدود مراد ہیں سو اگر یہاں یہ عذر ہے کہ قرینہ خارجیہ مخصص ہے تو وہاں بھی قرینہ خارجیہ مخصص ہے۔

غرض خاتمیت زمانی سے یہ ہے کہ دین محمدی بعد ظہور منسوخ نہ ہو علوم نبوت اپنی انتہا کو پہونچ جائیں کسی اور نبی کے دین یا علم کی طرف پھر بنی آدم کو یہ احتیاج باقی نہ ہے سو ظاہر ہے کہ یہ احتمال اگر ہے تو جب ہی ہے جب کہ انبیاء مفروض الوجود بعد زمان محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا فی زمان محمدی صلے اللہ علیہ وسلم اس زمین میں پیدا ہوں کیونکہ ان کی گنجائش ہے اور اگر فرض کرو کسی اور زمین میں کوئی اور نبی معاصر خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو یا بعد زمان خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوں تو نہ اس تک کسی کو رسائی میسر نہ یہاں کے باشندوں کو اس کے اتباع کی گنجائش پھر کاہے کے لئے ان کی نسبت آپ کو بعد میں پیدا کیجئے اور کاہے کے لئے اس پر اجماع منعقد کیجئے ہاں قطع نظر غرض مذکور کے اگر محض تاخر زمانی بالذات موجب افضلیت ہوتا تو البتہ ایک بات بھی تھی مگر آپ ہی نہیں بلکہ اور سب خوب جانتے ہیں کہ محض تاخر زمانی موجبات افضلیت میں سے نہیں

---

[۱] وہ لوگ جنکو لوگوں نے کہا کہ لوگ تم پر حملہ کے لئے جمع ہوگئے ہیں تم ان سے ڈرو

اگر ہوتی بھی تو اولیت ہوتی مولینا! ہماری غرض کے قبول کرنے میں ساری باتیں ٹھکانے لگ جاتی ہیں اور نہ آپ کے طور پر ایک مدعا بھی ثابت نہیں ہوسکتا۔

میری غرض اس کہنے سے کہ خاتمیت زمانی یوں بن سکتی ہے کہ ان چھ طبقہ والوں کو سابق خاتم مطلق سے سمجھا جاوے ان لوگوں کا اسکات تھا جو خاتمیت زمانی مراد لیں اور پھر اثر مذکور کو مخالف آیۃ سمجھیں ظاہر ہے کہ موافق بعض تقریرات گذشتہ بنی کنبیکم بھی مثل جملہ آدم کآدمکم بیان واقعہ گذشتہ ہوسکتا ہے پھر اس اثر کا معارض خاتم المرسلینؐ کہنا کیونکر روا ہے۔

گذارش احوال واقعی

الغرض بطور جواب یہ احتمال بتلایا تھا بطور اظہار اعتقاد یہ گذارش نہ تھی جو آپ کہتے ہیں یوں کیوں نہ کہا کہ ایسا ہی سمجھنا چاہیئے اپنے اعتقاد کا حال تو اول تحذیر میں عرض کر چکا تھا جس میں سے تقریر ثانی کی موافق خاتمیت زمانی علی الاطلاق منجملہ مدلولات مطابقی لفظ خاتم ہو جائے گی بایں ہمہ اگر مجھ سے اس باب میں تقصیر ہوئی تو میں بلا وجہ اب اس کو کہتا ہوں پر آپ سے جو بوجہ انکار توسط عروضی محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بالیقین انکار افضلیت تامہ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لازم آیا اسکی تلافی تو بلا رجوع اور اعتراف غلطی سابقہ ممکن ہی نہیں۔

مولینا! فعلیت کے دعوے کی تو آپ یونہی تہمت لگاتے ہیں تاہم برا نہیں مانتے پر امکان نظیر کی بات مسلم لیکن آپ نے یہ خیال نہ فرمایا کہ خاتمیت زمانی سے امکان نظیر کیونکر ہاتھ سے جاتا رہے گا جو میں جزئا نہ کہتا اور یوں ہی احتمال نکال کر ٹال جاتا۔

مولینا! ہمارے دلائل ایسے پوچ نہیں اور نہ ہم اپنے دعوای میں ایسے حیران جو موافق

﴿۸۲﴾ اپنی علمی اور عملی حالت میں قوت پیدا کرے کیونکہ وہ خدا جس کو کسی نے بھی نہیں دیکھا اُس پر یقین لانے کے لئے بہت گواہوں اور زبردست شہادتوں کی حاجت ہے جیسا کہ دو آیتیں قرآن شریف کی اس واقعہ پر گواہ ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:۔

وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ [1] فَكَيۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيۡدٍ [2]

یعنی کوئی قوم نہیں جس میں ڈرانے والا نبی نہیں بھیجا گیا یہ اس لئے کہ تا ہر ایک قوم میں ایک گواہ ہو کہ خدا موجود ہے اور وہ اپنے نبی دنیا میں بھیجا کرتا ہے۔ اور پھر جب اُن قوموں میں ایک مُدّت دراز گذرنے کے بعد باہمی تعلقات پیدا ہونے شروع ہو گئے اور ایک ملک کا دوسرے ملک سے تعارف اور شناسائی اور آمد ورفت کا کسی قدر دروازہ بھی کھل گیا اور دُنیا میں مخلوق پرستی اور ہر ایک قسم کا گناہ بھی انتہا کو پہنچ گیا۔ تب خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجا تا بذریعہ اس تعلیم قرآنی کے جو تمام عالم کی طبائع کے لئے مشترک ہے دنیا کی تمام متفرق قوموں کو ایک قوم کی طرح بناوے اور جیسا کہ وہ واحد لاشریک ہے اُن میں بھی ایک وحدت پیدا کرے اور تا وہ سب مل کر ایک وجود کی طرح اپنے خدا کو یاد کریں اور اس کی وحدانیت کی گواہی دیں اور تا پہلی وحدت قومی جو ابتدائے آفرینش میں ہوئی اور آخری وحدت اقوامی جس کی بنیاد آخری زمانہ میں ڈالی گئی یعنی جس کا خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے وقت میں ارادہ فرمایا۔ یہ دونوں قسم کی وحدتیں خدائے واحد لاشریک کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دوہری شہادت ہو کیونکہ وہ واحد ہے اس لئے اپنے تمام نظام جسمانی اور روحانی میں وحدت کو دوست رکھتا ہے۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں اِس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی۔ یعنی شبہ گذرتا تھا کہ آپ کا زمانہ وہیں تک ختم ہو گیا کیونکہ جو آخری کام آپ کا تھا وہ اسی زمانہ میں انجام تک پہنچ گیا۔ اس لئے خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک

[1] فاطر: ۲۵ [2] النساء: ۴۲

﴿۸۳﴾

قوم کی طرح بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں۔ زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈال دی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے اور اس تکمیل کے لئے اسی اُمّت میں سے ایک نائب مقرر کیا

جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اُسی کا نام خاتم الخلفاء ہے

پس زمانہ محمدی کے سر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اُس کے آخر میں مسیح موعود ہے اور ضرور تھا کہ یہ سلسلہ دُنیا کا منقطع نہ ہو جب تک کہ وہ پیدا نہ ہو لے کیونکہ وحدت اقوامی کی خدمت اُسی نائب النبوت کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے اور اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے اور وہ یہ ہے۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ[1] یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اُس کو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کر دے یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیشگوئی میں کچھ تخلّف ہو اس لئے اِس آیت کی نسبت اُن سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا کیونکہ اس عالمگیر غلبہ کے لئے تین امر کا پایا جانا ضروری ہے جو کسی پہلے زمانہ میں وہ پائے نہیں گئے۔

(۱) اول یہ کہ پورے اور کامل طور پر مختلف قوموں کے میل ملاقات کے لئے آسانی اور سہولت کی راہیں کھل جائیں اور سفر کی ناقابل برداشت مشقتیں دور ہو جائیں اور سفر بہت جلدی طے ہو سکے گویا سفر سفر ہی نہ رہے اور سفر کو جلد طے کرنے کے لئے فوق العادت اسباب میسّر آ جائیں کیونکہ جب تک مختلف ممالک کے باشندوں کے لئے ایسے اسباب اور سامان حاصل نہ ہوں کہ وہ فوق العادت کے طور پر ایک دوسرے سے مل سکیں اور بآسانی ایک دوسرے کی ایسے طور سے ملاقات کر سکیں کہ گویا وہ ایک ہی شہر کے باشندے ہیں تب تک ایک قوم کے لئے یہ موقعہ حاصل نہیں ہو سکتا کہ وہ یہ دعویٰ کریں کہ اُن کا دین تمام دنیا کے دینوں پر

[1] التوبۃ : ۳۳

تحذیر الناس

مِن اِنکارِ أثر اِبنِ عباس رضی اللہ عنہ

تالیف

حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نوراللہ مرقدہ

بانی دارالعلوم دیوبند (م ۱۲۹۷ھ)

مقدمہ

علامہ ڈاکٹر خالد محمود ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

حاشیہ

مولانا حافظ عزیز الرحمٰن ایم اے ایل ایل بی

توضیح بعض عبارات

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم

ادارہ العزیز

نزد جامع مسجد صدیقیہ، گلہ برف خانہ، سیالکوٹ روڈ، کھوکھر کی۔ گوجرانوالہ

الجواب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَسَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

تمہید: بعد حمد وصلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اوّل معنیٰ خاتم النبیّین[1] معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں[2] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[3] کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں، پھر مقام مدح میں وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصافِ مدح میں سے نہ کہئے اور اس

---

[1] یعنی آیۃ کریمہ میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیّین فرمایا گیا ہے۔ اوّل اس کے معنی سمجھنے چاہئیں ۱۲۔

[2] سو عوام کے خیال میں الخ قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ لفظ خاتم النبیّین کا معنیٰ عوام تو یہی لیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمانے کے لحاظ سے سب نبیوں کے بعد تشریف لائے ہیں اور بس۔ لیکن اہل علم وعقل بخوبی جانتے ہیں کہ محض زمانے کے لحاظ سے پیچھے آنا باعث فضیلت نہیں بلکہ کچھ اوصاف وکمالات ہوتے ہیں جو بعد میں آنے والے کو پہلے لوگوں پر فوقیت دیتے ہیں۔ ورنہ محض آخر میں آنا اگر فضیلت کا موجب ہوتا تو سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بعد سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں ولی آئے ہیں مگر ان کا ہم مرتبہ کوئی نہیں۔ اسی طرح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد ہزاروں صحابہ کرامؓ نے سرور کائنات علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کی لیکن کوئی صحابی آپ کا ہم پلہ وہم مرتبہ نہیں۔ یہی نہیں بلکہ اگر زمانے کے لحاظ سے بعد میں آنا ہی فضیلت وبرتری کے لیے کافی ہوتا تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بعد سرور کائنات سے پہلے کئی انبیاء تشریف لائے لیکن ان میں سے کوئی نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر فضیلت نہیں رکھتا۔ جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے۔

[3] اصل کتاب میں "صلعم" لکھا ہوا ہے ہم نے مکمل الفاظ میں لکھا ہے ۱۲۔

یعنی

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے تکفیری فتوے "حسام الحرمین" کے جواب میں جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کا وہ فیصلہ کُن بیان جو موصوف نے ۱۳۵۲ھ (م ۱۹۳۳ء) میں لاہور میں ہونے والے ایک ایسے مناظرہ میں پیش کرنے کے لیے تیار کیا تھا جس کے لیے علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم پروفیسر علامہ اصغر علی روحی مرحوم اور شیخ صادق حسن امرتسری (بیرسٹر ایٹ لا) حکم طے پائے تھے ـــــ یہ بیان پہلی دفعہ ۱۳۵۴ھ میں "معرکۃ القلم" کے نام اور "فیصلہ کُن مُناظرہ" کے لقب سے شائع ہُوا تھا۔ ـــــ

ـــــ ناشر ـــــ

دارُالنفائس

کریم پارک ۲ راوی روڈ لاہور

بہت سے اگلے علمار محققین بھی اس کی تصریح فرما چکے ہیں۔ لیکن یہاں ہم ان کی عبارات نقل کر کے بات کو طویل کرنے اور کتاب کو ضخیم بنانے کی ضرورت نہیں سمجھتے کیونکہ خود مولوی احمد رضا خاں صاحب نے بھی اس مسئلہ کو اس طرح لکھ دیا ہے کہ اس کے بعد کسی اور کی عبارت نقل کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اس لیے ہم ان ہی کی ایک عبارت اس سلسلہ میں نقل کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

فاضل موصوف اپنے رسالہ "جزار اللہ عدوہ" کے صفحہ ۲۲ پر لکھتے ہیں:

"اور نصوص متواترہ اولیار کرام و ائمہ عظام و علمار اعلام سے مبرہن ہو چکا کہ ہر نعمت قلیل یا کثیر، صغیر یا کبیر، جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی ظاہری یا باطنی۔ روزِ اوّل سے اب تک اور اب سے قیامت تک، قیامت سے آخرت، آخرت سے ابد تک، مومن یا کافر، مطیع یا فاجر، ملک یا انسان، جنّ یا حیوان، بلکہ تمام ماسوی اللہ میں جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی، اُس کی کلی انھیں کے صبائے کرم سے کھلی، اور کھلتی ہے یا کھلے گی۔ انھیں کے ہاتھوں پر بٹی اور بٹتی ہے اور بٹے گی، یہ سر الوجود اور اصل الوجود، خلیفۃ اللہ الاعظم و ولی نعمتِ عالم ہیں، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ خود فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "انا ابو القاسم اللہ یعطی وانا اقسم" رواہ الحاکم فی المستدرک وصححہ واقرہ الناقدون۔

فاضل بریلوی کی اس عبارت سے معلوم ہُوا کہ عالم میں جو کچھ نعمت رُوحانی یا جسمانی، دُنیوی یا دینی، ظاہری یا باطنی کسی کو ملی ہے وُہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دست کرم کا نتیجہ ہے اور چونکہ نبوت بھی ایک اعلیٰ درجہ کی رُوحانی نعمت ہے، لہٰذا وہ بھی دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضورؐ ہی کے واسطے سے ملی ہے اور اسی حقیقت کا نام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی اصطلاح میں خاتمیت ذاتی اور خاتمیت مرتبی ہے۔

اِس وقت ہم اس بحث کو اسی پر ختم کرتے ہیں اور مولوی احمد رضا خاں صاحب نے حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہیؒ پر تکذیب رب العزت جل جلالہٗ کا جو بہتان لگایا ہے، اب اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

قولہ تعالیٰ ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی
نشر الطیب
فی
ذکر النبی الحبیب
تاج کمپنی لمیٹڈ پوسٹ بکس ۲۵۲ لاہور ۵۳۰ کراچی

آپ (شب معراج میں) بیت المقدس میں تشریف لائے نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو تمام انبیاء آپ کے ہمراہ (مقتدی ہو کر جیسا کہ مسلم میں ابن مسعود کی روایت میں حضورؐ کا ارشاد ہے فامتھم) نماز پڑھنے لگے اور ابو سعید کی روایت میں ہے کہ بیت المقدس میں داخل ہو کر فرشتوں کے ساتھ نماز ادا کی (یعنی فرشتے بھی مقتدی تھے) پھر انبیاء علیہم السلام کی ارواح سے ملاقات ہوئی اور سب نے حق تعالیٰ کی ثنا کے بعد اپنے اپنے فضائل بیان کئے جب حضور کے خطبہ کی نوبت آئی جس میں آپ نے اپنا رحمۃ للعالمین ہونا اور مبعوث الی کافۃ الناس ہونا اور اپنی امت کا خیر الامم و امۃ وسط ہونا اور اپنا خاتم النبیین ہونا بھی بیان فرمایا اس کو سن کر ابراہیمؑ نے سب انبیاء علیہم السلام کو خطاب کر کے فرمایا کہ بھٰذا افضلکم محمدؐ یعنی ان ہی فضائل سے محمدؐ تم سب سے بڑھ گئے اور ابراہیم علیہ السلام کا یہ ارشاد بزار اور حاکم نے بھی حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے (کذا فی المواہب)

چوتھی روایت۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء پر بھی فضیلت دی اور آسمان والوں (یعنی فرشتوں) پر بھی (اور پھر اس پر قرآن مجید سے استدلال کیا) روایت کیا اس کو دارمی نے (کذا فی المشکوٰۃ)

پانچویں روایت۔ حضرت انسؓ سے (ایک طویل حدیث میں) روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے (ایک بار اپنے کلام میں) فرمایا کہ بنی اسرائیل کو مطلع کردو کہ جو شخص مجھ سے اس حالت میں ملے گا کہ وہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہوگا تو میں اس کو دوزخ میں داخل کرونگا خواہ کوئی ہو موسیٰ علیہ السلام نے

عرض کیا کہ احمد کون ہیں ارشاد ہوا اے موسیٰ قسم ہے اپنے عزت وجلال کی میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو اُن سے زیادہ میرے نزدیک مکرم ہو میں نے ان کا نام عرش پر اپنے نام کے ساتھ آسمان و زمین اور شمس و قمر پیدا کرنے سے بیس لاکھ برس پہلے لکھا تھا قسم ہے اپنے عزت وجلال کی کہ جنت میری تمام مخلوق پر حرام ہے جب تک کہ محمدؐ اور ان کی امت اس میں داخل نہ ہو جاویں الخ امت کے فضائل کے بعد یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب مجھ کو اس امت کا نبی بنا دیجئے ارشاد ہوا اس امت کا نبی اسی میں سے ہوگا عرض کیا کہ تو مجھ کو ان (محمدؐ) کی امت میں سے بنا دیجئے ارشاد ہوا کہ تم پہلے ہو گئے وہ پیچھے ہونگے البتہ تم کو اور ان کو دار الجلال (جنت) میں جمع کر دوں گا روایت کیا اس کو حلیہ میں (کذا فی الرحمۃ المہداۃ) مجموعہ ان روایات سے آپ کا افضل الخلق ہونا حق تعالیٰ کے ارشاد سے خود آپ کے ارشاد سے انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے ارشاد سے صحابہ کے ارشاد سے صریحاً بھی اور امامت انبیاء و ملائکہ و ختم نبوت و خیریت امت وغیرہ سے استدلالاً بھی ثابت ہے اور اس فصل کے قبل کی دو فصلوں میں اور بالکل شروع کتاب کی دو فصلوں میں بھی متعدد روایتوں سے یہ امر کالتصریح ثابت ہے۔

مِنَ الْقَصِیْدَۃ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ ۔۔ ۱؎ آپ اسم با مسمیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمٖ ۔۔ ہیں جو سردار دنیا و آخرت و جن و انس کے اور دونوں فریق عرب و عجم کے ہیں

www.KitaboSunnat.com
مسئلہ خلافت
www.KitaboSunnat.com
مولانا ابوالکلام آزاد

شریعت کا مقنن تھا، امت کا بانی تھا، ملکوں کا حاکم اور سلطنت کا مالک تھا۔ وہ اگر چٹوں اور چھال سے پٹی ہوئی مسجد کے منبر پر وحی الٰہی کا ترجمان اور انسانی سعادت و ہدایت کا واعظ تھا تو اسی کے صحن میں یمن کا خراج تقسیم کرنے والا اور فوجوں کو میدان جنگ میں بھیجنے کے لیے سپہ سالار لشکر بھی تھا۔ وہ ایک ہی وقت اور ایک ہی زندگی میں گھروں کا نظام معاشرت درست کرتا اور نکاح و طلاق کے قوانین نافذ کرتا اور ساتھ ہی بدر کے کنارے دشمنوں کا حملہ بھی روکتا اور مکہ کی گھاٹیوں میں سے ایک فاتح حکمران کی طرح نمایاں بھی ہوتا ہے۔ غرضیکہ اس کی ایک شخصیت کے اندر مختلف حیثیتیں اور منصب جمع تھے اور اسلام کا نظام دینی بھی تھا کہ یہ ساری قوتیں ایک ہی فرد میں جمع رہیں۔

جب آپ دنیا سے تشریف لے گئے تو خلفاء راشدینؓ کی خلافت خاصہ اسی اجتماع قویٰ و مناصب پر قائم ہوئی اور اسی لیے اس کو ''منہاج نبوت'' سے تعبیر کیا گیا۔ یعنی یہ نیابت ٹھیک ٹھیک ہر لحاظ اور ہر پہلو سے مخض جامع نبوت کی بجی قائم مقامی اپنے اندر رکھتی تھی۔

منصب نبوت مختلف اجزاء نظر و عمل سے مرکب ہے۔ ازاں جملہ ایک جزو وحی و تنزیل کا مورد ہونا اور شریعت میں تشریع و تاسیس قوانین کا اختیار رکھنا ہے۔ یعنی قانون وضع کرنا اور اس کے وضع و قیام کی معصومانہ و غیر مسئولانہ قوت۔ اس جزء کے اعتبار سے نبوت آپ کے وجود پر ختم ہو چکی تھی اور قیامت تک کے لیے شریعت و قانون کے وضع و قیام کا معاملہ کامل ہو چکا تھا۔ جب نعمت کامل ہو گئی تو پھر کامل چیز ہی کو ہمیشہ باقی رہنا چاہیے۔ اس کی جگہ کسی دوسری چیز کا آنا نقص کا ظہور ہوگا نہ کہ تکمیل کا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (۵۔۳)

لیکن منصب نبوت اس اصلی جزء کے ساتھ بہت سے تبعی اجزاء پر بھی مشتمل تھا اور ضروری تھا کہ ان کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہے۔ اس چیز کو مختلف احادیث میں مختلف تعبیرات سے موسوم کیا ہے۔ حضرت عمرؓ کے لیے ''محدث'' (بالفتح) کا مقام بتلایا گیا۔ علماء کو انبیاء کا وارث کہا گیا۔ مبشرات صادقہ کو نبوت کا چالیسواں جزء قرار دیا۔ لم یبق الا المبشرات حدیث تجدید بھی اسی سلسلہ میں داخل ہے۔ پس خلفاء راشدینؓ کو جو نیابت پہنچی، اس میں وحی و تشریع کی قائم مقامی تو نہیں ہو سکتی تھی لیکن اور تمام اجزاء و خصائص نبوت کی نیابت داخل تھی۔ داعی اسلام کا وجود نبوت کے ساتھ خلافت ارضی، حکومت و سلطنت، نظام و قوام سیاست قیادت فوج و حرب، فتح و عمران ممالک، ریاست مجالس شوریٰ وغیرہ، جہانبانی و حکمرانی کے تمام منصب تنہا اپنی شخصیت کے اندر رکھتا تھا۔ اس لیے ٹھیک ٹھیک اسی طرح خلافت خاصہ میں بھی خلفاء راشدینؓ کا تنہا وجود ان ساری نظری و عملی قوتوں اور تمام منصوبوں کا جامع ہوا۔ وہ ایک ہی وجود کے اندر صاحب امامت و خلافت بھی تھے، صاحب اجتہاد و قضا بھی تھے، اور صاحب سیاست و نظم احکام و بلاد بھی۔ اصلاً ''امامت کبریٰ'' کا مقام اجتہاد دینی اور

حق و باطل کا معرکۃ الآراء

مُقدّمہ مرزائیہ بہاولپور

مفصل

رُوداد ۱۹۲۶ء لغایت ۱۹۳۵ء

جس میں

جناب جج محمّد اکبر خان صاحب بی اے ایل ایل بی

ڈسٹرکٹ جج بہاول پور

نے مرزائیت کو اِرتداد قرار دے کر مُسلمہ کا نِکاح مرزائی سے فسخ فرمایا

جلد اوّل

اِسلامک فاؤنڈیشن رجسٹرڈ

۱- ڈیوس روڈ ○ لاہور

کا محتاج نہیں رہنے دیا کہ وہ نبوت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی پر ترجیح دے۔ بلکہ بڑے بڑے جلیل القدر انبیاء آپ کی اُمت میں داخل ہونے کے متمنی رہے ہیں۔ افسوس کہ قرآن کی تعلیم کو پوری طرح مدِنظر نہیں رکھا گیا۔ ورنہ یہ اعتراض نہ کیا جاتا۔

قرآن حکیم میں حیاتِ انسانی کی پوری انتہا واضح نہیں فرمائی گئی۔ اور جیسا کہ چودھری غلام احمد صاحب پرویز مضمون محولہ بالا میں لکھتے ہیں۔ جنت بھی جو بالعموم منزلِ مقصود سمجھی جاتی ہے۔ درحقیقت اصل منزلِ مقصود نہیں بلکہ راستہ کا ایک خوشنما منظر ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں جنتیوں کی اس دعا سے ظاہر ہوتا ہے۔ یقولون ربنا اتمم لنا نورنا اس منتہیٰ کو ایک راز رکھا گیا۔ نہ معلوم کہ حضور کے فیض سے اُمت کو کیا کچھ عطا فرمایا جائے گا۔ لہٰذا مدعا علیہ یہ ثابت کرنے میں کامیاب نہیں رہا۔ کہ جو وحی انبیاء علیہم السلام کو ہوتی ہے وہ اس وقت تک جاری ہے۔ بلکہ صرف الہام اور کشف وغیرہ باقی ہیں۔ جیسا کہ مدعیہ کا ادعا ہے۔ اور ان کو لغوی طور وحی کہا جا سکتا ہے۔ اس مقدمہ کے فیصلہ کا دارومدار زیادہ تر رسول اللہ صلعم کے خاتم النبیین بمعنے آخری نبی ماننے کے عقیدہ پر ہی ہے۔ مدعیہ کی طرف سے جیسا کہ اوپر درج کیا گیا۔ بحوالہ آیاتِ قرآنی واحادیث واجماعِ اُمت یہ دکھلایا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ بجز اس کے کہ اس کی استثناء حضور نے خود کر دی یعنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور کہ مرزا صاحب کے دعوےٰ سے قبل اور اب بھی سوائے مرزا صاحب کے پیرووں کے دیگر جملہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انبیاء کی تعداد اور بعثت کے لحاظ سے آخری نبی ہیں۔ اور آپ کے بعد اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی مسلمان کسی اور کو نبی مانے۔ تو وہ کافر اور مرتد ہو جاتا ہے۔

مدعا علیہ کی طرف سے کہا جاتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے کمال اتباع اور فیض سے نبوۃ کا مرتبہ عطا ہو سکتا ہے۔ اور وہ خاتم النبیین کے معنے عام مسلمانوں کے اعتقاد کے خلاف یہ کرتا ہے۔ کہ اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلعم کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنے آپ کو اضافہ کمال کے لئے مہر عطا کی۔ جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی اس وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنے آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے۔ اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور قرآن مجید کی جس آیت میں یہ الفاظ درج ہیں۔ اس کے معنے مدعا علیہ کی طرف سے یہ کئے گئے ہیں۔ کہ اس آیت میں رسول اللہ کے بعد الفاظ خاتم النبیین اس لئے لائے گئے کہ ہر نبی اپنی امت کا روحانی باپ ہوتا تھا۔ صرف اتنا کہہ دینے سے کہ آپ بحیثیت رسول اپنی اُمت کے باپ ہیں۔ آپ کی دوسرے رسولوں پر کوئی فضیلت ظاہر نہ ہوتی تھی۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے آپ کو خاتم النبیین فرما کر آپ کو دوسرے رسولوں سے ممتاز فرما دیا۔ کہ اور نبی تو اپنی امت کے صرف مومنوں کے باپ تھے۔ مگر آپ ایسے عظیم الشان اور جلیل القدر نبی ہیں۔ کہ انبیاء کے بھی باپ ہیں۔ یعنے آپ کی اتباع اور توجہ روحانی کمالات نبوت بخشتی ہے۔ اور اگر اس کے معنے آخر

انا خاتم النبيين لا نبي بعدي

تحفۂ قادیانیت

جلد سوم

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوة
حضوری باغ روڈ ملتان
☎ 514122

بزرگوں کا عقیدہ کیا تھا؟ اور جس شخص نے آپ کو یہ بتایا کہ یہ حضرات "نزول مسیح" کے منکر تھے وہ کتنا بڑا دجال وکذاب ہوگا۔ حافظ شیرازی کے بقول: ع "چہ دلاور است دزدے کہ بہ کف چراغ دارد"

حافظ ابن حزمؒ

امام ابومحمد علی بن حزم الاندلسی الظاہری (م۴۵۶ھ) "کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل" میں فرماتے ہیں:

○ "وقد صح عن رسول الله صلی الله علیه وسلم بنقل الکواف التی نقلت نبوته واعلامه وکتابه انه اخبر انه لا نبی بعده الا ماجاءت الاخبار الصحاح من نزول عیسیٰ علیه السلام الذی بعث الیٰ بنی اسرائیل وادعی الیهود قتله وصلبه، فوجب الاقرار بهذه الجملة وصح ان وجود النبوة بعده علیه السلام باطل لا یکون البتة"۔

(ج۱ ص۷۷)

ترجمہ: "وہ پوری کی پوری امت، جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، آپؐ کے معجزات اور آپؐ کی کتاب کو نقل کیا ہے اسی نے آپؐ سے یہ بات بھی نقل کی ہے کہ آپؐ نے خبر دی کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں، مگر اس سے وہ عقیدہ مستثنیٰ ہے جس کے بارے میں صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں، یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا، وہی عیسیٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
تحفۂ قادیانیت
جلد اوّل
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ
حضوری باغ روڈ ملتان
514122

ونؤمن بخروج الدجال و نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام من السماء وبخروج یاجوج وماجوج و نؤمن بطلوع الشمس من مغربها وخروج دابۃ الارض من موضعها۔ (ص ۱۳)

اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ دجال نکلے گا اور عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہونگے، اور یاجوج ماجوج نکلیں گے، اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ آفتاب مغرب سے نکلے گا اور دابتہ الارض اپنی جگہ سے نکلے گا۔

یہ سب علامات قیامت کبریٰ ہیں۔ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیلاً اور قرآن کریم نے اجمالاً بیان فرمایا ہے۔ ، اور جن پر امام طحاویؒ کی تصریح کے مطابق پوری امت "ایمان" رکھتی ہے۔

علامہ سفارینیؒ کا حوالہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کا انکار دور قدیم میں صرف فلاسفہ اور ملاحدہ نے کیا ورنہ کوئی ایسا شخص جو خدا اور رسول پر ایمان رکھتا ہو اس عقیدہ سے منکر نہیں ہوا۔ چنانچہ علامہ سفارینی (المتوفی ۱۱۸۸ھ) "لوامع انوار البہیہ" میں اس عقیدہ کو قرآن کریم، حدیث نبوی اور اجماع امت سے ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اما الاجماع فقد اجتمعت الامۃ علیٰ نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ولم یخالف فیہ احدٌ من اھل الشریعہ۔ وانما انکر ذالک الفلاسفۃ و الملاحدۃ ممن لایعتد بخلافہ وقد انعقد اجماع الامۃ انہ ینزل و یحکم بهذہ الشرعیۃ المحمدیہ

رہا اجماع! تو امت کا اجماع ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، اور جو لوگ شریعت محمدیہ پر ایمان رکھتے ہیں ان میں سے کسی نے بھی اس کے خلاف نہیں کہا۔ اس کا انکار صرف فلاسفہ اور بددینوں نے کیا ہے جن کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں، اور امت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ کہ وہ نازل ہو کر شریعت

وليس ينزل بشريعة مستقلة عند نزوله من السماء وان كانت النبوة قائمة وهو متصف بها۔ (ج ۲ ص ۹۴)

محمدیہ کے مطابق عمل کریں گے۔ اور آسمان سے اترتے وقت کوئی الگ شریعت لے کر نہیں اتریں گے اگرچہ ان کی نبوت ان کے ساتھ قائم رہے گی اور وہ نبوت کے ساتھ متصف ہوں گے۔

امام اشعریؒ کا حوالہ

امام ابو الحسن اشعریؒ المتوفی (۳۲۴ھ) جو "امام اہل سنت" کے لقب سے مشہور ہیں اور جنہیں تیسری صدی کا مجدد تسلیم کیا گیا ہے۔ "کتاب الابانۃ" (مطبوعہ حیدر آباد دکن) میں لکھتے ہیں۔

واجمعت الامة على انّ الله عز و جل رفع عيسىٰ الى السماء

اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھالیا۔

(طبع دوم مطبوعہ ۱۳۶۵ھ ص ۳۸)

امام سیوطیؒ کا حوالہ

چونکہ یہ عقیدہ نماز روزہ اور حج و زکوٰۃ کی طرح متواتر اور قطعی ہے اس لئے اس کے منکر کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا گیا۔ چنانچہ نویں صدی کے مجدد امام جلال الدین سیوطیؒ (المتوفی ۹۱۱ھ) اپنے رسالہ "الاعلام بحکم عیسیٰ علیہ السلام" میں ایک معترض کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

ثم یقال لھذا الزاعم ھل انت اخذ بظاہر الحدیث من غیر حمل علی المعنی المذکور؟ فیلزمک احدُ الاسرین۔ اما نفی نزول عیسیٰ او نفی ا لنبوۃ عنہ وکلا ھما کفرٌ۔
(الحاوی للفتاوی ص ۱۶۶ ج ۲)

پھر اس مدعی سے کہا جائے گا کہ کیا تم اس حدیث کے ظاہر کو لیتے ہو؟ اور جو مطلب ہم نے اس کا کیا ہے اس پر محمول نہیں کرتے ہو؟ تو اس صورت میں تجھے دو میں سے ایک صورت لازم آئے گی۔ یا یہ کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کی نفی کرو۔ یا بوقت نزول ان سے نبوت کی نفی کرو۔ اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔

اس تقریر سے جناب نے اندازہ کیا ہو گا کہ حضرت عیسیٰ السلام کے آخری زمانے میں دوبارہ آنے کا عقیدہ کس قدر اہم اور ضروری ہے۔ اب آپ کے خط کے بارے میں چند امور عرض کرتا ہوں۔

امام مالکؒ اور ابن حزمؒ اجماعی عقیدہ کے قائل ہیں۔

آپ نے امام مالکؒ اور امام ابن حزمؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ وفات مسیح کے قائل تھے اور اس سے جناب نے یہ سمجھا کہ وہ ان کے نزول کے بھی منکر ہوں گے، مگر یہ صحیح نہیں۔ امام مالکؒ اور امام ابن حزمؒ دونوں اس اجماعی عقیدہ پر ایمان رکھتے ہیں کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں نازل ہوں گے۔ دوسروں کے حوالوں پر اعتماد کرنے کے بجائے مناسب ہو گا کہ ہم امام مالکؒ اور امام ابن حزمؒ کی اپنی کتابوں پر اعتماد کریں۔ اور ان کی اپنی تصریحات کی روشنی میں ان کا عقیدہ معلوم کریں۔

امام مالکؒ کا حوالہ:

امام مالک کی کتاب العتبیہ کا تذکرہ آنجناب نے خود بھی فرمایا ہے اور اس کے حوالہ سے

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

تحفۂ قادیانیت

جلد سوم

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ
حضوری باغ روڈ ملتان
☎ 514122

علیہ السلام کا زندہ ہونا اور دوبارہ تشریف لانا صحیح ہے۔ لیکن وہ آنحضرت ﷺ کی شریعت پر ہوں گے۔ آپ ﷺ کی پیروی کے سوا انہیں کوئی گنجائش نہ ہوگی جیسا کہ آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو ان کو میری پیروی کے سوا چارہ نہ ہوتا پس آنحضرت ﷺ کا خاتم الانبیا ہونا صحیح ہے۔ بایں معنی کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا"۔

نیز علامات قیامت کی بحث میں لکھتے ہیں:

ومما يلحق بباب الإمامة بخث خروج المهدي ونزول عيسى ﷺ وهما من أشراط الساعة. (ج۲ ص۳۰۷)

ترجمہ: "باب امامت کے ملحقات میں خروج مہدی اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کی بحث بھی ہے اور یہ دونوں علامات قیامت میں سے ہیں"۔

نیز اسی ضمن میں لکھتے ہیں:

هو وإن كان حينئذٍ من اتباع النبي ﷺ فليس منعزلا عن النبوة فلا محالة أن يكون أفضل من الإمام. (ج۲ ص۳۰۸)

ترجمہ: "حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت اگرچہ آنحضرت ﷺ کے پیروکار ہوں گے، لیکن نبوت سے معزول نہیں ہوں گے، اس لئے یقیناً وہ امام مہدی سے افضل ہوں گے"۔

شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں:

ونزول عيسى عليه السلام من السماء عند المنارة البيضاء في شرقي دمشق... حق إلخ. (ص۱۲٤)

ترجمہ: "اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا دمشق کے مشرق میں سفید منارہ کے پاس حق ہے"۔

تعالیٰ سوئے آسماں تادو کند عیسیٰ علیہ السلام راسوئے زمین در آخر الزماں، تاباشد ازیں امت مصطفیٰ علیہ السلام یعنی عامل شریعت مصطفیٰ بودویکے از امتیان مصطفیٰ شود"۔

(شرح رسالہ مکیہ تصوف قلمی ص ۴۰۰ و ص ۴۰۱ ریز نمبر ۲۵۶)

ترجمہ : "اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے اس امت کے فضائل انجیل میں دیکھے تو عرض کیا کہ الٰہی اس امت کو میری امت بنا دے۔ حکم ہوا کہ ان کو تمہاری امت نہ بناؤں گا، اس لئے کہ میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے، پس انہوں نے دعا کی کہ مجھ کو اس امت میں داخل کر دے، چنانچہ ان کی یہ دعا قبول ہوگئی کہ حق تعالیٰ نے ان کو زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ یہاں تک کہ آخر زمانہ میں ان کو زمین پر اتار کر اس امت میں شامل فرمائے گا"۔ (ارشاد الملوک ص ۱۱۰، ۱۱۱)

امام تقی الدین سبکیؒ :

الامام العلامہ تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی الشافعی (م: ۷۸۶ھ) اپنی کتاب "التعظیم و المنة في تفسير قوله تعالٰى لتومنن به ولتنصرنه" میں طویل کلام کے بعد لکھتے ہیں:

فإذا عرف ذلك فالنبى صلی اللہ علیہ وسلم هو نبى الأنبياء ولهذا أظهر ذلك فى الآخرة جميع الأنبياء تحت لوائه، وفى الدنيا كذلك ليلة الإسراء صلّى بهم، ولو اتفق مجيئه فى زمن آدم ونوح وإبراهيم وموسى وعيسى وجب عليهم وعلى أممهم الإيمان به ونصرته، وبذلك أخذ الله الميثاق عليهم فنبوته عليهم ورسالته إليهم معنى حاصل له... فلو وجد فى عصرهم لزمهم اتباعهم بلا شك ولهذا يأتى عيسى فى آخر الزمان على شريعته وهو نبى كريم على حالته لا كما يظن بعض الناس أنه يأتى واحداً من هذه الأمة نعم هو واحد من هذه

الأمّة لما قلناه من اتباعه للنبی ﷺ وإنما یحکم بشریعته نبیّنا محمد ﷺ بالقرآن والسنة وکل ما فیها من أمرٍ ونهی فهو متعلق به کما یتعلق بسائر الأمة وهو نبی کریم علی حاله ولم ینقص منه شیء. (بحواله شرح المواهب ص١٦٤ ج٦ جواهر البحار للنبهانی ص٣٦٤)

ترجمہ : ''پس جب یہ معلوم ہوا تو ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ ''نبی الانبیا'' ہیں ۔ اسی بنا پر اس عظمت کو آخرت میں یوں ظاہر کیا گیا کہ تمام انبیاکرام علیہم السلام آپ ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہوئے ' اسی طرح شب معراج میں بھی اس کا ظہور ہوا کہ آپ ﷺ سب کے امام ہوئے اور اگر آپ کی تشریف آوری حضرت آدم ' حضرت نوح ' حضرت ابراہیم ' حضرت موسیٰ ' حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے زمانے میں ہوتی تو ان پر اور ان کی امتوں پر واجب ہوتا کہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور آپ ﷺ کی نصرت کریں ' اسی کا اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا ' اس لئے آپ ﷺ کا ان کے لئے نبی ورسول ہونا تو ایک ایسا وصف ہے جو آپ ﷺ کو حاصل ہے ۔

پس اگر آپ ﷺ ان کے زمانہ میں موجود ہوتے تو آپ ﷺ کا اتباع ان پر واجب ہوتا ۔ یہی وجہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں آپ ﷺ کی شریعت پر اتریں گے ' حالانکہ وہ بدستور نبی مکرم ہوں گے ' ایسا نہیں جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ محض اس امت کے ایک فرد بن کر آئیں گے ' بلاشبہ وہ اس امت کے ایک فرد بھی ہوں گے ۔ کیونکہ جیسا کہ ہم نے کہا وہ ہمارے نبی ﷺ کی شریعت کے مطابق قرآن وسنت کے ساتھ حکم کریں گے اور شریعت کے تمام اوامر ونواہی جیسا کہ دیگر افراد امت سے متعلق ہیں ' ان کے متعلق بھی ہوں گے ' اس کے باوجود وہ بدستور نبی مکرم ہوں گے ' ان کی نبوت میں ذرا بھی کمی نہیں آئے گی'' ۔

تصنیف

المتوفی
۱۹۸۷ء

ترجمہ
عطاء الرحمن ثاقب

ناشر: ادارہ ترجمان السنۃ لاہور پاکستان

کیا شیعہ ختمِ نبوّت کے منکر ہیں ؟

عطاء الرحمٰن ثاقب

شیعہ اور عقیدۂ ختمِ نبوّت

عقیدۂ ختم نبوت پہ ایمان کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں کہلا سکتا، اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جا چکا ہے اور ان کی سرگرمیوں پر بھی ایک حد تک پابندی عائد کر دی گئی ہے۔

قادیانی ختم نبوت کے منکر ہیں ان کے نزدیک سلسلہ نبوت منقطع نہیں ہوا بلکہ وہ جاری و ساری ہے اگرچہ وہ ظلی و بروزی کی تقسیم کرتے ہیں تاہم اس تقسیم کا کتاب و سنّت میں کوئی وجود نہیں۔

قادیانیوں سے بھی پہلے جس مکتبۂ فکر نے "امامت" کے نام پہ ختم نبوت کا انکار کیا وہ شیعہ مکتبۂ فکر ہے۔ ان کے نزدیک "امامت" کا وہی مفہوم ہے جو مسلمانوں کے نزدیک "نبوت" کا ہے۔ میں نے اس انتہائی نازک اور حساس موضوع پر قلم کو جنبش نہیں دی تا وقتیکہ میں نے علامہ ظہیر شہید کی تصنیفات کے علاوہ خود شیعہ مراجع و مصادر کا بغور مطالعہ نہیں کر لیا مختلف شیعی کتب کے مطالعہ کے بعد جب میرے پاس دلائل و براہین کی اتنی بڑی تعداد جمع ہو گئی جن پر ایک ایسی عمارت ایستادہ کی جا سکے کہ جس میں بیٹھے ہوئے حریف کو دلائل کے سامنے سرِ تسلیم خم کیے بغیر کوئی چارۂ کار اور راہِ فرار نہ ہو تب میں نے اللہ کے فضل سے اس موضوع پہ اپنی قلم کو حرکت دینے کی جسارت،

جدید نظرثانی وتصحیح شدہ ایڈیشن

ادیانِ باطلہ اور صراطِ مستقیم

پسند فرمودہ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

شیخ الحدیث حضرت اقدس

مفتی محمد نعیم صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

مدیر الجامعۃ البنوریۃ العالمیۃ

بیت الاشاعت کراچی

غلام حسین نجفی نے لکھا ہے:

''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت بعد النبی کا منکر کافر ہے۔''(۱)

(اسی طرح اور بھی بہت سی باتیں امامت کے بارے میں موجود ہیں)

جواب: مسئلہ امامت کے بارے میں اہل سنت والجماعت فرماتے ہیں کہ یہ عقیدہ بھی کفر ہے۔

اس مسئلہ میں استاد محترم مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی رحمہ اللہ تعالیٰ فتویٰ تحریر فرماتے ہیں۔(۲)

دور صحابہ سے آج تک امت کا اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہ ہو گا لہٰذا خصوصیات نبوت وحی شریعت وعصمت وغیرہ قیامت تک بند ہیں۔

مگر یہ شیعہ لوگ اگرچہ برملا عقیدۂ ختم نبوت کے انکار کی جرأت نہیں کرتے مگر درپردہ یہ لوگ اجراء نبوت کے قائل ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ امامت انکار ختم نبوت کو مستلزم ہے لہٰذا یہ لوگ درحقیقت تقیہ کی وجہ سے اپنے اماموں کے لئے نبی کے استعمال کرنے سے تو گریز کرتے ہیں مگر درحقیقت یہ لوگ اپنے ائمہ کے لئے خصوصیات نبوت ثابت کرتے ہیں یعنی اپنے ائمہ کو منصوص اور خدا مفہوم اور ان کے پاس وحی وشریعت آنے کے قائل ہیں نیز ان کو احکام شریعت کو منسوخ کرنے کا اختیار بھی دیتے ہیں بلکہ روح اللہ خمینی کی تحریر کے مطابق ان کے ائمہ درجۂ الوہیت تک پہنچے ہوئے ہیں یہ تو سراسر کفر وشرک ہے روح اللہ خمینی نے اپنی کتاب ''الحکومۃ الاسلامیہ'' میں خامہ فرسائی کی ہے کہ:

(۱) تحفۂ حنفیہ: ص ۱۷ (غلام حسین نجفی) مزید وضاحت شیعہ سنی اختلافات اور صراط مستقیم۔ اور تاریخی دستاویز وغیرہ کتب میں دیکھی جاسکتی ہے۔ جس میں تمام اصل کتب کے عکس ہے، سرورق کتاب کے درج ہیں۔
(۲) اس فتویٰ پر تمام دنیا کے علماء نے تصدیق وتوثیق فرمائی تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علمائے دیوبند کی کفریہ اور متضاد عبارات سے متعلق

دیوبندیوں سے لاجواب سوالات

مرتبہ : محمد نعیم اللہ خاں قادری
بی ایس سی بی ایڈ
ایم اے اردو، پنجابی، تاریخ

ناشر: فیضان مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کاموکی

(ب) ڈاکٹر صاحب اپنے حلقہ میں نہ صرف علامہ بلکہ مؤرخ و متکلم اور مناظر بھی مانے جاتے ہیں۔ اس عبارت میں ڈاکٹر صاحب نے تسلیم فرمایا کہ ممتنع بالذات تحت القدرۃ نہیں ہوتا اور جملہ اہل سنت و جماعت یعنی تمام مفسرین کرام وغیرہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر کو محال بالذات مانتے ہیں جو کہ تحتِ قدرت نہیں تو قدرتِ خداوندی کو چیلنج کیا؟

(ج) ڈاکٹر صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ اہل سنت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر ممتنع بالذات مانتے ہیں اور اسی پر انہوں نے بحث بھی کی ہے کہ ممتنع بالذات دائرۂ امکان سے باہر ہے۔ لہٰذا حضور کو جب تک ممکن بالذات نہ مانا جائے اُن پر مخلوق کا اطلاق نہیں ہوگا۔

لامحالہ ان کے خود ساختہ اصول و قواعد بھی اسی جانب ہوں گے کہ جو چیز دائرہ امکان میں نہیں وہ دائرہ وجوب میں ہوگی۔ اب اسلاف صالحین پر الزام تو اسی یہ ہوئی کہ تمام مفسرین کرام اہل سنت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر کو ممتنع بالذات مانتے ہیں جیسا کہ سابقہ سطور میں ٹھوس دلائل سے ثابت کیا جا چکا ہے تو علامہ صاحب کے ان فرضی اصول و قواعد کے مطابق لازم آئے گا کہ یہ سلف صالحین (معاذ اللہ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واجب الوجود مانتے ہیں۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

ختمِ نبوت کا انکار

ممکن ہے ڈاکٹر صاحب کہہ دیں کہ ہم حضور کی نظیر کو جو محال کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وقوع محال ہے امکان محال نہیں۔ جواباً گزارش ہے کہ اس طرح بھی ختمِ نبوت کا انکار لازم آتا ہے ڈاکٹر صاحب کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے:-

"یہ بات دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ حضور کی نظیر ہرگز نہ ہوگی،

مسلمانو مسلمانو اے مصطفیٰ پیارے کے نام پر قربان ہونے والو اپنے پیارے محبوب کی عزت پر

ذرا اس مقدمہ کتاب مستطاب

حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین

1324ھ

مسمّٰی بنام تاریخی

تمہید ایمان بآیات قرآن

1326ھ

کو ملاحظہ کرو

جس میں صرف قرآن عظیم کی آیتوں کا بیان ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان کے یہ معنی ہیں پیارے بھائیو اسکے دیکھنے سے سچا حقیقی ایمان نظر آتا ہے مسلمان کا ایمان ترقی و نور و قوت پاتا ہے ایک نظر دیکھ تو دیکھو

ذرا اس

خلاصہ فوائد فتاویٰ

پر نظر ڈالو

مبارک فتوے کہ علمائے حرمین شریفین نے لکھے ان سب کی فہرست ہے

یہ چند ورق کا خلاصہ ہی دیکھ کر تو دیکھو

مصنفہ اعلیٰحضرت مجدد مأتہ حاضرہ مولانا احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی دامت برکاتہم

مطبع اہل سنت و جماعت بریلی

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اُسکے اور تمام دجالوں کے شر سے پناہ دے دوسرا فرقہ وہابیہ امثالیہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چھ یا سات مثل موجود ماننے والے اور خواتیہ (یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا طبقات زمین میں چھ خاتم النبیین موجود جاننے والے) اور ہم سابق میں اُنکے احوال واقوال اور یہ گروہ تھے اور مذہب بیان کر چکے ہیں اور دونوں قسم میں ایک امیریہ امیر حسن و امیر احمد سہسوانیوں کی طرف منسوب و نذیریہ نذیر حسین دہلوی کی طرف منسوب اور قاسمیہ قاسم نانوتوی کی طرف منسوب جسکی تحذیر الناس ہے اور اُس نے اپنے اس رسالہ میں کہا ہے بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپکا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں اھ حالانکہ فتاوی تتمہ اور الاشباہ والنظائر وغیرہما میں تصریح فرمائی کہ اگر محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے پچھلا نبی نہ جانے تو مسلمان نہیں اسلیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخر الانبیا ہونا سب انبیا سے زمانہ میں پچھلا ہونا ضروریات دین سے ہے اور یہ وہی نانوتوی ہے جسے محمد علی کانپوری ناظم ندوہ نے حکیم اُمت محمدیہ کا لقب دیا پاکی ہے اُسے جو دلوں اور آنکھوں کو پلٹ دیتا ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم تو یہ سرکش شیطان کے چیلے آگ اس مصیبت عظمیٰ میں سب شریک ہیں ایک جیسے رایوں میں چھوٹے ہوئے ہیں جو شیطان فریب کی راہ سے اُنکے دلوں میں ڈالتا ہے اور اُن کی تفصیل متعدد رسالوں میں ہو چکی تیسرا فرقہ وہابیہ کذابیہ رشید احمد گنگوہی کے پیرو جیسے تو اُس نے اپنے پیر طائفہ اسمٰعیل دہلوی کے اتباع سے اللہ عزوجل پر یہ افترا باندھا کہ اُس کا جھوٹا ہونا بھی ممکن ہے اور میں نے اُس کا یہ بیہودہ بکنا ایک مستقل کتاب میں رد کیا جس کا نام سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح رکھا اور میں نے یہ کتاب بصیغہ رجسٹری اُسکی

طرف اور اُسپر بھیجی اور بذریعہ ڈاک

حصہ اوّل:

تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور

مولانا زکریا صاحب کے جوابات

تجزیہ اور تعاقب کی کسوٹی پر

حصہ دوم:

تبلیغی جماعت

قرآن وحدیث کی کسوٹی پر

تالیف:

مولانا عطاء اللہ ڈیروی

ابوالوفاء محمد طارق عادل خان

معلومات و رابطہ:

http://www.quransunnah.com

mtak32@yahoo.com

اور غیر اسلامی عقائد کی تشہیر بذریعہ حکایات عام کرنے میں تبلیغی جماعت اور اسکا نصاب پیش پیش ہیں۔
تبلیغی جماعت میں کچھ خوبیاں اور اچھی باتیں بھی ہیں لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ ان اچھی باتوں کو برباد کردینے کے لئے محض ایک غلط عقیدہ ہی کافی ہے جبکہ تبلیغی اور دیوبندی جماعت کے بہت سے عقائد باطل ہیں جن کی مکمل تفصیل آپ ہماری کتاب میں دیکھ سکتے ہیں نیز کیا آپ بتاسکتے ہیں کہ دنیامیں کوئی ایک بھی ایسی مذہبی جماعت ہے جس میں سرے سے کوئی خوبی ہی نہ ہومثلاً ہندو ، یہودی یا عیسائی مذاہب میں بھی بہت سی خوبیاں موجود ہیں کیا آپ انکی ان خوبیوں کی بناپران مذاہب کی تعریف کریں گےاوران میں شامل ہونا چاہیں گے ،درحقیقت ہماری عوام عقیدے کی اہمیت اورضرورت کوا کثر و بیشتر سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں اس لئے وہ تبلیغی جماعت کی ظاہری چلت پھرت اورقربانیوں سے متاثر ہوکر اس جماعت کی حمایت اور تائید میں لگ جاتے ہیں اس مسئلہ کو آپ اس طرح سمجھیں کہ قادیانیوں کا آخر کیا قصور تھا کہ انھیں ملت اسلامیہ سے خارج قرار دیا گیا،کیا وہ نماز سے انکاری تھے یا روزہ اور زکواۃ کے منکر تھے یا کسی اوراسلامی شعار کے تارک تھے ،صاف ظاہر ہے کہ نہیں بلکہ بات صرف اتنی تھی کہ وہ ایک اسلامی عقیدہ ختم نبوت کے انکاری تھے اس لئے وہ ملت مسلمہ سے خارج قرار دیئے گئے جبکہ تبلیغی اور دیوبندی جماعت کے اکابرین عقیدہ توحید میں بھی صحابہ کرام کے عقیدہ کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں اس اعتبار سے یہ لوگ قادیانیوں سے بھی زیادہ بڑے مجرم ہیں کیونکہ عقیدہ توحید عقیدہ ختم نبوت سے بھی زیادہ اہم اور اولین ہے اور ہمارا تبلیغی جماعت سے بنیادی اختلاف بھی یہی ہے یعنی اگر یہ لوگ اپنے عقائد درست کرلیں اور اپنے تبلیغی نصاب کی اصلاح کرلیں نیز تبلیغ کے طریقہ کار کو سنت کے مطابق بنالیں تو ہمارا ان سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔

JAMIA AHMADIYYA CANADA LIBRARY
3 0200 00001192 4
ختمِ نبوت
مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی
مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی

مسلسل ایسے حالات موجود رہے ہیں کہ آپؐ کی دعوت سب قوموں کو پہنچ سکتی تھی اور ہر وقت پہنچ سکتی ہے۔ اس کے بعد الگ الگ قوموں میں انبیاء آنے کی کوئی حاجت باقی نہیں رہتی۔

قرآن اس پر بھی گواہ ہے اور اس کے ساتھ حدیث و سیرت کا پورا ذخیرہ اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ حضورؐ کی لائی ہوئی تعلیم بالکل اپنی صحیح صورت میں محفوظ ہے۔ اس میں مسخ و تحریف کا کوئی عمل نہیں ہوا ہے، جو کتاب آپؐ لائے تھے اس میں ایک لفظ کی بھی کمی و بیشی آج تک نہیں ہوئی، نہ قیامت تک ہو سکتی ہے۔ جو ہدایت آپؐ نے اپنے قول و عمل سے دی اس کے تمام آثار آج بھی اس طرح ہمیں مل جاتے ہیں کہ گویا ہم آپؐ کے زمانے میں موجود ہیں۔ اس لیے دوسری ضرورت بھی ختم ہو گئی۔

پھر قرآن مجید یہ بات بھی صاف صاف کہتا ہے کہ حضورؐ کے ذریعہ سے دین کی تکمیل کر دی گئی۔ لہٰذا تکمیل دین کے لئے بھی اب کوئی نبی درکار نہیں رہا۔

اب رہ جاتی ہے چوتھی ضرورت تو! اگر اس کے لئے بھی کوئی نبی درکار ہوتا تو وہ حضورؐ کے زمانے میں آپؐ کے ساتھ مقرر کیا جاتا۔ ظاہر ہے کہ جب وہ مقرر نہیں کیا گیا تو یہ وجہ بھی ساقط ہو گئی۔

اب ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ پانچویں وجہ کون سی ہے جس کے لیے آپؐ کے بعد ایک نبی کی ضرورت ہو؟ اگر کوئی کہے کہ قوم بگڑ گئی ہے اس لئے اصلاح کی خاطر ایک نبی کی ضرورت ہے تو ہم اس سے پوچھیں گے کہ محض اصلاح کے لئے نبی دنیا میں کب آیا ہے کہ آج صرف اس کام کے لئے وہ آئے؟ نبی تو اس لیے

مقرر ہوتا ہے کہ اس پر وحی کی جائے اور وحی کی ضرورت یا کوئی نیا پیغام دینے کے لئے ہوتی ہے یا پچھلے پیغام کی تکمیل کرنے کے لئے یا اس کو تحریفات سے پاک کرنے کے لئے، قرآن اور سنتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے محفوظ ہو جانے اور دین کے مکمل ہو جانے کے بعد جب وحی کی سب ممکن ضرورتیں ختم ہو چکی ہیں تو اب اصلاح کے لئے صرف مصلحین کی حاجت باقی ہے نہ کہ انبیاء کی۔

نئی نبوّت اب اُمّت کے لیے رحمت نہیں بلکہ لعنت ہے

تیسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ نبی جب بھی کسی قوم میں آئے گا فوراً اس میں کفر و ایمان کا سوال اُٹھ کھڑا ہو گا۔ جو اس کو مانیں گے وہ ایک اُمّت قرار پائیں گے اور جو اس کو نہ مانیں گے وہ لامحالہ دوسری اُمّت ہوں گے۔ ان دونوں اُمّتوں کا اختلاف محض فروعی اختلاف نہ ہو گا بلکہ ایک نبی پر ایمان لانے اور نہ لانے کا ایسا بنیادی اختلاف ہو گا جو انہیں اس وقت تک جمع نہ ہونے دے گا جب تک ان میں سے کوئی اپنا ایک عقیدہ نہ چھوڑ دے۔ پھر ان کے لئے عملاً بھی ہدایت اور قانون کے ماخذ الگ الگ ہوں گے۔ کیونکہ ایک گروہ اپنے تسلیم کردہ نبی کی پیش کی ہوئی وحی اور اس کی سنت سے قانون لے گا اور دوسرا گروہ اس کے ماخذ قانون ہونے کا سرے سے منکر ہو گا۔ اس بناء پر ان کا مشترک معاشرہ بن جانا کسی طرح بھی ممکن نہ ہو گا۔

ان حقائق کو اگر کوئی شخص نگاہ میں رکھے تو اس پر یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی۔

کہ ختم نبوت امتِ مسلمہ کے لئے اللہ کی ایک بہت بڑی رحمت ہے جس کی بدولت ہی اس اُمت کا ایک دائمی اور عالمگیر برادری بننا ممکن ہوا ہے۔ اس چیز نے مسلمانوں کو ایسے ہر بنیادی اختلاف سے محفوظ کر دیا ہے جو ان کے اندر مستقل تفریق کا موجب ہو سکتا ہو۔ اب جو شخص بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ہادی اور رہبر مانے اور ان کی دی ہوئی تعلیم کے سوا کسی اور ماخذِ ہدایت کی طرف رجوع کرنے کا قائل نہ ہو وہ اس برادری کا فرد ہے اور ہر وقت ہو سکتا ہے۔ یہ وحدت اس امت کو کبھی نصیب نہیں ہو سکتی تھی اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہو جاتا، کیونکہ ہر نبی کے آنے پر یہ پارہ پارہ ہوتی رہتی۔

آدمی سوچے تو اس کی عقل خود یہ کہے گی کہ جب تمام دنیا کے لئے ایک نبی بھیج دیا جائے اور جب اس نبی کے ذریعہ سے دین کی تکمیل بھی کر دی جائے، اور جب اس نبی کی تعلیم کو پوری طرح محفوظ بھی کر دیا جائے تو نبوت کا دروازہ بند ہو جانا چاہئے تاکہ اس آخری نبی کی پیروی پر جمع ہو کر تمام دنیا میں ہمیشہ کے لئے اہلِ ایمان کی ایک ہی امت بن سکے اور بلا ضرورت نئے نئے نبیوں کی آمد سے اس اُمت میں بار بار تفرقہ نہ برپا ہوتا رہے۔ نبی خواہ "ظلی" ہو یا "بروزی"، "امتی" ہو یا صاحب شریعت اور صاحب کتاب، بہر حال جو شخص نبی ہوگا اور خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ہوگا اس کے آنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے ماننے والے ایک اُمت بنیں اور نہ ماننے والے کافر قرار پائیں۔ یہ تفریق اس حالت میں تو ناگزیر ہے جب کہ نبی کے بھیجے جانے کی فی الواقع ضرورت ہو مگر جب اس کے آنے کی کوئی ضرورت باقی نہ رہے تو خدا کی حکمت اور اس کی رحمت سے یہ بات قطعی بعید ہے کہ وہ خواہ مخواہ اپنے بندوں کو کفر و ایمان کی کشمکش میں مبتلا کرے اور انھیں کبھی ایک اُمت نہ بننے دے۔ لہٰذا جو کچھ قرآن سے ثابت ہے اور جو کچھ سنت اور اجماع سے ثابت

ہے، عقل بھی اس کو صحیح تسلیم کرتی ہے۔ اور اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اب نبوت کا دروازہ بند ہی رہنا چاہیئے۔

"مسیحِ موعود" کی حقیقت

نئی نبوت کی طرف بلانے والے حضرات عام طور پر ناواقف مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ احادیث میں "مسیحِ موعود" کے آنے کی خبر دی گئی ہے اور مسیح نبی تھے، اس لئے ان کے آنے سے ختمِ نبوت میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی بلکہ ختمِ نبوت بھی برحق اور اس کے باوجود مسیحِ موعود کا آنا بھی برحق۔

اسی سلسلے میں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ "مسیح موعود" سے مراد حضرت عیسیٰ ابن مریم نہیں ہیں۔ اُن کا تو انتقال ہو چکا، اب جس کے آنے کی خبر احادیث میں دی گئی ہے وہ مثیلِ مسیح، یعنی حضرت عیسیٰ کے مانند ایک مسیح ہے۔ اور وہ فلاں شخص ہے جو آچکا ہے، اس کا ماننا عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف نہیں ہے۔

اس فریب کا پردہ چاک کرنے کے لئے ہم یہاں پورے حوالوں کے ساتھ وہ مستند روایات نقل کیے دیتے ہیں جو اس مسئلے کے متعلق حدیث کی معتبر ترین کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان احادیث کو دیکھ کر ہر شخص خود معلوم کر سکتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا اور آج اس کو کیا بنایا جا رہا ہے۔

احادیث در بابِ نزولِ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

(۱) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رُوداد جماعتِ اسلامی

حصّہ دوم

مرتّبہ

شعبۂ تنظیم جماعتِ اسلامی

نشر و اشاعت جماعتِ اسلامی، پاکستان

اچھرہ ــــ لاہور

ڈھنگ پر ڈھالتے رہے ہیں جو اس کام کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتا قبل اس کے کہ ہم اپنے پیشِ نظر کام کی طرف کوئی بڑا قدم اُٹھائیں۔ ہمیں ان بوسیدہ سانچوں کو توڑنا ہے اور نہایت صبر کے ساتھ پیہم سعی و جہد سے نئی سیرتیں، نئی ذہنیتیں، نئی عادتیں اور نئی اخلاقی صفات پیدا کرنی ہیں، جو حقیقتہً نئی نہیں بلکہ سب کی سب پُرانی ہیں مگر بدقسمتی سے آج ہمارے لیے نئی ہو گئی ہیں۔ خوب سمجھ لیجیے کہ کسی فاسد و مفسد گروہ کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنی زمین کے انتظام اور اپنی خلق کی امامت و پیشوائی کے منصب پر قابض نہیں ہونے دیتا جب تک دنیا ایک صالح و مصلح گروہ (منتشر افراد نہیں بلکہ منظم گروہ) سے بالکل ہی خالی نہ ہو جائے، اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی سنّت کے مطابق قیادت و رہنمائی کے منصب اور زمین کے انتظام میں کوئی اصولی تغیر بھی اس وقت تک واقع نہیں ہو سکتا۔ جب تک ایک اُمّۃً وسط، ایک خیرِ اُمّۃ وجود میں نہ آ جائے، جو شُھَدَاءُ عَلَی النَّاسِ ہونے کے لائق ہو، جس کا جینا اور مرنا خالص اللہ اور اس کے دین کے لیے ہو۔ اور جو اپنی اخلاقی صفات کے اعتبار سے تمام دنیا کی اُمّتوں پر فوقیت رکھتی ہو۔

دعوتِ حق ایک عظیم آزمائش ہے

اس موقع پر میں ایک بات نہایت صفائی کے ساتھ کہہ دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس قسم کی ایک دعوت کا جیسی کہ ہماری یہ دعوت ہے، کسی مسلمان قوم کے اندر اُٹھنا اُس کو ایک بڑی سخت آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔ جب تک حق کے بعض منتشر اجزاء باطل کی آمیزش کے ساتھ سامنے آتے رہیں، ایک مسلمان قوم کے لیے ان کو قبول نہ کرنے اور ان کا ساتھ نہ دینے کا ایک معقول سبب موجود رہتا ہے۔

اور اس کا عذر مقبول ہوتا رہتا ہے۔ مگر جب پُورا حق بالکل بے نقاب ہو کر اپنی خالص صورت میں سامنے رکھ دیا جائے اور اس کی طرف اسلام کا دعویٰ رکھنے والی قوم کو دعوت دی جائے تو اس کے لیے ناگزیر ہو جاتا ہے کہ یا تو اس کا ساتھ دے اور اس خدمت کو انجام دینے کے لیے اُٹھ کھڑی ہو جو اُمّتِ مسلمہ کی پیدائش کی ایک ہی غرض ہے، یا نہیں تو اسے رد کر کے وہی پوزیشن اختیار کر لے جو اس سے پہلے یہودی قوم اختیار کر چکی ہے۔ ایسی صورت میں ان دو راہوں کے سوا کسی تیسری راہ کی گنجائش اس قوم کے لیے باقی نہیں رہتی۔ یہ عین ممکن ہے کہ اس دوٹوک فیصلہ میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں کو ڈھیل دے اور اس نوعیت کی یکے بعد دیگرے کئی دعوتوں کے اُٹھنے تک دیکھتا رہے کہ وہ ان کے ساتھ کیا روش اختیار کرتے ہیں۔ لیکن بہرحال اس دعوت کی طرف مُنہ موڑنے کا انجام آخرکار وہی ہے جو میں نے آپ سے عرض کر دیا ہے۔ غیر مسلم اقوام کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ لیکن مسلمان اگر حق سے منہ موڑیں اور اپنے مقصدِ وجود کی طرف صریح دعوت کو سُن کر اُلٹے پاؤں پھر جائیں تو یہ وہ جرم ہے جس پر خدا نے کسی نبی کی اُمت کو معاف نہیں کیا ہے۔

اب چونکہ یہ دعوت ہندوستان[1] میں اُٹھ چکی ہے اس لیے کم از کم یہاں کے

---

[1] متحدہ ہندوستان مراد ہے جو ۱۹۴۷ء میں پاکستان اور بھارت دو حصّوں میں تقسیم ہو گیا۔ تقسیم کے بعد پاکستان میں جماعتِ اسلامی پاکستان اور بھارت میں جماعتِ اسلامی ہند، یہ کام کر رہی ہے۔

مسلمانوں کے لیے تو آزمائش کا وہ خوفناک لمحہ آہی گیا ہے، رہے دوسرے ممالک کے مسلمان تو ہم ان تک اپنی دعوت پہنچانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ اگر ہمیں اس کوشش میں کامیابی ہوگئی تو جہاں جہاں یہ پہنچے گی وہاں کے مسلمان بھی اسی آزمائش میں پڑ جائیں گے۔ میں یہ دعوے کرتے کیلیے تو کوئی بنیاد نہیں رکھتا کہ یہ آخری موقع ہے جو مسلمانوں کو مل رہا ہے۔ اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ ممکن ہے کہ ابھی کچھ اور مواقع مسلمانوں کے لیے مقدر ہوں۔ لیکن قرآن کی بنیاد پر میں اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ مسلمانوں کے لیے یہ وقت ہے ایک نازک وقت۔ یہاں کے مسلمانوں کے سامنے اس وقت دو قسم کی دعوتیں ہیں۔ ایک طرف ہماری یہ دعوت ہے جو مسلمانوں کو ٹھیک اُس کام کے لیے بُلا رہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مسلم جماعت کی تاسیس و تشکیل کی واحد غرض قرار دیا ہے اور دوسری طرف وہ دعوتیں ہیں جن کے پیشِ نظر مسلمانوں کے دنیوی مفاد کی خدمت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ ان دو متقابل پکاروں میں سے دوسری پکار کی طرف مسلمانوں کا فوج در فوج لپکنا اور پہلی پکار کو امت کی عظیم اکثریت کا بہرے کانوں سے سُننا اکابر امت اور علماء و مشائخ کا اس سے بے اعتنائی برتنا یا اس کی کھُلی یا چھپی مخالفت پر اُتر آنا، اور ایک گروہ قلیل کا اس کی طرف بڑھنا بھی تو رُکتے اور جھجکتے اور پس و پیش کرتے ہوئے بڑھنا، میرے نزدیک ایک نہایت بُری علامت ہے اور ایک عظیم خطرہ ہے جس میں یہ مسلمان قوم اپنے آپ کو ڈال رہی ہے۔ خوب جان لیجئے کہ اگر اس وقت اس قوم میں سے کچھ آدمی بھی ایسے نہ نکلے جو امۃ وسط اور شہداء علی اللہ بننے کے قابل ہوں اور وہ خدمت انجام دے سکیں جس کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی

زمین پر ایک صالح و مصلح گروہ کو کمربستہ دیکھنا چاہتا ہے تو پھر:

فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔

(المائدہ: ۵۴)

"بعید نہیں کہ اللہ کسی دوسری ایسی قوم کو لے آئے جو اللہ کو محبوب ہو اور اللہ اسے محبوب ہو، جو اہلِ ایمان پر نرم اور کفار پر سخت ہو، جو اللہ کی راہ میں جد و جہد کرے اور کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہ ڈرے یہ اللہ کا فضل ہے جسے اللہ عطا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اللہ بڑی وسعت رکھنے والا اور علیم ہے۔"

آپ حضرات یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ آپ دراصل اُمّتِ وسط بننے کے امیدوار ہیں۔ آپ کا مقصود یہ ہے کہ اس مقامِ بلند کو حاصل کریں۔ اتنے بڑے منصب کی امیدواری کے لیے اُٹھ کھڑا ہونا اور پھر نہ اُس کی عظمت کو محسوس کرنا، نہ اس کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنا، ایک عظیم الشان بے خبری ہے اور اس سے بڑھ کر بے خبری یہ ہے کہ ایک طرف تو آپ اُن کم سے کم صفات سے بھی ابھی تک متصف نہ ہوئے ہوں جو اس کارِ عظیم کے لیے ضروری ہیں اور دوسری طرف آپ تقاضا کریں کہ فوراً ہی کوئی بڑا قدم اُٹھا دیا جائے۔ کیا آپ اتنا نہیں سمجھتے اور اس سے ڈرتے نہیں کہ اگر آپ نے کوئی ایسا قدم اُٹھایا جس کے لیے ضروری

میگزین کا آئندہ رنگ

جب سے الحکم میں وہ خط و کتابت شائع ہوئی ہے جو مولوی محمد انشاء اللہ خان صاحب ایڈیٹر وطن اور مولوی محمد علی صاحب ایڈیٹر میگزین کے مابین ریویو کے مضامین کی ترمیم کے متعلق ہو چکی ہے اسوقت سے کوئی دن اور ڈاک خالی نہیں جاتی جسمیں اس ترمیم کے متعلق مختلف خطوط اعتراضوں کے مختلف پہلو لئے ہوئے نہ آ رہے ہوں + قوم میں ایک عام کھلبلی اس امر کے متعلق پیدا ہو گئی ہے کہ گویا انکا میگزین انکے ہاتھ سے جاتا ہے۔ ان تمام خطوط اور اس تمام حرکت کو دیکھ کر میں اور میرے محترم بھائی مولوی محمد علی صاحب اور دوسرے بزرگ جو اس رسالہ کی بہتری اور ترقی کیلئے دن رات فکرمند رہتے ہیں اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ قوم اپنے رسالہ کو نہایت وقعت کی نظر سے دیکھتی اور ریلیجن کیلئے بھی وہ گوارا نہیں کر سکتی کہ اسکی موجودہ طرز ترتیب کو بدلا جاوے یہ امر ہم سب کے لئے نہایت ہی خوش کن اور ہمت افزا ہے میں کسی دوسری جگہ ایک خط درج کیا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ قوم کے اندر کس قسم کا جوش رسالہ کے متعلق پیدا ہو رہا ہے متعدد اور مختلف مقامات سے آئے ہوئے خطوط میں سے ایک کا [illegible] مولوی محمد علی صاحب دوسرے بزرگوں اور خود اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے خطوط لکھے ہیں یقین دلاتا ہوں کہ مولوی محمد علی صاحب یا ہم میں سے کوئی شخص ہم آن واحد اور طرفۃ العین کیلئے بھی گوارا نہیں کر سکتا کہ ان معتقدات کو جنپر بفضلہ تعالیٰ ہم علیٰ وجہ البصیرت قائم ہیں زبان قلم اور قلم زبان سے بیان کرنے میں کوتاہی کرے جیسا کہ مولوی محمد علی صاحب کے اس خط سے جو میں ذیل میں درج کرتا ہوں معلوم ہو جائیگا۔ ہماری غرض و غایت اگر اس سمجھوتہ سے جو مولوی انشاء اللہ خان صاحب سے ہوا تھا یہ تھی کہ چونکہ وہ نیک نیتی اور اسلام کی حمایت و اشاعت کے خیال سے ایک ایسی بات پیش کرتے ہیں جس سے ہمارے اصل مقاصد میں حرج واقع نہیں ہوتا اور ہم (جو اپنے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماتحت اسلام کی ترقی اور اشاعت کے بھوکے پیاسے ہیں) چاہتے ہیں کہ اسلام کا مقدس اور مصفا چہرہ دنیا کو نظر آئے اس جوش میں اپنی قوم پر یہ اعتبار اور بھروسہ کر کے کہ وہ ہماری کارروائی کو بحمد اللہ نیک نیتی پر محمول کر لی ہے اس تجویز سے اتفاق کیا تھا لیکن یہ کبھی خیال نہیں کیا گیا کہ ہم ان مسائل کے بیان میں معاذ اللہ نفاق سے کام لیں گے جو اسلام کی جان ہیں اسلئے قوم کو ہر طرح سے مطمئن رہنا چاہئے۔

ذیل کا خط جو ایڈیٹر صاحب میگزین نے مولوی محمد انشاء اللہ صاحب کو لکھا ہے واضح طور پر ان امور کی حقیقت کھول دیگا جو بعض دوستوں کے دل میں خلجان کرتے ہیں۔ مجھے اس خط کے درج کرنے سے پہلے اتنا اور کہنا ہے کہ اگرچہ اتک جس ہمت اور مستعدی سے قوم نے رسالہ کی سرپرستی کی ہے وہ میری کسی تعریف یا تحسین کی محتاج نہیں اور نہ ہمارا کام بحمد اللہ اس غرض کیلئے ہیں لیکن یہ امر واقعی ہے کہ انہوں نے بتا دیا ہے کہ وہ جس امام کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ چکے ہیں اس کی قوت قدسی نے ان کے دلوں پر خاص اثر ڈالا ہے اس رسالہ کی اشاعت کی غرض یورپ امریکہ اور دیگر بلاد میں اسلام کا پیغام پہنچانا ہے اور یہ مضمر ہے بے شمار روپیہ پر جو ہمیں ہمارا رب انشاء اللہ ضرور دیگا۔ لیکن قوم کا فرض ہے کہ وہ ایک مرتبہ متفقہ سعی کا نمونہ اور دوسری قوموں کو دکھا دے کہ خدا تعالیٰ کیلئے کام کرنیوالوں کے قویٰ پر کیا اثر ہوا کرتا ہے میری پانچسو سالوں کیلئے جو اپیل کیا تھا اسکے متعلق خطوط آ رہے ہیں اور میں جلد اسکا نتیجہ شائع کرونگا۔ صرف ایک شخص چودہری رستم علی صاحب نے ۵۰ رسالوں کی چندہ کا وعدہ فرمایا ہے جزاہم اللہ احسن الجزاء + اب میں وہ خط درج کر دیتا ہوں۔

وھو ھذا

مکرمی ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آپ کا کارڈ پہونچا۔ آپ کو معلوم ہی ہے کہ ہماری پبلک میں جو علماء کے زیر اثر ہے۔ اس سلسلہ کی کس قدر مخالفت ہے۔ ادنیٰ ادنیٰ بات پر سخت سے سخت حملے کئے جاتے ہیں اور شب و روز یہی کوشش ہے کہ اس سلسلہ کو بدنام کیا جاوے اگر سلسلہ کیطرف نیت بدلنے میں صرف آپ سے ہی تعلق ہو۔ تو اور صورت ہے مگر یہاں بدظنی انتہا تک پہونچی ہوئی ہے سو ہاں بعد کی نئی زمینوں کے تدارک کیلئے پہلے معاہدہ کو صاف کر لینا۔ اور کھول کر بتا دینا زیادہ مفید ہے سو یہ اصل امر تو وہی ہے جس کو میں گذشتہ خط میں بھی لکھ چکا ہوں کہ جس صورت میں ضمیمہ یا الگ رسالہ نکالنے کیلئے کثیر اخراجات درپیش ہیں تو اس کام کو اتنی جلدی کیونکر شروع کیا جا سکتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ضمیمہ ابھی نہ نکالا جاوے تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ ایک قوم جو پانچ سال سے رسالہ کی ابتدائی اخراجات کی متحمل ہوتی اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں کا نقصان برداشت کر کے اس رسالہ کو جاری رکھا ہے آج اس کل قوم کو الگ کر کے اس رسالہ کو اس مشن سے قطعاً بے تعلق کر دیا جائے اور ان کو انکا اسرار و صفہ بھی کچھ نہ دیا جاوے۔ اگر آپ کو صرف اس تجویز کی خاطر کہ آپ نے ریویو آف ریلیجنز کو جو احمدی مشن کا آرگن تھا۔ اس مشن سے الگ کرنا چاہا۔ زبانی کہا جاتا ہے تو آپ میری پوزیشن پر بھی غور فرماویں۔ کہ جس مشن کے آرگن کو اس مشن سے الگ کیا جاویگا انکے خیالات اس الگ کرنے والے کے متعلق کیا ہونگے۔ ہمیں شک نہیں۔ کہ میرے اکثر احباب نے بہت حسن ظنی سے کام لیا ہے۔ مگر کثرت سے ایسے خطوط میرے پاس آئے ہیں کہ لوگ حیرانی ظاہر کرتے ہیں کہ یہ تجویز کیوں کی گئی ہے۔ ابتدائی تجویز میں یہ عرض کیا گیا تھا کہ یہ صدمہ جو سلسلہ احمدیہ کو ریویو آف ریلیجنز کے الگ کر لینے سے پہونچے گا۔ اس کا ایک چھوٹا سا معاوضہ یہ تجویز کیا ہے کہ سلسلہ کے متعلق ہم ایک الگ رسالہ جاری کر دیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ آمد کا کچھ بھی معاوضہ نہیں۔ اخباروں کے قائم کرنے اور چلانے میں جو دقتیں پیش آتی ہیں ان کا اندازہ آپ خوب کر سکتے ہیں پھر آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ تجویز جو منظور کی گئی تھی اسمیں سلسلہ کو کس قدر بڑی قربانی کرنی پڑی تھی۔ پس اگر یہ چھوٹی سی بات جو پیش کی گئی تھی کہ چونکہ نئے رسالہ کا اجرا کثیر اخراجات کو چاہتا ہے اس لئے جب تک ایک ہزار رسالہ کی امداد کا وعدہ نہ ہو اسوقت تک نئی ترتیب کو شروع نہیں کیا جا سکتا۔ اسپر بھی بدظنی پیدا ہو سکتی ہے تو میں نہیں جانتا کہ یہ کام کیونکر چلیگا جن لوگوں کے دلوں میں ہماری طرف سے ایسی بدظنی ہو ان کے ساتھ معاملہ کرنا بہت مشکل ہے میں احمدی قوم پر یہ ظلم ہرگز روا نہیں رکھ سکتا کہ ایک تو ان کا رسالہ ان کے سلسلہ سے الگ کیا جاوے اور دوسرا ان کو اسکا معاوضہ بھی کوئی نہ دیا جاوے اور نہ ہی جب قوم اس تجویز کے ساتھ ایک عہد کیلئے بھی اتفاق کر سکتی ہے پس آپ پسند کریں تو اس امر کا اعلان کر دیں اور اس تحریر کو چھاپ کر شائع کر دیں کہ جب تک ایک ہزار رسالہ کی اعانت کا وعدہ نہ ہوگا جسمیں سے پانچسو کی قیمت پیشگی وصول ہو جاوے اسوقت تک نئی تجویز عمل میں نہیں آ سکتی۔ افسوس ہے کہ آپ ایک ہی پہلو پر زور دیتے ہیں کہ احمدی قوم کل نقصان برداشت کرے اور دوسرے پہلو پر غور نہیں فرماتے۔

امر دوم۔ جو آپ کے اس خط نے میرے دل میں سوال اٹھایا ہے یہ ہے کہ جبکہ حضور نے میری اس چھوٹی سی استدعا کو بدظنی پر محمول کیا گیا ہے تو آئندہ خدا جانے ہر کام میں کیسی کیسی بدظنیاں پیدا ہوں گی اور کیسی کیسی مشکلات پیش آئیں گی۔ اسلئے قبل اس کے جو میں کسی دوسرے کا ایک پیسہ بھی امانت میں لوں کھول کر بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ تاکہ بعد میں کوئی دقت اور جھگڑا نہ ہو کہ ہماری طرف سے صرف یہ وعدہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے دعوے کے دلائل کو اس رسالہ میں پیش نہ کرینگے اور ان کو ضمیمہ میں پیش کرینگے لیکن اسبات کو چھوڑ کر میں جو کچھ اس رسالہ میں لکھونگا۔ اسمیں اپنے عقاید کا پابند ہونگا اور منافقانہ کارروائی مجھ سے ہرگز نہ ہو سکیگی کہ اپنے عقائد کو چھپاؤں مثلاً میرا یہ عقیدہ ہے کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور یہی ایک خصوصیت ہے جو اسکو تمام دوسرے مذاہب سے ممتاز کرتی ہے اور کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح سے قدیم زمانہ میں اپنی برگزیدہ بندوں کو اپنے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کرتا تھا اسی طرح اب بھی کرتا ہے میں چونکہ علیٰ وجہ البصیرت اس عقیدہ پر قایم ہوں اسلئے یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ اسلام کے فضائل اور اس خصوصیات کو بیان کرتے وقت میں اس بات کو چھپا لوں اور اسکا ذکر نہ کروں۔ ایسا کرنا میرے نزدیک وہی نفاق ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔ ایسا ہی میں اس عقیدہ پر قایم ہوں اور علی البصیرت قایم ہوں کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں اور کسی نبی کو کسی قسم کی فضیلت آپ پر نہیں دیگئی اور آپ کے معجزات بھی سب نبیوں سے بڑھکر اور سب سے زیادہ ہیں اور کہ ایسے معجزات جو حضرت عیسیٰ کیطرف منسوب کئے جاتے ہیں مثلاً مردوں کا زندہ کرنا یہ واقعی اور حقیقی معنوں میں صحیح نہیں ہیں۔ اور بعض صریح بمسک التی قضیٰ علیہا الموت۔ کے خلاف ہیں ہاں اس رنگ میں وہ صحیح ہیں کہ آپ روحانی مردوں کو زندہ کرتے تھے یا یہ کہ ایک مریض جسکی حالت بالکل موتی کی طرح ہوئی ہو وہ آپ کی دعا سے اچھا ہو گیا ہو اور ایسا ہی میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے عقیدہ پر قایم ہوں کہ کسی بشر کو خدا تعالیٰ نے اپنی صفات میں شریک نہیں کیا پس یہ صحیح نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ بھی پرندوں کے خالق تھے۔ جیسا کہ عام مسلمانوں کا اعتقاد ہے یا یہ کہ ایک ایسا دجال آئیگا جو اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا مالک بن بیٹھیگا اور مردوں کو زندہ کریگا۔ اور جہاں چاہیگا بارش برسائیگا ایسے اعتقاد میرے نزدیک شرک ہیں اور ان کی بیخ کنی ہر ایک مسلمان کا فرض ہے نیز میں اس عقیدہ پر قایم ہوں کہ یہ امت محمدیہ خیر الامم ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ اس امت کے ساتھ سچا وعدہ ہے کہ آنحضرت کے خلفاء اس امت میں سے ہونگے باہر سے کوئی نہیں آئیگا۔ اور نیز میں اس عقیدہ پر قایم ہوں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپکے بعد کوئی نبی خواہ وہ پرانا نبی ہو یا نیا ایسا نہیں آ سکتا کہ اسکو بدون وساطت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت ملی ہو اور خدا تعالیٰ کی وہ نعمت جسکا دروازہ اس نے اس امت کیلئے کھلا رکھا ہے یعنی مکالمہ مخاطبہ کے انعام وہ بدون وساطت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اب دنیا میں کسی کو حاصل نہیں ہو سکتے اور نیز میں اس عقیدہ پر قایم ہوں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنگ بزور شمشیر دین پھیلانے کیلئے نہ تھے۔ اور نہ ہی آپکے کسی سچے جانشین کے جنگ اس غرض کیلئے تھے کہ جو لوگ اسلام کو قبول نہ کریں انکو تہ تیغ کیا جاوے اور نہ کوئی ایسا شخص آپ کے بعد آنیوالا ہے۔ جو بزور شمشیر دین کو پھیلائے۔ اور جسقدر حدیثوں سے یہ معلوم ہو وہ دشمن ہیں خدا کا دین اس کے نشانوں اور دلائل اور براہین سے ہی پھیلیگا اور میں اس عقیدہ پر بھی قایم ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں جیسا کہ دوسرے تمام نبی ان سے پہلے اور ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان کے بعد فوت ہو گئے ہیں اور جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر زور نہ دیا جاوے۔ اسوقت تک عیسائی مذہب کی ترقی نہیں رک سکتی حضرت عیسیٰ کی زندگی عیسائی مذہب کا بڑا شہتیر ہے میرے نزدیک حضرت عیسیٰ کو زندہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا عیسائی مذہب کی تائید کرنا ہے اور اسلام کی عظمت کبھی قایم نہیں ہو سکتی جب تک ان غلط عقائد کے خلاف پورے زور سے جہاد نہ کیا جاوے۔

میں نے یہ باتیں اسلئے نہیں لکھیں کہ ان سب کا ذکر بار بار رسالہ میں کیا جائیگا۔ بلکہ اس لئے کہ کسی موقع پر بحث کرتے کرتے اگر ان سوالوں میں سے کوئی سوال میرے سامنے آئیگا۔ تو میں اپنے عقیدہ کے مطابق لکھونگا اور کھول کر لکھونگا جس چیز کو الگ کرنا ممکن ہے وہ صرف حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ ہے اور اس دعویٰ کے دلائل اور پیشگوئیاں اور نشانات وغیرہ اور اگر آپ غور کرینگے تو آپ اسانی سے سمجھ لینگے کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ رسالہ کی کوئی ایسی صورت بن سکے جسمیں ان باتوں کا ذکر ہی نہ آئے خواہ مخواہ انکو درمیان میں لانا میرا مطلب نہیں ہے مثلاً جہاں ان کی ضرورت نہ تھی جیسے پردہ۔ تعدد ازدواج۔ طلاق۔ غلامی [illegible] وغیرہ کے مضامین میں جو لکھے جا چکے ہیں انمیں کہیں ان باتوں کا ذکر نہیں پایا جاتا۔ حالانکہ کوئی شخص مانع نہ تھا مگر ان چند فروعی مسائل پر اسلام محدود نہیں ہزاروں بحثیں ایسی کرنی پڑینگی جنمیں ان باتوں کا ذکر آئیگا پس تا کہ اسکے بعد میں کوئی عہد شکنی کا الزام ہمپر لگایا جاوے میں پسند کرتا ہوں کہ یہ باتیں پہلے پبلک میں پیش کر دی جاویں۔ اس کے بعد آپ کے ناظرین میں سے یا دیگر مسلمانوں میں سے جو لوگ مدد دینا چاہیں دیں اور جب انکی تعداد حد تک پہونچ جاوے۔ تو نئی ترتیب کو شروع کر دیا جاوے میں اوپر جو کچھ بیان کیا ہے وہ صرف مثال کے طور پر ہے میں امید کرتا ہوں کہ آپ اس تحریر کو چھاپ کر اپنے ناظرین کی رائیں اسکے متعلق معلوم کر لینگے۔ اسوقت جلدی کرنا مناسب نہیں بلکہ جسقدر دیر سے اور پوری بحث ہو چکنے کے بعد یہ تجویز عمل میں آئیگی اسیقدر بہتر ہوگی عجلت میں پیچھے نقصان بہت ہوتا ہے والسلام

خاکسار محمد علی ۔ از قادیان

نوٹ ۔ میں تو اسبات سے ہی حیران ہوں کہ ان باتوں کو الگ کیا جاوے جنکا ذکر اوپر کیا گیا ہے کیا اسلام غیر قوموں کے سامنے پیش کیا جاوے ایک ہی امتیازی نشان مذہب اسلام کا ہے جسمیں خدا تعالیٰ کی مکالمہ کا دروازہ ابد تک کھلا ہے ورنہ خالی قصے کسی مذہب کی

پیارا محبوب اور شفیق باپ سر سے گذر گیا۔ اس سے بڑھکر اور کونسی بات دل کو کمزور کرنے والی ہو گی اور کونسا غم ہوگا۔ جو اس سے بڑھکر بیتاب کرنیوالا ہو۔

مگر میں آپکو یقین دلاتا ہوں

کہ باوجود ان امور کے قوم میں ایسی تقویت اور ثبات قدم رہا ہے اور ایسے استقلال کا نمونہ اس جماعت نے دکھایا ہے جسکی نظیر نہیں بتا سکتے۔ غم تو سنت اللہ کے مطابق پہنچا اور سخت پہنچا۔ مگر نتیجہ میں ایک عظیم الشان خارق عادت نشان باقی رہ گیا ہے جھوٹے کے غم میں اور خوشی میں ہرگز ہرگز یہ بات نہ پاؤ گے +

اچھا یہ تو ہماری باری تھی۔ اب انکی باری بھی جلد تر آنیوالی ہے۔ جب خوشی میں انکا یہ حال ہو کہ تمام امیدوں پر پانی پھر گیا۔ اور انکی کمر ہمت ٹوٹ گئی ہے تو پھر ان کے غم میں خدا جانے انکا کیا حال ہوگا؟ اور اس نے ہماری اس ابتلا اور مصیبت کیوقت میں نصرت اور مدد کی ہے۔ تو پھر فتح مبین کے دن کیوں ہماری نصرت نہ کرے گا؟ پس ہمارے دلوں میں کمزوری اور بزدلی کے راہ پانے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ ہم علیٰ وجہ البصیرت یقین کرتے ہیں کہ ہم نیکی اور تقوے کی راہ پر چل رہے ہیں اور یقیناً یہی ایک خدا کی بتائی ہوئی اور اسکی رضا تک پہنچنے کی راہ ہے ہم اسکو چھوڑ نہیں سکتے۔ اور ترک نہیں کر سکتے۔ ہمیں دوسری کوئی ایسی جماعت نظر ہی نہیں آتی۔ کہ ہم اس سے قطع کرکے اس سے وصل کر لیں +

ان امور کے بعد جو میں نے بیان کئے ہیں کسی کے کسی اعتراض کے جواب کی ضرورت ہی نہیں رہتی گو تاہم میں اُن مذبذب لوگوں کیواسطے جو نہ اُن امور کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ اور نہ ہی اعتراض کرنے کی جرأت رکھتے ہیں۔ بلکہ اندر ہی اندر ایک کھچڑی سی پکاتے رہتے ہیں کچھ بیان کر دینا مناسب سمجھتا ہوں +

یاد رکھنا چاہیے کہ اس جگہ منہاج نبوت کے خلاف کوئی معاملہ نہیں ہوا جو کسی کے دل میں کسی اعتراض کی جرأت پیش کرتا۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اے حق کے مخالفو! اور سچائی کے دشمنو! ہمیں منہاج نبوت کے خلاف کوئی امر اس سلسلہ میں بتاؤ۔ تو ہم سب کچھ ترک کر دیں گے مگر سن لو کہ اس راہ میں قدم ذرا سوچکر رکھنا! ایسا نہ ہو کہ تم جو اعتراض کرو۔ وہ خود تعلیم اسلام یا آنحضرت صلعم کی نبوت ہی کے خلاف ہو۔ قرآن۔ اسلام اور منہاج نبوت کو زیر نظر رکھکر زبان کھولنا +

ان لوگوں نے حضرت مرزا صاحب کی بعض پیشگوئیوں پر اعتراض کیا ہے مگر دیکھو۔ پیشگوئیاں ہمیشہ انتظار اور امید کے مطابق ہی واقع نہیں ہوا کرتیں۔ آج سے ہی نہیں اور نہ صرف مرزا صاحب کے معاملہ میں۔ بلکہ ہمیشہ سے اور تمام انبیاء کی سنت قدیمہ میں۔ اسی طرح سے چلا آیا ہے۔ پیشگوئیوں میں اخفا ضروری ہوتا ہے اگر ہر پیشگوئی کو اس کے ظاہری الفاظ میں پورا کرنا چاہو۔ تو پھر اس طرح سے تو کوئی مذہب اور نہ کوئی نبوت کچھ بھی قایم نہیں رہ سکے گا۔

اجتہاد اور پیشگوئی دو الگ الگ باتیں ہیں

خدا کی طرف سے ملہم کو ایک الہام ہوتا ہے اور بعض وقت اس کے ساتھ اسکی کوئی تشریح نہیں بتائی جاتی اسصورت میں ملہم اپنے فہم کے مطابق اجتہاد سے اسکے ایک معنے کر لیتا ہے۔ پھر کبھی وہ الہام اس کے اجتہادی معنوں کے مطابق پورا ہو جاتا ہے اور کبھی اس کے اور معنے ہوتے ہیں اور وہ دوسرے رنگ میں پورا ہوتا ہے تمام انبیاء کے حالات میں غور کرکے دیکھ لو کہ یہی سنت پائی جاتی ہے۔ اس سے انبیاء کا کذب یا ان کی ہتک لازم نہیں آتی بلکہ یہ ان کے صدق پر ایک بین دلیل ہوتی ہے۔ اور یہ اس امر کا ثبوت ہوتا ہے کہ کلام کا نازل کرنیوالا کوئی اور ہے اور جسپر نازل ہوتا ہے۔ وہ الگ ہے +

ظاہر ہے کہ اگر وہ کلام اس شخص کا من گھڑت ہوتا تو اس کے ٹھیک وہی معنے کرتا جو اس کی سمجھ میں صحیح ہوتے اور کوشش کرتا کہ کلام کے معانی کے ظہور میں کوئی اختلاف واقع نہ ہو۔ پس ملہم کا کبھی اجتہادی غلطی کرنا بھی اسکی صداقت کی ایک دلیل ہے +

خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی غور کر لو۔ کہ ہجرت کی زمین آپ کو بتائی گئی آپ نے اس کو اپنے اجتہاد سے یمامہ کی زمین سمجھ لیا حالانکہ وہ اور زمین نکلی۔ آپ نے ایک رؤیا کی بنا پر ابوجہل کا مسلمان ہو جانا سمجھا مگر وہ نکلے عکرمہ رض۔ آپ نے فرمایا کہ قیصر و کسریٰ کے خزائن کی کنجیاں مجھے دی گئی ہیں۔ مگر وہ حضرت عمر رضے اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں ان کے ایک سپاہی کے ہاتھ لگیں +

اسی طرح آپ نے ایک رؤیا میں دیکھا۔ کہ آپ کے ہاتھوں میں دو کنگن ہیں۔ جن کو آپ نے پھونک مار کر اڑا دیا جس کے معنے آپ نے یہ کئے۔ کہ دو جھوٹے پیغمبر ہونگے۔ اور وہ میری پھونک سے (دعا سے) ہلاک ہونگے۔ اور وہ مسیلمہ اور اسود تھے۔ مگر ظاہر ہے کہ مسیلمہ آپ صلعم کی وفات کے بعد تک زندہ رہا۔ حالانکہ الفاظ سے صاف یہی نکلتا ہے کہ وہ دونوں کذاب آپ کی زندگی میں ہلاک ہونگے۔ چنانچہ وہ الفاظ یہ ہیں۔

فاوحی الی ان انفخھما فنفختھما فذھبا۔ مگر آپ کی وفات پر مسیلمہ کیسے زور پر تھا۔ اسود کے متعلق اختلاف ہے۔ بہر حال مسیلمہ اسوقت زندہ اور زوروں پر تھا۔ اب آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ غالباً مسیلمہ نے بھی عبد الحکیم کی طرح بڑا شور مچایا ہوگا۔ اور وہ بھی کہتا ہوگا کہ مجھے پھونک کر اڑانے والا خود ہی اڑ گیا۔ مگر خدا کی قدرت کہ مسیلمہ کے ساتھ تو بہت سے لوگ شامل بھی ہو گئے تھے۔ مگر خدا نے عبد الحکیم کو یہ عزت بھی نہیں دی۔ اور ایک بھی متنفس نہیں جو اس کیساتھ ہوا ہو +

میرے اس بیان سے کسی کو یہ وہم نہ پیدا ہو۔ کہ نعوذ باللہ میں انبیاء کی پیشگوئیوں کے پورے ہونیکا منکر ہوں۔ بلکہ میرا مدعا اس بیان سے یہ ہے کہ ملہم کو کبھی الہام کے معنے سمجھنے میں بشری کمزوری کی وجہ سے اجتہادی غلطی لگ سکتی ہے۔ مگر اس سے نہ تو اس نبی کی شان میں کوئی فرق آتا ہے اور نہ اسکا کذب لازم آتا ہے۔ اور نہ ہی نفس الہام کے صحیح ہونے میں کوئی شک پیدا ہوتا ہے۔ الہام چونکہ خدائے علام الغیوب کی طرف سے نازل ہوتا ہے لہذا اسکا علم جب تک خود خدا ملہم کو یا کسی اور کو نہ دے۔ تب تک وہ کیسے اس حقیقت تک پہنچ سکتا ہے +

پس حضرت مرزا صاحب بھی چونکہ منہاج نبوت ہی پر ظاہر ہوئے تھے۔ لہذا ایک مسلمان کا جو قرآن مجید و سنت کا پابند ہے۔ یہ فرض ہونا چاہئے۔ کہ وہ اس سلسلہ پر اعتراض کرتے وقت منہاج نبوت کو مد نظر رکھ لیا کرے کیونکہ مسلمان کہلانے والے کے واسطے تو پہلے نظائر بھی موجود ہیں۔ اور وہ اس بات کا بھی پابند ہے کہ جو بات خود اسکے مسلمات میں موجود ہے۔ اس کے خلاف اعتراض نہ کرے یا کوئی ایسا اعتراض نہ کرے۔ جو خود اس کے اپنے ہی مسلمات پر پڑتا ہو +

جب ان لوگوں کو اپنی معتبر اور مسلمہ کتب میں حضرت ابوبکر صدیق رضے اللہ تعالےٰ عنہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قائمقام قرار دیا گیا ہے اور صاف اقرار موجود ہے۔ کہ مسیلمہ

کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سامنے قتل کیا گیا گویا خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو قتل کیا جاتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا قیصر و کسریٰ کے خزائن کا مالک ہونا گویا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فتح کرنا اور مالک ہونا ہے۔ تو پھر کیا وجہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض پیشگوئیوں کے متعلق انتظار نہیں کیا جاتا۔ کہ آپ کے جانشین اور مخلص خادموں کے ہاتھوں سے یا خود آپ کی اولاد کے ہاتھوں پر خدا تعالیٰ ان کو پورا کر دے۔

دوسری بات جو یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ انذاری پیشگوئیوں میں سنت اللہ اسی طرح سے جاری ہے کہ وہ بعض اوقات توبہ و استغفار تفرع و ابتہال سے ٹل ہی جایا کرتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے خود قرآن شریف میں اس اصول کو بیان فرمایا ہے۔ ان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ صادق کے صدق کی شناخت کیواسطے ضروری نہیں کہ تمام پیشگوئیاں پوری ہوں۔ بلکہ بعض حصہ ان پیشگوئیوں کا پورا ہوتا ہے۔

تیسری بات جو پیشگوئیوں میں دیکھنی چاہیے۔ وہ یہ ہے کہ پیشگوئیوں میں کثرت کا لحاظ رکھا جاوے۔ اگرچہ چند مثالیں بظاہر مخالف نظر آویں۔ تو بھی ہتک نہ کرنی چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ تمہاری سمجھ میں نہ آئی ہوں اور اصل میں وہ درست ہوں۔

النادر کالمعدوم

تعجب آتا ہے۔ کہ ایک بات کو ہاتھ میں لے کر ان سینکڑوں اور ہزاروں نظیروں کی پرواہ نہیں کرتے۔ جو ہم پیش کرتے ہیں۔ بیسیوں مثالیں ایسی موجود ہیں۔ کہ خود بخود گھر میں بیٹھ کر لوگوں نے مباہلہ کیا اور اپنی ہی بددعاؤں سے ہلاک ہو گئے۔

میں پھر کہتا ہوں۔ کہ منہاج نبوت کو ہاتھ سے ہرگز نہ چھوڑا جائے۔ اور اگر اس امر کا لحاظ نہ رکھا جاوے۔ تو پھر تمام سلسلہ نبوت ہی غلط ٹھہرتا ہے۔ اور کسی ایک نبی کی بھی نبوت ثابت کرنی مشکل ہو جائے گی۔

میں یقین کامل رکھتا ہوں کہ یقیناً وہ دونوں ہلاک ہونیوالے ہیں۔ اور ان کی ہلاکت سے ہمیں خدا ویسی ہی خوشی دیگا۔ جیسی کہ مسیلمہ کذاب کی ہلاکت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہوئی تھی۔

آخر میں میں یہی نصیحت کرتا ہوں کہ خدا کے دین کے لئے سچا جوش اور خدا کی راہ میں سچا اخلاص اور صدق دکھاؤ۔ آپ لوگ بحث مباحثات سے وہ بات دنیا پر ہرگز ثابت نہیں کر سکتے۔ جو نیک نمونے اور نیک چلنی سے کر سکو گے۔ دیکھو وہ پاک وجود صرف ایک نفس واحد تھا۔ مگر اس نے اپنے اسوہ حسنہ۔ نیکی۔ اور کمال کی وجہ سے کئی لاکھ انسانوں کو تھوڑے ہی عرصہ میں باوجود مخالفت کی سخت آندھیوں کے کس طرح اپنی طرف کھینچا۔ کہ اسکی راہ میں جان و مال تک فدا کرنے کے واسطے تیار ہو گئے۔ صرف ایک پاک نفس کی محنت توجہ اور دعاؤں کا تو یہ نتیجہ ہے کہ کئی لاکھ کو باوجود ایسے مشکلات کے اپنی بات سنوا گیا۔ تو پھر آپ لوگ تو لاکھوں ہو۔ راہ کھلی ہے ہمیں بھی اسی وسیع دعا کے کرنے کا حکم ہے

اھدنا الصراط المستقیم

اور اس کی قبولیت بھی یقینی ہے۔ کیونکہ اگر خدا وہ مدارج جو انعمت علیہم لوگوں کو ملے۔ خدا کسی دوسرے کو دے سکتا ہی نہ تھا۔ تو پھر ہمیں یہ دعا سکھلانے کے کیا معنے؟ مخالف خواہ کوئی ہی معنے کرے۔ مگر ہم تو اسی پر قایم ہیں۔ کہ خدا نبی پیدا کر سکتا ہے صدیق بنا سکتا ہے۔ اور شہید اور صالح کا مرتبہ عطا کر سکتا ہے۔ مگر چاہیے مانگنے والا۔

غرض جب ایک مسیح دنیا میں یہ کچھ کارنمایاں کر گیا ہے تو پھر آپ لوگ ہم میں وہ ایسی روح پیدا کر گیا۔ کیا اب وہ کام نہ کر سکو گے؟ کر سکو گے اور ضرور کرو گے۔ اور آپ سے بھی اسی کے ہمرنگ کام ظاہر ہونگے۔ آپ لوگوں کے ہاتھوں پر بھی روحانی فتوحات کے دروازے کھولے جاوینگے بشرطیکہ آپ بھی اسی راہ پر قدم زن اور وہی صدق و ثبات اور اخلاص خدا کی راہ میں دکھائیں دیکھو آنحضرت کی وفات کے بعد ابوبکر و عمر رضی اللہ نے کیسے کیسے فتوحات حاصل کئے۔ اور کہاں تک سلطنت اسلام وسیع ہو گئی۔ علی ہذا القیاس۔ ان کے بعد بھی بہت سی فتوحات ہوئیں۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ یہی کہ وہی آنحضرت کی روح صحابہ میں کام کرنے لگی۔ اگر پہلے ایک وجود تھا۔ تو پھر ہزاروں لاکھوں وجود پیدا ہو گئے تھے۔ اسی طرح سے اب ہمارے حضرت مسیح موعود کے وفات پا جانے سے بھی سلسلہ بند نہیں ہو گیا۔ کوئی کمی نہیں آ گئی۔ خدا تعالیٰ نے وہ دروازے بند نہیں کر دئے۔ مگر ہاں

یہ آپ لوگوں کا فرض ہے

کہ کوشش اور محنت سے وہ کام کر دکھاؤ۔ اور اس قوت ایمانی اور نور کا ثبوت دو۔ اور اس کے اثر دکھاؤ اور اس مقصد عالی کو مدنظر رکھکر کام کرو۔ . . . . . .

اور اسلام کو تمام ادیان پر غلبہ دینے کی کوشش کرو۔ پہلے خود اپنے آپ میں اسلام کی پاک تعلیمات کا پورا اور سچا نمونہ دکھاؤ۔ اور لوگوں کو اس کی تعلیمات کے برکات اور فیوض سے اس طرح اطلاع دو۔ کہ وہ اس نور کو خود بخود آپ کے چہروں سے آپ کے چلنے سے پھرنے سے بیٹھنے سے۔ اٹھنے سے کاروبار سے لین دین سے غرض اپنی زندگی کے ہر پہلو میں اسکا عملی نمونہ دکھاؤ۔ تا ہر اعتراض کرنے والا خود بخود شرمندہ ہو جائے۔ اسکا منہ بند ہو۔ اور وہ اندر ہی اندر مر رہے۔ واقعی اب بحث کی ضرورت نہیں۔ اور نہ ہی بحث سے کام نکلتا ہے۔

ہم نے جس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ وہ صادق تھا۔ خدا کا برگزیدہ اور مقدس رسول تھا۔ پاکیزگی کی روح اس میں اپنے کمال تک پہنچی ہوئی تھی۔ اسی کے اثر نے جوش کیا اور اسکا اثر دنیا میں پھیلا۔ اس میں قوت قدسی اور قوت جذب تھی۔ انہی باتوں سے وہ دنیا میں کامیاب بامراد مظفر و منصور ہوا۔ اور وہی راہ ہے کہ آپ لوگ بھی اسپر قدم مار کر کامیاب ہو گے۔

اللہ تعالےٰ اپنی خاص نصرت
ہمارے شامل حال کرے
اور ہمیں خاص توفیق
عمل فرماوے
آمین

مرتبہ عبدالرحمان قادیانی - ۱۶ جولائی ۱۹۰۸ء

معذرت

الحکم کے بعض پرچے بعض خاص مجبوریوں کی وجہ سے مقررہ تاریخوں پر شایع نہیں ہو سکے اس کمی کو انشاء اللہ مقررہ صفحات سے اخبار کا حجم بڑھا کر شایع کرنے کے ذریعہ سے پورا کر دیا جاوے۔ نمبروں کی ترتیب میں کوئی نقص نہیں آتا۔

منیجر

فضل سے داخل ہے) ان کے واسطے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ یعنی دوسرے کے واسطے بند کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ دیکھو جموں والے نے بڑے دعوے کئے مگر کیا وہ اُس مینار کو بنا سکا جس کی اس نے تکمیل کرنا چاہی تھی۔ کیا اسے جماعت دی گئی کیا وہ ابتر نہ رہا ضرور رہا۔ کیا کانا دجّال نے کوئی جماعت طیار کی جو اس خشوع وخضوع سے نمازوں کی ادا کرنے والی ہو۔ کہ تراھم رکعًا سجدًا یبتغون فضلًا من اللہ ورضوانًا میں ہے کہاں ہے عصائے موسیٰ کی جماعت وغیرہ وغیرہ۔ پھر دیکھو کہ یہ جماعت بیکس بے بس۔ بے زر۔ بے پر ہے معہذا اس کے لئے کیسی تائید الٰہی ہو رہی ہے کہ یدخلون فی دین اللہ افواجًا کا نظارہ بھی موجود ہے۔ اور کوئی صاحب تلاوت آیات اور تعلیم قرآن مجید میں مصروف ہے۔ اور کوئی تعلیم حکمت قرآنی اور تزکیہ نفس میں مشغول ہے۔ یہ کیوں ہوا اس لئے کہ ان کے واسطے دروازے کھولے گئے ہیں۔ ان کے دشمنوں کے لئے بند کئے گئے عصائے موسیٰ نے اپنے الہاموں کی اتنی موٹی کتاب طیار کی۔ مگر جتنے الہام تھے سب غارت ہو گئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ عصا عصیان سے تھا۔

پس ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کے تقاضہ سے دجالی فتنہ کے دور کرنے کے لئے جو یہ سلسلہ قائم ہوا ہے وہ خدا کی طرف سے ہے۔ اور اس سلسلہ کے بانی کے الہام جو براہین وغیرہ میں مندرج تھے پورے ہو گئے۔ اور پورے ہو رہے ہیں اور انشاء اللہ پورے ہونگے اسی لئے یہ آیت الہام میں ہے کہ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ اور ان الہامات میں سے ایک یہ بھی الہام تھا کہ انا نبشرک بغلام مظھر الحق والعلی الخ جو اس حدیث کی پیشگوئی کے مطابق تھا جو مسیح موعود کے بارے میں ہے کہ یتزوج ویولد لہ۔ یعنی آپ کے ہاں ولد صالح عظیم الشان پیدا ہوگا چنانچہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب موجود ہیں۔ منجملہ ذریت طیبہ کے اس تھوڑی سی عمر میں جو خطبہ انھوں نے چند آیات قرآنی کی تفسیر میں بیان فرمایا او سُنایا ہے اور جو عمدہ نکات اور حقایق بیان کئے ہیں وہ بے نظیر ہیں۔ اب کوئی انھیں معمولی سمجھے اور کہے یہ تو کل کے بچے ہیں۔ ابھی ہمارے ہاتھوں میں پلے ہیں۔ اور کھیلتے کودتے پھرتے تھے تو یاد رہے یہ فرعونی خیالات ہیں۔ چنانچہ فرعون نے بھی حضرت موسیٰ سے یہی کہا تھا الم نربک فینا ولیدًا ولبثت فینا من عمرک سنین وفعلت فعلتک التی فعلت وانت من الکافرین۔

(کیا میں نے بچپن میں تیری پرورش نہیں کی اور تو اپنی عمر سے کئی سال یہاں نہیں رہا۔ اور تو نے وہ کرتوت کیا۔ جو کیا اور تو کفران نعمت کرنے والا ہے) میرے بھائیو ایسا خیال کسی کے دل میں آئے تو استغفار پڑھے۔ کیونکہ فرعون کا بُرا انجام ہُوا جو تمکو معلوم ہے۔ مثل مشہور ہے کہ الصبی صبی ولو کان نبیا۔

ایک دقیق بات اور سمجھ لینی چاہئے آنحضرت صلعم کے واسطے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ما کان محمّد ابا احدٍ من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین (محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں مگر اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے خاتم۔)

یعنی آنحضرت کا کوئی نسبی اور جسمانی بیٹا نہیں جو جانشین ہو مگر مسیح موعود کے واسطے یتزوج ویولد لہ فرمایا گیا۔ اور اس کی نسبت یہ بھی الہام ہوا کہ کان اللہ نزل من السماء اس کی وجہ کیا ہے کہ نبی کریم کے تو ذکور میں سے کوئی ولد نہ ہو اور مسیح موعود کے ہو۔ پس واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو تمام اُمتوں کا سردار بنایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ انی جاعلک للناس امامًا ایضًا وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ ایضًا ومن ذریتہ داؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسیٰ وھارون وکذلک نجزی المحسنین الخ یہ حضرت ابراہیم کی برکت سے ان کی اولاد میں بھی کامل لوگ ہوئے۔ مگر یہ معاملہ یہیں ختم نہیں ہوا جو لوگ محسنین ہیں (اللہ کی ذات وصفات کو دیکھنے والے ہیں) ان کو بھی ایسے ہی مراتب عطا کرینگے۔

اب چونکہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کسی کے باپ نہیں تو اس سے ابتر ہونے کا شبہ پڑتا تھا نعوذ باللہ من ذالک اس لئے لکن حرف استدراک لایا گیا۔ اور جو وہم ما سبق سے پیدا ہوتا تھا۔ اس لئے دور کرکے فرمایا کہ آپ روحانی باپ ہیں اور تمام کمالات نبوت کے جامع ہیں۔ یعنی کامل ومکمل ہیں۔ اس لئے آپ کی مہر سے ولد روحانی یعنی نبی پیدا ہوتے رہینگے۔ جو اُمتی بھی ہوں اور نبوت جزوی بھی اُن کو حاصل ہو۔ تاکہ روحانی اولاد کا سلسلہ قیامت تک باقی رہے لیکن اولاد نرینہ نہ ہونے اور بلا فاصلہ ان کے جانشین نہ بننے میں یہ سر تھا کہ اگر ایسا ہوتا تو درجہ تکمیل کامل طور پر ظہور پذیر نہ ہوتا کیونکہ مثل مشہور ہے کہ تخم کچھ نہ کچھ اپنی تاثیر کرتا ہی ہے۔ ادھر آپ کے کمالات تکمیلی حضرت ابراہیم کے کمالات تکمیلی سے بھی بڑھ کر تھے پس اس لئے کہ کوئی شخص یہ گمان نہ کرنے پائے کہ یہ اثر تو تخم کی تاثیر کا اثر ہے بحکم الولد سر لابیہ کے بیٹے میں اُن کمالات کو کیسے ظہور پذیر ہو جانا ضروری تھا۔ لہٰذا آپ کے روحانی کمالات واسطے اظہار درجہ تکمیل کے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سینہ میں پہنچے جو آپ کی اولاد میں سے نہیں تھے تا ایک دنیا پر ثابت ہو کہ آپ ایسے کامل ومکمل ہیں کہ غیروں تک بسبب حاصل ہونے کمال درجہ تکمیل کے آپ کا اثر پہنچا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے ما صب اللہ شیئًا فی صدری الا صببتہ فی صدر ابی بکر۔ یعنی کوئی چیز علوم دینیہ ومعارف حقہ اسلامیہ سے اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ میں نہیں ڈالی۔ مگر کہ ابی بکر کے سینہ صافی میں ڈالدی گئی۔ ہاں بالضرور جبکہ چند پشتوں کا فاصلہ واقع ہو گیا تو بسبب اس فاصلہ کے وہ وہم جاتا رہا تو پھر آپ کی اولاد بنی فاطمہ میں سے ہی کمل افراد پیدا ہوئے۔

دیگر واضح ہو کہ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلعم بنی اسمٰعیل میں سے ہیں۔ مگر چونکہ وعدہ نبوت حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے خواہ اسمٰعیل ہو یا اسحاق الی یوم القیامۃ ہے اس لئے حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے مسیح موعود بنی اسحٰق سے ہوا۔ تا یہ پیشگوئی کذلک نجزی المحسنین کی بھی دونوں ولد سے پوری ہو وہ اس طرح ہے کہ بنی اسمٰعیل میں سے تو ایک ایسے کامل اور مکمل سید المرسلین صلعم پیدا ہوں جن کی اُمت کنتم خیر امۃ کی مصداق ہو اور بنی اسحاق میں سے ایک ایسا نبی مسیح موعود پیدا ہو جو ہو تو احمد کا غلام۔ اور معہذا وہ نبی بھی ہو تاکہ وعدہ مندرجہ وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ وغیرہ کا بھی اس سے پورا ہو جائے۔ بقول شخصے

چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار - سہ نکتہا ہست
بسے محرم اسرار کجاست

پس الحمد للہ کہ ہم اسپر ایمان لائے

اب ہم میں اور غیر احمدیوں میں فرق ہے۔ اور ہمیں مناسب نہیں کہ ان کے ساتھ شامل ہوں۔ اول یہ کہ ہمارے علاتی بھائی (غیر احمدی مسلمان مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جن پیشینگوئیوں کی تکذیب کر رہے ہیں ہم ان کی تصدیق کرتے ہیں۔

دوم انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لائے ہم ان کی اسی زندگی دنیا میں نصرت کرینگے۔ اور پھر آخرت میں بھی۔ آگے رہا صرف ما بعد الموت کی نصرت کا ہونا اور دنیا میں کوئی نمونہ اُس کا نہونا تو اُس کا ہر ایک فرقہ باطلہ بھی

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سکھ صاحبان کا چیلنج اور ڈبل چیلنج منظور

ہر خاص و عام کو واضح رہے کہ آج سے سولہ سال پہلے ہمارے مرشد و آقا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قدس اللہ سرہٗ نے نہائت تحقیق کے بعد اپنی کتاب **ست بچن** میں یہ امر شائع کیا کہ حضرت باوا نانک صاحب علیہ الرحمۃ ایک راستباز مسلمان اور خدا کے ولی تھے۔ اس تصنیف کے بعد بھی حضرت مرزا صاحب مختلف کتب میں اس مضمون پر کچھ نہ کچھ ارقام فرماتے رہے۔ عرصہ تین سال کا ہوا ہے کہ ہمارے ایک نومسلم دوست شیخ عبدالرحمن صاحب (مہر سنگھ نومسلم) نے ایک کتاب **باوا نانک صاحب کا چولہ** لکھی۔ یہ کتاب بھی تین سال سے شائع ہے۔ اس کتاب کی بناء پر سکھ صاحبان کی طرف سے دو چیلنج ایک لاہور اور دوسرا امرتسر سے شائع ہوئے ہیں۔ یہ معاملہ چونکہ نہائت اہم ہے اور اس میں اصل غرض احقاق حق ہے۔ اور چونکہ اس چیلنج کا جوابدہ نہ صرف کوئی خاص احمدی فرد ہے۔ بلکہ کل احمدی جماعت ہے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت باوا صاحب مسلمان تھے۔ اس لئے اس چیلنج کی مخاطب کل جماعت احمدیہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم سکھ صاحبان کی خدمت میں بذریعہ اشتہار اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ہم آپ کا چیلنج تو قبول کرتے ہیں۔ لیکن ہم اس امر کے متعلق تحقیق یا مباحثہ ایسی صورت میں کرنا چاہتے ہیں کہ جس سے کوئی مفید نتیجہ بھی پیدا ہو۔ اور امن عامہ میں بھی خلل نہ آوے۔ اور معاملہ بھی خوش اسلوبی سے طے ہو جاوے۔ سکھ صاحبان جس شہر میں مباحثہ کرنا چاہیں وہاں کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب کی اجازت اس معاملہ میں حاصل کریں۔ اور اس کے بعد ہم سے مباحثہ کی شرائط طے کرلیں۔ شرائط بالتفصیل تو بروقت طے ہو جاویں گی۔ لیکن ذیل کی شرائط کا ہونا ضروری ہوگا۔ مباحثہ کسی خاص مکان کے اندر ہوگا۔ جس میں فریقین کی طرف سے خاص تعداد کے آدمی شریک ہوں گے۔ اس مکان میں حفظ امن قائم رکھنے کا کافی انتظام ہوگا۔ اور اس کا ذمہ وار سکھ صاحبان میں سے کوئی ایسا شخص ہوگا۔ جس کو ہم یا پبلک ذمہ وار سمجھ سکیں۔ یہ ذمہ سکھ صاحبان نے اپنے چیلنج میں خود لے لیا ہے۔ مباحثہ تحریری ہوگا۔ خاص وقت فریقین کو دیا جاویگا۔ فریقین کی طرف سے ایک ایک مباحثہ کرنے والا ہوگا۔ اور اس کے سوا کسی اور کو بولنے کا حق نہ ہوگا۔

اگر ان اصول پر سکھ صاحبان کوئی مباحثہ کرنا چاہیں تو ہم تیار ہیں اور ہم ان کا چیلنج قبول کرتے ہیں۔ ان کے جواب پر ہماری طرف سے چند اصحاب امرتسر میں شرائط طے کرنے کے لئے آسکتے ہیں۔ جواب میں یہ بھی ہونا چاہیئے۔ کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی اجازت حاصل کر لی گئی ہے۔

ست سنگھ سبھا امرتسر کے لئے لازمی ہوگا کہ یہ اہم مباحثہ جس کا تعلق تمام سکھ قوم کے افراد کے ساتھ ہے چیف **خالصہ دیوان** امرتسر کو بھی اس میں شامل کریں۔ اور ان کی طرف سے یہ اعلان شائع کرا دیں کہ فتح و شکست کی حالت میں وہاں کے شریک اور حصہ دار ٹھہریں گے۔

المشتہر

محمد علی سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

مورخہ ۶ رمئی ۱۹۱۱ء

بقایا دار بقایا ادا کرنے کی طرف توجہ کریں اور ہر قسم کی خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور لکھیں۔ منیجر

انجمن احمدیہ بٹالہ کا سالانہ جلسہ

۶ و ۷ رمئی ۱۹۱۱ء کو بٹالہ کی انجمن احمدیہ نے پہلا سالانہ جلسہ منایا انجمنوں کے سالانہ جلسوں کے متعلق میری رائے ابھی تک یہی ہے کہ ان جلسوں کے بجائے اگر مستقل واعظین ضلعوار مقرر ہوں۔ تو وہ زیادہ مفید اور مستقل تبلیغ کا پہلو ہو سکتا ہے۔ اور اس قسم کے جلسوں کے لئے صدر انجمن کی طرف سے سال کے مختلف حصوں میں لیکچروں کا ایک سلسلہ جاری کیا جاوے۔ بہرحال یہ ایک الگ غور طلب مضمون ہے پنجاب کی احمدی انجمنوں میں سے **بٹالہ** کی انجمن دوسری یا تیسری انجمن ہے جس نے اپنا سالانہ جلسہ منایا ہے۔ اور بٹالہ میں یہ مسلمانوں کا پہلا مذہبی جلسہ تھا۔

یہ امر ناظرین الحکم سے مخفی نہیں۔ کہ بٹالہ ہی وہ جگہ ہے۔ جہاں سے حضرت **مسیح موعود** علیہ السلام کی تائید میں (زمانہ تالیف براہین احمدیہ میں) سب سے پہلی آواز اٹھی اور مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب ایڈیٹر اشاعت السنہ بٹالہ نے اپنے رسالہ میں ایک زبردست ریویو براہین احمدیہ کا لکھا اور ان لوگوں کو سخت ڈانٹا اور دبایا۔ جنہوں نے اس نعمت الٰہیہ کی ناشکری کی تھی پھر بٹالہ ہی کی وہ سرزمین ہے۔ جہاں سے مسیح موعودؑ کے دعویٰ پر سب سے اوّل مخالفت کی آواز اٹھی اور اس آواز میں کچھ ایسی **تحدی** اور تعلّی تھی کہ سننے والوں کو یک بیک حیرت ہوتی تھی۔ یہ آواز اسی مولوی محمد حسین بٹالوی کی تھی اس نے بڑے زور شور اور دم خم سے دعویٰ کیا کہ

ہم نے اس کو اونچا کیا اور ہم ہی گرائیں گے

اس آواز کے ساتھ دوسری طرف سے یہ بانگ الٰہی تھی کہ

انی مھین من اراد اھانتک

یعنی جو تیری توہین کا ارادہ کرتا ہے۔ میں اس کی توہین کروں گا یہ دونوں دعوے دو شخصوں کے منہ سے نکل کر **فضائے عالم** میں گونجے اور واقعات نے دکھا دیا کہ بٹالوی کا دعویٰ محض لاف و گزاف تھا اور وہ اسی پر الٹ پڑا اور حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ چونکہ ربانی ارشاد کے نیچے تھا **اس لئے وہ پورا ہو کر رہا۔**

غرض بٹالوی کی اس دیرینہ مخالفت میں انجمن احمدیہ کا پہلا جلسہ ایک **مبارک قدم ترقی** کا تھا۔ اور اس کے لئے بٹالہ کے نوجوان شیخ عبدالرشید اور بابو محمد طفیل جیسے احباب خاص طور پر کریڈٹ اور شکریہ کے مستحق ہیں۔ میں نام بنام ان کی مساعی جمیلہ کا ذکر کرنا نہیں چاہتا۔ مجموعی طور پر یہ کہوں گا۔ کہ انجمن احمدیہ بٹالہ کی یہ مستعدی اور یہ ہمت نہائت قابل قدر ہے اور قابل رشک ہے۔ اس جلسہ کے اخراجات انجمن احمدیہ بٹالہ نے اپنی جیب سے برداشت کئے اور نہائت فراخ دلی اور فیاضی سے اپنے دوستوں کو دعوت دی جو ارد گرد کے دیہات سے قریباً دو اڑھائی سو کے جمع ہو گئے تھے۔ جلسہ کے میر مجلس حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب تھے اور ان کی صدارت میں تمام لیکچر ہوئے شیخ بٹالوی کے گھر میں انجمن احمدیہ کا جلسہ ہوا اور وہ جلسہ میں نہ آسکے۔ یہ امر غالباً تمام ان لوگوں کے لئے جو اس کی مخالفت سلسلہ کو دلچسپی سے دیکھتے آئے ہیں۔ تعجب کا باعث تھا۔ مگر بٹالوی چالاکی سے کام لینے میں اس نے کمی نہیں کی۔ بٹالوی نے ایک رقعہ لکھا کہ

خصوصیات سلسلہ کا ذکر لیکچروں میں نہ ہو ورنہ لوگ اکٹھے جائیں گے اور تذھب ریحکم کا مضمون گویا صادق آئیگا۔ مگر واقعات نے دکھا دیا کہ بٹالوی کی اس تحریر پر کوئی توجہ نہیں ہوئی اور سیالکوٹ بٹالہ نے نہائت شرافت اور متانت کے ساتھ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ذکر کو سنا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کی تبلیغ پر توجہ کی جس کے بہترین نتائج کی ہم خدا کے فضل سے امید کرتے ہیں۔

بٹالوی نے اپنے روزانہ پیسہ اخبار والے مضمون میں فخر کیا تھا۔ کہ خواجہ صاحب نے نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نبی یا رسول ہونے سے انکار کیا ہے۔ مگر بٹالوی کے لئے یہ خبر جانفرسا ہو گی کہ ان کے گھر بٹالہ ہی میں خواجہ صاحب نے اپنے لیکچر میں صاف طور پر بیان کیا۔ اور بٹالہ والوں کو خطاب کر کے کہا کہ

تمہارے ہمسایہ میں ایک نبی اور رسول آیا تم خواہ مانو یا مانو

اس سے بڑھ کر اور کیا بٹالوی کی تردید ہوگی سیالکوٹ تو دور ہے۔ بٹالہ تو خاص ان کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ غرض جلسہ نہائت کامیابی اور پوری شوکت اور اثر کے ساتھ ختم ہوا۔

پہلے دن ایڈیٹر الحکم ایڈیٹر نور اور مولوی روشن علی اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی تقریریں ہوئیں اور دوسرے دن مولوی غلام رسول خواجہ صاحب اور مولوی صدر دین۔ ایڈیٹر نور اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی تقریریں ہوئیں ان تقریروں کے متعلق مجھے کسی ریمارک کی حاجت نہیں ہے۔ میں اتنا کہتا ہوں کہ یہ خدا کے فضل سے خالی از اثر نہ ہوں گی۔ ایڈیٹر نور کی تقریریں سکھ ازم اور آریہ ازم پر خاص تقریریں تھیں۔ احباب نے ان کی دوسری تقریر (جو آریہ ازم کے متعلق تھی) کے چھاپ کر شائع کرنے کی استدعا کی۔ جو امید ہے۔ بہت جلد چھپ جاوے گی۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی تقریر اول حقیقی مذہب کی شناخت پر تھی اور جس قابلیت اور موثر طریق سے آپ نے اس مضمون کو ادا کیا وہ آپ ہی کا حق تھا اور حصہ تھا۔ دوسری تقریر آپ کی **ضرورت امام** پر تھی یہ مضمون ایسے موثر اور پرجوش طریق سے پیش کیا گیا کہ بعض آنکھیں بے اختیار پرنم تھیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا حاضرین ایک سکتے کے عالم میں ہیں۔ مولوی غلام رسول صاحب کا مضمون سورہ جمعہ پر تھا اور انہوں نے ایسے لطیف حقائق پیش کئے۔ کہ میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ پہلے نہیں سنے تھے سلسلہ کا ذکر ایسی خوبی اور وضاحت سے انہوں نے کیا کہ بجز تسلیم چارہ نہ تھا۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ خواجہ صاحب کے لیکچر کے لئے انہیں اپنا لیکچر ختم کرنے کے لئے کہا گیا جو نہائت ہی نامناسب امر تھا اور اس طرح پر ان کے نہائت قابل قدر اور موثر مضمون کا گلا گھونٹ دیا گیا۔ جس کے ذمہ دار مولوی صدر دین صاحب ہیں۔ خواجہ صاحب نے بھی اس کو پسند نہیں کیا۔ خواجہ صاحب کا لیکچر معمول کے موافق **وید اور قرآن** کے مقابلہ پر بہ حیثیت اسباب دنیوی ترقی تھی جس کا اظہار خواجہ صاحب نے انجمن کے سالانہ جلسہ کی تقریب پر کیا تھا۔ خواجہ صاحب اپنے لیکچروں کی خصوصیت کی وجہ سے مشہور ہیں مگر افسوس ہے کہ سوء اتفاق سے ان کا گلا کام نہ کر سکا۔ اور ایک ہی گھنٹہ میں انہیں اپنا لیکچر ادھورا چھوڑنا پڑا۔ مولوی صدر الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر بہت عمدہ تقریر کی۔ خاکسار ایڈیٹر الحکم کو حضرت قدس نے خصوصیت سے اس جلسہ میں شمولیت کا حکم دیا تھا۔ اور اس کا لیکچر عنقریب چھپا ہوا پبلک کے سامنے آجائیگا۔ جلسہ میں ہر طرح سے امن رہا اور یہ امر بٹالہ کی شریف پبلک کے لئے خاص کریڈٹ کا باعث ہے۔ ایسا ہی بٹالہ کی پولیس نے اپنے فرض کو نہائت دیانت داری اور مستعدی سے نبھایا۔ جس کے لئے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کی خاص قبولیت اس وقت دیکھنے کے قابل تھی جب آپ نے **ضرورت امام** پر لیکچر دیا اور لیکچر گاہ سے اسٹیشن کو تشریف لے گئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلے علے رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

عظیم الشان اصل (سوال)

[ذیل میں ہم جناب مولوی صدر الدین صاحب بی۔اے۔ بی ٹی ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کا وہ مضمون ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ جو آپ نے پیغام صلح کے لئے زیب قلم فرمایا ہے۔ ناظرین خاص توجہ اور تدبر سے مطالعہ فرمائیں۔ مولوی صاحب ممدوح نے دور از کار طبع آزمائی و خیال آرائی سے قطع نظر فرما کے ماؤ شما سب کو تعلیم اسلام کے ایک ایسے شاندار اصل کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جس کے کار بند ہونے سے بڑھ کر فی الواقع دنیا میں کوئی پالیسی کوئی حکمت عملی اور کوئی روش ہو ہی نہیں سکتی۔ وہ کیا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہہ پاک ارشاد کہ خشیۃ اللہ راس کل حکمۃ۔ آج اگر تمام دنیا کے نہیں تو کم از کم اس قوم کے ہی تمام کام جو آنحضرت کی غلامی کا دم بھرتی ہے۔ اس اصل کے ماتحت آجائیں۔ تو یقیناً ہماری دنیا اور دین دونو سنور سکتے ہیں۔ خدا تعالےٰ ہمیں سب کو اس کی توفیق دے۔ اور مولانا ممدوح کو اس تحریک نیک کی جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔ اڈیٹر]

ہمارا ہر کام کسی ارادے کے ماتحت ہوتا ہے۔ حتےٰ کہ جو کام ہم عادۃً کرتے ہیں۔ وہ بھی ارادے کے بغیر نہیں ہوتے۔ اور جتنا کوئی کام اہم ہو اتنا ہی وہ مضبوط ارادہ چاہتا ہے۔ جو بہت غور و فکر کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اعمال پر اس دنیا اور دوسری دنیا میں بھی جزا و سزا مترتب ہوتی ہے۔ اچھے کاموں کا نتیجہ جزائے خیر ہوتی ہے۔ اور بُرے کاموں کی پاداش سزا۔ دنیا کی گورنمنٹ چوروں ڈاکوں کو سزا دیتی ہے تاکہ وہ بدکاریوں سے رکیں۔ مفسدوں پر تعزیرات لگائے جاتے ہیں۔ یہہ سب کچھ اس لئے تا کہ لوگوں کو اسی طرح سے معلوم رہے۔ کہ بدی کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ اور لوگوں کو اور گورنمنٹ کو اس امر کا علم رہے کہ بدی کے روکنے کے لئے سزا کافی نہیں ہے۔ ایک دریا کے روکنے کے لئے جس طرح سے ایک مٹی کا بند کفایت نہیں کرتا اسی طرح سے ایک نابکار آدمی کے اعمال کا راستہ مسدود کرنا محال ہوتا ہے۔ ایک طرف سے بند کریں۔ تو وہ دریا کے پانی کی طرح دوسرے راستے تلاش کر لیتا ہے۔ ان اعمال کے منبع اور سرچشمہ کا جب تک انسداد نہو لوگوں کے اعمال کبھی اچھے نہیں ہو سکتے۔ اگر کسی کے ایک بُت کو توڑ دیں تو وہ دوسرا بُت بنا لیتا ہے۔ کیونکہ اس کا دل جو بت گر ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں برکت پھیلانے کے لئے اور لوگوں کے اعمال کو سنوارنے کے لئے اصل سرچشمہ اعمال کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور فرمایا اگر قلب کی اصلاح ہو جائے تو تمام جسم کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ اور اگر وہی بگڑ جائے تو جسم اور جسم کے اعمال کے اچھا ہونے کی کوئی سبیل نہیں۔ جہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس علم کو دنیا پر روشن فرمایا۔ وہاں اس کی اصلاح کے اصل الاصول کی طرف توجہ بھی دلائی اور سینکڑوں ہزاروں انسانوں کے قلوب کی اصلاح فرمائی۔ وہ اصلاح نہ کتب بینی سے ہوتی ہے۔ نہ کسی افسر پولیس کے ڈر سے نہ کسی حاکم اعلےٰ کے رعب کی وجہ سے میسر آتی ہے بلکہ اس کے لئے کوئی بہت ہی لطیف چیز حاضر و ناظر ہستی درکار ہے۔ جو تمام طاقتوں کی مالک ہو۔ جو بہت ہی انعام دے سکتا ہو۔ اور پوری پوری سزا بھی۔ انسان جو اندھیری کوٹھڑی میں ہے۔ محسوس کرے کہ میں اس کے سامنے ہوں۔ اور باریک سے باریک کام کرتے وقت اسے یقین ہو کہ میرے ارادہ سے وہ پوری آگاہی رکھتا ہے۔ یہہ تقوےٰ ہے۔ اور خشیۃ اللہ ہے جس سے ایک شخص اپنے قلب کو منور اور اپنے اعمال کو بابرکت کر سکتا ہے۔ بخاری شریف کے باب وحی میں پہلی حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمایا ہے۔ انما الاعمال بالنیات۔ اعمال ارادے اور نیتوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اور اعمال پر ارادہ اور نیتوں کے لحاظ سے جزا و سزا مترتب ہوتی ہے۔ اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنی قلب کی صفائی نظر آتی ہے۔ اور اس سے آپ کے اعمال کا ایک گونہ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ وہ یتیم بچہ اپنے اندر کیسی صفائی رکھتا ہوگا۔ اور اعمال میں کس قدر خوبی و برکت کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے پاک ارادہ اور بابرکت اعمال کو دیکھ کر اپنے فضل سے ان کے قلب صافی کو مورد عنایات بنایا اور اتنا بڑا احسان فرمایا کہ اس کو اپنے نزول کے واسطے پسند فرمایا اور نزول وحی کے لئے منتخب۔ اے مسلمان قوم تیرے تجارب وسیع میں تیرا امام مقتدا ایک ایسا انسان گذرا ہے جس کی زندگی میں تمام مسلک موجود ہیں۔ اور جن پر قدم زن ہونے سے اعلےٰ سے اعلےٰ ترقی میسر آسکتی ہے۔ پس اگر ہم ترقی چاہتے ہیں۔ تو کسی رنگ میں کام کریں اخبار نویس ہوں یا مضمون نویس۔ واعظ ہوں۔ یا مقرر۔ صوفی ہوں۔ یا دنیا دار۔ ظاہری ہوں۔ یا باطنی۔ حاکم ہوں یا محکوم سب کے واسطے یہہ ضروری ہے کہ ارادے پاک ہوں اور وہ خدا کے نزدیک اور دنیا کے نزدیک سب کے نزدیک پاک ہوں ہاں بعض اوقات دنیا کے لوگ بدظنی سے دوسرے کے پاک ارادوں پر بھی اعتراض کرتے ہیں اس کا کچھ ہرج نہیں۔ ارادہ پاک کرنا کوئی معمولی امر نہیں ہے۔ شیطان کی راہیں بہت باریک ہیں بعض اوقات انسان اپنے ارادے کو نیک بنانے کے لئے اپنی ایک ناجائز حرکت اور پالیسی کو اپنے خیال میں کسی خاص نیکی پر مبنی سمجھتا ہے۔ اور بعض اوقات سمجھتا ہے کہ چونکہ اس سے دشمن کو زک پہنچتی ہے۔ اور اس کا نتیجہ میرے لئے اور دوسروں کے لئے مفید ہے۔ اس لئے یہہ شرارت ہی نیکی ہے۔ غرض شیطان جو انسان کے خون کی شریانوں میں ہی ساتھ ساتھ بہتا ہے اور شیطان جو ایک عالم ماہر کے ساتھ ساتھ ترقی کر کے باریک بلکہ نہایت باریک طریقوں سے اس کو بھی خوب دھوکا دے سکتا ہے عجیب بلائے بد ہے۔ جس سے بچنا بہت بڑے ہوشیار آدمی کا کام ہے روایت ہے کہ ایک بزرگ جب شیطان کے پھندے میں نہ آیا تو اس لعین نے ایک اور ترکیب اس کو قابو میں لانے کی نکالی کہا کہ آپ اس لئے میرے پھندے میں نہیں آئے کہ آپ کا علم بڑا ہے اور اس کے ذریعے سے آپ بچ گئے ہیں۔ ایک ایسا حربہ تھا جس سے عام لوگ تو کبھی بھی نہیں بچ سکتے۔ کیونکہ اپنے علم کے متعلق تو چھوٹے سے لے کر بڑے تک ہر ایک کو بڑا گھمنڈ ہوتا ہے اور ایسی آواز کو انسان جھٹ جی سے قبول کر لیتا ہے۔ لیکن وہ بہت بڑا دل تھا۔ جو اس سے بچ گیا اور اس نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے میں بچا ہوں نہ کہ اپنے علم کے ذریعے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانوں میں سے ایک یہہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا جتنا بڑا کسی کا علم اور تجربہ ہو اتنا ہی بڑا ماہر اس کا شیطان ہوتا ہے۔ پس اس سے بچو کہ اس کی راہیں بہت باریک ہیں۔ جس طرح اور جہاں خون بہتا ہے وہاں شیطان کا بھی بغیر احساس دخل ہو سکتا ہے۔

پس آپ کا پیغام صلح اسم بامسمےٰ ہو۔ کسی کی بدخواہی اس کا مسلک نہو۔ سلطنت کے بدخواہ نہ ہو۔ کسی عزت والے کی ہتک کرنا آپ کا مقصد نہ ہو۔ کسی بڑے آدمی کو چھوٹا بنانا آپ کی غرض نہ ہو کسی قوم کے لیڈر کو ذلیل کرنا آپ کے ارادہ میں نہ ہو۔ کسی جماعت میں تفرقہ ڈالنا آپ کا کام نہ ہو۔ اور کسی باریک غرض کو جو دنیا پرستی کا رنگ رکھتی ہو۔ اپنے اندر لئے ہوئے اس کام کو نہ کرو۔ اس اصل سے تمام ملازمین حاکم اور محکوم وہ لوگ جن کے ہاتھ میں بچوں کی تربیت ہے۔ اور وہ لوگ جن کے ہاتھ میں یتیموں کا مال ہے۔ اور وہ لوگ جن کے ہاتھ قوموں کی لیڈرشپ ہے۔ وہ سب اس سے بہت بڑا فایدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ایک دنیا کا فایدہ یہہ بھی ہے۔ کہ ایسے انسان کی ہم بہت عزت کرتے ہیں جس کے ارادے پاک ہوں جس کے ہاں خود غرضی دخل نہ پاتی ہو۔ جو اپنی اغراض کا بندہ نہ ہو پس ایک دنیا دار بھی اس سے بڑا فایدہ اٹھا سکتا ہے ورنہ جہاں لوگوں نے اس کو بندہ خواہشات دیکھا اسے چھوڑ دیا۔ اور ذلیل کیا۔ اسکی طرف خدا تعالےٰ نے اشارہ فرمایا ہے۔ ومن خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الھوےٰ فان الجنۃ ھی الماوےٰ جو شخص اپنے تئیں ہر وقت اللہ تعالےٰ کے حضور میں حاضر سمجھتا ہے اور گری ہوئی خواہشات سے بچتا ہے۔ اس کو بہت بڑا سکھ ملتا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے خشیۃ اللہ راس کل حکمۃ۔ کہ تمام پالیسیوں کی سردار پولیسی یہ ہے کہ انسان کے قلب پر خشیۃ اللہ مستولی ہو۔

مسلمانان لاہور کا جلسہ

۲۱ر جولائی کو باغ بیرون موچی دروازہ لاہور میں مسلمانان شہر کا ایک شاندار جلسہ منعقد ہوا جس میں اڈریانوپل کی تسخیر پر خدا تعالےٰ کا شکر ادا کیا گیا اور اظہار مسرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور حکیم امین الدین صاحب بیرسٹرایٹ لاء لاہور نے مناسب موقعہ زوردار و معنے خیز تقریریں کیں۔ مقام جلسہ اور نیز موچی دروازہ میں آرائش اور چراغان کی رونق قابل دید تھی۔ جابجا برفاب کی سبیلیں لگی ہوئی تھیں۔ اور ہزاروں مسلمانوں کے غول ہر طرف خوش خوش پھرتے نظر آتے تھے۔ اور بہیئت مجموعی نظارہ بہت ہی انبساط خیز اور پُرکیف تھا۔ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو یہ خوشیاں سازگار کرے۔ ہم اس موقعہ پر اپنے دینی بھائیوں کو اس امر سے آگاہ کر دینا بھی اپنا ضروری فرض سمجھتے ہیں کہ انہیں صرف بھو کی خوشیوں پر قانع ہونا چاہئے ان کے واسطہ در اصل یہ بڑا نازک وقت ہے۔ ابتدائی کامیابیوں پر پھول کر خدا تعالےٰ کی شان بے نیازی سے لاپروا رہنا مومنوں کی شان سے بعید ہے۔ انہیں لازم ہے کہ اپنے اعمال میں یک لخت پاک تبدیلی کریں اور شب و روز تڑپ کے ساتھ دعاؤں میں لگے رہیں کہ تا رحمت الٰہی جوش میں آئے اور جس طرح یہ تسخیر اڈریانوپل انسانی عقول سے بالکل بالاتر اور بعید از قیاس واقع ہوئی ہے اسی طرح وہ آئندہ بھی اپنی خارق عادت قدرت نمائیوں سے اُن کے پچھلے زخموں کے اندمال کے اسباب مہیا کرے اسوقت جہاں افضال الٰہی پر سجدات شکر بجالانا ہمارا فرض ہے وہاں یہہ بھی نہایت ضروری ہے کہ اس غنی عن العلمین کے غنائے ذاتی سے ہمہ وقت خائف رہیں۔ اور اپنی اصلاح حال میں ساعی۔ مبارک ہیں۔ وہ جو عادت اللہ کی تبصرہ رکھتے اور اس سے بر وقت فایدہ اُٹھاتے ہیں۔ خدا تعالےٰ ہمیں سب کو اپنی مرضی پر چلنے کی توفیق بخشے آمین۔ اسی جلسہ میں کانپور کی مسجد کے متعلق اظہار افسوس کیا۔۔۔۔

صداقت اسلام کا تازہ نشان

جو آج کی اشاعت میں بطور ضمیمہ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے

ایک بہت ضروری اعلان حق ہے۔ صاحب مضمون مخدومنا و مکرمنا حضرت سید محمد حسین شاہ صاحب سلمہ اللہ نے ۲۵ر جولائی کو بعد نماز جمعہ احمدیہ مسجد میں پڑھ کر سنایا۔ اور بعد ازاں ایک مختصر تقریر میں حاضرین کو اس طرف بھی توجہ دلائی کہ اسلام کی اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو ابنائے ملک و ملت پر زور کے ساتھ پیش کرنے کا یہ خاص موقعہ ہے۔ پس احباب کو چاہئے۔ کہ اس اشتہار کی بہت بہت سی کاپیاں بغرض تبلیغ و تقسیم منگا کر یار و اغیار میں کثرت سے جہاں تہاں پھیلا دیں۔ اس کا تیمبر ابھی محفوظ رکھا گیا ہے۔ جن صاحب کو جسقدر ضرورت ہو محصول کے لئے ڈاک کے ٹکٹ بھیجکر دفتر اخبار ہذا سے طلب فرما لیں۔ اس کی لاگت ۷ر فی ہزار کی شرح سے پھیلتی ہے شاہ صاحب ممدوح نے اس کی سات ہزار کاپیاں اپنے صرف خاص سے بھی چھپوا کر تقسیم فرمائی ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے اور آپ کے جوش۔ اخلاص اور ہمت و حمیت اسلام میں برکت ڈالے آمین۔!

آخری زمانہ کا مصلح

احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن لاہور نے کچھ عرصہ سے ماہوار تبلیغی ہینڈبلوں کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے یہ اس کا دسواں نمبر ہے جس میں احادیث و روایات معتبرہ کی سند سے حضرت مسیح موعود کو وہی آخری زمانہ کا مصلح ثابت کیا گیا ہے جس کا دنیا کو صدیوں سے انتظار تھا۔ آدھ آنہ کا ٹکٹ ملنے پر دفتر ایسوسی ایشن

بسم اللہ الرحمن الرحیم + نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

صداقت اسلام کا زبردست تازہ نشان

پیشین گوئی | غُلِبَتِ الرُّومُ فِی اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِنۡ بَعۡدِ غَلَبِھِمْ سَیَغۡلِبُوۡنَ (میں اللہ ہی علیم ہوں) رومی نزدیک کی زمین میں مغلوب ہونگے - اور بعد مغلوب ہونے کے پھر غالب آئینگے +

۲۲ رجولائی کا دن بھی کیا ہی مبارک دن ہے - جس نے ترکوں کی فوج کی فاتحانہ طور پر اڈریا نوپل میں داخل ہونے کی خبر ہمیں سنائی فالحمد للہ علیٰ ذالک - اس سے خدا تعالےٰ کا ایک عظیم الشان نشان پورا ہوا - جس کی خبر آج سے ۹ سال پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ دنیا کو دی جا چکی تھی +

وجوہ مسرت | اِس الٰہی فضل سے آج ہم خوش ہیں - نہ صرف اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے ترکوں کو جو ہمارے دینی بھائی ہیں - فتح عطا کی - بلکہ زیادہ تر اس لئے کہ اس سے ہمارے پیارے دینِ متین اسلام کو آج دنیا کے سب مذاہب پر علے روس الاشہاد نصرت نصیب ہوئی ؎

پیشگوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا!
قدرت حق کا عجب ایک تماشہ ہوگا
جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا
کوئی پا جائیگا عزت کوئی رسوا ہوگا

آج اس مالک الملک - رب العزت - عزیز و حکیم خدا نے دشمنان اسلام کو ذلیل کیا اور ہمارے دلوں کو اس خبر سے فرحت بخشی - ہمارے ایمانوں کو تقویت عطا کی - ہمارے پژمردہ دلوں کو تازہ کیا - ہماری مایوسی کو امید سے بدلدیا - ہمارے گناہوں - ہماری نافرمانیوں - ہماری شوخیوں - ہماری بیباکیوں - ہماری گستاخیوں - ہماری کمزوریوں - ہماری سستیوں - ہماری لاپرواہیوں کی اپنی شان ستاری و غفاری سے پردہ پوشی فرما کر ہمارے حالِ زار پر رحم کیا - اور یہ نہ ہمارے لئے بلکہ اپنے پیارے حبیب پاک حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل - اپنے پاک وعدہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ کے مطابق ہماری عزت رکھلی -

ہمارے لئے قیمتی موقعہ اور سبق | اور ہم کو موقعہ دیا کہ ہم اب بھی سنبھل جائیں - اپنی شوخیوں اور سستیوں کو چھوڑ کر الٰہی نشانات اور تجلیات کی قدر کریں - جو ہماری رہنمائی کے لئے وہ قادر کریم ہادیٔ مطلق ہمیشہ نازل فرماتا رہتا ہے - اور ان آیات اللہ کو مانتے ہوئے اللہ تعالےٰ کے حضور میں اپنی گردنوں کو جھکا دیں اور آئندہ اپنے چال چلن و اعمال اُس اسوہ حسنہ کے مطابق بنائیں - جو پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کے سردار نے ہمارے لئے چھوڑا اور جو کہ قرآن کریم اور حدیث کے رنگ میں بعینہٖ موجود ہے

برادرانِ ملک وملت کی خدمت میں عرض | پس اے پیارے برادرانِ ملک و ملت اور یورپ اور امریکہ کے عیسائیو! اللہ تعالےٰ کی ہستی کا زندہ ثبوت تمہارے سامنے ہے - اب غفلت کو چھوڑ دو - بہت سو چکے - شیطان کے دھوکہ میں رہ چکے دنیا کی محبت نے تمہیں بہت خوار کیا اب بھی سنبھل جاؤ - ایسا نہ ہو کہ پے درپے نشانات کی تکذیب سے تم اور بھی مورد غضب الٰہی ٹھیرو اور بعد میں پچھتانا پڑے - جبکہ پچھتانا کچھ کام نہیں آسکتا - اِس دنیا کے لئے تم نے ہزارہا الٰہی نشانوں کو جو گذشتہ چند سال میں ظاہر ہوئے - پس پشت ڈالا - اور خدا کی خدائی سے منہ موڑا لیکن رحیم و کریم خدا نے آج پھر تمہارے حال پر رحم فرمایا اور یہ زبردست نشان ظاہر کرکے تم کو اپنی ہستی کا ثبوت دیا اور بتایا کہ ہمارا خدا زندہ خدا ہے اور غیب کا علیم ہے اور جو تمہارے وہم و گمان میں بھی نہ ہو - اُس کے کرنے پر قادر ہے + اپنے آج سے چند روز پہلے کے علم اور خیالات اور قیاسات کا خود ہی مطالعہ کرو - پھر جو کچھ آج ہو رہا ہے - اِس کا اُن کے ساتھ مقابلہ کرو - اور پھر اُس خبر کو جو مذکورہ بالا الہام میں آج سے ۹ سال پہلے بتا دی گئی تھی - ذہن میں رکھو - اور پھر انصاف کی کرسی پر بیٹھکر فیصلہ دو - تو تم سوائے اِس کے اور کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکو گے - کہ مذکورہ بالا کلام انسان کا نہیں - بلکہ کسی اعلےٰ و بالا علیم و خبیر اور قادر و مقتدر ہستی کا ہے - جو کہ ہمارا خدا ہے +

فیصلہ آسمانی کا وقت آگیا ہے | پس اے برادران غور کرو - اور اِس نشان الٰہی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنے میں پاک تبدیلی پیدا کرو - ورنہ یاد رکھو کہ تم خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے - شیطان کی سلطنت کے دن اب ختم ہو چکے - باطل جاں بلب ہے - اندھیرا دور ہونے کو ہے - الٰہی دین کے پھیلنے اور پھولنے کے دن قریب آگئے ہیں - آسمانی فرشتے دنیا سے اسباب پرستی کا قلع قمع کر رہے ہیں - اب قدرت نمائی کا وقت ہے اگر باز نہ آؤگے اور اس نشان الٰہی سے فایدہ نہ اُٹھاؤ گے - تو خواہ تم مسلمان ہو یا عیسائی ہندو ہو یا صابی - تباہ کئے جاؤگے اور یستبدل قوما غیرکم کا متولی تم پر جاری ہوجائیگا - اور قومیں تمہاری جگہ پیدا کی جائیں گی ثم لا یکونوا امثالکم جو تمہاری طرح کی نہ ہونگی - تم اپنے آپ کو سمجھے ہی کیا بیٹھے ہو - خدا قادر مطلق کو تمہاری پرواہ ہی کیا ہے - یاد رکھو کہ اگر توبہ نہ کروگے تو تمہاری گردنیں ہونگی اور فرشتوں کے خنجر - جنگ بلقان میں ہرچند کہ بڑے بڑے دردانگیز دل ہلا دینے والے مظالم توڑے گئے ہیں - لیکن جو ہولناک و عبرت خیز تباہیاں نافرمان قوم کے انتظار میں ہیں - اور جو منتقم حقیقی کی طرف سے عذاب و عقاب کے رنگ میں ہمیشہ خدافراموشوں پر آتی رہی ہیں - ان کے بالمقابل وہ انسانی مظالم کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے - ان بطش ربک لشدید +

پس ڈرو تا اللہ کی رحمت نازل ہو اور قوم یونس کی طرح ہم بچائے جائیں - اللہم ہمیں توفیق دے آمین - دُنیا میں ایک نذیر آیا - لیکن دنیا نے اسے قبول نہ کیا - پر خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو دنیا میں ظاہر کریگا - ان زور آور حملوں کا وقت سر پر ہے - بس ڈر جاؤ اور اللہ کے آگے جھک جاؤ - دیکھو جو کچھ آج ہو رہا ہے - کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا - ذرا فکر تو کرو کہ کیسے ایک دن میں اللہ تعالےٰ نے یورپ کے سب منصوبے خاک میں ملا دیئے - بڑے بڑے متکبر امراء اور وزرا کو اس عزیز و حکیم خدا نے نیچا دکھایا - اُن کے سب علم اکارت چلے گئے اور وہ ایسے ذلیل ہوئے - کہ راہ فرار کوئی نظر نہیں آتی - ذَھَبَ اللّٰہُ بِنُوْرِھِمْ وَتَرَکَھُمْ فِیْ ظُلُمٰتٍ لَّا یُبْصِرُوْنَ کی آیہ کریمہ گویا اُنہی کے مناسب حال نازل ہوئی تھی - عقل و فہم کا نور جاتا رہا - اندھیرے میں ہیں - کچھ سوجھ بوجھ نہیں رہی اور حالت اب یہ ہے ؎

الٹی پڑ گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا آخر بیماری دل نے کیسے کام تمام کیا

کفر و نفاق - فسق و فجور کی مہلک بیماری اندر ہی اندر دل کو چر گئی جو تدبیریں تھیں سب اُلٹی پڑنے لگیں ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین - خیر الماکرین کی شان ورنہ ان تدابیر ہی ہوتی ہیں جنہیں ارباب بصیرت ہی سمجھ سکتے ہیں - اللہ اللہ کیا قدرت ہے - کیا خاقت ہے - وہی سر اڈورڈ گرے - جس کے کل تک سب گیت گاتے تھے - آج مورد لعن و طعن بنا ہوا ہے اور زبان حال سے حیرت کے ساتھ یہ شعر پکار پکار کر پڑھ رہا ہے ؎

قسمت تو دیکھئے کہ کہاں ٹوٹی ہے کمند
دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا

روس - فرانس وغیرہ سلطنتوں کے سب خیالی پلاؤ دھرے کے دھرے رہ گئے - اُغْشِیَتْ وُجُوْھُھُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّیْلِ مُظْلِمًا - اُن کے مونہوں کو اندھیری رات کی سیاہی کے ایک ٹکڑے نے ڈھانپ رکھا ہے - دنیا خود حیران ہے کہ یہ ناممکن کس طرح ممکن ہوگیا - بڑے سے بڑے تاریخی واقعات سے نتائج اخذ کرنے والا - یورپین حکمت عملیوں کا ماہر کبھی یہ خیال میں بھی نہ لا سکتا تھا - کہ معاملات جنگ بلقان اس طرح یک لخت پلٹا کھا جائیں گے اور پہلے بیمار ترکی لیکن اب مردہ ترکی اس طرح یکدم اچھا اور زندہ ہوجائیگا اور فاتحانہ بڑھتا ہوا ایڈریانوپل میں جا پہنچیگا - لیکن اللہ تعالےٰ نے ایسا کر دکھایا اور واقعات اس امر کے شاہد ہیں کہ یہ ناممکن اور محال امر ممکن ہو کر وقوع پذیر بھی ہو چکا ہے - یہ اسلئے کہ اللہ پر ہمارا ایمان ٹھیر ہے - اور ہمارا وقت ٹوٹ چکا

ذرا اِس پیشین گوئی پر غور کرو! | اے ہمارے دہریہ منش مسلمان بھائیو! اور اے ہندو اور عیسائیو! اُٹھو اور دکھلاؤ کہ کوئی تم میں سے آج ایسا بشر تھا - جس کے وہم و گمان میں بھی اس تبدیلی کا خیال گزرا ہو - جو ان گذشتہ چند ایام میں واقع ہوئی - میں دعویٰ سے کہتا ہوں - کہ دُنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پڑتال کرتے چلے جاؤ - ایک بھی انسان تم ہمیں ایسا نہ بتا سکو گے - کیونکہ ایسا ہونا انسانی تجربہ اور قیاس کے بالکل خلاف تھا +

پھر سنو اور غور کرو کہ ایک انسان نے آج سے نو سال پہلے ہم کو بتا دیا کہ ایسا ضرور ہوگا - یہ ناممکن ممکن ہوجائیگا - اُس نے بھی اپنے علم سے نہیں بلکہ عالم الغیب سے خبر پاکر ہمیں سنایا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے الہام سے ظاہر کیا ہے - غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون کہ رومی قریب کی زمین میں پہلے شکست کھائیں گے - پھر فاتح ہونگے اور یہ خبر اُس نے ایک بار نہیں بلکہ دو بار سنائی ایک فروری ۱۹۰۴ء میں اور پھر جنوری ۱۹۰۵ء میں اور یہ ریویو آف ریلیجنز قادیان اور اخبار بدر قادیان میں انہی تاریخوں میں شائع ہو چکی ہے یہ خبر دنیا میں اُس وقت شائع کی گئی - جس وقت کہ دنیا میں رومیوں کے ساتھ کسی جنگ کا نام و نشان بھی نہ تھا

زندہ خدا کے زندہ نشان | چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے - اِس کلام الٰہی کو دنیا پر ظاہر کیا اور بتایا کہ یہ علم اُن کا ذاتی نہیں ہے - بلکہ اُس مالک حقیقی کا ہے - جسکو گذشتہ موجودہ اور آئندہ ہر زمانہ کا علم ہے اور جس کے قبضہ قدرت میں دنیا کا ذرہ ذرہ ہے اور جسکی شان خداوندی تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء کے پاک اوصاف سے متصف ہے اور پھر فرمایا کہ یہ باتیں پوری ہونگی زمین و آسمان ٹل جائیں لیکن خدا کی یہ باتیں نہ ٹلیں گی - تاکہ الٰہی نشان دنیا میں ظاہر ہوں اور اسلام کی صداقت اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی دنیا کو شہادت دیں اور ثابت کریں کہ اسلام کا خدا زندہ خدا ہے اور آج بھی وہ اپنے پاک انسانوں سے اسی طرح کلام کرتا ہے - جیسے کہ وید کے رشیوں - رامچندر - کرشن - موسےٰ - عیسےٰ حضرت پیغمبر خدا صلعم سے گذشتہ زمانوں میں کیا کرتا تھا +

پھر اس اطلاع پر زمانہ گذر گیا اور جنگ شروع ہوئی - ہم کو چونکہ اس الٰہی کلام پر ایمان تھا ہم نے اس خبر کے متعلق دو رسالے یکے بعد دیگرے اکتوبر ۱۹۱۲ء کو لاہور سے شائع کئے - جن میں ہم نے خلاف توقع دنیا کو اِس خبر کے بنا پر اعلان کیا کہ ترک پہلے شکست کھائیں گے - اور بعد شکست کھانے کے فاتح ہونگے وہ رسالے ہندوستان کے مختلف حصص میں شائع کئے گئے اور پھر یورپ میں انگریزی میں طبع کرکے دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلائے گئے ان رسالوں میں اِس پیشگوئی کو کھول کھول کر بیان کیا گیا تھا اور مسلمانوں کو جو کہ اُس وقت گھبرا رہے تھے اور عیسائیوں کو جو خوش ہو رہے تھے بتایا گیا تھا - کہ گھبراؤ نہیں - ترکوں کو پہلے شکست ہونی مقدر ہے لیکن بعد میں ضرور فتح ہوگی چنانچہ بعض ہمارے مسلمان بھائیوں اور عیسائیوں نے اِس پر ہنسی اور مضحکہ اڑایا اور ہماری بات کو ٹھٹھہ میں ٹال دیا - ہم نے صبر سے کام لیا اور اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ وہ خدا کی بات آج پوری ہوتی ہے جو دنیا پر ثابت کرتی ہے کہ وہ کلام خدا کا کلام ہے جو کہ اُسکا لانیوالا تھا وہ اللہ کا سچا مرسل ہے اللہ نے اپنی حجت تمام کردی اب جسکے کان سُنتے ہیں سُنے اور جسکی آنکھ دیکھتی ہے دیکھے اور اس نشان الٰہی سے فایدہ اٹھائے یہ فتح کی ایک جھلک ہے جو کہ دکھائی گئی ہے جیسے کہ اس پیشین گوئی کے مطابق پہلے شکست کے معاملہ میں شکست پر شکست ہوئی یہانتک کہ نہ صرف دُنیا بلکہ ترکوں کو خود ماننا پڑا کہ وہ شکست یافتہ ہیں اسی طرح انشاء اللہ یہ فتح جو آئندہ فتوحات کا آغاز ہے بتلا دیتی ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ناممکن کو ممکن کر دکھائیگا - اور ہمارے خیال کو باطل زمانہ کا رنگ کسی طرح بدلیگا - بس چاہیئے کہ جلدی نہ کریں اور انتظار کریں ہمارا ایمان ہے کہ ابھی اور بڑی بڑی فتحیں بارگاہ الٰہی سے رومیوں کے لیئے مقدر ہیں تلک الایام نداولھا بین الناس مومن کو اس سے گھبرانا نہیں چاہیئے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پُرزور تحریریں وہ کام نہ دیتیں۔ جو آگ پر پانی کام دیتا ہے۔ تو یقیناً وہ دبے ہوئے جذبات کوئی اور خطرناک صورت اختیار کر کے ملک میں سخت بدامنی پھیلانے کا موجب ہوتے۔ مگر بہت لوگوں نے حتیٰ کہ مسلمانوں میں سے بھی ناعاقبت اندیشوں نے یہ کہا کہ یہ تحریریں اشتعال انگیز ہیں۔ اور یہ نہ سوچا کہ ان سے عوام الناس کے دلی جذبات کی بھڑاس نکلکر بجائے اشتعال انگیز ہونے کے یہ اشتعال کو روکنے کا کام دیں گی۔ اور حقیقت میں ایسا ہی ہوا اور واقعات نے ایسا ہی ثابت کر دیا یعنی ان تحریروں نے جن میں ایک خاص غرض کے لئے مصلحت وقت کے لحاظ سے ایک حد تک سختی سے کام لیا گیا تھا مسلمانوں کے دلی جذبات کو جن کے مخالفین اسلام کی ناپاک تحریروں سے بھڑک رکھنے کا اندیشہ تھا دبا دیا۔ جہاں تک میں نے سوچا ہے۔ یہ غلطی ہے کہ پولیٹیکل حقوق کے مطالبات پر جو شورش ہوتی ہے۔ اُس پر مذہبی حقوق کے مطالبات کے شور کو قیاس کر لیا جاوے۔ پولیٹیکل حقوق کے جذبات پہلے لیڈروں کے گروہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان کی کوشش سے کم سمجھدار حصہ پبلک پر اُن کا اثر پڑتا ہے اس لئے اگر ان حقوق کے مطالبات میں غیر معمولی جوش سے کام لیا جاوے تو اس کا اثر کم سمجھ لوگوں پر بہت بُرا پڑتا ہے۔ بلکہ بعض وقت مہلک ہوتا ہے۔ برعکس اس کے مذہبی حقوق کے جذبات اور بالخصوص ایسے موٹے معاملات میں جیسے مساجد کا یا معبدوں کا گرایا جانا یا مقدس کتابوں کی بے حرمتی۔ ان جذبات کا اثر عوام الناس کے دلوں پر پہلے اور زیادہ ہوتا ہے اور اخبارات کی تحریریں صرف ان جذبات کی ترجمانی کر کے اصل معاملہ کو روشنی میں لاتی ہیں۔ اور اس طرح پر بجائے نقصان دہ ہونے کے مفید ہوتی ہیں۔ اگر غور کیا جائے۔ تو ہندوستان کی گذشتہ پانچ سال کی تاریخ میں ان دونوں قسم کے حقوق کے جذبات سے جو نتائج ظہور پذیر ہوئے ہیں وہ اس دعویٰ کے صاف مؤید ہیں۔ چند سالوں سے پولیٹیکل حقوق کی ایک خاص جدوجہد نے اور گورنمنٹ کے خلاف سخت تحریروں نے ایک حصہ پبلک پر جو معمولی تعلیم یافتہ حصہ ہے۔ یہ خطرناک اور مہلک اثر پیدا کیا کہ خفیہ کمیٹیاں بنتے بنتے آخر بم سازی پر نوبت پہنچی اور اس مہلک بیماری نے ہندوستان میں ایسا خطرناک اثر پیدا کیا۔ کہ آخر خود حضور وائسرائے تک کی جان پر حملہ ہو گیا اور ایک ایسا بیج ملک میں بویا گیا۔ جس کا دُور کرنا اب آسان نہیں بمخلاف اس کے موجودہ واقعہ کانپور کو ہی لے لیا جائے۔ تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ عوام الناس کے کام جس طرح بلا سوچے سمجھے ہوتے ہیں اسی طرح پر انہوں نے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ سر جیمس میسٹن کا یہ کہنا کہ اخباری تحریروں سے یہ جذبات پیدا ہوئے۔ استدلال کی ایک غلط راہ ہے مگر یہ جذبات پہلے سے موجود نہ ہوتے۔ تو یقیناً بکم جولائی کو سنگینوں کے پہرہ میں مسجد کا دالان نہ گرایا جاتا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ .. .. کہ درحقیقت یہ جذبات پہلے ہی عوام الناس کے دلوں میں پیدا ہو چکے تھے۔ اور اخبارات نے ان کی ترجمانی کر کے گورنمنٹ کے سامنے اصل حالات کو پیش کر دیا۔ اگر تعلیم یافتہ گروہ کے زیر اثر یہ جذبات ظہور پذیر ہوتے۔ تو ان کا کوئی اور رنگ ہوتا۔ اور وہ یقیناً گورنمنٹ کے لئے موجودہ واقعہ کی نسبت بہت زیادہ مشکلات کا موجب ہوتا۔ باقی رہا یہ امر کہ اخبارات کے ذریعہ سے ہی اس امر کی اطلاع ملک کے دور دراز حصوں میں ہوئی۔ یہ صحیح ہے۔ لیکن اگر اخبارات کا یہ کام نہ ہو تو پھر وہ کس مرض کی دوا ہیں۔ سر جیمس میسٹن کو اخبارات پر الزام دیتے وقت اس بات کو بھولنا نہیں چاہئے۔ کہ مساجد کے گرانے اور اُن کی بے حرمتی سے جو اثر ہوتا ہے وہ پہلے عوام الناس کے دلوں پر پیدا ہوتا ہے۔ اس جوش کے پیدا ہونے کے لئے انہیں کسی بیرونی تحریک کی ضرورت نہیں۔ ہاں ہر قوم پر ایک ایسا وقت ہوتا ہے۔ کہ وہ خواب غفلت میں پڑی سوئی ہوتی ہے۔ اور عالم و جاہل دونوں اپنے حقوق کے تحفظ سے غافل ہوتے ہیں۔ لیکن پھر ایک ایسا وقت بھی آجاتا ہے۔ کہ وہ قوم بیدار ہو جاتی ہے۔ اور وہی غافل لوگ اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ مگر اس تحفظِ حقوق کی تحریک کو گورنمنٹ کی ہوا خواہی یا وفاداری کے خلاف نہیں کہہ سکتے۔

واللہ علیٰ ما نقول وکیل

اللہ تبارک و تعالیٰ فرقان حمید میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

(۱) إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ [illegible]

(۲) [illegible]

(۳) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ

(۴) لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ

ان سب ارشادات کی تعمیل ہر مومن کا فرض ہے۔ خدا ہمیں اس ضروری فرض سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق بخشے آمین! ہم نے پیغام صلح میں صرف اصلاح اور صلح کی غرض سے۔ نیک نیتی سے ایک دو نصائح اپنی جماعت کو مجموعی رنگ میں کی تھیں۔ اُن کے جواب میں ہمارے ایک پیارے ہمعصر نے جو نقول خود نہایت صائب رائے رکھتے ہیں۔ اُن خدام پر جو پیغام صلح سے تعلق رکھتے ہیں۔ چند الزام لگائے ہیں۔ اور کچھ بُرا بھلا کہا ہے۔ اللہ کرم کرے ہم اُن سب کو تحمل سے سُنتے اور اُن پر انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پڑھ کر صبر کرتے ہیں۔ این ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر۔ جنھوں نے خدا کے لئے اور اُس کے مسیح کے لئے غیروں سے بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھا کر اُف نہ کی ہو۔ وہ اگر اپنے عزیزوں کی تلخ و ترش باتوں سے آزردہ و شکستہ دل ہوں۔ تو سمجھو وہ اپنے امتحان میں فیل ہو گئے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ حضرت منصور علیہ الرحمۃ کی طرح اپنوں کے پھول بھی دوسروں کے پتھروں سے زیادہ دردپیدا کر دیا کرتے ہیں۔

اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ ہم ہر حالت میں اپنے آپ کو مطمئن پاتے ہیں۔ لیکن چونکہ بعض الزام اُن میں زیادہ سنگین ہیں۔ اور اُن سے بڑتیت کئے بغیر غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے مناسب سمجھا گیا ہے کہ اُن کی نسبت کچھ عرض کیا جاوے اور وہ الزام ہم پر یہ ہیں:۔

(۱) ہم حضرت خلیفۃ المسیح کے نافرمان ہیں۔

(۲) ہم گورنمنٹ کے باغی ہیں۔

(۳) ہم جماعت کے امام بننا چاہتے ہیں۔

(۴) ہم منافق ہیں۔

خدائے واحد کو حاضر ناظر جان کر ہم اعلان کرتے ہیں۔ کہ ہماری نسبت یہ خیالات خلاف واقعہ ہیں۔ اور اُن کے برعکس الحمد للہ کہ:۔

(۱) ہم حضرت خلیفۃ المسیح کے دل سے فرمانبردار آج سے نہیں بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی سے ہیں۔ اور آج معاملات دینی میں اُن کے سوائے کسی کو اپنا مرشد نہیں یقین کرتے۔

(۲)۔ ہم گورنمنٹ برطانیہ کے دل سے خیر خواہ۔ وفاشعار اور فرمانبردار ہیں۔ اور اُس کی فرمانبرداری اپنا فرض عین یقین کرتے ہیں ہاں اگر ضرورت ہو تو ادب سے درخواست کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔

(۳)۔ ہم کو خدمت دین کی ضرور شوق ہے۔ اور خادم دین بننے کے لئے دل سے دعائیں کرتے ہیں۔ امام بننے کی نہ خواہش ہے۔ اور نہ کوئی جماعت ہم نے بنائی ہے۔ جن کو امور دینی میں ہم اپنا حکم ماننے پر مجبور کرتے ہوں ہم شوریٰ کے اصول کے قائل ہیں۔ ہمارا امام موجود ہے۔ ہم نے جو کچھ معاملہ کانپور میں لکھا۔ حضرت کی خدمت میں خاص آدمی بھیجکر فتویٰ منگا کر آپ کی ہدایت کے ماتحت لکھا۔ آپ کا قلمی فتویٰ ہمارے پاس موجود ہے ان ناچیز خدام کے دلوں کا حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

(۴)۔ ہم بفضل خدا منافق نہیں ہیں۔ اور اس بات سے اللہ تعالیٰ کی ہی پناہ مانگتے ہیں کہ کسی رنگ میں بھی منافقوں میں ہوں۔ ہمارے متعلق ایسے خلاف واقعہ الفاظ استعمال کرنے سے جماعت میں تفرقہ پیدا ہوتا ہے۔ ہم خدا کو شاہد کر کے اعلان کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو ایک اور یگانہ یقین کرتے ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء اور قرآن کریم کو خاتم الکتب دل سے مانتے ہیں۔ فرشتوں۔ حشر نشر جنت دوزخ اور مسئلہ تقدیر پر ہمارا ایمان ہے۔ ہم حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خادمین الاولین میں سے ہیں۔ ہمارے ہاتھوں میں حضرت اقدس ہم سے رخصت ہوئے ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے سچے رسول تھے۔ اور اس زمانہ کی ہدایت کے لئے دنیا میں نازل ہوئے۔ اور آج آپ کی متابعت میں ہی دنیا کی نجات ہے اور ہم اس امر کا اظہار سر میدان میں کرتے ہیں۔ اور کسی کی خاطر ان عقاید کو بفضلہ تعالیٰ نہیں چھوڑ سکتے۔ یوں منافق تو معاذ اللہ حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت عمر فاروق۔ حضرت عثمان غنی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و رضوا عنہ کو بھی کہا گیا اور آج تک کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سب کو ہر ایک قسم کی خود غرضیوں اور بدظنیوں سے پاک رکھے۔ آمین!

یہ اہلحدیث یا کسی خاص شخص کا ذاتی اخبار نہیں ہے یہ کل احمدیہ جماعت کا اخبار ہے اگر ہماری رائے سے کسی دینی مسئلہ میں جماعت کے کسی فرد کو اختلاف ہو تو اس کے لئے ہمارے کالم کھلے ہیں۔ اور تنقید کے بعد جو رائے قائم ہوگی۔ وہی ہماری رائے ہے۔ یا اگر کسی معاملہ میں حضرت خلیفۃ المسیح ہم کو خاص نصیحت فرما دیں تو اُسکی تعمیل کرنے کے لئے ہم ہر وقت تیار ہیں۔ واللہ علیٰ ما نقول وکیل۔

اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

کسی کو عیب لگانے کسی کے ضمیر یا اعمال یا معتقدات کو تاریک یا مستوجب طعن و ملامت قرار دینے میں جلدی نہ کرنی چاہئے۔ اگر وہ غیر ہے۔ تو تمہیں غیب کی کیا خبر کہ شاید کل کو خدا اُسے تمہارے اپنوں میں شامل کر دے۔ اگر وہ اپنا ہے۔ تو مبادا تمہارے طرز عمل سے اس پر رنگِ بیگانگی چڑھ جائے۔ بشر کمزوریوں سے خالی کون ہو سکتا ہے۔ الا ما شاء اللہ۔ پس جب تمہیں کسی کی نسبت وسوسہ آئے۔ تو اس کے نیز اپنے دونوں کے حق میں بہت دعائیں کرو۔ جو اگر کسی مصلحتِ الٰہی کے ماتحت اس کے لئے سودمند نہ بھی ہوں۔ تو کم از کم تمہارے لئے ان کا فائدہ و ثواب یقینی ہے۔

العاقل تکفیہ الاشارۃ

جب تم کسی دوست میں کوئی کمزوری معلوم کرو۔ تو حتی الوسع کھُلم کھُلا طعن و تشنیع سے پرہیز کرو۔ بلکہ دعاؤں سے اسکے ساتھ ہمدردی کرنے کے علاوہ محبت اور صلاحیت سے پردہ پوشی کے طریق پر اُسے نصیحت کرو۔ اس کا اثر علانیہ ذلیل کرنے کی نسبت زیادہ مفید اور پائیدار ہوگا۔ اور تمہارے لئے ثواب کا موجب کیونکہ وہ دوست دو حال سے خالی نہیں۔ یا نور رشد و ہدایت کا اہل۔ مآل اندیش۔ عاقل اور سمجھدار آدمی ہوگا یا اس کے خلاف .. .. پہلی صورت میں انشاء اللہ تمہارا اشارہ ہی کام کر جائیگا۔ دوسری صورت میں اسے کچھ فایدہ پہنچنے کی بجائے شاید اُلٹا کچھ نقصان پہنچے اور تمہارا ثواب بھی مفت میں ہاتھ سے جائے۔

وبائے ہیضہ کے متعلق ضروری ہدایات

امسال بعض مقامات میں وبائے ہیضہ کی شدت نہایت ہولناک درجہ تک پہنچ گئی ہے۔ خاص کر سیالکوٹ میں اس کا تباہ کن حملہ اب کے ایسا سخت سمجھا گیا ہے کہ ایسا پہلے کبھی نہ ہوا ہوگا۔ چونکہ جہانتک اسباب ظاہری کا تعلق ہے۔ اصولِ حفظانِ صحت کی طرف سے پبلک کی بے پروائی عموماً اس وبا کا باعث ہوتی ہے۔ اس واسطے عوام کے لئے ان امور سے آگاہی ضروری ہے جو ہیضہ کے دنوں میں نقصان رساں ثابت ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں:۔ (۱) کنوؤں کا پانی جوش دینے اور چھاننے کے بغیر استعمال کرنا۔ (۲) گلی کوچوں۔ گھروں اور بازاروں میں صفائی کا نہ رہنا (۳) مکانات کے فرش اور دیواروں پر گیچ لپائی۔ (۴) پھلوں۔ ترکاریوں۔ مٹھائیوں اور گوشت کی صفائی سے غفلت۔ اور اشیائے خوردنی پر مکھیوں کا بھنکنا۔ (۵) لوگوں کا اپنی جسمانی صفائی کی پروا نہ کرنا۔ (۶) کھانے پینے میں بے اعتدالی (۷) مرض کی ابتدا ہی میں طبیب یا ڈاکٹر سے رجوع نہ کرنا۔

یہ تو مادی باتیں ہیں۔ مگر ہم اس پر ایک امر یہ بھی مستزاد کرنا چاہتے ہیں جو مذہبی مذاق اور روحانی رنگ کے پسند کرنے والوں میں تمام مفصل اسباب بالا تر سمجھا گیا ہے۔ وہ یہ کہ تمام تدابیر ظاہری پر کاربند ہو کر بھی خدا تعالیٰ سے ہر وقت ڈرتا اور اُس کے فضل و کرم کا خواستگار رہے۔ موت زندگی مرض و صحت سب اسی کے اختیار میں ہیں۔ تقویٰ اختیار کرے۔ اور نافع الناس بنے کہ یہاں وہی وجود زیادہ رہنے دیئے جاتے ہیں۔ جو اپنے اعمال سے خلق اللہ کے حق میں مفید ہوں۔

دیسی ڈاکٹروں کو ایک نیک صلاح

ڈھاکہ میڈیکل سکول کے جلسہ تقسیم انعامات میں تقریر کرتے ہوئے ہز ایکسیلنسی لارڈ کارمیکل بالقابہ نے طلبا کو نصیحت کی۔ کہ اگر تم لوگ فارغ التحصیل ہونے کے بعد مفصلات میں سکونت اختیار کرو تو باہر گاؤں کے رہنے والوں کو بھی بہت فائدہ پہنچے۔ اور تمہارے حق میں بھی اچھا ہو۔ درحقیقت اکثر صورتوں میں یہ تجویز طرفین کے لئے سودمند ہو سکتی ہے۔ شہری زندگی میں جہاں بہت سی سہولتیں اور دلبستگیاں ہوتی ہیں اُن کے ساتھ مکروہات اور زیر باریاں بھی نسبتہً بہت ہی زیادہ ہوتی ہیں مگر افسوس بہت کم اشخاص ایسے ہونگے۔ جو اس قسم کے مشوروں پر کاربند ہونا تو درکنار۔ ان کی معقولیت کے بھی معترف ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۞ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغامِ صلح لاہور

جلد ۱ مورخہ ۱۶ - اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ء نمبر ۴۲

مغرب سے طلوع آفتاب

آثار صحیحہ میں خبر ہے کہ آخری زمانہ میں آفتاب مغرب سے طلوع کریگا۔ اس کا مفہوم بموجب نص صریح ظاہر پر تو محمول نہیں ہو سکتا۔ بہرحال اس کی تاویل ہی لازم آئیگی اور وہ یہی ہے کہ آفتابِ صداقت اُن بلاد غربیہ میں سر نکالنے اور اپنی نورانی کرنیں دنیا کے کناروں تک پہنچائے۔ جہاں کی مخلوق دنیا پرستی اور مادیت کے غلبہ سے اسوقت گھٹا ٹوپ تاریکی میں پڑی ہوئی ہے۔ جب ہم اسباب ظاہری پر ایک غائر نظر ڈالتے ہیں۔ تو افضالِ آلہی کے قرائنِ قویہ ہمکو یہ باور کراتے ہیں کہ شاید نور اسلام کے ممالک مغرب میں پھیلنے کا وقت موعود آگیا ہے۔

یورپ کی قومیں اسوقت بلاشبہ سفلی بکھیڑوں میں اس درجہ منہمک ہیں کہ دن رات کے آٹھوں پہر میں انکو شاید ہی کوئی لمحہ رجوع الی اللہ کا آتا ہو لیکن اس یاس انگیز حالت میں ایک جھلک امید کی بھی نظر آتی ہے وہ یہ کہ اپنے جن مذہبی پیشواؤں کو انہوں نے خدائی کا رازدار اور نجات کا ٹھیکہ دار قرار دے رکھا ہے۔ اُن کے قلوب میں اللہ تعالیٰ نے توہمات باطلہ سے بیزاری اور حق کی جستجو پیدا کردی ہے۔ جیسا کہ پیرس کی مذہبی کانفرنس وغیرہ کے حالات سے عیاں ہوتا ہے۔ جو ناظرین پیغام جناب خواجہ کمال الدین صاحب کے مراسلوں میں مطالعہ فرما چکے ہونگے۔

اب ہمارا ایک اہم فرض اور بڑی ضرورت یہ ہے کہ بلاد مغرب میں محض للہ تحریک سے تلاش حق کیجانب جو میلان اسوقت پیدا ہوگیا ہے اسے دہیما نہ ہونے دیں بلکہ روز بروز اس کی ترقی کے اسباب مہیا کرنیمیں سرگرم سعی رہیں۔ رسالہ اسلامک ریویو اس بارہ میں دین حق کی جو خدمت بڑی خوش اسلوبی سے انجام دے رہا ہے باخبر مسلمانوں سے پوشیدہ نہیں۔ آج ہی کے پرچہ کے مراسلات میں ایک نہایت توجہ طلب مضمون اس کے متعلق آپکے ملاحظہ میں آئیگا۔ علاوہ ازیں ایک مبسوط و مدلل آرٹیکل اسی ضمن میں خود جناب خواجہ صاحب کا لکھا ہوا۔ انشاء اللہ اگلی اشاعت میں بطور ضمیمہ چھپے گا۔ ان معروضات کے بغور پڑھنے سے محبان اسلام کو غالباً اس امر کا اعتراف کرنا پڑیگا۔ کہ رسول عربی (فداہ نفسی) کی مبارک پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھنے کی اس خادم اسلام جماعت (احمدیہ) کے دلوں میں کیسی سچی خوشی اور پرزور خواہش ہے۔

اب دیگر افراد ملت کے لئے وقت ہے یہ سوچنے کا کہ اسلام اور مسلمانوں پر اس سے زیادہ نازک اور قابل رحم حالت اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہم اپنی شامت اعمال سے خود ہی بر‌بادی... سمجھے جا رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس پاک مذہب کو بھی بدنام کر رہے ہیں۔ ایسی افسوسناک حالتمیں کیا ہر ایک دردمند دین و ملت کا یہ فرض نہیں کہ وہ ہر عملی طور سے اپنی اصلاح میں کوشاں ہوں۔ اور اُدھر دنیا کی بانزنام اقوام میں اسلام کا نورانی چہرہ پیش کر کے اُنہیں حقیقی فلاح و نجات کی صراط مستقیم کی طرف بلائیں۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے برگزیدہ رسولؐ نے اسی پُرفتن زمانہ کی بابت صدیوں پہلے خبر دی تھی کہ جب اسلام ہر چہار طرف سے مخالفانہ حملوں کے نرغہ میں ہوگا۔ اور مسلمان اپنی اعتقادی و عملی کمزوریوں کے سبب باہمی تفرقہ و نفاق کا شکار ہو رہے ہونگے۔ اس وقت خداتعالیٰ اسی رسول پاک کے غلاموں میں ایک ایسے حکم و عدل کو برپا کریگا۔ جو اُن کے اختلافات مٹا کر سب کو توحید کے رشتۂ محکم میں مربوط کر دے۔ اور دنیا کے ضلالت آمیز معتقدات کی جگہ ہدایت اسلام کے ایسے روشن اور زبردست اصول پیش کرے جن کے سامنے نہ دہریت ٹھہر سکے۔ نہ اور کوئی عقیدۂ باطل۔

پس اے مدعیان اسلام! خدا کے لئے بدظنی اور ضد سے پاک ہو کر ہماری طرف آؤ۔ اور دیکھو کہ ہم اسلام کے بدخواہ نہیں ہیں۔ نہ ہمارا امامؑ دین حق کا بداندیش تھا۔ اسؑ نے اپنی عمر بھر اسی غم میں گھل گھل کے گزاری کہ کسی طرح اسلام کا بول بالا ہو۔ اور اب اس کے ناچیز غلام بھی محض خداتعالیٰ کے فضل سے دن رات اسی دھن میں ہیں۔ کہ پیغمبر دنیا (حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان اور عظمت سے آگاہ ہو کر آپؐ کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہوتا دیکھیں۔ مسیح موعود و مہدی مسعودؑ کی زندگی کا مقصد اصلی خود خدائے اسلام نے یہی تجویز فرمایا تھا۔ اسی کی آنحضرتؐ نے تصدیق

کام ہے۔ جو دین کی نصرت کے آرزومند ہیں کہ اس کے پاک مشن کو تقویت پہنچانے میں جو عین خدمتِ اسلام ہے۔ تن من دھن سے کوشاں ہوں اور مغرب سے آفتاب صداقت طلوع ہونیکے اسباب ظاہری میں غلامان مسیح و مہدی کا ہاتھ بٹائیں۔

صاحب صدارت اور سازش ہلاکت

ناظرین پیغامات تار میں پڑھ چکے ہونگے کہ ایک زمانہ کی کشمکش کے بعد آخر سلطنت چین میں تحریک جمہوریت کو کامیابی حاصل ہوگئی ہے اور یوآن شی کائی نامی سردار قوم فی الحال جمہوریہ چین کا صاحبِ صدارت منتخب ہوگیا۔ لیکن یہ کیا مقابلہ عبرت ہے۔ جس سے دنیا کی فانی عظمتوں کے دلدادگان کی آنکھیں کھلنی چاہئیں کہ بیچارے پریزیڈنٹ کے اس اعزاز و امتیاز پر ابھی دو دن بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ اس کی جان کے لاگو بھی پیدا ہو گئے۔ اور امیر مملکت قبول کئے جانے پر چاروں طرف سے مبارکبادوں کے تار پہنچے۔ اور معائنۂ افواج وغیرہ کی اطلاعات کے ساتھ ہی سننے میں آتا ہے۔ کہ چن نامی ایک افسر پولیس اس علت میں گرفتار ہوا کہ اپنے تاجدار کو ہلاک کرنیکی فکر میں تھا۔ اسکی تلاشی لی گئی اور آخر اپنے ارادۂ جرم کا اقبالی ہوا۔

اسلام بھی جمہوریت اور حریت کا حامی ہے لیکن اس نے حق پرستی۔ للہیت اور روحانیت کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا ہے۔ برخلاف ازیں آج کل کی مادہ پرستی اور خشک تہذیب و ترقی کا یہ عجیب خاصہ ہے کہ جوں جوں دنیا اصول اسلام سے دور ہٹ کر اپنے پندار میں زندگی کے مدارج اعلیٰ پر قدم مارتی ہے من گھڑت شائستگی کی فضیحت خیز کمزوریوں کا روز بروز زیادہ ہی پردہ فاش ہوتا ہے خود ملت اسلام کو بھی اُسی وقت سے ضعف پہنچنا شروع ہوا جب سے کہ اسکے افراد نے وجاہت ظاہری سے مرعوب ہو کر تقدس اور تقویٰ کی حقیقی عظمت کو پس پشت ڈالا۔

مفسدۂ قندہار کی اصلیت

پایونیر کے سرحدی وقائع نگار نے اس فساد کی جو بابت بیان کی ہے۔ گزشتہ اشاعت کے نوٹوں اور واقعات میں ناظرین پڑھ چکے ہونگے۔ جناب امیر صاحب کی رائے میں مراسلہ نگار مذکور کا یہ بیان قابل وثوق نہیں۔ انکا خیال ہے۔ کہ اصل حالات تو سراج الاخبار کابل کے ہندوستان پہنچنے پر اگلے ہفتہ میں منکشف ہونگے۔ مگر کوئٹہ سے آنیوالے اور حالات کابل سے آگاہی رکھنے والے اشخاص سے پتہ لگا ہے کہ گورنر قندہار ایک دفعہ اتفاق سے امیر صاحب کے "نیم پرائیویٹ" جلسۂ سرود میں مدعو ہوا تو امیر صاحب کو کسی ماہر علم موسیقی کے کمال کی داد دیتے ہوئے اسنے کہا کہ قندہار میں گانیوالی عورتیں بڑی خوش الحان باکمال ہیں اس پر تاجدار کابل نے سرسری طور پر آمد سخن میں فرما دیا کہ اچھا تو دو چار عورتیں بھجوا دینا۔ بس اسی حیلے کی آڑ میں والئے قندہار نے لوگوں کو ستانا اور روپیہ اینٹھنا شروع کر دیا۔ وغیرہ وغیرہ"۔ معاملہ فہم لوگوں کی رائے ہے کہ اس فساد کی بنا حقیقت میں خواہ اس سے بھی زیادہ معمولی ہو یا اور بھی افسوسناک و سنگین لیکن خاص پایہ تخت امیر سے نکلنے والا اخبار اسپر پوری آزادی سے نہیں لکھ سکتا۔ ہمارے نزدیک ایک باحمیت اسلامی تاجدار کیلئے جو سراج الملت والدین کہلاتا ہو ایسے فضیحت خیز حالات اور مجالس سرود بھی کچھ کم افسوس اور عبرت کا موجب نہیں۔

کریڈٹ بنک بمبئی

کی نسبت ایک اسلامی معصر کا خیال ہے کہ اس بنک کا چونکہ زیادہ تر تعلق مسلمانوں سے تھا۔ اور اس کے ٹوٹنے سے انہی کو بیشتر نقصان پہنچا ہے۔ لہذا مسلمانوں کو اس کے از سر نو اجراء میں خاص سرگرمی و ایثار دکھلانا چاہیئے۔ ایک اور مسلمان معاصر کی رائے میں اہل اسلام کو بنک کی پوزیشن منتظمین کے شائع کردہ بیانات کے بموجب بہت مستحکم معلوم ہوتی ہے بمقابلہ پیپلز بینک امرتسر بنک وغیرہ کے جنکو پھر کھڑا کرنیمیں ہندو اخبارات بہت زور لگا رہے ہیں۔ لیکن ہم حیران ہیں کہ جس کاروبار کی بنا ہی سود جیسی حرام مطلق شے پر ہو اسکے بیٹھ جانے سے مسلمانوں کو سبق عبرت لینا چاہیئے۔ نہ کہ اسکی تجدید و احیاء کیلئے "سرگرمی و ایثار" دکھلانا۔ کیا اس شامت زدہ قوم کی قسمت میں انہی خانہ ساز لیڈروں کی پیروی لکھی ہے۔ جو فاذنوا بحرب من اللہ کے وعید سے بھی نہیں ڈرتے اور جنکی غلامی نے آج مسلمانوں کو یہ روز بد دکھلایا ہے۔ کہ خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق ہو رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ساتھ میل ملاپ بڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دوسری طرف میونسپل کمیٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں میں جداگانہ نیابت کا حق طلب کرتے ہیں۔ جس سے انکی خودغرضی اور غیریت پائی جاتی ہے۔ ہمعصر مذکور کی یہ رائے ہمارے نزدیک ایک غلط فہمی پر مبنی ہے۔ جداگانہ حقوقِ نیابت کا سوال حقیقت میں اسی خیال سے اُٹھایا گیا ہے۔ کہ آئے دن کے فضیحت آمیز نزاعوں کا سد باب ہو جائے۔ پھر اس کے علاوہ جس دلیل سے مسلمانوں کو ملزم کیا جاتا ہے۔ وہی مسلمانوں کی طرف سے بوجہ احسن پیش ہو سکتی ہے۔ کیونکہ دفاتر سرکاری میں جسقدر اتلاف حقوق عنصر غالب کی توجہات سے مسلمانوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے اتنے تلخ تجربے برادران گرامی قدر کو قدرتاً کبھی بھی نہ ہوئے ہونگے۔ لیکن ان سب جھگڑے قضیوں سے قطع نظر۔ ہماری آنکھیں تو حال کی تحریک اتحاد میں کچھ اور ہی اصولی کمزوریاں پاتی ہیں۔ جنکی ہم بار بار تصریح کر چکے ہیں۔ اور جن کے انسداد سے بیفکر ہو کر دو قومیں کسی پائیدار یکجہتی میں کامیاب ہو نہیں سکتیں۔ خلاصتہً ہمارا مدعا یہ ہے کہ اتفاق و اتحاد کا دعویٰ کسی سیاسی اغراض یا دنیوی مطالب کی خاطر نہ ہو۔ بلکہ محض للہیت اور اخلاص کے اس اصولِ مذہبی پر مبنی ہو کہ دونو ہمسایہ قومیں ملکر خدا کے راستبازوں کی عزت کو برقرار رکھنے اور نیک کرداری و خداترسی کے خیالات پھیلانے میں ساعی ہوں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

معلوم ہوا ہے کہ بعض احباب کو کسی نے غلط فہمی میں ڈالدیا ہے۔ کہ اخبار ہذا کے ساتھ تعلق رکھنے والے احباب یا انہیں سے کوئی ایک سیدنا و ہادینا حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوۃ والسلام کے مدارج عالیہ کو اصلیت سے کم یا استخفاف کی نظر سے دیکھتا ہے ہم تمام احمدی جنکا کسی نہ کسی صورت سے اخبار پیغام صلح کے ساتھ تعلق ہے۔ خداتعالیٰ کو جو دلوں کے بھید جاننے والا ہے حاضر و ناظر جانکر علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہماری نسبت اس قسم کی غلط فہمی پھیلانا محض بہتان ہے ہم حضرت مسیح موعود و مہدی معہودؑ کو اس زمانہ کا نبی۔ رسول۔ اور نجات دہندہ مانتے ہیں۔ اور جو درجہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنا بیان فرمایا ہے۔ اس سے کم و بیش کرنا موجب سلب ایمان سمجھتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ دنیا کی نجات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے غلام حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لائے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد ہم اس کے خلیفہ برحق اور مرشدنا و مولانا حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح کو بھی سچا پیشوا سمجھتے ہیں۔ اس اعلان کے بعد اگر کوئی ہماری نسبت بدظنی پھیلانے سے باز نہ آئے تو ہم اپنا معاملہ خدا پر چھوڑتے ہیں۔ وافوض امری الے اللہ ان اللہ بصیر بالعباد۔

اخبار میں اگر کسی قسم کی غلطی ہو جاوے تو ہم ہر وقت اپنی غلطی کے ماننے پر تیار ہیں ہم نے اخبار کو محض خدمت اسلام کے لئے جاری کیا ہے نہ نام و نمود یا دنیاوی مفاد کے لئے۔ ہم اپنے بھائیوں سے حسن ظنی چاہتے ہیں اور بس۔ ہمارے کام کا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ والسلام۔

حضور وائسرائے کانپور میں

ہز اکسلنسی ۱۲ اکتوبر کو شملہ سے روانہ کانپور ہوئے جہاں خبر تھی کہ حضور ممدوح کی سپیشل ٹرین ۱۴ تاریخ کو ۱۰ بجے قبل دوپہر پہنچے گی۔ اور وہاں آپ مسجد مچھلی بازار کا ملاحظہ فرمائیں گے۔ پھر مقامی مسلمانوں کے ڈیپوٹیشن کو سرکٹ ہوس میں ۱۲ بجے دوپہر کے شرف باریابی عطا فرمائینگے۔ اور وفد مذکور کی معروضات سنکر مسجد اور رہگذر متعلقہ کے بارہ میں گورنمنٹ کے فیصلہ کا اعلان فرمائینگے۔ آنریبل سر جیمز میسٹن قائمقام لفٹننٹ گورنر صوبجات متحدہ بھی اپنے چیف سکرٹری سمیت ۱۳ اکتوبر کی صبح کو کانپور پہنچے تھے۔ اس سے قبل جناب راجہ صاحب محمود آباد اور مسٹر مظہر الحق شملہ سے لوٹتے ہوئے کانپور میں ٹھیر گئے تھے اور انہوں نے مقامی مسلمانوں سے معاملہ مسجد کے باب میں صلاح مشورہ کر لیا تھا۔ ان تمام قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اب اس افسوسناک اور مصیبت خیز قضیہ کا انشاء اللہ ایسے طریق پر فیصلہ ہو جائے گا۔ جو گورنمنٹ اور مسلمانوں دونو کے لئے قابل اطمینان ہو۔

رعب و وقار کے خلاف

کلکتہ کے اوپیرا ہوس اور رپین ناچ گھر میں پچھلے ہفتہ پچاس ساٹھ یورپینوں نے بقول اخبار بھارت متر بڑی اودھم مچائی جس سے دق ہو کر منتظمین کو ناچ بند کرنا پڑا۔ اس پر انگلش مین سٹیٹسمین وغیرہ اینگلو انڈین معاصرین اور انکے وقائع نگار بہت متاسف ہیں کہ اگر اس طوفان بے تمیزی کی روک تھام نہ کیگئی تو ان کے قومی وقار کو بٹہ لگیگا اور دیسیوں کے دلوں سے انکا رعب اٹھ جائیگا بعض کی رائے میں تو مس اڈالین کا برہنہ رقص ہی اصل ...

گذر سکتا نہیں اکدم بجز قانون و آئیں کے
نکلتا ہے اسی سے تابع حکم خدا ہونا
مجھے حیرت ہے اس انسان دانشمند و اہل دانش پر
روا سمجھا ہے جس نے حکم قرآں سے آیا ہونا
یہی قانون ہے لایا ہے جسکو مصلح عالم
محمد کا ہوا لازم اسی سے مصطفےٰ ہونا
بنو مسلم عمل میں لاؤ سب تعلیم قرآں کو
مسلمانو بُرا ہے حامی جور و جفا ہونا
اطاعت سے بآسانی اگر مقصود حاصل ہو
تو پھر ناحق غرض کیا شامل رنج و بلا ہونا
محبت سے کہا ہے یہ کلام خیر حامد نے
ہمیں منظور ہے مخلوق عالم کا بھلا ہونا

گرو صاحبؒ کے سچے چیلوں کو دوستانہ مشورہ

۱۴ اگست کے بدر میں یہ پڑھکر نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ کہ گرو صاحبؒ کے سچے چیلے حیدر آباد سندھ سے بدیں غرض پنجاب جاتے ہیں۔ کہ ڈیرہ بابا نانک میں چولہ شریف (جس پہ کلام ربانی منقوش ہے) اور فیروزپور میں وہ حمائل شریف (جس کی باوا صاحب ہر روز تلاوت کیا کرتے تھے) بچشم خود دیکھیں۔ تاکہ اس امر کی بالیقین تصدیق ہو جائے۔ کہ ایڈیٹر نور کے نتیجہ خیز لیکچرز جو گذشتہ دنوں میں ناٹک سنگھیو نکے مخلص دوستوں کی تحریک پر ہوتے تھے۔ کہانتک مبنی بر حقیقت ہیں جن میں ایڈیٹر نور نے سکھوں کی مقدس کتب کے حوالجات اور باوا صاحبؒ کے اقوال وغیرہ سے اس بات کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا تھا۔ کہ باوا صاحب موصوف ولی اللہ اور پکے مسلمان تھے۔

واقعی یہ ایک اعلیٰ مقصد ہے۔ کہ خداوند قدوس کی عطا کردہ آنکھوں اور عقل سلیم سے باوا صاحبؒ کی عقیدت مندی کا حال معلوم کیا جائے چونکہ یہ ایک مبارک خیال ہے۔ اس لئے میں ایک دوستانہ مفید مشورہ اُن معزز سکھوں کو یہ بھی دیتا ہوں۔ کہ اپنے محترم گرو صاحب کے مذہب کے متعلق ہر طرح کی تسلی پاکر تھوڑی سی تکلیف اور گوارا فرمائیں۔ کہ سندھ کی طرف واپسی پر قادیاں دار الامان کا بھی ایک چکر لگائیں۔ ڈیرہ سے قادیاں کچھ بہت دور نہیں ہے۔ اور دیکھیں۔ کہ باوا صاحب جس شجر معرفت کی آبیاری کے لئے خداوند عالمین کی طرف سے محافظ بن کر آئے تھے اُس شجر کا پریم بھرا رس اپنے شیدائیوں کو حیات ابدی کا مزہ کس خوش اسلوبی سے چکھا رہا ہے۔ باوا صاحب دین رسولؐ کو دنیا پر مقدم بنانے آئے تھے کیونکہ باوا صاحب کا شعار زندگی اور ان کی سنت اسلام کی محافظت پر مبنی تھی۔ ہمارے سکھ دوست اگر اپنے گرو صاحبؒ کے طرز عمل پر چلنے کیلئے تیار ہیں۔ تو کوئی رکاوٹ ان کو روک نہیں سکتی۔ اکمل نامی کہتا ہے ؎

آدمی کو چاہیئے اللہ کے حکموں پر چلے
یہ بھی کوئی فخر ہے میرا دین آبائی میں ہوں

(والسلام) (الراقم شیخ فضل حق ریلوے گارڈ)

لانبی بعدی

(یعنی منشی عمر الدین صاحب کی وہ تقریر جو آپ نے شملہ پر خطبہ عید کے ضمن میں فرمائی)

لانبی بعدیؔ کے معنے کرنے میں ہمارے مخالفوں نے ایک طوفان برپا کر رکھا ہے۔ ہر وعظ میں بار بار لا نبی بعدی کہکر حضرت مسیح موعودؑ کے دعوئے نبوت کو کفر اور دجالیت قرار دیتے ہیں۔ سچ یہ ہے۔ کہ ان لوگوں [illegible]

عیسےٰ پر الزام تحریف لگاتے تھے۔ جس طرح وہ ایلیاس کے دوبارہ آسمان سے جسد عنصری آنے کے منتظر تھے۔ اور حضرت عیسےٰ نے ان کے نزول کو بروزی طور پر حضرت یحییٰؑ کے وجود میں تسلیم کیا۔ اور کہدیا۔ کہ جسکی آنکھیں ہوں۔ وہ دیکھ لیں آنے والا آچکا۔ اور یہود نے آپ پر الزام لگایا۔ کہ اپنے دعوے ثابت کرنے کے۔ لئے تحریف کلام الٰہی کرتا ہے۔ اسی طرح مسلمان حضرت مسیح موعود پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ نزول مسیح کی حقیقت بیان کرنے میں تحریف معنوی کلام اللہ اور احادیث میں کی گئی ہے۔ لیکن اگر فیصلہ مسیح پر جو نزول ایلیاس کے بارہ میں تھا۔ نظر رکھتے تو ٹھوکر نہ کھاتے۔ اسی طرح **لانبی بعدی** کے معنے کرتے ہوئے فیصلہ نبوی کو مدنظر نہیں رکھا۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ ایک پتھر سے دو دفعہ ٹھوکر نہ کھاتے۔ دیکھو جسطرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میرے پیچھے نبی نہیں ہے۔ اسی طرح آپؐ نے فرمایا ہے۔ کہ میرے پہلے حضرت عیسٰی کے زمانہ تک جو چھ سو برس ہے۔ کوئی نبی نہیں ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث بخاری شریف میں اس طرح آئی ہے۔

(۱) انا اولی الناس بابن مریم لیس بینی و بینہ نبی

ترجمہ۔ میں ابن مریم کے سب لوگوں سے قریب ہوں۔ اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔

اب ادھر تو آپ فرماتے ہیں۔ کہ عیسیٰ اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ اور دوسری طرف صاف ان معنوں کو تسلیم کر لیا ہے اور اس حقیقت کو مدنظر رکھکر طبرانی میں ایک حدیث ہے۔ جسمیں نبی کریم نے فرمایا۔ کہ حنظلہ بن صفوان بحیثیت نبی اصحاب الراس کی طرف بھیجے گئے تھے۔ اور خالد بن سنان عبسی جب نبی اکرمؐ کے پاس آئے۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اس کا باپ نبی تھا۔ پھر تفاسیر میں بھی باوجود اختلاف روایات حضرت عیسٰی کے بعد تین نبیوں کے انطاکیہ میں جانے کا ذکر ہے۔ اور تفسیر میں فترۃ کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ اس اثنا میں تین کس بنی اسرائیل میں سے اور حنظلہ بن صفوان عرب سے نبی ہوئے۔ ان وجوہات کو مدنظر رکھکر نتیجہ یہ نکلا۔ کہ حضرت عیسیٰ اور آنحضرتؐ کے درمیان کوئی ایسا نبی نہیں گذرا۔ جو صاحب شریعت اور صاحب کتاب ہو۔ مگر ایسا نبی ہو سکتا ہے۔ جو اُمت عیسوی میں سے ہو۔ یا کتاب و شریعت نہ لایا ہو۔ پس لیس بینی و بینہ نبی کے معنی واضح ہو گئے۔ اور ادھر حافظ الحدیث حجر عسقلانی کا یہی مذہب ہے چنانچہ بخاری شریف کتاب المناقب میں مناقب سلمان کے باب میں ایک حدیث سلمان فارسی سے منقول ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔

فترۃ بین عیسیٰ و محمد صلی اللہ علیہما وسلم ستمائۃ سنۃ عام معنی اس کے یہ ہیں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور عیسیٰؑ کے درمیان زمانہ فترۃ جس میں کوئی نبی نہیں ہوا چھ سو برس ہے۔ اس پر حافظ الحدیث کہتے ہیں کہ ” مطلب یہ ہے کہ ایسا پیغمبر نہیں آیا۔ جو نئی شریعت یا نئی کتاب لایا ہو۔ ایسا پیغمبر ہو سکتا ہے جو حضرت عیسیٰ ہی کی شریعت کی طرف بلاتا ہو“ لطف یہ ہے۔ کہ مولوی وحید الزمان جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے سخت مخالف ہیں۔ وہ بھی اپنے ترجمے میں ان معنوں کو لکھکر پھر کہتے ہیں۔ کہ احتمال ہے۔ کہ مراد ایسا پیغمبر ہو۔ یعنی صاحب شریعت اور صاحب کتاب۔ مگر میں کہتا ہوں۔ کہ احتمال نہیں۔ بلکہ یقین یہی ہے۔ جیسے کہ ابھی بیان کیا گیا۔ کم سے کم یہ تو ظاہر امر ہے۔ کہ حدیث میں یہ گنجائش بظاہر نظر نہیں آتی۔ پھر بھی محدثین نے مطلب حدیث وہ بیان کیا۔ جو ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔ اس لئے لانبی بعدی کے معنی بھی اسی طرح کر لو۔ یعنی یہ کہ جسطرح آنحضرت سے پہلے کوئی نبی نہ ہونے کے یہ معنی ہیں۔ کہ صاحب کتاب و شریعت نبی نہیں ہے۔ اسی طرح آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہونے کے یہ معنی ہوئے کہ کوئی ایسا رسول نہیں ہے۔ جو صاحب شریعت جدید ہو۔ یا نبوۃ تشریعی کا مدعی ہو۔ اور ایسا نبی ہو سکتا ہے۔ جو آنحضرت ہی کا غلام ہو۔ جیسے کہ ملا علی قاری جیسے محدث نے حدیث لو عاش ابراہیم لکان نبیا کی شرح میں انہی معنوں کو تسلیم کر لیا ہے۔ کیا خوب حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ؎

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا ۔ نام اسکا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
جو کچھ کہ ہم نے پایا پایا اسی بازو سے ہی پایا
…………

پس جبکہ نبی کریم کی نبوۃ سے علیحدہ نبوۃ کا دعوے ہی نہیں۔ تو پھر یہاں یہ کہنا کہ نبی اکرمؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ کسطرح [illegible] ہو سکتا ہے۔ بیشک نبی اکرم کے بعد کوئی علیحدہ مستقل و صاحب شریعت نبی نہیں ہے۔ مگر حضرت مرزا صاحب کا دعوے نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ کے اندر ہی ہے۔ کیونکہ نبوۃ احمدیہ ابد الاباد تک ہے۔ اور یہی معنی ہیں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ نبی ہونے کے اور بجز آپ کی ذات مقدس کے کوئی نبی زندہ نہیں ہے۔ اور آپ کی زندگی کا کامل ثبوت آپ کے کامل متبعین ہی کے وجود سے ملتا ہے اور اگر یہ ظلی نبوت بھی ختم ہو چکی ہے۔ تو پھر یہ کوئی کمال نہیں۔ بلکہ فترۃ روحانی کا زمانہ ہے جس کا موجب معاذ اللہ ایک ایسا وجود ہے جو خاتم النبیین ہے۔ حالانکہ چاہیئے یہ تھا۔ کہ آپ کے طفیل انوار و برکات کا نزول اس کثرت سے ہو۔ کہ پہلے کبھی وہ کثرت نہ ہوئی ہو۔ تا آپ کی فضیلت تمام انبیاء پر ثابت ہو۔ اور اسی حقیقت کو ظاہر کرنے کیلئے مجدد کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس صدی کا مجدد بڑے زور سے کہتا ہے ؎

ہر کہ در راہ محمد زد قدم ۔ شد مثیل انبیا آں محترم

(نامہ نگار پیغام صلح)

(بقیہ ایڈیٹوریل)

کیا تم واقعی زندہ ہو ”کیا ہم حالی زندہ قوم ہیں“ کے عنوان سے تاجا ایک آریہ ہمعصر مسلمانوں کے بعض قومی کارنامے بیان کرکے اور اسلامیہ ہائی سکول پشاور کے مفید نتائج کے ضمن میں سرحدی پٹھانوں کے شاندار مستقبل کا نقشہ کھینچکر لکھتا ہے۔ کہ مسلمان کے زندہ قوم ہو جانے میں اب بھی کسی کو شک ہے تم محض خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے جتنا کچھ بھی احساس بیداری مسلمانوں میں اس وقت تک پیدا ہوا ہے۔ بیشک لائق شکر حق ہے۔ اللّٰہم زد فزد۔ لیکن بھائیو! کیا تم فقط اسی ترقی و اصلاح پر قناعت کروگے۔ کہ مادی کامیابی کو ذرا ظہور چکیلی لنظریں ادہر اُدہر دکھائی دینے لگی ہیں۔ آہ! یہ تو اُس بچہ کی مثال ہوگی۔ جو بحر ذخار کے کنارے سیپیاں اور گھونگے چنتا ہو۔ مگر اندر کے بیش بہا لالی شاہوار سے بیخبر۔ کیا تمہیں معلوم نہیں۔ کہ دور اول میں تمہاری ترقی ان ظاہری و سفلی کامیابیوں سے نہیں ہوئی۔ بلکہ اس کا آغاز ایک زبردست نور روحانی اور قوت باطنی سے ہوا تھا۔ جس کے بعد دنیا کی ساری مادی ترقیات بآسانی ممکن الحصول ہو جاتی ہیں۔ عزیزو! روح ”امر ربی“ سے ہے۔ اگر تم میں وہ زندہ۔ آلائشوں سے پاک۔ نافرمانی و تمرد سے بیزار۔ اور اپنے عہد میثاق پر قائم ہے تو جانو۔ کہ واقعی ہم میں زندگی ہے۔ ورنہ یاد رکھو۔ کہ صرف غیر مسلم اقوام کی سی دنیوی کامیابیاں تمہیں خدا کی جناب میں زندہ نہیں ٹھہرا سکتیں۔ بلکہ دونو عالم میں تمہارا مؤاخذہ سخت ہوگا کیونکہ تم پر خدا اور رسول کی حجت پوری ہو چکی ہے۔ کسی بے تعلق شخص کی سرکشی آقا کو اتنا برہم نہیں کرتی۔ جتنا ایک غلام نمک پروردہ کی۔ پس حالت موجودہ پر پورا غور کرکے اپنی کمزوریاں دور کرو۔ اور خدا تعالیٰ کے ساتھ کامل صلح کرو۔ تب اُمید رکھنا۔ کہ دنیوی کامیابیاں تمہیں راست آئیں گی۔ اور تم حقیقی معنوں میں زندہ قوم کہلا سکوگے۔

مصارف جنگ ”ایجپشین میل“ قاہرہ کا نامہ نگار معرکہ بلقان کے صرف کا تخمینہ دس کروڑ پونڈ کرتا ہے اخبار ”اسٹیٹسمنٹ“ ٹرکی اور خلفائے بلقان کے مصارف سات کروڑ بیس لاکھ پونڈ ظاہر کرتا ہے جسمیں رومانیا شامل نہیں ہے موسیو خالوز نے دوران تحقیقات میں مرحوم محمود شوکت پاشا کے جنرل اسٹاف کے کاغذات سے جو تخمینہ سلطنت ٹرکی کے اخراجات کا کیا ہے اس کی مقدار یکم جولائی تک تین کروڑ ساٹھ لاکھ پونڈ ہے۔ اسمیں وہ خرچ شامل نہیں جو ابتدائے جنگ سے میلیا میں ہوا ہے۔ یونان نے سرکاری طور پر مصارف جنگ ایک کروڑ ۲۵ لاکھ پونڈ بتلائے ہیں جسمیں وہ سولہ لاکھ پونڈ بھی شامل ہیں جو [illegible] کے ساتھ جنگ کرنے میں خرچ ہوئے ہیں سرویا اور بلغاریہ کے مصارف کا درست تخمینہ ناممکن ہے لیکن موسیو خلوز کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سرویا نے تیاری فوج اور مصارف جنگ میں بہت کفایت شعاری سے کام لیا اسکی صرف ایک کروڑ چالیس لاکھ پونڈ صرف ہوئے ہیں اور بلغاریہ کے غالباً دو کروڑ پونڈ۔ رومانیا کو زیادہ [illegible] جنگ میں اسی لاکھ پونڈ خرچ کرنا پڑا اور مصارف جنگ سات ساٹھ لاکھ پونڈ ہوئے اسلئے رومانیہ کے مصارف کی کل میزان ایک کروڑ چالیس [illegible]

بہت سن لو ہم سے یاران طریقت
جو سچی بات ہے تم کو سنائیں
غنیمت ہے یہ نورانی زمانہ
کریں خود قدر اس کی اور کرائیں
یہاں تک انتشار نور دیں ہے
کہ پہنچیں تابہ مغرب یہ شعاعیں
دعا ہیں اس کے دے قوت خدایا
کہ ہوں منظور اپنی التجائیں
خدایا یہ زمانہ ہو مبارک!
مرادیں اس میں سب اپنی بر آئیں
نوازش حق کی اس بر اس کی ہم پر
اطاعت میں نہ کیوں پھر سر جھکائیں
اطاعت سے ملے گا جو ملے گا
نہ بیعت کر کے یوں خوشیاں منائیں
وفاداری کے کیا جوہر کھلے ہیں
اگر جوہر یہ ہم میں ہیں دکھائیں
مسیحا نے کہا چھوڑو وطن کو
کہ تم کو قادیاں میں ہم بسائیں
بہت سن کر ایسے بیٹھے پھر نہ اٹھے
نہ بھولے سے کبھی پھیرا کو جائیں
[illegible] کہتے ہیں صدق و استقامت
یہی خواہش ہے ہم بھی اس کو پائیں
مسیحا نے بنائی کشتئ نوح
مبارک وہ جو اس کشتی پہ آئیں
اب اس کا ناخدا یہ نور دیں ہے
جو چاہیں ہاتھ اب اس سے ملائیں
بپا ہر سو ہے طوفان ضلالت
بچیں خود دوسروں کو بھی بچائیں
وہ کشتی کیا ہے تعلیم مسیحا
عمل اس پر کریں اور خود کرائیں
عمل جب تک نہ ہو گا کچھ نہ ہو گا
ہیں بدقسمت بہانے جو بنائیں
بہت ہیں خود اور سنائیں فائدہ کیا
عمل کا وقت جب آئے ٹلائیں
سمجھ لو اے عزیزو یاں سمجھ لو!
نہ تعلیم مسیحا کو بھلائیں
[illegible] وہ ہیں سب کچھ
زباں سے ہم بھی یوں ہی کہتے جائیں
زباں سے یوں ہی کہنے کا اثر کیا
جو کہتے ہیں وہ کر کے بھی دکھائیں
نہیں منظور ایسی احمدیت
نہیں واجب کہ غیروں کو ہنسائیں
گلہ کیا غیر کا کیسی شکایت
ہم اپنے حال پر آنسو بہائیں
ہر اک میں نور دیں ہو آرزو ہے
اسی میں ہو کے نکلیں سب صدائیں
خدایا ہم کو توفیق عمل دے!
کہ دنیا دین کی خاطر کمائیں
مقدم دین ہو دنیا مؤخر
محب دیں بنیں دنیا چلائیں
یہ سینے ہوں محبت کے خزینے
دلوں میں گلشن الفت لگائیں
کدورت کو دلوں سے دور کر دیں
صفائی سے ملیں باہم ملائیں
[illegible] آشتی کی
کریں رو رو کے پیش حق دعائیں

فرائض کے رہیں پابند دائم
یوں ہی اسلام کا نقشہ دکھائیں
یہ حامد ہے مے الفت کا پیاسا
اسے یہ جام بھر بھر کے پلائیں

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

بیسویں صدی کا مذہب

(لیکچر جناب ڈاکٹر سینڈر لینڈ صاحب موحد پادری بمقام لاہور)

سفر کا مقصد میرے سفر کا مقصد یہ ہے کہ مختلف حصص دنیا میں مذہبی مجالس قائم کی جاویں۔ جن کے ذریعہ ہر ایک مذہب کا پیرو اپنی خصوصیات کو چھوڑے بغیر ان اعتقادات میں جو کہ ایک دوسرے سے مشترک ہیں۔ مل کر کام کر سکیں۔ اور مذہب کی وجہ سے جو عناد اور دشمنیاں ہمیں اخلاقی اور روحانی طور پر گرا رہی ہیں ہم سے دور ہو جاویں۔ اور آپس میں برادرانہ تعلقات رہیں۔ یہاں تک کہ اخلاق میں اور روحانیت میں موجودہ حالت سے ترقی کرتے کرتے ہماری حالت الٰہی اخلاق کے قریب پہنچ جاوے۔ یہ ہے وہ خواہش اور تڑپ جو مجھے مختلف حصص دنیا میں لئے پھرتی ہے۔ آج سے پہلے یہ مجلسیں صرف عیسائی ممالک تک محدود تھیں پہلی مجلس شکاگو میں بیس سال ہوئے ہوئی تھی۔ اب ہمارا ارادہ ہے کہ ایشیا میں خصوصاً ان کو استحکام دیا جاوے۔ اور چین۔ ہندوستان۔ جاپان۔ ترکی وغیرہ ممالک میں ان کو جاری کیا جاوے۔

گذشتہ صدی اور مذاہب میں تبدیلیاں گذشتہ صدی نے مختلف مذاہب پر ایک خاص اثر کیا ہے۔ بعض کو ڈر ہے۔ کہ یہ مذاہب کے لئے تباہ کن ہے۔ دوسرے کہتے ہیں۔ کہ جہاں تک مذہب حقہ کا تعلق ہے۔ اس کا انجام بہت مبارک ہو گا۔

مذہب میں تبدیلیوں کے اسباب مذاہب میں تبدیلیوں کے اسباب حسب ذیل ہیں:۔

(۱) عام طور پر ہر ایک مسئلہ میں لوگوں کی تحقیقات کا مادہ کا پیدا ہو جانا۔ جس سے کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ مذہب بچ جاتا۔

(۲) ایک ملک کے باشندوں کی دوسرے ملک کے باشندوں سے ملاقات اور آسانی ذرائع سفر۔ اور اس طرح ایک دوسرے کے مذہب سے واقفیت۔ [illegible] عقلمند کا مقولہ ہے۔ کہ نفرت انسان کی کم عقلی کا نتیجہ ہوتی ہے پس علم کے پڑھنے سے ضروری ہے۔ کہ نفرت دور ہو جاوے۔

(۳) علم اور فلسفہ جدیدہ کا مذہب پر خاص اثر ہوا ہے مسئلہ ارتقا نے مذہب میں ایک نئی قسم کی ہلچل ڈال دی ہے۔

(۴) مختلف مذاہب کے مطالعہ اور ان میں ایک دوسرے کی خوبیوں کے مقابلے نے اور مذہب کی تاریخ میں غور و خوض کرنے نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ مذاہب کی آمد اور مذاہب کا اثر خاص قانونوں کے ماتحت واقعہ ہوتا ہے۔ مثلاً یہ مانا گیا ہے۔ کہ ہر ایک مذہب اپنی ضرورت کے وقت آیا۔ پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ یہ جو مذاہب دنیا میں نظر آتے ہیں۔ یہ علیحدہ علیحدہ نہیں۔ بلکہ سب اصل میں ایک ہی ہیں۔ سب کا حقیقی مدعا ایک ہی تھا۔ نیز یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ

مذہب عالمگیر ہیں یہ کسی خاص قوم کی وراثت یا جاگیر نہیں ہیں۔ یہ انسان کے ساتھ پیدا ہوئے۔ کیونکہ انسان کو مذہبی فطرت عطا کی گئی۔ اس لئے جب تک انسان باقی ہے۔ یہ باقی رہینگے۔ پس وہ لوگ جو خیال کرتے ہیں۔ کہ مذہب اب تباہ ہو جائینگے۔ وہ غلطی پر ہیں

انسان اپنا خالق خود نہیں ہے۔ پس وہ جو اس کی جسمانی پرورش کرتا ہے۔ ضرور ہے۔ کہ انکو مجبور کرے کہ یہ اپنے خدائے واحد سے جو اس کا سچا تعلق ہے اس کو قائم کر سکے۔

معجزات کے ہم منکر نہیں۔ کیونکہ انہوں نے وقت پر بہت فائدہ پہنچایا ہے۔ لیکن ہم یہ نہیں مان سکتے۔ کہ ان پر مذہب کی زندگی کا انحصار ہے۔ کیونکہ بعض اوقات زمانہ کے اثر سے یہ معجزہ نہیں رہتے۔ اور ایک عام انسانی طاقت کا نتیجہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے مذہب کی زندگی کے لئے ضرورت جو ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ انسان کا خاص تعلق اللہ سے قائم ہو۔ اور خدا تعالےٰ خود ہر ایک سے کلام کرے یعنی مجھ کو بھی الہام ہو۔

اشاعت اسلام اور حضرت مولانا مولوی شبلی صاحب نعمانی

ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جتنا بھی شکر بجا لاویں کم ہے کہ وہ ہماری ناچیز خدمات کو دن بدن بار آور کر رہا ہے آج کی ڈاک میں حضرت مولانا مولوی شبلی صاحب نعمانی کا بہجت اثر نوازشنامہ موصول ہوا ہے۔ جو کہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ ہم مولانا صاحب کے از حد مشکور ہیں۔ کہ آپنے بفضل خدا خواجہ صاحب کے مشن کو مستحکم کرنے میں مدد دینے کا تہیہ کر لیا ہے۔ اللہ تعالےٰ جناب مولینا کو دینی اور دنیوی انعامات سے مالا مال کر دے آمین! ہمیں اس خط کو پڑھ کر اس لئے بھی خوشی ہوئی ہے۔ کہ ہمارے ملک کے رؤساء کو بھی اسلام کی اشاعت کی طرف توجہ ہو گئی ہے۔ ان نیک شگونوں میں سے جو اسلام کی کامیابی کے ہمیں نظر آ رہے ہیں۔ یہ ایک نہایت ہی اعلیٰ نشان ہے۔ خدا کا یہ خاص رحم ہے۔ کہ مسلمان اپنے گم شدہ لعل بے بہا کو اس طرح پھر حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں دن بدن اس میں ترقی بخشے آمین! (پیغام)

"تسلیم۔ خدا کے فضل سے خواجہ کمال الدین مشن کے لئے میں نے ایک دربار سے سو روپیہ ماہوار مقرر کرا دیا۔ آپ رسالہ اردو کے خریداروں میں میرا نام بھی لکھ لیجئے۔ پرچہ آنے پر اور بہت سے خریدار بہم پہنچا دونگا"۔ (شبلی نعمانی۔ لکھنؤ۔ ۲۳ دسمبر ۱۹۱۳ء)

مشن اسلام کی ایک اور اعانت

جناب ڈاکٹر محمد شریف صاحب شاہ پور سے تحریر فرماتے ہیں کہ جناب لفٹنٹ ملک مبارز خان صاحب نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ خواجہ کمال الدین صاحب کے مشن میں جب تک کہ وہ انگلستان میں اشاعت اسلام کے کام کو جاری رکھنا چاہیں۔ مبلغ عہ روپیہ ماہوار کی امداد متواتر کیا کریں گے۔ یہ امداد آئندہ سال یعنی ۱۹۱۴ء کے شروع سے جاری کی جائیگی۔ اور ملک صاحب کی خواہش ہے۔ کہ اس کے بالعوض انہیں یورپ کے تازہ نو مسلموں کے کام سے واقفیت حاصل ہوتی رہے۔

اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب موصوف اس امداد کو وسیع کرنے کیلئے ایک یہ تجویز بتلاتے ہیں۔ جو جناب ڈاکٹر معراج دین صاحب نے اللہ ہمدردی پیش کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جس طرح سے محمڈن یونیورسٹی کیلئے ملازموں سے ایک ایک ماہ کی تنخواہ وصول کی گئی تھی۔ اسی طرح اب پھر یہی تحریک کیجائے۔ اور وہ خود یعنی جناب ڈاکٹر معراج دین صاحب) اپنی ایک ماہ کی آمد دینا چاہتے رہیں (جزاہ اللہ احسن الجزا۔ پیغام) نیز جناب ڈاکٹر محمد شریف صاحب خود بھی پیلیٹ آف دیل لانڈ سیڈ لے بالقیمہ کی دس عدد کتابیں خریدنا چاہتے ہیں اور وہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ لوگ سکاٹش ریکیٹنی کے ساتھ انتظام کرتے ہیں۔ نیز لکھتے ہیں کہ اگر کتاب یہاں ہو اور بہت مہنگی نہ ہو تو اسکی ۵۰ یا ۵۰ کاپیاں ہمیں بھجدی جائیں (پیغام صلح)۔ ہم جناب ملک صاحب کو اس قربانی کے لئے مبارکباد عرض کرتے ہیں اور آپکا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں اور خداوند تعالیٰ کے آگے دست بدعا ہیں۔ کہ ایزد جل علا آپکی اس قسم کی نیکیوں میں روز افزوں ترقی عطا کرے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ جناب کو حضرت خواجہ صاحب کے کارناموں سے آگاہ کرتے [illegible] ادا کرے خدا کرے آمین!

مُراسلات

ایک انگریز سے دلچسپ مکالمہ

کئی روز ہوئے ایک انگریز راولپنڈی میں وارد ہوا۔ وہ عیسائی مذہب تو ترک کر چکا تھا۔ سچے مذہب کا متلاشی تھا۔ اسلام کی طرف میلان طبع رکھتا تھا۔ لوگوں میں جو یہ مشہور ہوا تو راولپنڈی کے چند معزز مسلمان جنٹلمین اس کی ملاقات کو گئے۔ پہلی ہی ملاقات کے دوران میں اسلام پر گفتگو چل پڑی اور اثنائے گفتگو میں سلسلہ کلام نے کئی پہلو بدلے جو مسلمانوں کیلئے نہایت قابل توجہ ہے بیان نقل کیا جاتا ہے:۔

مسلمان۔ اصل میں پادریوں نے اسلام کی شکل بہت کچھ بگاڑ کر یورپ کے سامنے پیش کی۔

انگریز۔ یہ سچ ہے کہ پادریوں نے اسلام کی شکل بہت کچھ بگاڑ کر دنیا کے سامنے پیش کی مگر بدقسمتی سے اس زمانہ میں خود مسلمانوں نے بھی اپنے عملی نمونہ سے اسلام کی شکل کچھ کم نہیں بگاڑی۔ اگر پادری لوگ اس الزام کے نیچے ہیں تو مسلمان بھی اس بُرے نمونہ سے اسلام کی شکل کو بگاڑ کر دنیا کے سامنے پیش کرنے میں کچھ کم ملزم نہیں۔ ایک نو وارد ایک محقق۔ ایک متجسس کے لئے سب سے پہلی چیز جو اس کے دل پر اثر ڈالتی ہے وہ نمونہ ہے۔ اگر نمونہ بُرا ہے تو آگے کیلئے رستہ مسدود ہو جائیگا۔ برا نمونہ جو نفرت کا بیج اس کے دل میں بوئیگا۔ وہ آئندہ کے لئے تحقیق سے اُسے روک دیگا اور تبلیغ کا اثر بھی اس کے دل پر بہت کم ہوگا۔ اگر تم اچھا نمونہ پیش نہیں کر سکتے اور اخلاقی اور روحانی پہلو میں ترقی نہیں دکھا سکتے تو کیا حق رکھتے ہو کہ کسی دوسرے مذہب والے شخص کو اپنے میں شامل کرنے کیلئے استدعا کرو۔ میں دو تین نظائر سناتا ہوں۔ ایک دفعہ ایک شخص جو ایک معزز مسلمان تھا۔ مجھ سے ملنے آیا۔ میں نے اُسے جیبی عکسی قرآن مجید دکھائے جنکی جلدیں سنہری تھیں۔ اور بہت خوبصورت تھے۔ اُس نے انہیں بہت پسند کیا اور اظہار عقیدت کے لئے انہیں بوسہ دیا اور آنکھوں پر رکھا۔ مگر جب وہ چلنے لگا۔ تو ان میں سے تین قرآن چرا کر لے گیا۔ ایک دفعہ ایک اور معزز مسلمان جو ایک بڑا آدمی تھا مجھ سے ملنے آیا۔ چہرہ پر کچھ ضعف کے آثار نمایاں تھے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ میں نے اُسے کہا کچھ کھا لو۔ وہ بڑی خوشی سے تیار ہو گیا۔ کھانے کی میز پر جب اس کے سامنے کھانا رکھا گیا تو عین جس وقت وہ کھا رہا تھا۔ ایک نیا شخص کمرہ میں داخل ہوا۔ میرے معزز مہمان نے اسکی طرف چونک کر دیکھا اور ساتھ ہی گھبرا کر کمرہ کے چاروں طرف نظر دوڑائی سامنے ایک خالی کمرہ کا دروازہ نظر پڑا۔ بس پھر کیا تھا۔ آگے جو کچھ ہوا۔ ایک چشم زدن کا کام تھا۔ ایک قدم کرسی پر تھا۔ دوسرا میز پر اور تیسرا کمرہ کے اندر آناً فاناً میں وہاں کوئی نہ تھا۔ میں نے یہ مداری کا تماشہ بڑی حیرت سے دیکھا۔ کہ کس طرح اتنا بڑا عظیم الجثہ آدمی ایک چشم زدن میں غائب ہو گیا جب وہ نو وارد شخص جو میرے پاس کسی کام کیلئے آیا تھا۔ چلا گیا تو میرا مہمان کمرہ سے برآمد ہوا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ یہ کیا حرکت تھی۔ اور اس میں کیا اسرار تھا۔ وہ کہنے لگا کہ اصل میں بات یوں ہے کہ یہ شخص جو ابھی آیا مسلمان تھا۔ اور آجکل مہینہ رمضان کا ہے میں اس وقت کھانا کھا رہا تھا۔ اگر یہ شخص مجھے کھاتے دیکھ لیتا تو میری اس کی آنکھوں میں سخت ذلت ہوتی۔ کیونکہ اُن میں تو میں روزہ دار ہی مشہور ہوں۔ اس کے اس کلام نے میرے دل پر بُرا اثر کیا۔ اول تو یہ کہ اس شخص نے اپنے تئیں جھوٹ موٹ روزہ دار کیوں مشہور کیا۔ یہ ریاکاری کیسی بُری ہے۔ ایک روزہ نہ رکھنا۔ دوسرے جھوٹ بولنا تیسرے لوگوں کو دھوکہ دیکر ان کے سامنے اپنے آپ کو روزہ دار کی عزت کا مستحق ٹھہرانا پھر اگر یہ شخص کسی وجہ سے معذور تھا۔ تو لوگوں کا کیا حق ہے کہ اس کے روزہ نہ رکھنے کو بُرا سمجھیں ہر ایک کا معاملہ خدا کے ساتھ اسکا اپنا ہے۔ کسی کو کیا حق ہے کہ خواہ مخواہ کسی شخص کے پیچھے پڑ جائے۔ تیسرا واقعہ جس نے میرے دل پر بہت بُرا اثر ڈالا وہ محرم تھا۔ ایک گھوڑا نکالا جاتا ہے۔ اور یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ یہ گھوڑا امام حسینؑ کا ہے۔ اول تو یہ خیال ہی کسی عقلمند کا نہیں ہو سکتا۔ پھر جو کچھ اس کے چاروں طرف ہوتا ہے۔ اُسے دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ڈھول کے ڈھول پیٹتے۔ سینہ کوبی کرتے ساتھ ہوتے ہیں پھر سب سے بڑھکر غضب یہ کہ علاوہ چھاتی کوٹنے کے لوہے کی زنجیروں اور گرزوں سے سینہ اور پشت لہولہان کر لیتے ہیں۔ جسے ایک سلیم الفطرت انسان دیکھکر کانپ اُٹھتا ہے۔ اور یہ نظارہ ایسا ہولناک ہوتا ہے کہ خون رگوں میں جم جاتا ہے۔ اسے جہالت کا کرشمہ سمجھا جاتا۔ اگر اُسی گروہ میں ملے جلے امرا اور علماء موجود نہ ہوتے مگر جب دیکھا جاتا ہے۔ کہ ہر طبقہ کے انسان اُسمیں موجود ہوتے ہیں۔ کیا امرا۔ کیا علما۔ کیا جہلا کیا شرفا اور کیا بازاری کیا سنی کیا شیعہ تو پھر اسوقت دل میں ایسے مذہب کیطرف سے ایک نفرت کا بیج بویا جاتا ہے۔ جس میں ایسی جہالت کی رسم موجود ہے اور ایک نو مسلم کا تو اس خیال سے ہی دل کانپ اُٹھتا ہے کہ وہ کبھی مسلمان ہوا اور اسے [illegible]

سے لہولہان نہ کرلے وہ ایمان کے اعلےٰ مراتب پر نہیں پہنچ سکتا۔ پس یہ بُرے نمونے ایک متلاشی حق کے قلب پر کتنا بُرا اثر ڈالتے ہیں:۔

مسلمان۔ مگر ان بُرے نمونوں کا مذہب اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

انگریز۔ یہ ٹھیک ہے مگر مذہب کے متلاشی کو سب سے پہلے جو چیز کسی مذہب کی طرف کھینچتی ہے۔ وہ اس مذہب کے عاملین کا نیک نمونہ ہے۔ کیا مسلمانوں کا فرض نہیں کہ وہ اصلاح کریں۔ اور بُرا نمونہ رکھنے والوں کو پند و نصائح سے سمجھانے کی کوشش کریں۔ اور اگر وہ کسی طرح سے بھی نہ مانیں تو انکو اپنے میں سے الگ کریں تاکہ کم سے کم مسلمانوں میں ایک جماعت تو خالصاً ایسی ہو جسے کہا جا سکے کہ یہ اسلام کا نمونہ ہے اور جو دین کو مقدم رکھتی ہو۔ اور اس میں ایسے بُرا نمونہ رکھنے والے لوگ شامل نہ ہوں۔ بلکہ رد کر دیے جاویں۔ خواہ وہ بڑے لوگ ہوں۔ یا چھوٹے غیر ہوں یا رشتہ دار۔

مسلمان۔ مگر پھر اس طرح تو ہمیں اپنے دوستوں۔ رشتہ داروں۔ سربرآوردہ لوگوں۔ برادریوں وغیرہ سب کو چھوڑنا پڑیگا۔ اور یہ بڑا مشکل ہے۔

انگریز۔ کیا اسلام کا مفہوم قربانی اور ایثار نہیں۔

مسلمان۔ بے شک۔ بے شک اسلام ایثار اور قربانی کو چاہتا ہے۔ بلکہ دوسرے لفظوں میں ایثار و قربانی دونو مترادف ہیں۔

انگریز۔ کیا تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سب سے بڑھکر ایثار و قربانی کا نمونہ نہیں دکھایا؟ کیا انہوں نے اسلام کی خاطر اپنے رشتہ داروں۔ قوم۔ برادری مال و دولت شہرت غرضکہ کسی چیز کی بھی پرواہ کی؟ حق کی خاطر کیا تمام دنیوی تعلقات اور ساز و سامان کو قربان نہیں کر دیا؟

مسلمان۔ بے شک بیشک سب کچھ قربان کر دیا۔ اور ایسی قربانی اور ایثار کی مثال قائم کی کہ دنیا اس سے بہتر پیش نہیں کر سکتی۔ انہوں نے سچائی کی خاطر کسی چیز کی بھی پرواہ نہ کی

انگریز۔ تو کیا تمہارے لئے انکی اتباع لازم نہیں؟ کیا انکے قدم بقدم چلنا تمہارے لئے موجب نجات نہیں؟

مسلمان۔ بیشک بیشک ضرور ضرور انکی پیروی موجب نجات ہے اور انکی اتباع فرض ہے۔

انگریز۔ تو پھر تمہیں اگر سچائی کو قبول کرنے یا اسکے اظہار کرنے یا نیک نمونہ قائم کرنے کیلئے کچھ قربانی اور ایثار سے کام لینا پڑے تو کیا یہ ضروری نہیں کہ تم ان تمام باتوں کے لئے خوشی سے تیار ہو؟

اس سوال کا جواب مسلمانوں نے کیا دیا؟ مجھے اس کا علم نہیں۔ مگر اس کا جواب دو چند آدمیوں کی طرف سے نہیں۔ بلکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کی طرف سے ہونا چاہئے صرف زبان سے نہیں بلکہ عمل سے ؎

از عمل ثابت کن آں نورے کہ در ایمان تست ٭ دل چو دادی یوسفے را راہ کنعاں را گزیں

نیک نمونہ قائم کرنا اور ہر قسم کے ایثار و قربانی کے لئے خوشی سے تیار ہو جانا۔ ایک دو شخصوں کا نہیں بلکہ جماعت کا فرض ہے۔ یہ ہے جواب اور اصل مقصد اس انگریز کا۔ اور وہ سچا ہے کیونکہ انسان عموماً اور یورپین خصوصاً سوسائٹی پسند واقع ہوا ہے۔ جب تک سوسائٹی کی حالت بہتر نہ ہو۔ کوئی انسان بھی اور یورپین تو خاص کر اُس میں آنا پسند نہ کریگا۔ یہ سچ ہے۔ کہ اسلام کے اصولوں پر چلکر بہتر سے بہتر سوسائٹی جو انسان اپنے ذہن میں تصور کر سکتا ہے۔ پیدا ہو سکتی ہے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ کا نمونہ موجود ہے۔ مگر کیا مسلمانوں نے فی زمانہ کوئی ایسی سوسائٹی قائم کی ہے۔ جس کا اصول نیک نمونہ قائم کرنا اور دین کو دنیا پر مقدم کرنا اور ہر قسم کے ایثار کے لئے تیار ہو جانا ہے اور کیا ایسی سوسائٹیاں بغیر کسی مزکی اور روحانی انسان کے قائم ہو جایا کرتی ہیں؟ کیا تزکیہ کے لئے قرآن کریم نے یزکیہم فرما کر خدا کی طرف سے کسی برگزیدہ کی آمد کو ضروری قرار نہیں دیا؟ کیا خدا کی پاک کتاب نے یا ایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین۔ فرما کر تقوا ی کے لئے راستبازوں کی معیت کو حاصل کرنیکی تاکید نہیں کی؟ اگر یہ سب کچھ درست ہے اور جیسا کہ ظاہر ہے کہ درست ہے اور خود قرآن کریم گواہ ہے۔ تو پھر کیا اس ضرورت کو سلسلہ احمدیہ نے پورا نہیں کیا۔ کیا احمدی جماعت کی بنیاد اسی فقرہ پر قائم نہیں کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم کرونگا"۔ اور کیا یہی معاہدہ نہیں جو کلمہ شہادت اور استغفار کے بعد ہر ایک احمدی کو اپنے امام کے ہاتھ پر کرنا پڑتا ہے نیک نمونہ بننے کے لئے اس مختصر اور جامع فقرہ کے مفہوم سے بہتر اور کونسا گر ہو سکتا ہے؟ کیا اسی ایک فقرہ پر عمل درآمد انسان کو صحیح معنوں میں مسلمان نہیں بنا دیتا؟ اور کیا یہ سچ نہیں کہ جو شخص اس معاہدہ کا پابند نہیں وہ حضرت مرزا صاحب کے نزدیک انکی جماعت سے نہیں؟ آپکی تصنیف کشتی نوح انہی باتوں سے بھری پڑی ہے۔ پھر خدا کیلئے سوچو اور غور کرو کہ کسی مسلمان سے یہ عہد لینا کہ میں دین کو دنیا پر مقدم کرونگا۔ یعنی اسلام پر عمل درآمد اپنی زندگی کا مقصد بناؤنگا۔ کیا یہ عین منشائے اسلام اور مقتضائے

تا وہ اسلام کیلئے نمونہ ٹھیریں۔ حضرت مرزا صاحب نے کوئی نیا عقیدہ نہیں تراشا۔ اسلام میں کوئی کمی یا زیادتی نہیں کی۔ وہی کلمہ۔ وہی قبلہ وہی نماز روزہ حج زکوٰۃ۔ وہی شرائط ایمان وہی رسول وہی کتاب۔ ہاں عمل کو مقدم کرنا اور اسلام کا سچا نمونہ بنکر دکھانا اپنا دستور العمل ٹھیرایا۔ مسیح یا مہدی کا عقیدہ اسلام میں نیا نہیں یہ تو تیرہ سو برس سے چلا آتا ہے۔ اور بڑے بڑے علماء و صوفیا اور جمہور اہل اسلام کے نزدیک مسلّم اور طے شدہ مسئلہ ہے بلکہ بعض علمائے تو اس عقیدہ کے نہ رکھنے والوں پر سخت فتوے بھی دئیے ہیں۔ پس اس عقیدہ کی بنا پر مسلمانوں میں مسلّم ہے کہ جب کبھی بھی موعود مسیح یا مہدی تشریف لاویں انکا ماننا ضروری ہے اور انکو ماننے والے اسلام کے دائرہ کے اندر ہی رہینگے خارج نہیں ہو جائنگے اور خارج ہونا اور کافر بننا کیسا بلکہ کہا جاتا ہے کہ پکے مسلمان اور رسول کریمؐ کے فرمانبردار وہی ہونگے جو انہیں مانینگے۔ بلکہ غلطی سے یہانتک بھی مشہور ہو گیا ہے کہ جو نہ مانیگا اُس سے زبردستی منوایا جائیگا۔ اور اگر نہ مانیگا تو سر اُڑا دیا جائیگا۔ اب جنکا ماننا اسقدر ضروری قرار دیا گیا ہے اُنمیں سے ایک تو مسیح ہیں جو نبی بھی ہیں اور رسول بھی کیونکہ وہ بنی اسرائیل میں جب تشریف لائے تھے تو اسی حیثیت سے تشریف لائے تھے جیسا کہ قرآن کریم سے ظاہر ہے اور اب کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ وہ اس حیثیت سے ناحق کیوں نیچے گرا دیے جائینگے جنکی اسقدر عزت افزائی ہوئی کہ کافروں کے ہاتھ سے بچانے کے لئے رسول کریمؐ کو تو ایک خوفناک غار میں چھپایا گیا اور جنگ میں کافروں کے ہاتھ سے آپ زخمی بھی ہوئے۔ مگر بقول انکے حضرت مسیحؑ کو کافروں کے ہاتھ سے چھڑانے کے لئے صحیح و سالم بغیر کسی قسم کی تکلیف کے آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ اسقدر عزت اور شان کے بعد نبوت و رسالت کے مرتبہ علیہ سے ایک دم نیچے گرا دینا اور پھر بلا قصور بلا وجہ سمجھ میں نہیں آتا۔ مانا کہ وہ رسول کریمؐ کے اُمتی بننے کو اپنا فخر سمجھینگے۔ مگر اس سے یہ ثابت تو نہیں ہوتا کہ وہ اپنے پہلے مراتب عالیہ سے نیچے گرا دیے جائینگے۔ بلکہ یہ تو بطور قدر افزائی کے ہوگا۔ چنانچہ حیات مسیح کے ماننے والوں کے مسلمات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ نبی اور رسول ضرور ہونگے کیونکہ وہ یہ بات بڑے زور شور سے مانتے ہیں کہ مسیح کی وفات سے پہلے تمام اہل کتاب اُن پر یعنے مسیح پر ایمان لائینگے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اہل کتاب نے انکا خدا کا رسول ہونے سے انکار کیا تھا۔ اور ایمان لانا رسول پر ہی ہوا کرتا ہے جو خدا کا رسول نہیں۔ اُس پر ایمان لانا کیا معنے۔ کیا کوئی شخص کبھی کسی اُمتی پر بھی ایمان لایا کرتا ہے تو پس انکی دوبارہ تشریف آوری پر انکی رسالت کی شوکت ایسی نمایاں ہوگی کہ وہ اہل کتاب جو پہلے ایمان نہ لائے تھے۔ انکے سب کے سب ایمان لے آئینگے اور جن سے بچانے کی خاطر حضرت عیسےٰ کو آسمان پر اٹھایا گیا تھا انکی نو شرارت کرنے پر انکی گردن اُڑا دیجائیگی۔ حاصل کلام یہ کہ نبی اور رسول ہونگے مگر ساتھ ہی اُمتی بھی ہونگے کیونکہ اسطرح بسبب اُمتی ہونیکے انکی رسالت و نبوت ختم نبوت کے منافی نہ ہوگی۔ باقی رہے حضرت امام مہدی سو آخر جو مہدی ہونیکا مدعی ہوگا۔ وہ کم سے کم ملہم اور خدا کی طرف سے فرستادہ اور مامور تو ضرور ہوگا کیونکہ جب تک خدا تعالیٰ خود نہ کسی کو بتلا دے کہ وہ مہدی ہے اور زمانہ کی اصلاح کے لئے مامور ہے۔ کسی شخص کا محض اپنی طرف سے دعویٰ کر دینا تو خدا پر افترا و بہتان ہوگا جو قرآن کریم کے رُو سے سب سے بڑھکر ظلم ہے۔ اب غور سے سوچو کہ جب ان تمام عقائد کے باوجود صرف مسلمان ہی رہتے ہیں بلکہ ایک پکے مسلمان کے لئے انکا ماننا نہایت ضروری ہے۔ تو اگر احمدیوں نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو حدیث امامکم منکم اور لا مہدی الا عیسیٰ کے مطابق (یعنے وہ تمہارا امام ہوگا اور تم میں سے ہوگا اور مہدی اور عیسیٰ ایک ہی شخص ہے) مسیح اور مہدی مان لیا تو کیا قصور کیا؟ اور اسلام میں کونسی نئی بات ایزاد کی کوئی نیا عقیدہ نہیں تراشا۔ بلکہ اسی پرانے عقیدہ کی بنا پر اپنا ایک فرض ادا کیا۔ مسیح کی وفات قرآن سے ثابت ہے۔ مگر [illegible] ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کو سب سے بڑھکر خود حضرت محمد مصطفےٰ کو فوت شدہ مانکر جب اسلام قائم رہتا ہے تو اگر ایک مسیح کو بھی اُسی زمرہ میں داخل کر دیا اور ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا (کہ خدا کی سنت میں تبدیلی نہیں ہوتی) کے مطابق انہیں بھی فوت شدہ تسلیم کر لیا تو کونسا بہت بڑھکر کفر ہو گیا اسلام میں کیا فرق آ گیا۔ بلکہ رسول کریمؐ کی وفات پر تو جبتک حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیت نہ پڑھی کہ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ یعنے محمد بھی ایک رسول تھے اور آپ سے پہلے تمام رسول چل بسے اور فوت ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ کے دل کو تسلی نہ ہوئی۔

پس احمدی سلسلہ کا وجود اسی تیرہ سو سال کے پرانے عقاید اور اصول پر مبنی ہے یہ تو وہی سلف صالحین کا مذہب ہے جو ابتدائی اسلام میں تھا۔ ہاں اگر کسی شخص کو حضرت مرزا صاحب کے وجود میں مہدی کے تسلیم کرنے میں اختلاف ہو تو پھر یہ اختلاف تعین شخصی میں ہوگا۔ نہ کہ عقائد میں عقیدہ تو وہی ہے صرف موعود کی تعیین میں اختلاف ہے احمدیوں نے مان لیا وہ آ گیا۔ دوسرے کہتے ہیں نہیں آیا۔ تعین زمانہ میں تو بغیر استثنا سب مسلمان احمدیوں کیساتھ متفق ہیں۔ سب کہتے ہیں کہ مہدی کا زمانہ یہی ہے۔ پچھلے دنوں جب جنگ طرابلس و بلقان چھڑی ہوئی تھی اور مسلمانوں کو جھٹکے لگ رہے تھے۔ تو سب کے سب بلبلا اُٹھے اور کہنے لگے کہ بس مہدی کا زمانہ یہی ہے بہتوں نے نظمیں لکھیں۔ بڑی بڑی لجاجت و سماجت سے امام صاحب کو بلایا۔ اخباروں میں مضامین نکلے ایک صوفی صاحب مسمی حسن نظامی دہلوی تھے ممالک اسلامیہ کی سیاحت اور دنیا بھر کے صوفیوں کی ملاقات کا نچوڑ اسی بات کو ٹھیرایا کہ بس یہی مہدی کا زمانہ ہے اور امام صاحب آنے کو ہیں۔ انہوں نے رسالے بھی لکھے غرضکہ تمام مسلمانوں کیطرف سے اتفاقی ڈگری دیدی گئی کہ زمانہ تو یہی ہے حدیثوں میں مہدی کے سر صدی پر آنے کی بشارت موجود ہے سو صدی کا سر بھی گذر گیا نہ مجدد نہ مہدی۔ چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے رہے۔ کان بھی لگائے کہ کہیں سے کوئی آواز آ جائے مگر خبرے نہ دارد۔ لیکن کسقدر افسوس اور حیرت کا مقام ہے کہ بغل میں ہاں اسی ملک میں ایک شخص مرزا غلام احمد صاحب پکار پکار کر کہتا رہا کہ جسے تم ڈھونڈھتے ہو وہ میں ہوں [illegible]

وفاتِ مسیح

اس باب میں وفاتِ مسیحؑ کے متعلق مندرجہ ذیل موضوعات پر حوالہ جات پیش کیئے جا رہے ہیں۔

☆ اللہ ہر جگہ ہے، اور استواء علی العرش کا مطلب۔ علامہ خالد محمود، خلیل احمد سہارنپوری، محمد حنیف ندوی، ظہور احمد

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھانے پینے، پاخانہ پیشاب مرض اور موت سے مجبور تھے۔ مولانا قاسم نانوتوی

☆ حیاتِ مسیحؑ کا عقیدہ رکھنے سے ختم نبوت پر زد پڑتی ہے۔ قمر احمد عثمانی

☆ حضرت عیسیٰؑ زندگی میں ایک بندہ ناتواں تھے اور مرنے کے بعد گوشت اور ہڈیوں کا مجموعہ۔ محمد الغزالی مصری

☆ بڑے بڑے عظیم المرتبت علماء وفاتِ مسیحؑ کے قائل ہو چکے ہیں۔ سلیمان یوسف بنوری

☆ معراج النبیؐ کے موقعہ پر حضرت عیسیٰؑ کی روح نے دو ہزار برس کا فاصلہ طے کیا۔ خلیل احمد سہارنپوری

☆ توفی کے وقت روح نکالی جاتی ہے جسم کہیں نہیں جاتا۔ اشرف علی تھانوی

☆ قرآن نے پہلی بار لفظ توفی کو موت کے معنی میں استعمال کیا۔ مفتی تقی عثمانی

☆ وفاتِ مسیح کا انکار کفر تو کیا ضلال بھی نہیں۔ احمد رضا خان بریلوی

آثار الاحسان
فی سیر
السلوک والعرفان
جلد اول
تالیف
ڈاکٹر علامہ خالد محمود
دار المعارف

(ترجمہ) اپنی جانوں پر نرمی کرو تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو تم ایک سمیع وبصیر کو پکارتے ہو اور وہ تمہارے ساتھ ہے اور جس کو تم پکارتے ہو وہ تم سے تمہاری سواری کی گردن سے بھی زیادہ قریب ہے

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کو صرف آسمانوں پر نہ سمجھو اسے ہر جگہ سمیع وبصیر یقین کرو حضور ﷺ نے صرف یہ نہیں کہا کہ وہ اصم (بہرہ) نہیں بلکہ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ وہ غائب نہیں - غائب کا مقابل لفظ حاضر ہے - سو خدا تعالی کو ہر جگہ حاضر ماننے میں بدعت کا کوئی پہلو نہیں ہے - یہ صحیح ہے کہ اسکا آسمانوں پر ہونا ایک حقیقت ہے جسکی تفصیل ہم نہیں کرسکتے المنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض (پ ۲۹ الملک ۱۶) میں یہ بات آچکی اور یہ بھی صحیح ہے کہ آسمان قبلہ دعا ہیں اور حضور ﷺ اس کی طرف نظر اٹھاکر دعا کرتے تھے قدنری تقلب وجھک فی السماء (پ ۲ البقرہ ۱۴۴) تاہم کسی جگہ کے بارے میں یہ کہنا کہ خدا وہاں نہیں ہے درست نہیں ہے نہ اسلاف میں سے کسی نے کبھی یہ کہا کہ خدا یہاں نہیں ہے یہ بدعت اس دور میں دیکھی گئی ہے

جس طرح کعبہ قبلہ نماز ہے یہ نہیں کہ خدا صرف اس طرف ہے اسی طرح آسمان قبلہ دعا ہیں یہ نہیں کہ وہ صرف آسمانوں میں ہے یہاں نہیں کسی جگہ کے بارے میں یہ سمجھنا کہ خدا یہاں نہیں ہے ناسمجھی ہے اور ایسا کہنا درست نہیں ہے

قرآن کریم میں بیشک استواء علی العرش کی خبردی گئی ہے مگر ہمیں اسکی تشریح اور کیفیت بیان کرنے سے روک دیا گیا ہے یہ اہل بدعت ہیں جو اسکی کیفیت بیان کرتے ہیں - عرش مخلوق ہے اور اللہ تعالی بیشک اس وقت بھی تھے جب اس نے عرش کو پیدا نہیں کیا تھا - اس وقت وہ کہاں تھا؟ اللہ کی ذات مکانی نہیں کہ اسے کسی جگہ پر بتلایا جائے ذات وصفات میں محدثین کا مسلک صحیح ہے کہ کسی کیفیت میں نہ جاو اس میں سوال کرنا بھی بدعت ہے

آنحضرت ﷺ نے قسم کھاکر فرمایا اگر تم ایک رسی سب سے نیچے کی زمین تک لٹکاو تو وہ اللہ تعالی پر جا اترے - اس سے پتہ چلتا ہے کہ خدا وہاں بھی موجود ہے - سو خدا کو کسی جہت - طرف - اور مکان میں قید نہیں سمجھا جاسکتا نہ کسی جگہ کے متعلق کہا جاسکتا

ہے کہ وہ وہاں نہیں ہے سلف کا مسلک یہی ہے کہ صفات ایہ میں تعین نہیں کرتے نہ اسکی کسی صفت کی تاویل کرتے ہیں

والذی نفس محمد بیدہ لو انکم ولیتم بحبل الی الارض السفلی لھبط علی اللہ ثم قرء ھو الاول والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شئی علیم (جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۶۴)

اس حدیث کو بلا تاویل رہنے دیں سلف کا مسلک صفات ایہ میں تاویل کرنے کا نہیں اسکے دونوں ہاتھ دائیں ہیں اس میں صریح طور پر اسکی ذات سے جہت کی نفی ہوتی ہے (جامع الاصول ج ۴ ص ۲۲) وہ جہات ستہ سے بالا ذات ہے اور وہ اس وقت بھی تھا جب اس نے ابھی عرش کو پیدا نہ کیا تھا - جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اسی وقت سے ہے جب اس نے عرش پیدا کیا انکی یہ بات غلط ہے - یاد رکھئے وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا اسکی کوئی انتہا نہیں

آیئے مقام احسان کے اخلاص ہونے کی چند اور مثالیں لیجئے

(۵) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما قال عبد لاالہ الا اللہ مخلصا قط الا فتحت لہ ابواب السماء حتی یفضی الی العرش ما اجتنب الکبائر رواہ الترمذی (مشکوۃ ص ۲۰۲)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرۃؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ پورے اخلاص کی ساتھ لاالہ الا اللہ کہے تو اللہ تعالی اسکے لئے آسمان کی دروازے کھول دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ (روحانی منازل میں) عرش تک جا پہنچے بشرطیکہ وہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے

اس حدیث میں کلمہ کے ساتھ اخلاص کی قید موجود ہے معلوم ہوا ہے کہ کلمہ پڑھنا بھی سلوک احسان کا ایک عمل ہے یہ اخلاص سے ہونا چاہئے اسکے بغیر کلمہ پر بھی اثرات مرتب نہیں ہوتے - کلمات طیبہ کی عرش تک پرواز ختمی ہے اسی طرح روح کی بھی منازل ہیں اور اسکی بھی بلندیوں میں ایک پرواز ہے جسے خوش نصیب پالیتے ہیں

(٦) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المومن اذا اذنب کانت نکتۃ سوداء فی قلبہ فان تاب واستغفر صقل قلبہ وان زاد زادت حتی یعلوا

المهند علی المفند

یعنی

عقائد علماءِ اہلِ سنت دیوبند رحمہم اللہ

تالیف

فخر المحدثین حضرۃ مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس اللہ سرہ العزیز

المتوفی ۱۳۴۶ھ

باضافہ

عقائد اہل السنۃ والجماعۃ

از

حضرۃ مولانا مفتی سید عبد الشکور ترمذی مدظلہم

مع

تصدیقاتِ قدیمہ وجدیدہ

ادارہ اسلامیات ○ ۱۹۰ - انارکلی لاہور

على العرش استوى هل تجوزون اثبات جهة ومكان للباري تعالى ام كيف رأيكم فيه ؟

رحمٰن عرش پر مستوی ہوا، کیا جائز سمجھتے ہو باری تعالیٰ کے لیے جہت و مکان کا ثابت کرنا یا کیا رائے ہے ؟

الجواب

جواب

قولنا في امثال تلك الآيات انا نؤمن بها ولا يقال كيف و نؤمن بالله سبحانه وتعالیٰ متعال ومنزه عن صفات المخلوقين وعن سمات النقص و الحدوث كما هو رأى قدمائنا . واما ما قال المتاخرون من ائمتنا في تلك الآيات يأولونها بتاويلات صحيحة سائغة في اللغة والشرع بانه يمكن ان يكون المراد من الاستواء الاستيلاء ومن اليد القدرة الى غير ذلك تقريبا الى افهام القاصرين فحق ايضا عندنا واما الجهة والمكان فلا نجوز اثباتهما له تعالى ونقول انه تعالى منزه ومتعال عنهما وعن جميع سمات الحدوث.

اس قسم کی آیات میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ ان پر ایمان لاتے ہیں اور کیفیت سے بحث نہیں کرتے، یقیناً جانتے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ مخلوق کے اوصاف سے منزہ اور نقص و حدوث کی علامات سے مبرّا ہے جیسا کہ ہمارے متقدمین کی رائے ہے اور ہمارے متاخرین اماموں نے ان آیات میں جو صحیح اور لغت و شرع کے اعتبار سے جائز تاویلیں فرمائی ہیں تاکہ کم فہم سمجھ لیں مثلاً یہ کہ ممکن ہے استواء سے مراد غلبہ ہو اور ہاتھ سے مراد قدرت، تو یہ بھی ہمارے نزدیک حق ہے۔ البتہ جہت و مکان کا اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرنا ہم جائز نہیں سمجھتے اور یوں کہتے ہیں کہ وہ جہت و مکانیت اور جملہ علاماتِ حدوث سے منزہ و عالی ہے۔

از

محمد حنیف ندوی

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ

کلب روڈ ○ لاہور

طور پر بدل گیا ہے۔ اب نیلے نیلے آسمان اپنی تحیر زائیوں کے ساتھ باقی نہیں رہے اور وہ قبہ زرنگار جسے یونانی حکماء شیشے کی طرح شفاف اور آہن وفولاد سے زیادہ مستحکم واستوار سمجھتے تھے، محض فریب نظر ہو کر رہ گیا ہے۔ زمین بھی پہلے کی طرح ساکن وجامد نہیں رہی بلکہ اپنے محور کے علاوہ آفتاب کے گرد بھی گھومنے پر مجبور ہے۔ خود یہ آفتاب متحرک ہے اور یہ چاند ستارے بھی اپنی ضیاء گستریوں کے ساتھ ساتھ گردش وحرکت میں مصروف ہیں۔

کائنات کا یہ حرکی (Dynamic) تصور اگر صحیح ہے تو جہات کا تصور بھی بدل جاتا ہے اور کوئی شے بھی علی الاطلاق عالی و بلند نہیں رہتی بلکہ علو وسفل کی نسبتیں سراسر اضافی ٹھہرتی ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ عرش بھی اپنی جہتیں بدلنے پر مجبور ہے۔ اس صورت میں علامہ کی تشریح بھی جہت، علو علی الاطلاق ثابت نہیں کر پاتی۔

اس اشکال کے حل میں ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ ہے کہ استواء کو کوئی ازلی وابدی صفت نہ قرار دیا جائے، بلکہ ایک شان و حالت قرار دیا جائے، جیسا کہ غزالی نے کہا ہے[۱] اور سمجھنا یہ چاہیے کہ عرش سے مراد کوئی مقام یا جگہ نہیں بلکہ یہ ایک طرح سے مرکز تدبیر سے تعبیر ہے اور اس سے مقصود کسی نہ کسی تکوینی امر کی تدبیر واہتمام ہے، جس کا ثبوت ہے کہ استواء علی العرش کے بارے میں وہ تمام مقام جہاں جہاں یہ لفظ آیا ہے اور نظر و بحث کا ہدف ٹھہرا ہے۔ وہاں اس کے سیاق میں کسی نہ کسی تکوینی امر کیطرف اشارہ موجود ہے۔

ثم استویٰ علی العرش یغشی اللیل النہار یطلبہ حثیثاً۔

(اعراف: ۵۴)

ترجمہ: پھر عرش پر استواء پذیر ہوا، وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے کہ وہ اس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے۔

ان ربکم الذیٰ خلق السموات و الارض فی ستة ایاّ م ثم استوی علی العرش یدبر الامرا۔ (یونس: ۳)

ترجمہ: تمہارا پروردگار تو خدا ہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے پھر

۱۔ اساس التقدیس، ص ۱۹۳

المهند الدیوبندی علی عنق المفتری
علمائے دیوبند قدس سرہم پر
زبیر علی زئی کے
الزامات کے جوابات
مؤلفہ
حافظ ظہور احمد الحسینی غفرلہ
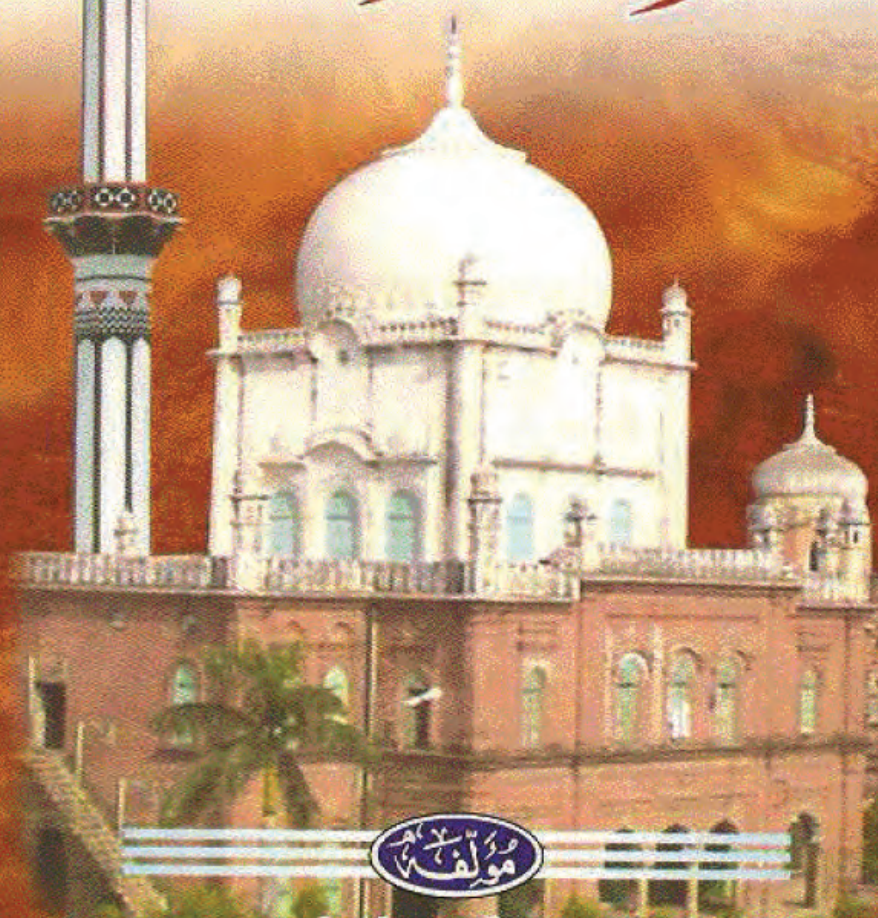
اسی طرح مولانا عبدالاحدؒ غیر مقلد وغیرہ کے حوالے گزر چکے ہیں کہ موجودہ غیر مقلدین مثل ''جہمیہ'' اور ''شیعہ'' وغیرہ باطل فرقوں کے ہیں۔

غیر مقلدین کے عقائد

زبیر علی زئی صاحب کی جماعت کا تعارف خود ان کے اکابرین سے کرانے کے بعد اب ہم ان عقائد ونظریات سے متعلق ان کے اکابرین کے اقوال وارشادات نقل کرتے ہیں کہ جن کی وجہ سے زبیر علی زئی صاحب نے علمائے دیوبند کو ''مرجئہ'' و ''جہمیہ'' کی موافقت کا طعنہ دیا ہے۔

﴿۱﴾ اللہ تعالیٰ کا ہر جگہ موجود ہونا

''مرجئہ'' اور ''جہمیہ'' کی موافقت کے ذیل زبیر علی زئی نے علمائے دیوبند پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ موجود مانتے ہیں اس پر خود ''غیر مقلدین'' کے اکابر کے خیالات ملاحظہ ہوں۔

(۱) علامہ محمد شوکانی رحمہ اللہ (م ۱۲۵۵ھ) جن کے متعلق مولانا بٹالوی غیر مقلد لکھتے ہیں: فخر المتاخرین امام محمد بن علی شوکانی جن کا علم وکمال وامامت واستقامت اہل حدیثانِ زمانہ حال میں بالاتفاق مسلم ہے [۱]۔

موصوف کے صفات باری تعالیٰ سے متعلق عربی حوالہ کا مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ غیر مقلد کے قلم سے مترجم اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

> خدا کی جن صفات کو سلف صالحین نے ظاہر پر جاری رکھا ہے جیسی کہ قرآن وحدیث میں آئی ہیں۔ ان میں سے ایک صفت استواء ہے۔ کتاب وسنت کی دلیلیں اس میں بہت ہیں۔ جیسا ہم استواء اور اس جہت میں ہونے کے متعلق کہتے ہیں اسی طرح ہم آیات معیت هُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ وغیرہ میں کہتے ہیں۔ یعنی ہم ایسی آیات میں وہی کہتے ہیں جیسا قرآن میں آیا ہے کہ

[۱] ''اشاعۃ السنۃ'' (۱۴/۸)

اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے، ہم اس کی تاویل میں تکلف نہیں کرتے جیسا کہ ہمارے غیر کرتے ہیں کہ اس سے مراد علم ہے کیونکہ یہ ایک تاویل ہے جو مذاہب خلف کے مخالف ہے۔ اور صحابہ و تابعین اور تبع تابعین کے بھی بالکل خلاف ہے۔ جب تو سلامتی کے راستہ پر پہنچ گیا۔ جس کا ہم نے ذکر کیا ہے تو اس سے آگے نہ گزر [۱]۔

مولانا ثناء اللہ غیر مقلد مذکورہ حوالہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس عبارت کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ امام شوکانیؒ نہ تو استواء کی تاویل کرتے ہیں اور نہ معیت خداوندی کی تاویل کے قائل ہیں بلکہ ہر قسم کی تاویل پر صحابہ اور سلف صالحین کے مذاہب کے خلاف بتاتے ہیں۔ یعنی ان کے نزدیک ھو معکم کی تاویل علم کے ساتھ کرنے والے مذاہب سلف کے ایسے ہی مخالف ہیں جیسے وہ لوگ جو استواء علی العرش کی تاویل کرتے ہیں [۲]۔

(۴) نواب صدیق حسن خان صاحبؒ (م ۱۸۹۰ء) جن کے متعلق مولانا امرتسری لکھتے ہیں:

ہندوستان کے نامور سلفی اہل حدیث مصنفین میں سے مولانا نواب صدیق حسن صاحب بھوپالی مشہور ترین ہیں [۳]۔ نواب صاحب موصوف کا اس مسئلہ میں مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کے قلم سے ایک مترجم اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

ہمارے نزدیک راجح بات یہ ہے کہ استواء علی العرش اور اللہ کا آسمان پر ہونا اور مخلوق سے مبائن ہونا اور اس کا قرب اور معیت اور جو بھی صفات آئی ہیں۔ کیفیت بتانے اور علم و قدرت کے ساتھ تاویل کرنے کے بغیر ظاہر پر جاری ہیں۔ کیونکہ تاویل کرنے کی کوئی دلیل شرعی وارد نہیں ہوئی [۴]۔

---

[۱] ''رسالہ التحف فی مذاہب السلف'' (ص ۱۳،۱۴) [۲] ''مظالم روپڑی'' (ص ۱۳) [۳] ایضاً
[۴] ''کتاب الجوائز والصلات'' ۲۶۲

مولانا امرتسری اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ یہ عبارت قاضی شوکانی کی عبارت سے بھی واضح تر ہے۔
مطلب اس کا وہی ہے کہ خدا تعالیٰ جیسا کہ عرش پر ہے ویسا ہی زمین پر ہے۔
رہا یہ امر کہ کیسے ہے۔ سو یہ سوال کیفیت سے ہے جو حوالہ بخدا ہے [۱]۔

اسی طرح مولانا امرتسری نے جماعت غیر مقلدین کے وکیل اعظم مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی تائید سے علامہ محمد بن علی شوکانی سے بھی یہی عقیدہ نقل کیا ہے [۲]۔

خود مولانا امرتسری غیر مقلد اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں خدا کی صفت قرب و معیت کو اور اللہ تعالیٰ کا آسمانوں اور زمینوں میں ہونا بلا تاویل یقین کرتا ہوں [۳]۔

اب جس عقیدہ کو یہ اکابرین غیر مقلدین حق کہہ کر اس پر جمے ہوئے ہیں اور اس کو سلف صالحین کا مسلک قرار دے رہے ہیں، علی زئی اس عقیدہ کو باطل باور کر کے علمائے دیوبند کو اس کا الزام دے رہے ہیں۔

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

---

[۱] "مظالم روپڑی" (۱۳) [۲] ایضاً: (۱۲) [۳] ایضاً (۱۱)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا. (الاحزاب)

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

عقیدۂ ختم نبوت

اور

نزول مسیح

جدید تحقیق اور اضافے کے ساتھ تیسرا ایڈیشن

مؤلف

قمر احمد عثمانی

ابن شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ

حرفِ اوّل

عقیدۂ ختم نبوت جس کی قطعیت پر از روئے قرآن واحادیث صحیحہ ہمارا ایمان ہے اور ہم ایک لمحے کے لیے بھی مستقل نبوت تو کیا کسی ظلّی و بروزی نبوت کے تصور کو بھی تسلیم نہیں کر سکتے، تو یہ عقیدہ جزوایمان ہونے کی حد تک تو بجا ہے مگر جب ہم اس کے علی الرغم ان عقائد کو بھی اپنے بنیادی اور اجماعی عقائد میں شامل کر لیتے ہیں۔ جن سے عقیدۂ ختم نبوت کی بنیاد ہی متزلزل ہو جاتی ہے اور پھر ان مزعومہ عقائد کی صحت وقطعیت پر بھی اتنا ہی اصرار کرتے ہیں جتنا عقیدۂ ختم نبوت پر، تو اس کا مطلب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ ہم نے اس عقیدے کو محض جوشِ عقیدت میں اپنا تو لیا ہے لیکن ہم نے اس کے اپنے مقتضیات اور اس کے مخالف عقائد کے نتائج وعواقب پر پوری سنجیدگی کے ساتھ غور نہیں کیا ورنہ ہم ان عقائد کو جو محض ظنیات یا بقول مولانا عبیداللہ سندھیؒ استنباطات واخذ کردہ دلائل پر مبنی ہیں (اور یہ اخذ کردہ دلائل واستنباطات شک وشبہ سے خالی نہیں [1]) ہرگز اپنے بنیادی اور اجماعی عقائد میں شامل نہ کرتے۔

ہماری مذہبی عقیدت اور سادہ لوحی کا یہ عالم ہے کہ دین ومذہب کے نام پر ہمارے سامنے جو بھی تصور پیش کر دیا جائے، ہم اس کے ما لہ وما علیہ پر غور کیے بغیر بڑی معصومیت کے ساتھ اسے حرزِ جان اور جزوایمان بنا لیتے ہیں، مگر اس کے نتائج کی مطلق پروا نہیں کرتے کہ اس کی زد کہاں اور کس پر پڑ رہی ہے؟

ان عقائد میں جن کی براہِ راست زد عقیدۂ ختم نبوت پر پڑتی ہے۔ حیاتِ مسیحؑ، نزولِ مسیحؑ اور ظہور مہدی کے مزعومہ عقائد شامل ہیں اور ان میں سے حیاتِ مسیحؑ اور نزولِ مسیحؑ کا عقیدہ سرفہرست ہے، جس سے عقیدۂ ختم نبوت کی عمارت ہی منہدم ہو جاتی ہے۔

دراصل یہ تینوں عقیدے حضراتِ اہل تشیع کے بارھویں امام، امام غائب اور امام منتظر

---

[1] امالی ''الہام الرحمٰن'' از مولانا عبیداللہ سندھیؒ۔

عقيدة المسلم

محمد الغزالى

وعلى الواقع . فمن الحماقة أن تظن في بشر- مهما علا شأنه- أنه خلق كوكبا من الكواكب ، ولماذا نذهب بعيدا؟ ، إن أحدهم لم يخلق ذبابة أو ما دونها، فكيف يعد إلها من يعجز عن أي خلق؟ بل إن جرثومة من آلاف الجراثيم التي تكمن فى بطن ذبابة، لو سلبت أحدهم . صحته ما قدر على ردها !! فمن أين بعد هذا ينسب إلى الألوهية؟

عيسى بن مريم لم تصادف خرافة من الرواج في العالم مثل الخرافة التي تعد عيسى إلها لهذا العالم، أو شريكا فيه مع الله !! وهذه الخرافة تتسع وتضيق حسب اختلاف الأهواء والآراء . فتارة تعتبر هذا العالم خاضعا لإشراف شركة مساهمة : من الله ، ثم من عيسي وأمه، والروح القدس. وتارة تضيق فتعتبر هؤلاء الشركاء شعبا شتى لحقيقة واحدة، أو مظاهر متعددة لإله واحد، على نحو يعجز العقل عن تصوره. وذلك كله شرود عن الصواب وضلال كبير. "لقد كفر الذين قالوا إن الله هو المسيح ابن مريم ...". "لقد كفر الذين قالوا إن الله ثالث ثلاثة وما من إله إلا إله واحد ...". وعيسى بشر يأكل ويشرب ويقذف من جسمه بالفضلات الحيوانية، فكيف تنفى عنه صفته الإنسانية، أو يزعم له ما هو فوقها؟. "ما المسيح ابن مريم إلا رسول قد خلت من قبله الرسل وأمه صديقة كانا يأكلان الطعام " ثم هو عبد يعنو وجهه لربه الأعلى، ويذل في ساحته، ويسمع ـ في صمت وإقرار ـ هذا التقرير الخطير: "لقد كفر الذين قالوا إن الله هو المسيح ابن مريم قل فمن يملك من الله شيئا إن " أراد أن يهلك المسيح ابن مريم وأمه ومن في الأرض جميعا

وعيسى نفسه يعرف أنه وأمه عبدان فقيران لله. ويوم الحساب يقران بذلك ويستنكران غلو الغالين فيهما. " .... أأنت قلت للناس اتخذوني وأمي إلهين من دون الله قال سبحانك ما يكون لي أن أقول ما ليس لي بحق ..... ما قلت لهم إلا ما أمرتني به أن اعبدوا الله ربي وربكم وكنت عليهم شهيدا ما دمت فيهم فلما توفيتني كنت أنت الرقيب عليهم وأنت على كل شيء شهيد". والواقع الذي يعلو به صوت البديهة: أنه من المستحيل جعل عيسى إلها، يخلق ويرزق، ويحيي ويميت، ويدبر شؤون البلاد والعباد، وأمر السماء والأرض.. إلخ ؛ لأنه فى حياته عبد ضعيف، وبعد مماته رفات موارى فى حفرة من التراب. ومؤلهو عيسى يشعرون بذلك جيدا . ومن ثم فهم يلتمسون له القوة ـ التي تجعل منه إلها ـ من طبيعة

اسلامی عقیدہ

اردو ترجمہ: عقیدۃ المسلم

مصنف: — شیخ محمد غزالی مصری

مترجم: — مولانا عنایت اللہ سبحانی

مکتبہ تعمیر انسانیت

اردو بازار لاہور

حج

- غزو
- ائمہ
- تحریک
- مسلما
- علامہ
- روزگ
- اقبال
- مولانا
- اصتراو
- مولانا
- شاہنا
- ذوق
- اذکار
- پھول
- کربلا
- تذکرۃ
- مسلما
- دینی الا
- امام ا
- دفتر
- تصویر
- فتوح ا
- ذرما

کبھی تو کہا جاتا ہے: اللہ، عیسیٰ، ان کی ماںؑ اور روح القدسؑ پر مشتمل ایک کمپنی ہے، اور
یہ پورا عالم اسی کمپنی کی نگرانی و ماتحتی میں چل رہا ہے۔
کبھی کہا جاتا ہے: یہ سارے شرکاء ایک حقیقت کے مختلف پہلو یا ایک ہی الٰہ کے مختلف
مظاہر ہیں، ایک ایسی بات جس کو سمجھنا عقل کے بس کی بات نہیں۔
یہ سب حق سے انحراف اور انتہائی سخت گمراہی ہے۔
"لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ" (المائدہ: ۷۲)
(ان لوگوں نے کفر کیا، جنھوں نے کہا، اللہ مسیح بن مریم ہی ہیں)
لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ (المائدہ)
(یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنھوں نے کہا، اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔ حالانکہ الٰہ واحد
کے سوا کوئی الٰہ نہیں)
عیسیٰؑ ایک انسان تھے جو کھاتے اور پیتے تھے۔ جسم سے حیوانی فضلات خارج کرتے تھے پھر
ان کی بشریت کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے، یا ان کے فوق البشر ہونے کا دعویٰ کیونکر ممکن ہے؟
"مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ
كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ" (المائدہ: ۷۵)
(مسیح بن مریم اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول تھا۔ اس سے پہلے اور بھی بہت
سے رسول گزر چکے تھے اور اس کی ماں ایک راست باز عورت تھیں۔ دونوں کھانا
کھاتے تھے)
وہ ایک بندے ہیں جن کا چہرہ اپنے بلند رب کی بارگاہ میں جھک جاتا ہے۔ اور وہ پوری خاکساری
اور سعادت مندی اور اعتراف کے انداز میں یہ اعلان سنتے ہیں:
"قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ
وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا" (المائدہ: ۱۷)
(کہو، کوئی اللہ کا کیا بگاڑ سکتا ہے، اگر وہ مسیح بن مریم اور اس کی ماں اور سارے ہی

اہل زمین کو ہلاک کر دینے کا فیصلہ کرلے)
عیسیٰؑ اور ان کی ماں اللہ کے دو محتاج بندے ہیں۔ وہ خود اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔
چنانچہ حساب کے دن وہ اس کا اعتراف کریں گے۔ اور ان کے سلسلے میں جن لوگوں نے غلو کی راہ اختیا[ر]
کی ہو گی، ان سے اپنی بے تعلقی کا اظہار کریں گے۔
"وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ
مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۚ إِنْ
كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۚ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ
عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۔ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ"
(اور تصور کرو جب کہ اللہ کہے گا: اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا
کہ اللہ کے علاوہ مجھے اور میری ماں کو بھی الٰہ بنا لو۔ وہ کہے گا، میرا سر تیرے آگے
[جھ]کا ہوا، میری یہ کہاں مجال کہ میں ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے کوئی حق نہ تھا اگر
میں نے یہ بات کہی ہوتی، تو تجھے ضرور اس کا علم ہوتا۔ تو جانتا ہے جو کچھ میرے
دل میں ہے، اور میں نہیں جانتا جو کچھ تیرے دل میں ہے۔ بلا شبہ تو ساری
پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے۔ میں نے ان سے بس وہی کہا تھا جس
کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی بندگی کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمھارا
بھی۔۔۔!!)
صورتِ واقعہ کے لحاظ سے بھی یہ بات محال ہے کہ عیسیٰؑ کو الٰہ سمجھ لیا جائے۔ اور الٰ[ہ کے]
بارے میں یہ تصور رکھا جائے کہ وہ پیدا کرتے اور روزی دیتے ہیں، مارتے اور جلا[تے ہیں]
زمین اور اہل زمین کی ضروریات کا انتظام کرتے ہیں۔ اور اس کائنات کا نظام چلاتے ہی[ں]
وغیرہ کیونکہ زندگی میں وہ ایک بندۂ ناتواں تھے۔ اور مرنے کے بعد ہڈی اور گوشت کا ایک ڈھا[نچہ]
میں چھپا دیا گیا تھا۔
جو لوگ عیسیٰؑ کی الوہیت کا دعویٰ کرتے ہیں، تو وہ بھی ان باتوں کو خوب جانتے ا[ور]

پیشِ لفظ

حضرت مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

الحمد لله و کفی والصلوة والسلام علی نبینا المصطفی وعلی اله واصحابه ومن اتبع الهدی، اما بعد :

آج ہم جس دور سے گذر رہے ہیں وہ بڑا ہی پرفتن دور ہے، نسل انسانیت عموماً اور مسلمان خصوصاً قسم قسم کے فتنوں میں گھرے ہوئے ہیں مسلمان بحیثیت مسلمان آج جتنے خطرناک حالات سے دوچار ہیں شاید ماضی کی تاریخ ایسی مثالوں سے خالی ہو، ہر سمت سے قصر اسلام پر فتنوں کی ایسی یلغار ہے کہ الامان والحفیظ! طرح طرح کے فتنے ظاہر ہو رہے ہیں، اعتقادی، عملی ظاہری اور باطنی، ہر ایک دوسرے سے بڑھتا جارہا ہے، مگر سب سے خطرناک فتنے وہ ہیں جن کا تعلق اعتقاد سے ہو، ان اعتقادی فتنوں میں سے ایک فتنہ عقیدۂ نزول مسیح علیہ السلام سے یکسر انکار کرنا یا کم از کم اس کی اساسی حیثیت تسلیم کرنے سے اعراض کرنا اور اس کو غیر ضروری ماننا بھی ہے، حتیٰ کہ بعض ایسے اہل علم وقلم بھی جن کی رفعت شان کی طرف اگر ہم نگاہ اٹھا کر دیکھتے ہیں تو ان کے علم وعمل، فضل وکمال اور ان کی عظمت کو اپنی بے پناہ بلندی کی وجہ سے ہماری نگاہیں سر نہیں کرسکتیں وہ بھی اس رو میں بہہ گئے ہیں، حالانکہ اگر دیکھا جائے تو ایک تو خود اس کی اساسی اور کلیدی حیثیت ہے اور دوسرا اس کے انکار کرنے سے اور کتنے فتنوں کو سر اٹھانے کا موقع ملے گا اور مزید کتنی خرابیاں لازم آئیں گی، جبکہ عقیدۂ نزول مسیح علیہ السلام کی اعتقادی حیثیت مسلم ہے اور اس کا ضروریات دین میں سے ہونا اظہر من الشمس ہے کہ نزول مسیح علیہ

براهینِ قاطعہ

بجواب

انوارِ ساطعہ

مروّجہ مولود و فاتحہ اور شرک و بدعات و رسومات کے رد میں لاجواب کتاب
جس میں "انوار ساطعہ" کا مفصّل جواب اور احمد رضا خاں صاحب کے بہتانات کے شافی جواب شامل ہیں

حضرت مولانا خلیل احمد محدّث سہارنپوریؒ
حسب الحکم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
ضمیمہ از: مولانا محمد منظور نعمانی

قسطلانی نے بھی مواہب میں اس معنی کی طرف اشارہ کیا ہے وقیل ہو علی الحقیقۃ لان الانبیاء احیاء عند ربہم یرزقون فلا مانع ان یحجوا
فی ہذہ الحال کما فی صحیح مسلم عن انس انہ صلی اللہ علیہ وسلم رای موسیٰ قائما فی قبرہ یصلی قال القرطبی حبب الیہم العبادۃ فہم یتعبدون بما یجدونہ
ان احادیث اور عبارات محدثین سے معلوم ہوا کہ ارواح انبیاء حج اور نماز وغیرہ عبادتیں کرتی پھرتی ہیں جو ان کے دل میں آوے اور مشکوٰۃ کے باب المعراج
میں بخاری اور مسلم کی حدیث سب کو یاد ہوگی کہ اس میں بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے آسمان پر حضرت آدم ع ملے دوسرے پر حضرت یحییٰ ع
اور عیسیٰ ع تیسرے میں حضرت یوسف ع چوتھے میں حضرت ادریس ع پانچویں میں حضرت ہارون ع چھٹے میں حضرت موسیٰ ع ساتویں میں حضرت ابراہیم ع اب دیکھئے آسمان پر
جانے سے پہلے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام ارواح کل انبیاء ع کی بیت المقدس میں ملی تھیں اور نماز حضرت ع کے پیچھے پڑھی تھی اب یہ ارواح انبیاء ع
آسمانوں پر ملیں پس کس قدر حرکت ہوئی ہر آسمان اس قدر موٹا ہے جس قدر پانسو برس کا رستہ ہو اور زمین سے آسمان تک اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک پانسو برس کا
رستہ ہے پس اس تحقیق کے موافق ایک ذرا عرصہ میں آدم علیہ السلام کی روح ایک ہزار برس کا رستہ اور عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام کی روحیں دو ہزار برس کا رستہ
علیٰ ہذا القیاس ابراہیم ع کی روح سات ہزار برس کا رستہ طے کر گئے اس سرعت سیر کو یاد رکھو عنقریب ہم کچھ فائدہ اس پر مرتب کریں گے اور لکھا شرح مواہب
لدنیہ میں خاتمۃ المحدثین علامہ زرقانی نے لا یمتنع رویۃ ذاتہ علیہ السلام بجسدہ وروحہ وذلک لانہ وسائر الانبیاء صلی اللہ علیہم وسلم ردت الیہم ارواحہم
بعد ما قبضوا واذن لہم فی الخروج من قبورہم للتصرف فی الملکوت العلوی والسفلی نقل کی یہ کلام زرقانی نے تنویر الحلک تصنیف جلال الدین سیوطی
سے کہ شاہ ولی اللہ کے سلسلہ اساتذہ و مشائخ میں ہیں اور خود شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں در ابتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اکثر الامور بید یہ ای
صورۃ الکریمۃ التی کان علیہا مرۃ بعد مرۃ فتفطنت ان لخاصیۃ من تقویم روحہ بصورۃ جسدہ علیہ السلام وانہ الذی اشار الیہ بقولہ ان الانبیاء لا یموتون
وانہم یصلون فی قبورہم ویحجون وانہم احیاء اور حضرت مجدد الف ثانی جلد اول مکتوبات کے مکتوب دو لیست و ہشتاد و دوم میں لکھتے ہیں، امروز در حلقہ بعد از

سمجھا تھا بلکہ آپ حکایت کرتے تھے دیکھئے ماضی کی کیوں کر فرماتے ہیں، کانی انظر، گویا دیکھ رہا ہوں اور نہ فرمایا، فانی انظر پس غالب اور راجح اس میں
یہ ہے کہ معاملہ رؤیا کا ہو اور اگر یقظہ کا ہو تاہم حرج نہیں معترض تقلب ارواح کو باذن اللہ قبول کرتا ہو کلام یہ ہے کہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ ہر
مجلس میں آیا کرتے ہیں اور نصوص سے جو چلنا پھرنا محقق ہوگا اس میں کچھ عذر نہیں یہاں قیاس کا باب مسدود ہے پس اس کو کچھ ثبوت مدعا نہیں ہوتا علیٰ ہذا شیخ
عبد الحق کا قول اور مواہب کا حج کرنے کو جانا اور معراج کی شب میں آسمانوں پر جانا مؤلف کو مفید نہیں اور باب نزاع پر کچھ دلالت اس کو نہیں اور زرقانی کی عبارت جو
تنویر الحلک سیوطی سے نقل کی اس میں بھی صریح ہے کہ خروج عن القبور باذن اللہ تعالیٰ ہے بقولہ واذن لہم الخ مگر تنویر الحلک کی عبارت میں ایک قلیل تصرف
کا ہوا ہے اس کی عبارت یوں ہے واذن لہم فی الخروج من قبورہم والتصرف فی الملکوت الخ واؤ عاطفہ ہے نہ لام جارہ اور تصرف کے معنی بھی چلنا پھرنا
فی القاموس تصرف تقلب فتقلب واصطرف تصرف فی طلب الکسب انتہی مؤلف نے لام جارہ لکھا اور تصرف کے معنی عربی اردو کے بتلائے ہیں مگر تاہم اس
مؤلف کو مفید نہیں چلنے پھرنے سے عالم علوی سفلی میں تشریف آوری مجلس مولود کی لازم نہیں آتی خصوصاً یہ مجالس بدع و مکروہات اور پھر یہاں شہود
حدیث سے کام چلے گا نہ ایسے اقوال سے اور عبارت فیوض الحرمین میں سے بھی وہی مضمون نکلا جو حدیث مسلم میں تھا حج اور حج کرنا اور اپنے
شکل مبارک کا دیکھنا کہ مدینہ طیبہ میں مرقد مبارک پر حاضری کا قصہ ہی جو دل کا ہوتا جب بھی کوئی مطلب ان کا نہیں نکلتا جیسا آگے آتا ہے
حضرت مجدد کی دونوں عبارتوں میں تعلق روحانی ہے اس میں انتقال کی ضرورت نہیں اور متجدد ہونا اور انتقال کرنا بھی ہو تو بھی غرض مؤلف
اس سے حاصل نہیں ہوتی اور پھر ان مکاشفات کو قبول کرنا احکام شرعیہ میں مفید نہیں ان سے حکم ثابت ہو مؤلف کا ایسے موقع استدلال میں

ب لکھے داری سے ارواح کا پھرنا لکھ بند

کامل
تین حصے

احکام اسلام
عقل کی نظر میں

جس میں تمام شرعی احکام کی عقلی حکمتیں مصلحتیں اور احکام الٰہیہ کے اسرار و فلاسفی ظاہر کی گئی ہے
اور ثابت کیا ہے کہ تمام احکام شریعت عین عقل کے مطابق ہیں۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

شرماتا پس حفصہ نے اپنے ہاتھ سے تین مہینے کا اور پھر زیادہ سے زیادہ چار مہینے کی مدت تک کا اشارہ کیا یعنی مرد کو چاہیے کہ تین ورنہ چار ماہ تک ضرور اپنی عورت سے ملے پس حضرت نے لشکروں کے افسروں کے نام خط لکھ کر روانہ کئے اور تاکید کی کہ کسی سپاہی کو چار ماہ سے زیادہ لشکر میں بند نہ رکھا جائے یعنی ہر سپاہی کے ہر چار ماہ کے بعد گھر پر آنے کی رخصت کا عام حکم نافذ فرمادیا۔

وفات انبیاء کے بعد ان کی عورتوں سے اورونکو نکاح حرام ہونے کی وجہ :

انبیاء علیہم السلام کی ارواح طیبہ کو بعد مرگ بھی قریب قریب وہی تعلق اپنے اجسام سے رہتا ہے جو قبل از مرگ تھا یہی وجہ ہے کہ ان کے اجسام مثل اجسام احیاء کے پھولتے پھٹتے نہیں چنانچہ احادیث میں موجود ہے اور یہی وجہ ہے کہ انکی ازواج مثل ازواج احیاء اوروں سے نکاح کرنے کا اختیار نہیں رکھتیں اور یہی وجہ ہے کہ انکے اموال کو مثل احیاء ان کے وارث تقسیم نہیں کرسکتے اور اسی وجہ سے حدیث لاتورث کو معارض آیت یوصیکم اللہ اور آیت لاتنکحوا ازواجه مامن بعده ابدا کو آیت والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً نہیں کہہ سکتے کیونکہ آیت یوصیکم اللہ اور ایت والذین یتوفون کے مصداق وہ ہیں جن کی ارواح کو ان کے ابدان کے ساتھ وہ تعلق نہ رہا ہو جو حالت حیات میں تھا۔ چنانچہ للرجال نصیب مماترك الوالد ان میں لفظ ترک اور ایت والذین یتوفون میں لفظ توفی اس کا شاہد ہے علیٰ ہذا آیت والیخش الذین لوترکوا من خلفهم ذرية ضعافا میں لفظ ترکو قرینہ مضمون معروض ہے کیونکہ جیسے مضمون توفی جس کے معنی لغوی قبض کے ہیں جب بھی چسپاں ہوتا ہے جب کہ کوئی چیز نکال لی جائے اور یہ بات یہاں اسی وقت صحیح ہوسکتی ہے کہ جب روح کو بدن سے نکال باہر کیا جائے کیونکہ الذین کا مصداق آیت والذین یتوفون میں وہی ہے اور نیز وہ نہ ہو تو جسم ہوگا اور ظاہر ہے کہ جسم مورد توفی وقت مرگ نہیں ہوتا کیونکہ وہ کہیں نکالا نہیں جاتا اسلئے بھی کہنا پڑے گا کہ ایسے لوگوں کی روح کو اپنے جسم سے وہ علاقہ نہیں رہتا جو وقت حیات تھا ایسے ہی مضمون ترك بھی گرفتار ان

افراد کو بیک وقت جھٹلانا ان کے لئے آسان نہیں...... تو بھی یہ بات ظاہر ہے کہ انہوں نے موت کے بعد پیش آنے والے واقعات کا مشاہدہ نہیں کیا' البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ از خود رفتگی کے عالم میں انہیں اس جہاں کی کچھ جھلکیاں نظر آئیں جس کا دروازہ موت ہے۔

میڈیکل سائنس چونکہ صرف ان چیزوں پر یقین رکھتی ہے جو آنکھوں سے نظر آجائیں یا دوسرے حواس کے ذریعے محسوس ہو جائیں اس لئے ابھی تک وہ انسانی جسم میں "روح نام" کی کسی چیز کو دریافت نہیں کر سکی اور نہ "روح" کی حقیقت تک اس کی رسائی ہو سکتی ہے۔ (اور شاید روح کی مکمل حقیقت اسے جیتے جی کبھی معلوم نہ ہو سکے' کیونکہ قرآن کریم نے "روح" کے بارے میں لوگوں کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے یہ فرمادیا ہے کہ "روح" میرے پروردگار کے حکم سے ہے اور تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے) لیکن قرآن و سنت سے یہ بات پوری وضاحت کے ساتھ معلوم ہوتی ہے کہ زندگی جسم اور روح کے مضبوط تعلق کا نام ہے اور موت اس تعلق کے ٹوٹ جانے کا۔ اس سلسلے میں یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہم اپنی بول چال میں موت کے لئے جو "وفات" کا لفظ استعمال کرتے ہے وہ قرآن کریم کے ایک لفظ "توفی" سے ماخوذ ہے قرآن کریم سے پہلے عربی زبان میں یہ لفظ "موت" کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا تھا' عربی

زبان میں موت کے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے تقریباً چوبیس الفاظ استعمال ہوتے تھے' لیکن "وفاۃ" یا "توفی" کا اس معنی میں کوئی وجود نہ تھا۔ قرآن کریم نے پہلی بار یہ لفظ موت کے لئے استعمال کیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ زمانہ جاہلیت کے عربوں نے موت کے لئے جو الفاظ وضع کئے تھے کہ وہ سب ان کے اس عقیدے پر مبنی تھے کہ موت کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے قرآن کریم نے "توفی" کا لفظ استعمال کر کے لطیف انداز میں ان کے اس عقیدے کی تردید کی' "توفی" کے معنی ہیں کسی چیز کو پورا پورا وصول کر لینا اور موت کے لئے اس لفظ کو استعمال کرنے سے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ موت کے وقت انسان کی روح کو اس کے جسم سے علیحدہ کر کے واپس بلا لیا جاتا ہے اسی حقیقت کو واضح الفاظ میں بیان کرتے ہوئے "سورۃ زمر" میں قرآن کریم نے ارشاد فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ انسانوں کی موت کے وقت ان کی روحیں قبض کر لیتا ہے اور جو لوگ مرے نہیں ہوتے ان کی روحیں ان کی نیند کی حالت میں واپس لے لیتا ہے وہ پھر جن کی موت کا فیصلہ کر لیتا ہے ان کی روحیں روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک معین وقت تک چھوڑ دیتا ہے' بیشک اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں"۔ (سورۃ الزمر - ۴۲) دوسری طرف حضرت آدم علیہ السلام کو زندگی عطا کرنے

قادیانی مرتد پر خدائی تلوار

تصنیف لطیف:۔

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ

ALAHAZRAT NETWORK

اعلحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

پازدن ہو۔

قادیانی صدہاوجہ سے منکر ضروریات دین تھا اور اس کے پس ماندے حیات و وفات سیدنا عیسیٰ رسول اللہ علیٰ نبینا الکریم وعلیہ صلوات اللہ وتسلیمات اللہ کی بحث چھیڑتے ہیں، جو ایک فرعی سہل خود مسلمانوں میں ایک نوع کا اختلافی مسئلہ ہے جس کا اقرار یا انکار کفر تو درکنار ضلال بھی نہیں (فائدہ نمبر۴ میں آئے گا کہ نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے) نہ ہرگز وفات مسیح ان مرتدین کو مفید، فرض کردم کہ رب عزوجل نے ان کو اس وقت وفات ہی دی، پھر اس سے ان کا نزول کیونکر ممتنع ہوگیا؟ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موت محض ایک آن کو تصدیق وعدہ الہیہ کے لئے ہوتی ہے، پھر وہ ویسے ہی حیات حقیقی دنیاوی وجسمانی سے زندہ ہوتے ہیں جیسے اس سے پہلے تھے، زندہ کا دوبارہ تشریف لانا کیا دشوار؟ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

الانبیآء احیاء فی قبور ھم یصلون (مسند ابویعلی، مروی از انس رضی اللہ عنہ، حدیث ۳۴۱۲، موسسہ علوم القرآن بیروت، ۳/۳۷۹)

انبیاء زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔

(2)

معاذ اللہ! کوئی گمراہ بددین یہی مانے کہ ان کی وفات اوروں کی طرح ہے جب بھی ان کا تشریف لانا کیوں محال ہوگیا؟ وعدہ

وحرام علی قریۃ اھلکنھا انھم لا یرجعون (القرآن الکریم، ۲۱/۹۵)

(اور حرام ہے اس بستی پر جسے ہم نے ہلاک کردیا کہ پھر لوٹ کر آئیں)

ایک شہر کے لئے ہے، بعض افراد کا بعد موت دنیا میں پھر آنا خود قرآن کریم سے ثابت ہے جیسے سیدنا عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام، قال اللہ تعالیٰ

فاماتہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ (القرآن الکریم، ۲/۲۵۹)

تو اللہ نے اسے زندہ رکھا سو برس پھر زندہ کر دیا۔

سوادِ اعظم

احمدیہ مسلم جماعت کے خلاف ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ یہ ایک اقلیت ہے جس کے مقابل پر اکثریتی مسلمان اس سے بالکل مختلف اور متضاد عقائد رکھتے ہیں۔ چنانچہ اقلیت ہونے کی بناء پر احمدیہ مسلم جماعت غلط راستہ پر ہے کیونکہ اسلام میں سوادِ اعظم یعنی اکثریتی مسلمانوں کی راہ کو حق قرار دیتے ہوئے اس پر چلنے کی تاکید کی گئی ہے۔ لیکن جب سُنّی بریلوی فرقہ کے لوگ، خود کو اکثریتی گروہ یعنی سوادِ اعظم قرار دیتے ہوئے، یہی اصول دیوبندی گروہ پر عائد کرتے ہوئے انہیں سوادِ اعظم کی راہ سے ہٹا ہوا قرار دیتے ہیں تو دیوبندی علماء کو وہ احادیث یاد آجاتی ہیں جن میں حق سچ کا معیار تعداد نہیں بلکہ اتباع قرآن وسنّت قرار دیا گیا ہے، جن میں بہتّر کے مقابلہ میں ایک فرقہ کو سچا قرار دیتے ہوئے اسے طائفۂ منصورہ کہا گیا ہے۔ یعنی تمہاری زلف میں پہنچی تو۔۔۔

براہینِ قاطعہ

بجواب

انوارِ ساطعہ

مروّجہ مولود و فاتحہ اور شرک و بدعات و رسومات کے رد میں لاجواب کتاب
جس میں "انوار ساطعہ" کا مفصل جواب اور احمد رضا خاں صاحب کے بہتانات کے شافی جواب شامل ہیں

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ
حسب الحکم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
ضمیمہ از: مولانا محمد منظور نعمانی

اردو بازار کراچی ۱ فون ۲۶۳۱۸۶۱

معلوم ہے انتہا یہ کہ اس وقت میں جو حکام فرماں روا انگریز ہیں کہ ان کو کچھ علاقہ تعظیم و آداب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں باایں ہمہ انھوں نے بھی اپنی کچہری اور محکمہ میں جابجا اہل اسلام کے لئے مثل عیدا ور بقرا عید اور شب برات کے ایکدن چھٹی اور تعطیل کا واسطے خوشی میلاد حضرت خیر العباد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہویں تاریخ ربیع الاول کو مقرر کر رکھا ہے افسوس صد افسوس کہ حکام انگریز اپنے کاروبار ضروری میں ایسے حرج منظور کریں اور اپنے حقوق خدمت اور کارگذاری کو اس روز کے واسطے بجا آوری مراسم فرحت و سرور و تعظیم حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے موقوف کریں یہ لوگ اس کے مقابل میں زبان مبارک سے فرماویں معاذ اللہ منہا کہ یہ فعل بدعت ہے اور ضلالت ہے اس دینداری اور خوش عقیدگی پر افسوس کیا خوب قدر پہچانی حضرت شفیع محشر کی صلی اللہ علیہ وآلہ واتباعہ وحبیبہ اجمعین خیر انکار کرنے والے انکار کریں اگر ان کو بھی توفیق ہو کنارہ کریں محفل پاک کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مگر ہم اس وقت تک کا ثبوت کامل دیکھے کہ مشرق سے مغرب تک کل ممالک اسلامیہ میں اہل اسلام اس عمل پاک کو محمود اور مستحسن جانتے ہیں بس کافی ہے ہم کو حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کہ فرماتے ہیں مارآہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن یعنی جس چیز کو مسلمان لوگ اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے اور ہندوستان کے کسی نواح یا ضلع میں اگر دس پانچ مولوی اس آخری دورہ میں کہ فتنہ و فساد کا وقت ہے اپنا ایک جرگہ باندھ کر کچھ اس عمل کو برا کہنے لگیں تو افسوس

قولہ بس کافی ہے ہم کو حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ الخ **اقول** مؤلف نے الفاظ ہی یاد کرلئے ہیں معنی تو کسی سے پڑھے ہی نہیں یہ سمجھ لیا کہ جس کام میں بہت سے مسلمان جمع ہو گئے تو وہ امر جائز ہو گیا حالانکہ مبتدعین فسقہ متبعین سنت سے زائد ہیں اس زمانہ میں ہزار گونہ کی نسبت ہو گئی اور حدیث لایزال طائفۃ من امتی کو جو لکھی گئی اور حدیث بدا الاسلام غریباً وسیعود کما بدء فطوبیٰ للغرباء الحدیث اور مثل اس کے سب کو پس پشت ڈال رہا ہے کہ ان احادیث میں طائفہ اور غرباء کی مدح ہو رہی ہے اب اپنے حسب عادت ان کو رد کر دے تو اس سے عجب نہیں سو سنو کہ ان احادیث سے تو یہ مراد ہے کہ جس وقت میں تمام دنیا میں حب دنیا و جاہ و اتباع ہو ہی جاوے گا اس وقت میں وہی دو چار متبع سنت مقبول ہوویں گے ان کو طوبیٰ ہو اور حدیث مارآہ المسلمون اس کے یہ معنی ہیں کہ اگر کسی امر میں نص صریح قرآن و حدیث و اجماع امت سابقہ سے نہ ہو اور اس پر باشارہ و دلالۃ النص تمام علماء جمع ہوویں کیونکہ لام استغراق کا المسلمون میں موجود ہے اور اسلام مطلق سے فرد کامل اسلام کے مراد ہے تو کل مسلمین علماء مجتہدین ہی ہوتے ہیں پس تمام علماء کملاء اس کو دلالۃ النص سے بوجہ اسلام کامل کے حسن اعتقاد کریں اور جانیں کیونکہ مشتق منہ علت حکم کی ہوتا ہے پس ایسا امر عند اللہ بھی حسن ہی ہوگا اور اس کے معنی بعینہٖ وہی ہیں کہ فرمایا لا تجتمع امتی علی الضلالۃ اور یہ اور وہ دو قول حدیث اجماع قطعی کو ارشاد فرماتے ہیں پس مؤلف آنکھ کھول کر دیکھے کہ اجماع کس کا معتبر ہوتا ہے اور اجماع کس وقت اور کس شرائط سے قابل اعتماد ہوتا ہے اور یہاں قیود مروجہ مولود میں وہ شرائط ہیں یا نہیں ابھی بحث ادلہ اربعہ میں کہا گیا ہے اگر مؤلف کو کچھ علم ہے تو دیکھ لیوے تو شاید یہ سمجھ جاوے کہ یہی جرگہ دس پانچ کا طائفۃ من امتی اور طوبیٰ للغرباء کا مورد ہے اور یہ مجلس مولود مروج خارج از ادلہ اربعہ ہے زیادہ تطویل کرنا اور بار بار اعادہ مضامین کا کچھ ضرور نہیں مگر اس قدر ہر عاقل سمجھ لیوے کہ مارآہ المسلمون اس وقت ہے کہ ادلہ ثلثہ شرعیہ سے اس کا کچھ صریح ثبوت نہ ہو ورنہ جب ان ادلہ سے قبح کسی شی کا ثابت ہے تو وہ شی عند اللہ قبیح ہو چکی اب تمام دنیا کے حسن جاننے سے بھی وہ حسن نہیں ہو سکتی مگر ہاں جب ادلہ ثلثہ میں صریح نہیں تو ضرور ضمنی طور پر کچھ ہوگا اس وقت جب سب علماء جمع

لے خرابی ۔ سے چھوٹی جماعت ۔ سے گروہ ۔ سے جاہ دل و دلائل سے جامع ۔

فقہ میں اجماع کا مقام

فقہ اور اسلامی قانون کے عظیم ماخذ "اجماع" اور اُس کی اَقسام و
مَراتب کا دِل نشیں تعارف اور حُجیتِ اجماع پر مُحققانہ بحث

مولانا مُفتی مُحمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ

اِدارۃُ المعارِف کراچی ۱۴

(۲) اس نجات یافتہ فرقہ کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض احادیث میں " اَلسَّوَادُ الْاَعْظَمُ " اور بعض روایات میں " اَلْجَمَاعَۃُ " بتایا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ " اَلسَّوَادُ الْاَعْظَمُ " اور " اَلْجَمَاعَۃُ " درحقیقت اس نجات پانے والے ایک ہی فرقہ کے دو نام ہیں، اور یہ فرقہ ایسے لوگوں کا مجموعہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کی سُنّت پر قائم ہوں، صرف انہی لوگوں کا راستہ راہِ ہدایت و نجات ہے، اس کے خلاف سب راستے گمراہی اور جہنّم کی طرف جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ پیچھے حدیث نمبر ۵ تا نمبر ۹ میں " الجماعۃ " اور " سوادِ اعظم " کے اتباع کا حکم نہایت تاکید سے دیا گیا، جن کی خصوصیت یہ بتائی گئی ہے کہ " اُن پر اللہ کا ہاتھ ہے " اُن کے اتباع کی تاثیر یہ بتائی گئی کہ وہ نفس و شیطان کی حیلہ سازیوں سے بچاتا ہے، اور اس کی مخالفت کی سزا دنیا میں قتل اور آخرت میں جہنّم کی آگ مقرر فرمائی گئی ہے۔ (نعوذ باللہ منہا)

بہر حال زیرِ بحث حدیث (نمبر ۱۰) سے بھی وہ بات معلوم ہوئی جو پچھلی تمام احادیث سے ثابت ہوتی آرہی ہے کہ اُمّت میں فساد اور بگاڑ پھیل جانے کے باوجود مسلمانوں کا ایک فرقہ حق پر قائم رہے گا پوری اُمّت کا مجموعہ کبھی گمراہی پر متفق نہ ہوگا، جس کا لازمی نتیجہ وہی ہے جو " حُجّیّتِ اِجماع " کا حاصل ہے کہ " اُمّت کا متفقہ عقیدہ، عمل یا فیصلہ کبھی غلط نہیں ہوسکتا، اس کا اتباع فرض اور مخالفت سخت حرام ہے۔"

یہاں تک حُجّیّتِ اجماع پر ہم نے قرآنِ حکیم کی پانچ آیات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دس حدیثیں بیان کی ہیں، جو چوالیس صحابۂ کرامؓ نے روایت کی ہیں۔

اِن صحابۂ کرامؓ کے بعد اب تک ہر زمانے میں اِن احادیث کو نسلاً بعد نسلٍ کن کن حضرات نے روایت کیا، اور ان کی مجموعی تعداد ہر زمانہ میں کتنی کتنی رہی؟ یہ سب

حکیم الامت حضرت مولینا اشرف علی تھانویؒ کو حق تعالیٰ نے مسلمانوں کی دینی تربیت و اصلاح اخلاق کیلئے چن لیا تھا۔ آپکی مجالس علم و معرفت کیساتھ اصلاح ظاہر و باطن میں نسخہ اکسیر کا حکم رکھتی تھیں، یہ حضرت کی مجالس کے خاص خاص اور اہم ملفوظات ہیں جن کو حضرت مولینا مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنے قیام تھانہ بھون میں قلم بند فرمالیا تھا اور اب پہلی بار کتابی صورت میں ہدیہ ناظرین ہیں۔

تحریر و ترتیب

ناشر

مقابل مولوی مسافرخانہ کراچی ۱

تصوّف علومِ طبعیہ میں سے ہے

ارشاد فرمایا کہ اصول تصوّف میں غور کرو تو وہ سب علوم طبعیہ میں سے ہیں ذرا بھی طبیعت میں سلامت ہو تو خود بخود آدمی کے دل میں وہی آئے گا، جو بزرگوں نے فرمایا ہے۔

سوادِ اعظم کی تفسیر

فرمایا کہ فتنہ اور اختلافات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوادِ اعظم کا اتباع کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ سوادِ اعظم کے مفہوم میں علماء کے متعدد اقوال میں راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد تو وہی ہے جو ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے۔ یعنی جس طرف مجمع زیادہ اور اکثریت ہو اس کا اتباع کیا جائے مگر میرے نزدیک یہ مخصوص ہے زمانہ خیر القرون کے ساتھ جس میں مجموعی اعتبار سے خیر غالب تھی۔ آج کل کی اکثریت اس ارشاد کا مصداق نہیں کیونکہ آج کل تو عموماً غلبہ اور اکثریت بے راہ چلنے والوں کی ہے۔

اصول تصوّف

فرمایا کہ فن تصوّف کا حاصل دو چیزیں ہیں۔ ایک ذکر اللہ۔ دوسرے طاعت یعنی اتباع احکام شرعیہ۔ مختلف قسم کے اشغال جو صوفیہ میں رائج ہیں۔ وہ طریق کا جز نہیں۔ ضرورۃً استعمال کیا جاتا ہے۔

خشوع کی حقیقت

ارشاد فرمایا کہ خشوع کی حقیقت سکونِ قلب ہے یعنی حرکت فکریہ کا انقطاع۔ اس کے حاصل کرنے کے طریقے مختلف مزاجوں کے اعتبار سے مختلف

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی
ملفوظات
حکیم الامت
ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

لئے ایک کاپی الگ بنا رکھی ہے جس کو قرض دیتا ہوں اس میں لکھ لیتا ہوں اور جو پرچہ کے ذریعہ سے لیتا ہے وہ پرچہ بھی محفوظ رکھتا ہوں اور وصول ہونے پر پرچہ واپس کر دیتا ہوں اور اس رقم کو باقساط ادا کرنے والے کے سامنے اس میں وصول لکھ لیتا ہوں اور اس کو دکھا دیتا ہوں کہ دیکھو یہ وصول لکھ لیا ہے اس میں بڑی مصلحت ہے ہر دو طرف اطمینان ہو جاتا ہے جو کام اصول کے ماتحت ہوگا۔ اس میں کبھی الجھن یا پریشانی نہ ہوگی آجکل بدانتظامی کا نام بزرگی رکھ رکھا ہے۔

ملفوظ ۵۷: سواد اعظم میں نور شریعت ہونا ضروری ہے

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ مدرسہ میں ممبران کی کمیٹی قائم ہے اور کثرت رائے سے فیصلہ ہوتا ہے اور اس کو سواد اعظم سے تعبیر کرتے ہیں اس ہی معنی کو بنا جمہوریت قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا سواد اعظم سے مراد تو بیاض اعظم ہے یعنی نور شریعت جس جماعت میں ہو (اگر چہ وہ قلیل ہو) مگر لوگوں کو ایسی ہی باتوں میں سواد (مزہ) آتا ہے۔

ملفوظ ۵۸: اپنے رنج کا اظہار جائز ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مدرسہ کے ممبران کی نسبت (جنہوں نے ایک فضول تحریر سے رنج دیا تھا) میں نے نیت کر لی کہ جس جس کا خط آئے گا جتلاؤں گا ضرور کہ مجھ کو رنج ہے اور خدانخواستہ مجھ کو بغض نہیں کینہ نہیں عداوت نہیں ہاں رنج ضرور ہے اس کو ظاہر کروں گا۔ فرمایا بعض اوقات کسی سے اتنا انتقام لے لینا اچھا ہے اس سے دل صاف ہو جاتا ہے مگر زیادہ پیچھے پڑنا نہ چاہئے۔

ملفوظ ۵۹: فقہی سوال و جواب کے لئے لفافہ کی ضرورت

فرمایا! ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ پیر کو سب باتوں کا علم ہونے کا جس کا عقیدہ ہو وہ شخص کافر ہو یا کیا۔ بہت سے لوگ اس کی اقتداء سے باز رہتے ہیں۔ (جواب) ایسے مضمون کے جواب کیلئے کارڈ کافی نہیں۔ پھر اسی سلسلہ میں فرمایا کہ کسی امام کے متعلق سوال معلوم ہوتا ہے اماموں کے پیچھے لوگ ہاتھ دھو کر پڑے رہتے ہیں۔ اگر لفافہ جواب کیلئے بھیجیں گے تب کان

تحریکِ آزادئ ہند
اور
مسلمان

حصّہ دوم

جو "مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم" اور اضافوں پر مشتمل ہے

سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
۱۳۔ای، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور (پاکستان)

فِی الدِّیْنِ ۔ (التوبہ۔آیت ۱۱)

"پس اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تب وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔"

مگر یہاں نماز اور زکوٰۃ کی شرط کو محض بے معنی سمجھا جاتا ہے۔ برادری اور ولایت تو درکنار، امامت اور سرداری تک کے لیے یہ چیزیں شرط نہیں ہیں۔ بلکہ خدا کی مقرر کی ہوئی اِن شرطوں کا نام لے لیجیے تو تیوریوں میں بل پڑ جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ احادیث میں التزامِ جماعت اور اطاعتِ امام کے متعلق جو احکام ہیں، اور مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ[1] اور اسی قسم کی جو وعیدیں جماعت اور امام سے الگ ہونے والوں کو سنائی گئی ہیں، انہیں کوئی واسطہ اُن جماعتوں اور اماموں سے نہیں ہے جو محض قوم پرستی کے اصولوں پر دُنیوی اغراض کے لیے بنی ہوں۔ وہاں تو التزامِ جماعت سے مراد دراصل اُس جماعت کا التزام ہے جو دُنیوی اغراض سے پاک ہو کر خالصۃً لوجہ اللہ اسلام کے مشن کی خدمت کے لیے بنی ہو۔ ایسی جماعت سے الگ ہونے کا نتیجہ یقیناً نارِ جہنم ہے اور ہونا چاہیئے۔ مگر ان ہدایات کو دُنیوی جتھہ بندی اور سیاسی پارٹیوں کی وفاداری کے لیے دلیل بنانا خدا کے رسول پر بہتان گھڑنا ہے۔ کسی قوم کو کسی دوسری قوم کے مقابلہ میں اگر معاشی یا سیاسی اغراض کے لیے جدّوجہد کرنی ہو تو وہ عام قوانینِ طبیعی کے مطابق اپنا جتھہ بنائے اور قوت فراہم کرنے کی کوشش کرے۔ اسے خدا کو بیچ میں لانے کا کیا حق ہے؟ دو قوموں کی خالص نفسانی کشمکش میں آخر خدا کو جانبدار بننے کی کیا حاجت پیش آئی ہے کہ ایک کی جتھہ بندی سے الگ ہونے والوں کو تو وہ جہنم کی سزا دے اور دوسری کے جتھے کو تقویت پہنچانے کے لیے وہ ہر اُس شخص کے سامنے جہنم پیش کر دے جو اس سے الگ ہو یا الگ رہے؟

بعض لوگ اس دھوکے میں مبتلا ہیں کہ مسلمانوں کی اکثریت کا نام "سوادِ اعظم" ہے اور

---

[1] جو جماعت سے الگ ہوا وہ آگ میں گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ سوادِ اعظم کا ساتھ دو، لہٰذا مسلمانوں کی اکثریت جس سیاسی پارٹی کی حامی اور جس قیادت کی متبع ہے اس کے ساتھ رہنا ضروری ہے لیکن یہ ارشادِ نبویؐ کی سراسر غلط تعبیر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلمؐ نے جس سوادِ اعظم کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے اس سے مراد دراصل اُن مسلمانوں کی اکثریت ہے جن کے اندر اسلامی شعور موجود ہو، جو حق اور باطل کی تمیز رکھتے ہوں اور جن کو اسلام کی رُوح اور اس کے بنیادی اصولوں سے کم از کم اِتنی واقفیت ضرور ہو کہ اسلام اور غیر اسلام میں فرق کر سکتے ہوں۔ ایسے مسلمانوں کی اکثریت کبھی باطل پر مجتمع نہیں ہو سکتی، اور اگر وہ کبھی کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو بھی جائے تو اس پر زیادہ دیر تک جمی نہیں رہ سکتی۔ اِسی بنا پر حضورؐ نے سوادِ اعظم کا ساتھ دینے کی تاکید فرمائی۔ مگر جو لوگ اِن ضروری صفات سے عاری ہوں اور جن میں کھرے اور کھوٹے کی بالکل ابتدائی پرکھ بھی نہ ہو اُن کے ٹولے کا نام ہرگز "سوادِ اعظم" نہیں ہے، نہ اِن کی جماعت اسلامی مفہوم کے اعتبار سے "جماعت" ہے، نہ اُن کی امارت اسلامی اصطلاح کی رُو سے "امارت" ہے، نہ ان کی اس امارت کو کسی حیثیت سے بھی سمع وطاعت کا حق پہنچتا ہے۔ محض لفظ "مسلمان" سے دھوکا کھا کر جو لوگ جاہلیت کی پیروی کرنے والوں کی تنظیم کو تنظیم سمجھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس نوعیت کی کوئی تنظیم خالص اسلامی نقطۂ نظر سے مفید ثابت ہوگی اُن کی کند ذہنی ماتم کی مستحق ہے۔

(ترجمان القرآن۔ جنوری ۱۹۴۰ء)

اجماع

کی حقیقت

اجماع امّت کے نام نہاد اصول کو احمدیہ مسلم جماعت کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ اس کے عقائد کے خلاف امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجماع کے متعلق اصولی گفتگو کو نظر انداز کر کے ایک تحریر پیش کر کے یہ باور کرانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ گویا حضورؑ نے اجماع کو ایک مستند اصول تسلیم کیا ہے۔ لہٰذا اس خود تسلیم شدہ اصول کے مطابق احمدیہ مسلم جماعت کے عقائد اجماع امت کے خلاف ٹھہرتے ہیں۔ لیکن خود دیوبندی تحریروں کے مطابق ہر کسی کا اجماع قابل قبول نہیں بلکہ صرف ان علماء وفقہاء کا اجماع مستند ہوگا جو ''متبع سنت'' ہوں گے یا دیگر الفاظ میں دیوبندی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں گے۔

﴿۲۶﴾

ابن صیاد کے دجال معہود ہونے پر صحابہ کا کہاں اجماع تھا۔ اس کے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ یہ اجماع مسلم کی حدیث سے جو ابی سعید الخدری سے بیان کی ہے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں ابن صیاد کہتا ہے کہ لوگ کیوں مجھے دجال معہود کہتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اس وقت کہنے والے صرف صحابہ تھے اور کون لوگ تھے؟ جو اس کو دجال کہتے تھے۔ یہ حدیث صاف بتلا رہی ہے کہ صحابہ کا اس بات پر اجماع تھا کہ ابن صیاد ہی دجال معہود ہے۔ صحابہ کی کوئی ایسی بڑی جماعت نہ تھی جن کے اجماع کا حال معلوم ہونا محالات میں سے ہوتا بلکہ ان کا اجماع بباعث وحدت مجموعی ان کی کے بہت جلد معلوم ہو جاتا تھا۔ پھر تین صحابیوں کا قسم کھانا کہ حقیقت میں ابن صیاد ہی دجال معہود ہے صاف اجماع پر دلالت کرتا ہے کیونکہ ان کے مخالف منقول نہیں!

پھر بعد اس کے آپ دریافت فرماتے ہیں کہ اجماع کی حقیقت کیا ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس سوال سے آپ کا مطلب کیا ہے؟ ایک جماعت کا ایک بات کو بالاتفاق مان لینا ہی اجماع کی حقیقت ہے جو صحابہ میں بآسانی محقق ہو سکتی تھی اگرچہ دوسروں میں نہیں۔

اور یہ جو آپ نے دریافت فرمایا ہے کہ کہاں یہ حدیث ہے کہ ''آنحضرت صلعم ابن صیاد کے دجال ہونے پر ڈرتے تھے۔'' سو واضح ہو کہ وہ حدیث مشکوٰۃ میں بحوالہ شرح السنّہ موجود ہے اور اصل عبارت حدیث کی یہ ہے۔ فَلَمْ یَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم مُشْفِقًا اَنَّہٗ ھُوَ الدَّجَّالُ۔

اور آپ نے جو دریافت فرمایا تھا کہ بعض اکابر کا قول اشاعۃ السنّہ میں کہاں ہے جس میں یہ لکھا ہو کہ بعض موضوع حدیثیں کشف کے ذریعہ سے صحیح ہو سکتی ہیں اور صحیح موضوع ٹھہر سکتی ہیں سو وہ قول ریویو براہین احمدیہ کے صفحہ ۳۴۰ میں موجود ہے جس میں آپ نے بتائیداپنے خیال کے شیخ ابن عربی صاحب کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ ''ہم اس طریق سے آنحضرت صلعم سے احادیث کی تصحیح کرا لیتے ہیں۔ بہتیری حدیثیں ایسی ہیں جو اس فن کے لوگوں کے نزدیک صحیح ہیں اور وہ ہمارے نزدیک صحیح نہیں اور بہتیری حدیثیں ان کے نزدیک موضوع ہیں اور آنحضرت صلعم کے قول سے بذریعہ کشف صحیح ہو جاتی ہیں۔'' اب اگرچہ میں اس بات پر زور نہیں دیتا کہ ایمانی طور پر آں مکرم کا یعنی آپ کا یہی عقیدہ ہے لیکن میں آپ کے فحوائے بیان سے سمجھتا ہوں بلکہ ہر یک تدبر کرنے والا سمجھ سکتا ہے کہ امکانی طور پر ضرور آپ کا یہی عقیدہ ہے کیونکہ اگر یہ امر بکلی آپ کے عقیدہ سے باہر تھا تو پھر اس کا ذکر کرنا بطور لغو ہوتا ہے جو آپ کی شان سے بعید ہے۔

﴿۴۱﴾

رسول کریم یقین نہیں کروں گا۔ جب تک کوئی مجھ کو مدلل طور پر سمجھا نہ دیوے کہ درحقیقت کوئی مخالفت نہیں ہاں سلسلہ تعامل کی حدیثیں اس سے مستثنٰی ہیں۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ'' قرآن کریم کو حدیث کا معیار صحت ٹھہرانے میں کوئی علماء سلف میں سے تمہارے ساتھ ہے۔'' سو حضرت میں تو حوالہ دے چکا اب ماننا نہ ماننا آپ کے اختیار میں ہے۔

پھر آپ مجھ سے اجماع کی تعریف پوچھتے ہیں میں آپ پر ظاہر کر چکا ہوں کہ میرے نزدیک اجماع کا لفظ اس حالت پر صادق آ سکتا ہے کہ جب صحابہ میں سے مشاہیر صحابہ ایک اپنی رائے کو شائع کریں اور دوسرے باوجود سننے اس رائے کے مخالفت ظاہر نہ فرماویں تو یہی اجماع ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اسی صحابی نے جو امیر المومنین تھے ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت قسم کھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو اپنی رائے ظاہر کی اور آنحضرت نے اس سے انکار نہیں کیا اور نہ کسی صحابی نے اور پھر اسی امر کے بارے میں ابن عمر نے بھی قسم کھائی اور جابر نے بھی اور کئی صحابیوں نے یہی رائے ظاہر کی تو ظاہر ہے کہ یہ امر باقی صحابہ سے پوشیدہ نہیں رہا ہوگا۔ سو میرے نزدیک یہی اجماع ہے۔ اور کون سی اجماع کی تعریف مجھ سے آپ دریافت کرنا چاہتے ہیں؟ اگر آپ کے نزدیک یہ اجماع نہیں تو آپ جس قدر ابن صیاد کے دجال معہود ہونے پر صحابہ نے قسمیں کھا کر اس کا دجال معہود ہونا بیان کیا ہے یا بغیر قسم کے اس بارے میں شہادت دی ہے دونوں قسم کی شہادتیں بالمقابل پیش کریں اور اگر آپ پیش نہ کر سکیں تو آپ پر حجت من کل الوجوہ ثابت ہے کہ ضرور اجماع ہو گیا ہوگا کیونکہ اگر انکار پر قسمیں کھائی جاتیں تو ضرور وہ بھی نقل کی جاتیں آنحضرت صلعم کا قسم کو سن کر چپ رہنا ہزار اجماع سے افضل ہے اور تمام صحابہ کی شہادت ہے پھر اگر یہ چھیڑ چھاڑ فضول نہیں تو اور کیا ہے!

پھر آپ فرماتے ہیں کہ'' ابن صیاد کے دجال ہونے پر کب آنحضرت صلعم نے اپنی زبان سے اپنا ڈرنا ظاہر فرمایا ہے۔'' مَیں کہتا ہوں کہ تمام باتیں تصریح سے ہی ثابت نہیں ہوتیں اشارہ سے بھی ثابت ہو جاتی ہیں جس حالت میں صحابی کا یہ قول ہے کہ جس وقت تک آنحضرت صلعم بعد دیکھنے ابن صیاد کے زندہ رہے اس بات سے ڈرتے رہے کہ وہی دجال معہود ہوگا جیسے لَـمْ یَـزَل کے لفظ سے ظاہر ہے اس صورت میں کوئی دانا خیال کر سکتا ہے کہ اس طول طویل مدت کا ڈر ایک احتمالی بات تھی؟ اور اس لمبی مدت میں کبھی آنحضرتؐ نے اپنے منہ سے نہیں فرمایا تھا۔ جس حالت میں آنحضرتؐ آپ ہی فرماتے ہیں کہ ہر ایک نبی دجال سے ڈراتا رہا ہے اور میں بھی ڈراتا ہوں تو اس صورت میں کیونکر سمجھ آ سکتی ہے کہ جو ڈر آنحضرتؐ کے دل میں مخفی تھا وہ کسی ایسی مدت میں کسی صحابی پر ظاہر نہیں کیا۔ ماسوا اس کے جب ایک ادنیٰ قال سے ایک شخص ایک بات بیان کر کے اس کا قائل ٹھہرتا ہے ایسا ہی اپنے اشارات اور ایماء ات اور حالات سے اس کو ادا کر کے اس کا قائل قرار پاتا ہے سو یہ کونسی بڑی بات ہے جس کی

دور ہو چکی تھی بناوٹ کی بات کہاں تک چل سکتی ہے۔ یسوع کی دعا میں صاف یہ لفظ ہیں کہ یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔ سو خدا نے وہ پیالہ ٹال دیا اور ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ جو جان بچ جانے کے لئے کافی تھے جیسے یہ امر کہ یسوع مسیح معمول کے مطابق چھ سات دن صلیب پر نہیں رکھا گیا بلکہ اُسی وقت اُتارا گیا اور جیسے کہ یہ امر کہ اُس کی ہڈیاں نہیں توڑی گئیں جس طرح کہ اور لوگوں کی ہمیشہ توڑی جاتی تھیں۔ اور یہ خلاف قیاس امر ہے کہ اس قدر خفیف سی تکلیف سے جان نکل جائے۔ ﴿۴۱﴾

ہمارے مخالفوں کا یہ اعتقاد کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے محفوظ رہ کر آسمان پر مع جسم عنصری چڑھ گئے۔ یہ ایسا اعتقاد ہے جس سے قرآن شریف سخت اعتراض کا نشانہ ٹھہرتا ہے کیونکہ قرآن شریف ہر ایک جگہ عیسائیوں کے ایسے دعاوی کو جن سے حضرت عیسیٰ کی خدائی ثابت کی جاتی ہے ردّ کرتا ہے جیسا کہ قرآن شریف نے حضرت عیسیٰ کا بغیر باپ پیدا ہونا (جس سے اُن کی خدائی پر دلیل پیش کی جاتی تھی) یہ کہہ کر ردّ کیا کہ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ[1] پھر اگر حضرت عیسیٰ درحقیقت مع جسمِ عنصری آسمان پر چڑھ گئے تھے اور پھر نازل ہونے والے ہیں تو یہ تو اُن کی ایسی خصوصیت تھی کہ بے باپ پیدا ہونے سے زیادہ دھوکہ میں ڈالتی تھی۔ پس جواب دو کہ کہاں قرآن شریف نے اس کی کوئی نظیر پیش کر کے اِس کو ردّ کیا ہے کیا خدا تعالیٰ اِس خصوصیت کے توڑنے سے عاجز رہا۔ پھر ہم بیان سابق کی طرف رجوع کر کے کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا جس بات پر اجماعی طور سے عقیدہ تھا وہ یہی بات تھی کہ تمام انبیاء علیہم السلام فوت ہو چکے ہیں اور کوئی زندہ نہیں اسی عقیدہ پر تمام صحابہؓ فوت ہوئے اور یہ عقیدہ قرآن شریف کی نص صریح کے مطابق تھا۔

پھر بعد صحابہ کے یہ دعویٰ کرنا کہ کسی وقت اِس اُمت کا اِس بات پر اجماع ہوا تھا کہ☆

☆ یاد رہے کہ یہ بات بھی کسی آیت قطعیۃ الدلالت یا حدیث صحیح مرفوع متصل سے ثابت نہیں کہ حضرت عیسیٰ درحقیقت مع جسم عنصری آسمان پر اُٹھائے گئے تھے۔ پس جس کا اُٹھایا جانا ثابت نہیں اس کی دوبارہ آمد کی توقع رکھنا محض طمع خام ہے۔ اوّل حضرت عیسیٰ کا آسمان پر جانا کسی آیت قطعیۃ الدلالت یا حدیث صحیح مرفوع متصل سے ثابت کرو ورنہ بے اصل مخالفت تقویٰ سے بعید ہے۔ منہ

[1] اٰل عمران: ۶۰

حضرت عیسیٰ آسمان پر مع جسم عنصری زندہ موجود ہیں اِس سے زیادہ کوئی جھوٹ نہیں ہوگا۔ اور ایسے شخص پر امام احمد حنبل صاحب کا یہ قول صادق آتا ہے کہ جو شخص بعد صحابہ کے کسی مسئلہ میں اجماع کا دعویٰ کرے وہ کذّاب ہے۔

﴿۴۲﴾ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ قرونِ ثلاثہ کے بعد اُمّت مرحومہ تہتّر فرقوں پر منقسم ہوگئی اور صدہا مختلف قسم کے عقائد ایک دوسرے کے مخالف اُن میں پھیل گئے یہاں تک کہ یہ عقائد کہ مہدی ظاہر ہوگا اور مسیح آئے گا اِن میں بھی ایک بات پر متفق نہ رہے۔ چنانچہ شیعوں کا مہدی تو ایک غار میں پوشیدہ ہے جس کے پاس اصل قرآن شریف ہے وہ اُس وقت ظاہر ہوگا جبکہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی نئے سرے زندہ کئے جاویں گے اور وہ اُن سے غصب خلافت کا انتقام لے گا۔ اور سُنّیوں کا مہدی بھی بقول اُن کے قطعی طور پر کسی خاندان میں سے پیدا ہونے والا نہیں اور نہ قطعی طور پر عیسیٰ کے زمانہ میں ظاہر ہونے والا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بنی فاطمہ میں سے پیدا ہوگا۔ اور بعض کا قول ہے کہ بنی عباس میں سے ہوگا۔ اور بعض کا بموجب ایک حدیث کے یہ خیال ہے کہ اُمّت میں سے ایک آدمی ہے۔ پھر بعض کہتے ہیں کہ مہدی کا آنا وسط زمانہ میں ضرور ہے اور مسیح موعود بعد اس کے آئے گا۔ اور اس پر احادیث پیش کرتے ہیں۔ اور بعض کا یہ قول ہے کہ مسیح اور مہدی دو جُدا جُدا آدمی نہیں بلکہ وہی مسیح مہدی ہے۔ اور اِس قول پر لا مھدی الّا عیسٰی کی حدیث پیش کرتے ہیں۔ پھر دجّال کی نسبت بعض کا خیال ہے کہ ابن صیّاد ہی دجّال☆ ہے اور وہ مخفی ہے اخیر زمانہ میں ظاہر ہوگا حالانکہ وہ بے چارہ مسلمان ہو چکا اور اس کی موت اسلام پر ہوئی اور مسلمانوں نے اُس کا جنازہ پڑھا۔ اور بعض کا قول ہے کہ دجّال کلیسیا میں قید ہے یعنی کسی گرجا میں محبوس ہے اور آخر اسی میں سے نکلے گا۔ یہ آخری قول تو صحیح تھا مگر افسوس کہ اس کے معنی باوجود واضح ہونے کے بگاڑ دئے گئے۔ اِس میں کیا شک ہے کہ دجّال جس سے مراد عیسائیت کا بھوت ہے ایک مُدّت تک گرجا میں قید رہا ہے اور اپنے دجّالی تصرّفات سے رُکا رہا ہے مگر

☆ ابن صیّاد کا حج کرنا بھی ثابت ہے اور مسلمان بھی تھا مگر باوجود حج کرنے اور مسلمان ہونے کے دجّال کے نام سے بچ نہ سکا۔ منہ

وبــارَکَ وَجَـعَـل أعـداء ہ مـن الـمـلـعـونـیـن. اشهـدوا أنّـا نتمسّک

است خدا برو درودہا فرستاد وبرکت نازل کرد وبردشمنان او لعنت فرود آورد۔ گواہ باشید کہ ما

بـکتاب اللّٰہ الـقـرآن، وَنتّبع أقوال رسول اللّٰہ مـنبـعِ الـحـق والعرفان، ونقبَل

بکتاب الٰہی کہ قرآن شریف است پنجہ می زنیم۔ وسخنان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را کہ چشمہ حق ومعرفت است

مـا انـعـقـد عـلیـه الإجـمـا ع بـذٰلک الـزمـان، لا نـزید علیها ولا ننقص منها،

پیروی ے کنیم وہمہ آن امور را قبول ے کنیم کہ درآن زمانہ باجماع صحابہ صحیح قرار یافتند۔ نہ بران امور

وعـلیهـا نـحیـا وعـلیهـا نموت، وَمَن زاد علٰی هذه الشریعة مثقال ذرّة أو نقص

زیادہ می کنیم ونہ از آنہا کم میسازیم۔ وبرآنہا زندہ خواہیم ماند وبرآنہا خواہیم مرد۔ وہر کہ بمقدار یک ذرہ برین شریعت

مـنهـا، أو کـفـر بـعـقـیـدة إجماعیّة، فعلیه لعنة اللّٰه والملائکة والناس أجمعین.

زیادہ کرد یا کم نمود یا انکار عقیدہ اجماعیہ کرد۔ پس برو لعنت خدا ولعنت فرشتگان وہمہ آدمیان ست۔

هٰـذا اِعتِـقـادِیْ، وَهُـو مَـقـصُـودی و مـرادی ، و لا أخـالف

این اعتقاد من است وہمین مقصود من است ومراد من۔ ومن

قـومـی فـی الأصـول الإجـمـاعیة، وَمَـا جـئـتُ بـمـحدَثاتٍ کَالفِرق المبتدعة،

باقوم خود در اصول اجماعیہ اختلافے ندارم۔ وہمچو بدعتیان چیزہائے نو پیدا نیاوردہ ام۔

بیـد أنـی أُرسِـلـتُ لتجدید الدّین وإصلاح الأمّة، علی رأس هذه المائة، فأُذکّرهم

مگر این ست کہ من برائے **تازہ کردن** دین واصلاح امت برسر این صدی فرستادہ شدہ ام۔ پس ایشان را

بـعـض مـا نسـوا مِن العُلوم الحکمیّة . والواقعات الصَّحیْحَة الاَصْلیة. وَجَعَلنی

بعض آن امور از علوم حکمیہ وواقعات صحیحہ یاد می دہانم کہ آن را فراموش کردہ بودند ومرا پروردگار من

رَبّـی عیسـی ابـن مریم علی طریق البروزات الروحانیة لمصلحةٍ أراد لنفع العامة،

برطریق بروزات روحانیہ عیسیٰ بن مریم گردانید۔ برائے مصلحتے کہ بغرض افادہ مخلوقات

براہینِ قاطعہ

بجواب

انوارِ ساطعہ

مروجہ مولود و فاتحہ اور شرک و بدعات و رسومات کے رد میں لاجواب کتاب
جس میں "انوار ساطعہ" کا مفصل جواب اور احمد رضا خاں صاحب کے بہتانات کے شافی جواب شامل ہیں

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ

حسب الحکم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

ضمیمہ از: **مولانا محمد منظور نعمانی**

اردو بازار کراچی ۱ فون ۲۶۳۱۸۶۱

سوال: اھل الاسلام فی سائر الاقطار المدن الکبار یحتفلون فی شھر مولدہ ویعتنون بقراءۃ مولدہ الکریم ویظھر علیھم من برکاتہ کل فضل
عمیم اور ملا علی قاری نے کل ملکوں میں مولد شریف کا ہونا ثابت کیا ہے جس کا جی چاہے ان کے رسالہ میں دیکھے کہ وہ لکھتے ہیں یہ بات کہ حرمین
شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً اور ملک مصر اور ملک اندلس اور ممالک مغربی اور ملک روم اور ملک عجم اور ملک ہندوستان وغیرہ میں کمال
اہتمام اور انتظام سے ہوتی ہیں محفلیں مولد شریف کی اور یہ بھی لکھا ہے ومن تعظیم مشائخھم وعلمائھم ھذا المولد المعظم والمجلس المکرم انہ لا
یأباہ احد فی حضورہ رجاء ادراک انوارہ ضمیر غائب لفظ ہم راجع جمیع مذکورین یا دیار وامصار مذکورہ بالا کی طرف پس معنی یہ ہوئے کہ اس محفل اور مجلس
کی تعظیم ان سب ملکوں کے مشائخ طریقت اور علماء شریعت اس قدر کرتے ہیں کہ کوئی اس میں حاضر ہونے سے انکار نہیں کرتا انتہی کلامہ پس مقبولیت
اور شہرت اور کثرت اس عمل پاک کی کلام ملا علی قاری اور سخاوی سے ظاہر ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء اور مشائخ میں کوئی انکار نہیں کرتا تھا
اس سے ظاہر ہوا کہ وہ جو کوئی ایک دو آدمی ادہر ادہر انکار کرتا رہا وہ مخالف ہزاروں بلکہ لاکھوں کے اور خلاف سواد اعظم سمجھ کر ہر دور و ہر عصر و ہر عہد
میں وہ منکر اپنے علماء معاصرین میں غیر مقبول اور متروک العمل رہا چنانچہ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً میں زمانہ قدیم سے ابتک اور
ملک روم شام واندلس اور ممالک مغربی وغیرہ تمام بلاد اسلامیہ میں ہمیشہ سے اس وقت تک اسی استحباب اور استحسان محفل مولد شریف پر
عمل ہے سوائے اس خطۂ پاک حضرت ہندوستان کے کہ اس میں طرح طرح کے انکار پیدا ہو گئے اور زمانہ قدیم میں بھی علماء ہند کے مقبولین
معتبرین متقدمین مثل شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور ملا محمد طاہر صاحب مجمع البحار استحباب عمل مولد کے قائل تھے اور نیز بعض قصص و
حکایات ہمایوں وغیرہ بادشاہان دہلی سے اور نیز کلام حافظ ابو الخیر سخاوی سے ملک ہندوستان میں رائج ہونا اس عمل پاک کا یقینی طور پر

جواب: اگر کروڑوں علماء بھی فتوی دیویں بمقابلہ نص کے ہرگز قابل اعتبار کے نہیں اگر کچھ بھی علم و عقل ہو تو ظاہر ہے پس قول سبط ابن الجوزی کا
کہ یحضر عندہ فی المولد اعیان العلماء والصوفیہ بمقابلہ النصوص کے ہرگز ملتفت نہیں اور تمام بلاد میں اشتہار اس کا کوئی دلیل شرعی نہیں
صلوۃ لیلۃ البراءۃ اور رغائب تمام دنیا میں شائع ہوئی اور بدعت بھی رہی پس اشتہار امر غیر مشروع کا موجب جواز کا نہیں ہوتا پس
سخاوی کے اس قول میں کوئی حجت شرعیہ نہیں علی ہذا ملا علی قاری کا لکھنا کہ تمام ملکوں میں یہ رائج ہے **قولہ** اس سے ظاہر ہوا کہ وہ جو کوئی الخ
اقول جو ایک دو عالم موافق نصوص شرعیہ کے فرماوے اور اس کی تمام دنیا مخالف ہو کر کوئی بات خلاف نصوص اختیار کرے تو وہ ایک دو ہی عالم
مظفر منصور اور عند اللہ مقبول ہوویں گے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال طائفۃ من امتی علی الحق منصورین لا یضرھم من خالفھم
حتی یاتی امر اللہ طائفہ خود قطعیہ شے کا ہوتا ہے اور قلت پر دلالت کرتا ہے پس خود ارشاد فخر عالم ہے کہ جو موافق کتاب و سنت کے کہے وہ
طائفہ قلیلہ اگرچہ رجل واحد بھی ہو وہ علی الحق ہے اور اس کی مخالف تمام دنیا بھی ہو تو مردود ہے اور یہاں خود مبرہن ہو لیا کہ یہ مجلس مروج
ادلہ اربعہ شرعیہ کے خلاف ہے اور ادلہ اربعہ سے بدعت ہونا اس کا ثابت ہے فماذا بعد الحق الا الضلال اب مؤلف ممالک کی تمنا
کر کے اپنی کرم کہانی لکھی جاتی ہے بندہ احقر پہلے عرض کر چکا کہ مؤلف کے پاس کوئی دلیل سوائے اس کے نہیں کہ تمام علماء کرتے رہے اور یہ بشرط
ثبوت و تسلیم کوئی حجت شرعیہ نہیں حجت وہ ہے کہ ادلہ اربعہ سے پیدا ہووے اب مؤلف کا مایہ علم اور دلیل اثبات اس کے مدعا کی یہاں تک
نوبت پہنچی کہ ہمایوں وغیرہ بادشاہوں کی حکایات سے استناد کرنے لگا اور کفار فرنگ کی تعطیل کو بھی حجت جواز بنا لیا کل رام لیلا کی تعطیل کو
حجت جواز رام لیلہ کی نہ لکھ دیوے استغفر اللہ استغفر اللہ مؤلف کے حواس میں بیشک فتور اور اس کو ضعف دماغ سے مالیخولیا ہو گیا

معلوم ہے انتہا یہ کہ اس وقت میں جو حکام فرماں روا انگریز ہیں کہ ان کو کچھ علاقہ تعظیم و آداب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں باایں ہمہ انھوں نے بھی اپنی کچہری اور محکمہ میں جابجا اہل اسلام کے لئے مثل عید اور بقرعید اور شب برات کے ایک دن چھٹی اور تعطیل کا واسطے خوشی میلاد حضرت خیر العباد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہویں تاریخ ربیع الاول کو مقرر کر رکھا ہے افسوس صد افسوس کہ حکام انگریز اپنے کاروبار ضروری میں ایسے حرج منظور کریں اور اپنے حقوق خدمت اور کارگذاری کو اس روز کے واسطے بجا آوری مراسم فرحت و سرور و تعظیم حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے موقوف کریں یہ لوگ اس کے مقابل میں زبان مبارک سے فرماویں معاذ اللہ منہا کہ یہ فعل بدعت ہے اور ضلالت ہے اس دینداری اور خوش عقیدگی پر افسوس کیا خوب قدر پہچانی حضرت شفیع محشر کی صلی اللہ علیہ وآلہ واتباعہ وحزبہ اجمعین خیر انکار کرنے والے انکار کریں اگر ان کو بھی توفیق ہو کنارہ کریں محفل پاک کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مگر ہم اس وقت تک کا ثبوت کامل دیکھتے کہ مشرق سے مغرب تک کل ممالک اسلامیہ میں اہل اسلام اس عمل پاک کو محمود اور مستحسن جانتے ہیں بس کافی ہے ہم کو حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کہ فرماتے ہیں مارآہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن یعنی جس چیز کو مسلمان لوگ اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے اور ہندوستان کے کسی نواح یا ضلع میں اگر دس پانچ مولوی اس آخری دورہ میں کہ فتنہ و فساد کا وقت ہے اپنا ایک جرگہ باندھ کر کچھ اس عمل کو برا کہنے لگیں تو

افسوس قولہ بس کافی ہے ہم کو حدیث ابن مسعود الخ اقول مؤلف نے الفاظ ہی یاد کر لیے ہیں معنی تو کسی سے پڑھے ہی نہیں یہ سمجھ لیا کہ جس کام میں بہت سے مسلمان جمع ہو گئے تو وہ امر جائز ہو گیا حالاں کہ مبتدعین فسقہ تبعین سنت سے زائد ہیں اس زمانہ میں ہزار گونہ کی نسبت ہو گئی اور حدیث لا یزال طائفۃ من امتی کو جو لکھی گئی اور حدیث بدا الاسلام غریبا وسیعود کما بدا فطوبی للغرباء الحدیث اور مثل اس کے سب کو پس پشت ڈال رکھا ہے کہ ان احادیث میں طائفہ اور غرباء کی مدح ہو رہی ہے اب اپنے حسب عادت ان کو رد کر دے تو اس سے عجب نہیں سو سنو کہ ان احادیث سے تو یہ مراد ہے کہ جس وقت میں تمام دنیا میں حب دنیا و جاہ و اتباع ہو ہی جاوے گا اس وقت میں وہی دو چار متبع سنت مقبول ہوویں گے ان کو طوبیٰ ہو اور حدیث ما راٰہ المسلمون اس کے یہ معنی ہیں کہ اگر کسی امر میں نص صریح قرآن و حدیث و اجماع امت سابقہ سے نہ ہو اور اس پر باشارہ و دلالت نص تمام علماء جمع ہوویں کیوں کہ لام استغراق کا المسلمون میں موجود ہے اور اسلام مطلق سے فرد کامل اسلام کے مراد ہے تو مکمل مسلمین علماء مجتہدین ہی ہوتے ہیں پس تمام علماء مکملاء اس کو دلالۃ النص سے بوجہ اسلام کامل کے حسن اعتقاد کریں اور جانیں کیوں کہ مشتق منہ علت حکم کی ہوتا ہے پس ایسا امر عند اللہ بھی حسن ہی ہوگا اور اس کے معنی بعینہ وہی ہیں کہ فرمایا لا تجتمع امتی علی الضلالۃ اور یہ اور وہ دو قول حدیث اجماع قطعی کو ارشاد فرماتے ہیں پس مؤلف آنکھ کھول کر دیکھے کہ اجماع کس کا معتبر ہوتا ہے اور اجماع کس وقت اور کس شرائط سے قابل اعتماد ہوتا ہے اور یہاں قیود مروجہ مولود میں وہ شرائط ہیں یا نہیں ابھی بحث ادلہ اربعہ میں کہا گیا ہے اگر مؤلف کو کچھ علم ہے تو دیکھ لیوے تو شاید یہ سمجھ جاوے کہ یہی جرگہ دس پانچ کا طائفہ من امتی اور طوبیٰ للغرباء کا مورد ہے اور یہ مجلس مولود مروج خارج از ادلہ اربعہ ہے زیادہ تطویل کرنا اور بار بار اعادہ مضامین کا کچھ ضرور نہیں مگر اس قدر ہر عاقل سمجھ لیوے کہ ما راٰہ المسلمون اس وقت سے کہ ادلہ ثلثہ شرعیہ سے اس کا کچھ صریح ثبوت نہ ہو ورنہ جب ان ادلہ سے قبح کسی شی کا ثابت ہے تو وہ شے عند اللہ قبیح ہو چکی اب تمام دنیا کے حسن جاننے سے بھی وہ حسن نہیں ہو سکتی مگر ہاں جب ادلہ ثلثہ میں صریح نہیں تو ضرور ضمنی طور پر کچھ ہوگا اس وقت جب سب علماء مجتہدین

ا‎ خرابی ۲ چھوٹی جماعت ۳ گروہ ۴ چادر دلائل سے جامع۔

فقہ میں اجماع کا مقام

فقہ اور اسلامی قانون کے عظیم ماخذ "اجماع" اور اس کی اقسام و
مراتب کا دل نشین تعارف اور حجیت اجماع پر محققانہ بحث

مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ

ادارۃ المعارف کراچی ۱۴

ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شَذَّ اِلَى النَّارِ ۔

"الجماعۃ" پر ہے، اور جو الگ راستہ اختیار کرے گا جہنم کی طرف جائے گا۔"

اس حدیث میں پوری صراحت کے ساتھ وہ بات آگئی ہے جو ہم اوپر تیسری حدیث کے ضمن میں کہہ آئے ہیں کہ "اُمّت کی حالت ہمیشہ سیدھی رہنے" اور "کسی گمراہی پر متفق نہ ہوتے" کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی شخص بھی کجروی یا گمراہی کا شکار نہ ہوگا، ہر فاسق و فاجر، بدعتی اور جاہل مسلمان جو مشورہ بھی دینی امور میں پیش کرے گا صحیح اور درست ہوگا، بلکہ اس حدیث کے آخری دو جملوں" اللہ کا ہاتھ الجماعۃ پر ہے" اور جو الگ راستہ اختیار کرے گا جہنم کی طرف جائے گا" نے بتادیا کہ امّت کی حالت سیدھی رہنے اور گمراہی پر متفق نہ ہوتے کا مطلب یہ ہے کہ اُمّت میں ایک جماعت ہمیشہ ایسی موجود رہے گی جو راہِ ہدایت پر قائم رہے گی، جس کے نتیجہ میں امّت بحیثیتِ مجموعی گمراہ ہو جانے سے محفوظ رہے گی، اس جماعت کو اللہ کی طرف سے خاص ہدایت و نصرت حاصل ہوگی، لوگوں پر لازم ہوگا کہ اس جماعت کی پیروی کریں، اور جو اُن سے الگ راستہ اختیار کرے گا جہنم کی طرف جائے گا۔

معلوم ہوا کہ اجماع صرف اسی جماعت کا حجّت ہوگا، دوسروں کی موافقت پر موقوف اور مخالفت سے باطل نہ ہوگا۔

⑤ تا ⑩ حدیث نمبر (۵) سے نمبر (۸) تک چار حدیثیں جو مجموعی طور پر ۴ صحابۂ کرامؓ نے روایت کی ہیں ان میں "الجماعت" کی پیروی کا حکم نہایت تاکید سے دیا گیا ہے، اور اس کی مخالفت پر ہولناک سزائیں بیان ہوئی ہیں۔

نویں حدیث میں "سوادِ اعظم" کی پیروی کا حکم ہے، اور وہیں ہم نے دوسری حدیثوں کی روشنی میں تفصیل سے بیان کیا ہے کہ "الجماعۃ" اور "سوادِ اعظم"

درحقیقت ایک ہی جماعت کے دو نام ہیں، اور یہ دونوں نام اُن مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کی سُنّت کے پیرو ہوں، اِسی بنا پر اُن کو "اَھْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃ" بھی کہا جاتا ہے۔

اور دسویں حدیث میں تو صراحت ہے کہ اس امت میں تہتّر فرقے ہوں گے جن میں سے نجات یافتہ فرقہ صرف ان لوگوں کا ہے جو متّبعِ سُنّت ہوں، باقی سب فرقے گمراہ ہیں۔

پس حدیث نمبر (۵) سے نمبر (۱۰) تک سب حدیثوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ پیروی ان لوگوں کی لازم ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کی سُنّت کے پیرو ہوں، اور ان کے مخالفین گمراہ اور سخت عذاب کے مستحق ہیں، اب یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ اجماع صرف متبعِ سُنّت مسلمانوں کا کافی ہوگا، یا فاسق اور اہلِ بدعت کی مخالفت کی وجہ سے اُسے باطل کر دیا جائے گا؟

حاصلِ کلام یہ کہ جمہورِ فقہاء نے جو مسلک اختیار کیا ہے کہ اجماع میں عوام، اہلِ بدعت اور فاسق مسلمانوں کا اختلاف یا اتفاق معتبر نہیں، بلکہ صرف متّبعِ سُنّت فقہاء کا اجماع ہی حجت ہے، قرآن وسُنّت کی تصریحات سے اسی مسلک کی تائید ہوتی ہے، اور حنفیہؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔[1]

اِجماع کی قِسمیں

بنیادی طور پر اجماع کی تین قسمیں ہیں:
(۱) اجماع قولی (۲) اجماع عملی (۳) اجماع سکوتی،

ان تینوں کی کچھ تفصیل حسبِ ذیل ہے:

(۱) اجماعِ قولی یہ ہے کہ اجماع کی اہلیت رکھنے والے تمام حضرات

---

[1] التقریر، ص ۹۵ و ۹۶ ج ۳

تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ایک اللہ کی کتاب اور دوسری سنت۔

۳-اجماع امت:

علماء وفقہاء امت کا کسی مسئلہ میں متفق ہونا اجماع کہلاتا ہے۔ واضح رہے اجماع کا مرتبہ قرآن وسنت کے بعد ہے۔ اجماع کا تعلق ایسے نئے مسائل سے ہے جن کے اصول وقواعد قرآن وسنت میں ذکر ہوں لیکن تفصیلات اور کیفیت کا تعین نہ ہو یا پھر ایک ہی مسئلہ کی کیفیت میں مختلف قسم کے نصوص وارد ہوں اور ناسخ منسوخ کا تعین نہ ہو تو شواہد وقرائن کی روشنی میں علماء اُمت ایک جانب کو متعین کر دیتے ہیں، جیسے تکبیراتِ جنازہ کی تعداد میں اختلاف تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں چار تکبیروں پر حضرات صحابہؓ کا اجماع ہو گیا۔

الف: اجماع کی حجیت قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ارشادربانی ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا. (النساء۱۱۵)

اور جو کوئی بعد اس کے کہ اس پر ہدایت کی راہ کھل چکی ہے، رسولؐ کی مخالفت کرے گا اور مومنین کے رستہ کے علاوہ کسی اور رستہ کی پیروی کرے گا، ہم اسے کرنے دیں گے، جو کچھ وہ کرتا ہے اور پھر ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

ب: ارشاد نبویؐ ہے۔

عن ابن عمرؓ انّ اللّٰه لا يَجْمَعُ اُمَّتِي عَلٰى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ مَنْ شذّ شذّ فِي النَّارِ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں ہونے دے گا اور اللہ رب العزت کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے جو جماعت سے

نکل گیا۔ وہ جہنم میں ڈال دیا گیا۔

ج: ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

وَلَمْ یَزَلْ ائمۃُ الاسْلَامَ عَلٰی تَقْدِیْمِ الکِتَابِ عَلٰی السُّنَّۃِ وَالسُّنَّۃُ عَلَی الاِجْمَاعِ، وَجَعَلَ الاِجْمَاعِ فِی المَرتَبَۃِ الثَّالِثَۃِ. (ابن قیمؒ اعلام الموقعین ج ۲ ص ۲۴۸ مطابع الاسلام)

ہمیشہ سے تمام ائمہ اسلام کا یہی مذہب رہا ہے کہ قرآن کا درجہ سنت سے پہلے ہے اور سنت کا مقام اجماع پر مقدم ہے اور اجماع تیسرے نمبر پر ہے۔

د: خود علامہ وحید الزمانؒ لکھتے ہیں:

والاجماع الْقَطْعِیّ حُجَّۃٌ وَمنکِرُہٗ کَافِرٌ

وحید الزمان نزول الابرار ج ۱، ص ۶ / کہ اجماع حجت اور دلیل ہے اور جو شخص اس کو حجت نہ مانے وہ کافر ہے۔ (نماز پیغمبر)

چوتھی دلیل قیاس ہے جس سے ہم نے اس کتاب میں دلائل نہیں لئے اس لئے اس کی تفصیل کو چھوڑا جاتا ہے۔

قارئین! ان بنیادی شرعی اصولوں کا بیان اس لئے ضروری تھا کہ آج امت محمدیہ میں جتنے فتنے پھیلے ہیں، وہ غیر اصولی مطالعہ کتاب وسنت کی بنیاد پر وجود میں آئے ہیں۔ چاروں ائمہ اہل سنت والجماعت ان ہی ضابطوں کی روشنی میں راہ ہدایت پر ہیں اور امت کے لئے آفتاب و ماہتاب ہیں۔

دین اسلام کے خلاف ہر فرقہ ان اصولوں سے ہٹ جانے کی وجہ سے وجود میں آیا ہے۔ ہم نے یہ قواعد اس لئے لکھ دیے ہیں کہ قارئین ہر فتنے کی جڑ کو سمجھ سکیں۔ ہم نے جس کتابوں کے جواب کا ساتھ ساتھ تذکرہ کیا ہے، اس کے مصنف سرے سے اجماع امت کو ہی ناقابل اعتبار سمجھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ احادیث دجال کی تحقیق میں پٹڑی سے اُتر گئے ہیں۔

ان کے برخلاف ہم نے علی الترتیب تینوں دلائل کو سامنے رکھا ہے۔ قارئین محسوس کریں گے کہ ادلہ اربعہ سے ہی سارا دین ثابت ہو جاتا ہے۔

مثیل اور

ظل و بروز

کا عقیدہ

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعویٰ فرمایا کہ آپ مثیلِ مسیحؑ اور نبی اکرم ﷺ کے کامل ظل اور بروز ہیں۔ غیر احمدی علماء نے عوام کو یہ کہہ کر احمدیت سے متنفر کرنا چاہا کہ مثیل اور ظل و بروز کا عقیدہ غیر اسلامی ہے۔ حالانکہ خود ان کی اور ان کے بزرگوں کی تحریرات میں یہ عقیدہ کثرت سے پایا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دیوبندیوں میں مسئلہ امکانِ نظیر بھی پایا جاتا ہے جس کے مطابق نبی اکرم ﷺ کی نظیر ممکن ہے۔ مولانا قاسم نانوتوی فرماتے ہیں کہ خدا کا مثل ناممکن ہے۔ اسی طرح اگر نبی اکرم ﷺ کا مثل بھی ناممکن ہو تو وہ دونوں یعنی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ عدیم المثل ہونے میں ایک دوسرے کے مثل ہو جائیں گے جو کہ ناممکن ہے۔

رنگ جب محشر میں لائے گی تو اُڑ جائے گا رنگ
یہ نہ کہیئے سُرخیٔ خونِ شہیداں کچھ نہیں!

شاہ اسمٰعیل محدث دہلوی رح

شہید بالاکوٹ ۱۲۴۶ھ ۱۸۳۱ء

علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے، وھو الجواب وبہ یُفتٰی وعلیہ الفتوٰی وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ والسواد یہی جواب ہے یہی فتوے دیا جائے گا۔ اور اسی پر فتوٰے ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت ہے۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی
تمہید ایمان ص ۴۲ مطبوعہ ۱۳۴۶ھ

تالیف:- پروفیسر علامہ خالد محمود ایم اے، پی ایچ، ڈی

شائع کردہ:- مکتبہ دار المعارف : اردو بازار لاہور

مولانا شہیدؒ اور مسئلہ امکانِ نظیر

مولانا اسمٰعیل شہیدؒ اور مولانا فضل حق خیر آبادی میں مسئلہ امکان نظیر میں بحث چلی اس وقت اس کی تفصیل بیان کرنی پیش نظر نہیں صرف اس کا مفہوم تبلانا ہے اختلاف کے باوجود ان دونوں بزرگوں نے نہ ایک دوسرے کی تفسیق کی نہ تکفیر مسئلہ علمی تھا، علمی حدود میں محدود رہا ایسے اختلافات میں علماء میں بہت وسعت ہوتی ہے۔

مولانا اسمٰعیل شہید کے ہاں امکانِ نظیر کا یہ مفہوم نہ تھا کہ ممکن ہے حضور صلی علیہ وسلم کے مرتبے کا کوئی اور انسان پیدا ہو جائے۔ ایسا ہرگز نہ ہو گا۔ نصوص میں آچکا ہے کہ آپ سیّد اولاد آدم اور خاتم النبیین ہیں اور جمیع کمالات علمیہ وعملیہ آپؐ پر ختم ہیں اب شرعاً ممکن نہیں کہ آپؐ کے مرتبے کا کوئی انسان پیدا ہو۔

مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی مراد امکان نظیر سے صرف یہ تھی کہ وجود مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تحت قدرت الٰہیہ ہے گو تحت تکوین نہیں کہ ایسا کبھی نہ ہو گا۔ ہاں اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ آپؐ کا مثل پیدا کر سکے لیکن یہ اس کے اپنے فیصلے کے مطابق تکوین میں نہیں سو ایسا کبھی نہ ہو گا۔

بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کی عدم تکوین کی شریعت نے خبر دی ہے شرعاً ان کا وقوع محال اور ممتنع ہے مگر وہ ہیں تحت قدرت الٰہیہ اور خدا تعالیٰ انہیں وجود میں لانے پر قادر ہے۔ مثلاً حدیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر عذابِ عامہ کبھی نہ آئے گا۔ اس امتناع کے باوجود قرآن کریم میں ہے

قل هو القادر على ان يبعث عليكم عذاباً من فوقكم او من

از حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی
مع تکملہ
حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی

دار الاشاعت
اردو بازار، کراچی ۔ فون ۲۶۳۱۸۶۱

میں واسطہ ہوتا ہے جو اس کے وسیلہ سے ان مواضع میں پیدا ہوتی ہے جو خود مقابل
آفتاب نہیں ہوتی پر آئینہ مقابل آفتاب کے مقابل ہوتی ہیں ایسے ہی انبیاء باقی بھی
مثل آئینہ بیچ میں واسطہ فیض ہیں غرض اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکس محمدی ہے
کوئی کمال ذاتی نہیں پر کسی نبی میں وہ عکس اسی تناسب پر ہے جو جمال کمال محمدی میں تھا
اور کسی نبی میں بوجہ معلوم وہ تناسب نہیں رہا ہو جہاں کہیں کنبیکم فرمایا ہے اس میں بقا
تناسب کی جانب اشارہ ہے بہر حال بعد لحاظ معنے خاتم النبیین اور تشبیہ مندرجہ
نبی کنبیکم یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اور زمینوں میں معکوس محمدی صلعم سے تناسب
کے ساتھ ہیں اور مفہوم تناسب سے اس تشبیہ کا تشبیہ فی النسبۃ ہونا بھی ظاہر ہوگیا
یعنی کمالات اصل میں جو تشبیہ تھی وہی نسبت کمالات معکوس میں بھی محفوظ رہے اس
صورت میں اگر اصل و ظل میں تساوی بھی ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ افضلیت بوجہ
اصلیت پھر بھی ادھر رہے گی اور اگر یوں کہیے مشبہ بذات محمدی ہے اور مشبہ
فرادی فرادی ہر نبی کی ذات اس لیے اس تشبیہ کو تشبیہ مفرد کہنا چاہیے نہ مرکب
سو ہماری طرف سے بھی مسلم۔ مگر بہر حال مشبہ بہ اور مشبہ کو واحد کہو یا متعدد وجہ
تشبیہ تناسب داخلی یعنے تناسب بین الکمالات اور تناسب خارجی یعنے تناسب بین
الانبیاء دونوں ہی کو کہنا پڑے گا تاکہ اطلاق تشبیہ ہاتھ سے نہ جائے اور افضلیت
محمدی کے لئے یہ وجہ اور ہاتھ آجائے کہ جیسا آئینہ میں عکس زمین کی دھوپ عکس
آفتاب کا طفیل ہے اور اس وجہ سے آفتاب ہی کی طرف منسوب ہونی چاہیے ایسے ہی
اور زمینوں کے خاتموں کے فیوض خواہ ارواح انبیاء ہوں یا ارواح امت
ان کے کمال ہوں یا ان کے سب آپ ہی کی طرف منسوب ہوں گے ان تمام
مضامین کے مطالعہ کرنے والوں کو یہ بات بخوبی روشن ہو گئی ہو گی کہ درصورت
تسلیم اراضی دیگر بطور معلوم بشہادت جملہ خاتم النبیین تمام زمینوں میں ہمارے
ہی نبی پاک کی جلوہ گری ہو گی۔ اور وہاں کے انبیاء آپ ہی کے دریوزہ گر ہوں
گے۔ اور سب جانتے ہیں کہ اس میں جو فضیلت ہے درصورت انکار اراضی

او لیس الذی خلق السمٰوٰت والارض بقادر علیٰ ان یخلق
مثلھم بلیٰ وھو الخلاق العلیم ط

حضرت نانوتوی ؒ کی مشہور کتاب تحذیر الناس کے مشکل مقامات کی تشریح و توضیح پر

مناظرہ عجیبہ

از

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ العزیز

ترتیب جدید و عنوانات

مولانا حسین احمد نجیب (رفیق دار التصنیف دار العلوم کراچی)

غرض خاتمیت زمانی سے یہ ہے کہ دین محمدی بعد ظہور منسوخ نہ ہو علوم نبوت اپنی انتہا کو پہنچ جائیں۔ کسی اور نبی کے دین یا علم کی طرف پھر بنی آدم کو احتیاج باقی نہ رہے (صفحہ 58)

آپ خاتمیت مرتبی مانتے ہی نہیں خاتمیت زمانی ہی آپ تسلیم کرتے ہیں۔ خیر اگرچہ اس میں دربارہ انکار فضیلت تامہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم لازم آتا ہے لیکن خاتمیت زمانی کو آپ اتمام نہیں کر سکتے ہم نے خاتمیت مرتبی کو عام کر دیا تھا (صفحہ 57) منصور

ناشر

سید محمد معروف

مکتبہ قاسم العلوم، جے ون ۱۴۰

کورنگی کراچی ۳۱

جواب

اصل اور نظیر میں وجوب، امتناع اور امکان میں شرکت

مولینا سبحان اللہ آپ کا قیاس تو باؤن تورے پاؤ رتی ہی کا ہے لیکن اگر یہی قیاس ہے تو ہم کو اس بات کے کہنے کی گنجائش ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مولوی عبدالعزیز صاحب کے نزدیک ممتنع النظیر ہیں آپ کا نظیر ممتنع بالذات سوان کے نزدیک جیسے خدا کا نظیر ممتنع بالذات تھا ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نظیر بھی ممتنع بالذات اس صورت میں جیسے خدا تعالیٰ واجب الذات تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بالذات ہوں گے مگر مشکل یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم واجب بالذات ہوں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو خدا کی نظیر ہو جائیں گے اور خدا تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر اور اس وجہ سے نہ وہ ممتنع النظیر رہیں گے نہ یہ مولینا اگر محل بے محل گفتگو کرنی نہ آیا نہ ہوتی یہ نہ بیچید ان شاء اللہ تعالیٰ یہ بات روشن کر کے دکھلا دیتا کہ کسی کی نظیر ممتنع بالذات ہونے کو اس کا واجب الوجود ہونا ضرور ہے۔

خیر یہ بات تو ہو چکی مگر اب دوسری بات سنئے اگر یہی قیاس ہے تو ہم کو اس بات کے کہنے کی بدرجہ اولیٰ گنجائش ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ممکن بالذات ہیں اس لئے آپ کا نظیر بھی ممکن بالذات ہوگا اسلئے کہ آپ نے اپنے قیاس میں اول خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بوجہ اشتراک اتصاف ذاتی در بارۂ اتصاف ذاتی نظیر یک دیگر قرار دیا پھر بوسیلۂ تناظر مشارکۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر کو خدا کی نظیر پر قیاس کیا۔

سو ہم اس سے تو قطع نظر کرتے ہیں کہ یہ قیاس مساوات ہے یا کچھ اور چہرہ

سوانح قاسمی

یعنی

سیرت شمس الاسلام

سیدنا الامام الکبیر حضرت مولانا محمد قاسم النانوتوی قدس سرہ

حصہ دوم

رئیس القلم حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

مکتبہ رحمانیہ ○ اردو بازار ○ لاہور

جس میں داخل ہونے کے بعد کام لینے والے نے آپ سے یہ مہمات انجام دلائے۔ بمشکل بیس تیس سال سے زیادہ مدت کی نہیں ہوتی۔ اسی محدود مدت میں حالات ہی کچھ ایسے پیش آئے کہ پے در پے، یکے بعد دیگرے، ایسے مہمات کی سرانجامی کے لئے قدرت کی طرف سے آپ کا انتخاب ہوا، جن کے آثار و نتائج، ثمرات و برکات سے نہیں کہا جا سکتا کہ مستقبل کی کتنی صدیاں متاثر و مستفید ہوتی رہیں گی۔

تاریخ ہند میں ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے نام سے جو واقعہ مشہور ہے، کہنے والے اسی ہنگامہ کو غدر کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں، اور کچھ دنوں سے آزادی کی پہلی جدوجہد کے عنوان سے بھی اب لوگ اس کا چرچا کرنے لگے ہیں۔ حساب سے سیدنا الامام الکبیر کی عمر اس وقت ۲۷۔ اور ۲۸ سال کے درمیان ہونی چاہئے، جیسا کہ معلوم ہے کہ ایک کم پچاس یعنی ۴۹ سال کی عمر میں پیمانۂ حیات آپ کا لبریز ہو گیا، اور یہ سارے کارنامے جن کی داستان اب سنائی جائے گی، چونکہ ان سب کا تعلق ۱۸۵۷ء والے ہنگامہ اور اس کے بعد کے زمانہ سے ہے، اس لئے سمجھنا چاہئے کہ بجائے خود ان کارناموں کی نوعیت کچھ ہی ہو، لیکن مدت اور زمانہ جس میں یہ ساری باتیں آپ سے بن آئیں، اور لینے والے نے جو کام آپ سے لیا، وہ یہی دس گیارہ سال کی محدود مدت اور محدود زمانہ ہے۔

قبل اس کے کہ کچھ آگے بڑھوں، بے ساختہ اس وقت بھی ظل میں اصل کی زندگی کا عکس معلوم ہوتا ہے کہ جھانک رہا ہے۔ ۶۳ سال کی زندگی میں وہاں بھی دیکھا گیا تھا کہ انسانی تاریخ کے رخ کو پھیر دینے والے واقعات مدنی زندگی کے دس سال کی محدود مدت ہی میں پیش آئے تھے۔ گویا اسی دس سال میں قیام قیامت تک اسلام کی بلکہ کہئے تو کہہ سکتے ہیں کہ انسانیت کے مستقبل کی تاریخ پوشیدہ تھی، صلی اللہ علیہ وسلم کھونے والے جس کی راہ میں اپنا سب کچھ کھوتے ہیں، دیکھ رہے ہیں، کن کن راہوں سے وہ کیا کچھ نہیں پاتے۔[1]

[1] اختیاری اور اکتسابی امور میں جن کے لئے پیروی سنت اور اتباع محبوب حقیقی کی دولت (باقی اگلے صفحہ پر)

سوانح قاسمی

یعنی

سیرت شمس الاسلام

سیدنا الامام الکبیر حضرت مولانا محمد قاسم النانوتوی قدس سرہ

(حصہ اول)

رئیس القلم حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ناشر

مکتبہ رحمانیہ ◉ اردو بازار لاہور

ساتھ زندگی کے آخری لمحات تک اس طریقہ سے نباہتے چلے جانا، کہ ایک طرف خلق کے متعلق سوانح مخطوطہ کے مصنف اگر اپنی چشم دید شہادت ان الفاظ میں ادا کرتے ہیں کہ۔

"یتیموں اور شکستہ حالوں کی خبر گیری فرماتے، متوکل لوگوں کی خفیہ خدمت کرتے"

تو خالق کے ساتھ آپ کے تعلق بیدار کا حال یہ تھا، مولانا منصور علی خاں فرماتے ہیں کہ

"نماز باجماعت ادا کرتے، اور تکبیر اولیٰ کو کبھی ترک نہ کرتے، اذان ہوتے ہی نماز کا اہتمام شروع کر دیتے[1]" ص۱۹۲

سوانح مخطوطہ کے مصنف نے بالکل سچ لکھا ہے کہ

"مولانا مرحوم کی چال سہل ممتنع تھی"

اور جو کچھ انہوں نے دیکھا اور پایا تھا، اسی کو ظاہر کرتے ہوئے بے ساختہ ان کے قلم پر یہ الفاظ آ گئے ہیں

"آپ کے (سیدنا الامام الکبیر کے) اکثر حالات مناسبت رکھتے تھے حالات فیض آیات، حضرت سید الکونین، رسول الثقلین، ختم المرسلین، محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے" ص۱۸۱

غلام کی زندگی میں آقا کے خط و خال کی یہی جھلک ہے، جس کی طرف مسلسل اشارے کرتا ہوا چلا آیا ہوں، اور اب آپ کے ذاتی حالات، اخلاق و عادات کی اس بحث کو اسی

---

[1] میں نے اپنی دادی صاحبہ مرحومہ سے سنا فرماتی تھیں کہ عادت حضرت کی یہ تھی کہ اذان میں مؤذن کا کلمہ حی علی الصلاۃ جوں ہی کان میں پڑتا تو لیٹے ہوتے تو فوراً اٹھ کھڑے ہوتے اور کسی کام میں ہوتے تو اسی دم اس کام کو چھوڑ کر نماز کی تیاری میں مشغول ہو جاتے بعینہ یہی حال احقر نے دادی صاحبہ مرحومہ کا دیکھا۔ الصلوٰۃ لوقتہا کی پابندی ان کی مثالی تھی۔ اذان کی آواز سنتے ہی ہر کام کو (جس میں مشغول ہوتیں) اس طرح ایک دم چھوڑ کر فکر نماز میں لگتیں کہ گویا انہیں اس مشغلہ سے کوئی دور کا بھی واسطہ نہیں، اور اذان کے بعد ہر ایک سے اجنبی بن جاتیں

محمد طیب غفرلہ

چشم دید شہادت پر ختم کرتا ہوں، سیدنا الامام
تک پہنچا ہوا ہے، فرمایا کرتے تھے کہ درز
دے دیا جاتا ہے اور حکم دیا جاتا ہے کہ اسی
تراشں سلائی وغیرہ کے اعتبار سے جس
کے سینے میں درزی کامیاب ہوگا اسی
مستحق ہوگا" اس تمثیل کو پیش کر کے
کا بخشا ہوا نمونہ ہے، ساری انسانیت سے
میں ڈھنگ میں چال میں چلن میں فکر
چلے جائیں۔ جو جس حد تک اس نمونہ کے
سے حصہ عطا کیا جائے گا ولکم فی رسول
اللہ کی یہی تفسیر فرمائی جاتی تھی۔ گویا جو
اللہ تعالیٰ علے النبی الخاتم
الذین اتبعوھم باحسان۔

شخصی زندگی کا ایک پہلو یعنی
علالت کا آخری نتیجہ جس کے بعد
بعض بعض مواقع میں کسی دوسرے
بعض اجزاء کا ذکر گذر ا بھی ہے، لیکن
ہے۔ چاہئے تو یہی تھا کہ ذاتی حالات
لیکن جی یہی چاہتا ہے، کہ جو کچھ
آخر میں ماتم کی یہ صف بچھائی جائے
اگرچہ کوئی نیا واقعہ نہ تھا لیکن موت

ایک بلند جگہ پر رونق افروز ہیں، اور حضرت سید احمد شہید کا ہاتھ آپ کے دستِ مبارک میں ہے، اور میں بھی اسی مکان میں بوجہ ادب کھڑا ہوں حضرت سید صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ کے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ میں دیدیا۔" ص۲۱

اس سے تو واقعہ بالکل صاف اور یہ دعویٰ انشاء اللہ غیر مشتبہ ہو جاتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ کا وجود گویا ایک حیثیت سے حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہی کا نقش ثانی، اور بروز صفائی تھا، اسی "نصب العین" کی تکمیل کے لئے قدرت نے ان کو چن لیا تھا، جس کے لئے بارہویں صدی کے مجدد کو اٹھایا گیا تھا۔

تمام شعبوں میں نہ سہی، مگر "صوفی وملا" کی باہمی رقابت اور طبقاتی کشمکش کے قصوں کو ختم کر کے فقیری میں ملائیت اور ملائیت میں فقیری کو سمونے اور جذب کرنے کی نظریاتی کوشش درحقیقت شاہ ولی اللہ نے فرمائی تھی، اسی میں عمومیت اور مسلمانانِ ہند کی اکثریت کو اسی مسلک کے زیر اثر لانے کی تکمیل کی ذمہ داری (جس کا آغاز سید شہید نے فرمایا تھا) کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تھانہ بھون کے اسی فاروقی شیخ زادے کے سپرد کی گئی جو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ سے آج دنیا میں پہچانے جاتے ہیں۔

مرشد تھانوی حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہ کے ملفوظات میں ایک سے زائد مقامات میں اس قسم کے فقرے ملتے ہیں، مثلاً قصص الاکابر میں ہے، مولانا تھانوی نے فرمایا

"حضرت حاجی (یعنی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب) اپنے زمانہ میں مثل حضرت سید احمد کے تھے۔" ص۶۶

ان دونوں بزرگوں میں منجملہ دوسرے اشتراکی وجوہ کے ایک خاص مشترک شان یہ بھی ہے کہ مولویت کے تعلیمی نصاب کی تکمیل کا رہین منت نہ حضرت سید شہید کا "دین مبین" تھا اور نہ حضرت حاجی صاحب کی دینی زندگی درسی کتابوں کی احسان مند تھی، حکیم الامت ہی کی طرف اسی کتاب میں جو یہ الفاظ منسوب کئے گئے ہیں کہ

السنية الانيقه

فی

فتاوی افریقہ

شاہ

اعلحضرت مولانا شاہ محمد احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

نوری کتب خانہ معصوم شاہ روڈ بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور

بفیضان کرم
حضرت الحاج پیر سید محمد معصوم شاہ گیلانی قدس سرہٗ
قادری نوری

بفیضان نظر
الحاج صاحبزادہ پیر سید محمد حسن شاہ گیلانی مدظلہ
قادری نوری

اہتمام اشاعت
پیرزادہ سید محمد عثمان نوری

2003
ناشر: نوری کتب خانہ، لاہور
طابع: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور
قیمت روپے
تقسیم کار
نوری کتب خانہ
نزد جامع مسجد نوری بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور
نوری بک ڈپو
دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور

فعل حبب کہ فی نفسہ خود ہی نیک ہو یا مسلمان نے اُسے نیت حسن محمود سے کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے داخل سنت ہے اگرچہ اُس سے پہلے کسی نے نہ کیا ہو جیسا کہ حدیث من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ وعبارات ائمہ سے گزرا والحمدللہ رب العلمین تعظیم حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدار ایمان ہے اُس کا منکر قطعاً کافر مگر یہ نفس تعظیم میں ہے افعال تعظیمیہ میں جس کا ثبوت ضروریات دین سے ہے جیسے درود سلام اُسکا منکر مرتد کافر یا جسکا ثبوت قطعی ہو اگرچہ بدیہی نہ ہو ائمہ حنفیہ اُسے بھی کافر کہیں گے بعیر اسکے تکفیر کی گنجائش نہیں خصوصاً ایک نو پیدا بات جسمیں منکر کو شبہہ بدعت ہے اُسکو لیے ہو جس کا انکار بربنائے وہابیت نہ ہو ورنہ وہابیہ پر خود ہی صدہا وجہ سے کفر لازم اور اُنکے انکار کا منشا بھی وہی ہوتا ہے کہ اُنکے سینے توہین سے بھرا اور تعظیم مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُنکے دلوں پر شاق قل موتو ابغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور واللہ تعالیٰ اعلم

(۸۰) حضور پُرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس وانور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وارث کامل و نائب تام وآئینۂ ذات ہیں کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع اپنی جمیع صفات جمال وجلال وکمال وافضال کے اُن میں متجلی ہیں جس طرح ذات عزت احدیت مع جملہ صفات ونعوت جلالت آئینۂ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تجلی فرما ہے من رانی فقد رای الحق تعظیم غوثیت عین تعظیم سرکار رسالت ہے اور تعظیم سرکار رسالت عین تعظیم حضرت عزت ہے جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ ثم علیہ وسلم اور یہ مثل صلاۃ بالاستقلال اُن تعظیموں میں نہیں جنکو شرع مطہر نے شان نبوت سے خاص فرمادیا ہو تو وہی آیات واحادیث وارشادات ائمہ قدیم وحدیث اسکے جواز میں بھی کافی کفانا الکافی فی الدارین وصلے وسلم علی سید الکونین وآلہ وصحبہ وغوث الثقلین وحزبہ وامتہ کل حین وآن عدد کل ذرۃ وعین والحمدللہ

کاب النشأتین واللہ سبحنہ وتعالےٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

سوالات بار دیگر

مسئلہ ۸۱- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین خاتم النبیین محمد وآلہ واصحبہ اجمعین الی یوم الدین بالتبجیل وحسبنا اللہ ونعم الوکیل اللہ تعالیٰ کی بےشمار رحمتیں بیحد برکتیں ہمارے علمائے کرام اہلسنت پر کہ جو ہمیں خدا اور رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدگویوں کی دشناموں اور اُنکے کفریات سے مطلع کئیں اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے بہ برکت رسول الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آمین فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے تمہید ایمان صفحہ ۷ سے لیکر صفحہ ۲۲ تک وعظ کیا جسمیں زید صاحب نے چند عذر پیش کئے جس سے بعض برادران اہلسنت کو دھوکا ہونیکا اندیشہ ہے لہذا ہمارے آقا ہمارے سرکار کے سامنے وہ عذر بیان کرنا ضروری سمجھا گیا ہے **عذر اول** تمہید ایمان صفحہ ۸ آیت اور فرمایا ہے وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ؕ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ جو تم میں اُن سے دوستی کریگا وہ اُنھیں میں سے ہے بیشک اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالموں کو پہلی دو آیتوں میں تو اُنسے دوستی کرنے والوں کو ظالم وگمراہ ہی فرمایا تھا اس آیہ کریمہ نے بالکل تصفیہ فرمادیا کہ جو اُنسے دوستی رکھے وہ بھی اُنھیں میں سے ہے اُنھیں کیطرح کافر ہے اُنکے ساتھ ایک رسی میں باندھا جائیگا اور وہ کوڑا بھی یاد رکھیے کہ تم چھپ چھپ کر اُنسے میل رکھتے ہو اور میں تمہارے چھپے ظاہر سب کو خوب جانتا ہوں" اس مقام پر یہ عذر ہوا کہ جب اُنسے دوستی کرنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے تو سارے جہان کے مسلمان کافر ٹھہرے جاتے ہیں کیونکہ ہر ایک مسلمان قوم مجوس وہنود ونصاریٰ ویہود وغیرہ سے دوستی رکھتے ہیں یہ بدگو لوگ تو عالم ہیں اس عذر کا **جواب** دوستی مذہبی نہیں کہ مذہب کی رو سے اُنکو قطعاً کافر سمجھتے ہیں نہ کہ ان بدگویوں کی طرح عالم دین پھر کافر اصلی و مرتدین بڑا فرق ہے یہ لوگ مرتد ہیں اُنسے کسی قسم کا میل جول جائز نہیں۔ تمہارا رب عزوجل اللہ

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت مفصل و مستند تصنیف

علامہ علی ابن برہان الدین حلبی کی

انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون کا اردو ترجمہ

اُمّ السِیَر

مع اضافات

سیرتِ حلبیہ اردو

مرتب و مترجم اردو ○ مولانا محمد اسلم قاسمی فاضل دیوبند

زیر سرپرستی ○ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب

دار الاشاعت

اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون: 2631861

ایک مرتبہ مکے میں ابو جہل نے رسول اللہ ﷺ کا دامن پکڑ کر کھینچا۔ آپ نے اس کو یہ جواب دیا جو قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے۔

اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ثُمَّ اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی الآیہ پ ۲۹ سورہ قیامہ ع ۲ آیت ۳۴، ۳۵

ترجمہ: تیری کمبختی پر کمبختی آنے والی ہے پھر مکرر سن لے کہ تیری کمبختی پر کمبختی آنے والی ہے۔

یعنی اس کے لئے وعید یعنی دھمکی پر دھمکی ہے۔ اس پر ابو جہل نے جواب دیا۔

"تم اور تمہارا رب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ میں اس وادی کے لوگوں میں سب سے زیادہ باعزت اور بلند مرتبہ آدمی ہوں!"

اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی وَلٰکِنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰی اَهْلِهٖ یَتَمَطّٰی الآیہ پ ۲۹ سورہ قیامہ ع ۲ آیت ۳۱ تا ۳۳

ترجمہ: تو اس نے نہ تو خدا اور رسول کی تصدیق کی تھی اور نہ نماز پڑھی تھی لیکن خدا اور رسول کی تکذیب کی تھی اور احکام سے منہ موڑا تھا اور پھر ناز کرتا ہوا اپنے گھر چل دیتا تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت گزشتہ آیت کی طرح عدی ابن ربیعہ کے سلسلے میں ہی نازل ہوئی تھی جب کہ اس نے آپ سے قیامت کے دن کے متعلق پوچھا تھا۔ آپ نے اس کو روز قیامت کے متعلق بتلایا تو عدی نے کہا۔

"اگر اس دن کو میں خود اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لوں تب بھی تمہاری تصدیق نہیں کروں گا۔ کیا اللہ تعالیٰ ان ہڈیوں کو جوڑ کر پھر انسان بنائے گا!"

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جو اس سے پہلے اسی سورت میں ہے۔

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ الآیہ پ ۲۹ سورہ قیامہ ع ۱ آیت ۳

ترجمہ: کیا انسان خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں ہرگز نہ جمع کریں گے۔

فرعون امت ابو جہل ...... حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"ہر امت کا ایک فرعون ہوتا ہے اور اس امت کا فرعون ابو جہل ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ بہت بری حالت میں قتل کرایا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ اس کو ابن (عفراء) اور فرشتوں نے قتل کیا اور ابن مسعود نے اس کو ہلاک کیا۔"

جہاں تک ابن عفراء کا تعلق ہے تو یہ حضرت معاذ ابن عمرو ابن جموح بھی ہو سکتے ہیں اور ان کے بھائی معاذ ابن حرث بھی ہو سکتے ہیں۔ ان کو ابو جہل کا قاتل اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اس کو زخمی کر کے ادھ مرا کر دیا تھا (اگرچہ وہ اس کے بعد مرا نہیں تھا مگر مردوں کی طرح بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا) جیسا کہ بیان ہوا۔

دو کمسن مجاہد ...... مسلم میں حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف سے روایت ہے کہ غزوہ بدر کے دوران جبکہ میں اپنی صف میں کھڑا ہوا جنگ میں مصروف تھا میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا تو اپنے آپ کو دو انصاری نوجوانوں کے درمیان پایا جو دونوں ابھی کمسن تھے۔ اسی وقت ایک نے ان میں سے مجھے آنکھ سے اشارہ کیا اور کہا۔

"اے چچا! کیا آپ ابو جہل ابن ہشام کو پہچانتے ہیں۔"

میں نے کہا۔

تھا۔

فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّ حَزَنًاؕ (القصص آیت ۸)

پیدا ہونے کے بعد آل فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اٹھا لیا تاکہ ان سے دشمنی نہ کر سکے۔

اس عداوت سے مراد وہ عداوت ہے جو نفس الامر میں ہوا کرتی ہیں۔ اگر فرعون مسلمان ہو کر مرتا تو یہ عداوت دائمی نہیں ہوتی تھی۔ قرآن پاک کے علاوہ احادیث میں فرعون کی مذمت پائی جاتی ہے۔ ساری امت کا اجماع اسی پر ہے۔ صحابہ تابعین رضی اللہ عنہم۔ علماء مجتہدین' مشائخ متقدمین و متاخرین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے بکثرت ثابت ہے کہ وہ کافر مرا۔ اگر اس کا خاتمہ بالخیر ہوتا تو اس کا کفر و طغیاں ضرب المثل نہ ہوتا۔

فرعون اور ابو جہل

جب غزوہ بدر میں ابو جہل لعین مارا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مات فرعون هذه الامة۔

اس امت کا فرعون مارا گیا۔

اگر فرعون پاک ہوتا تو اس کے ساتھ ابو جہل جو قطعی دوزخی تھا' کی تشبیہہ نہ دی جاتی۔ اگر یہ شبہ کیا جائے کہ یہ تشبیہہ اس کفر و تکبر کی بنا پر ہے جو اس کی زندگی میں رونما ہوئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت میں کہیں نہیں آیا کہ ایمان لانے اور اسلام قبول کرنے کے بعد سابقہ کفر و بغاوت کی تشبیہیں دی جائیں کیونکہ اسلام ماقبل کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ قریش کے بہت سے روساء جنہوں نے اپنی عمر کا بڑا حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں ضائع کیا۔ ایمان لانے کے بعد وہ دنیا سے ایمانی دولت کو ساتھ لے گئے۔ شریعت میں ان کے زندگی کے حالات کے متعلق کہیں بھی مذمت یا ہجو نہیں ملتی۔

قرآن پاک نے خصوصیت کے ساتھ فرعون کے کردار کو مکروہ کہا ہے۔ مشائخ میں سے کسی نے بھی اسے مومن نہیں جانا۔ صرف شیخ محی الدین عربی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب فصوص الحکم میں مومن قرار دیا ہے۔ ان کا یہ خیال اگر ایمان یاس کے قبول ہونے پر مبنی ہے تو اجماع کے خلاف ہے اور اگر وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ فرعون کی حالت

مقاماتِ مظہری
تالیف : حضرت شاہ غلام علی دہلوی
تحقیق و تعلیق و ترجمہ : محمد اقبال مجددی
اردو سائنس بورڈ
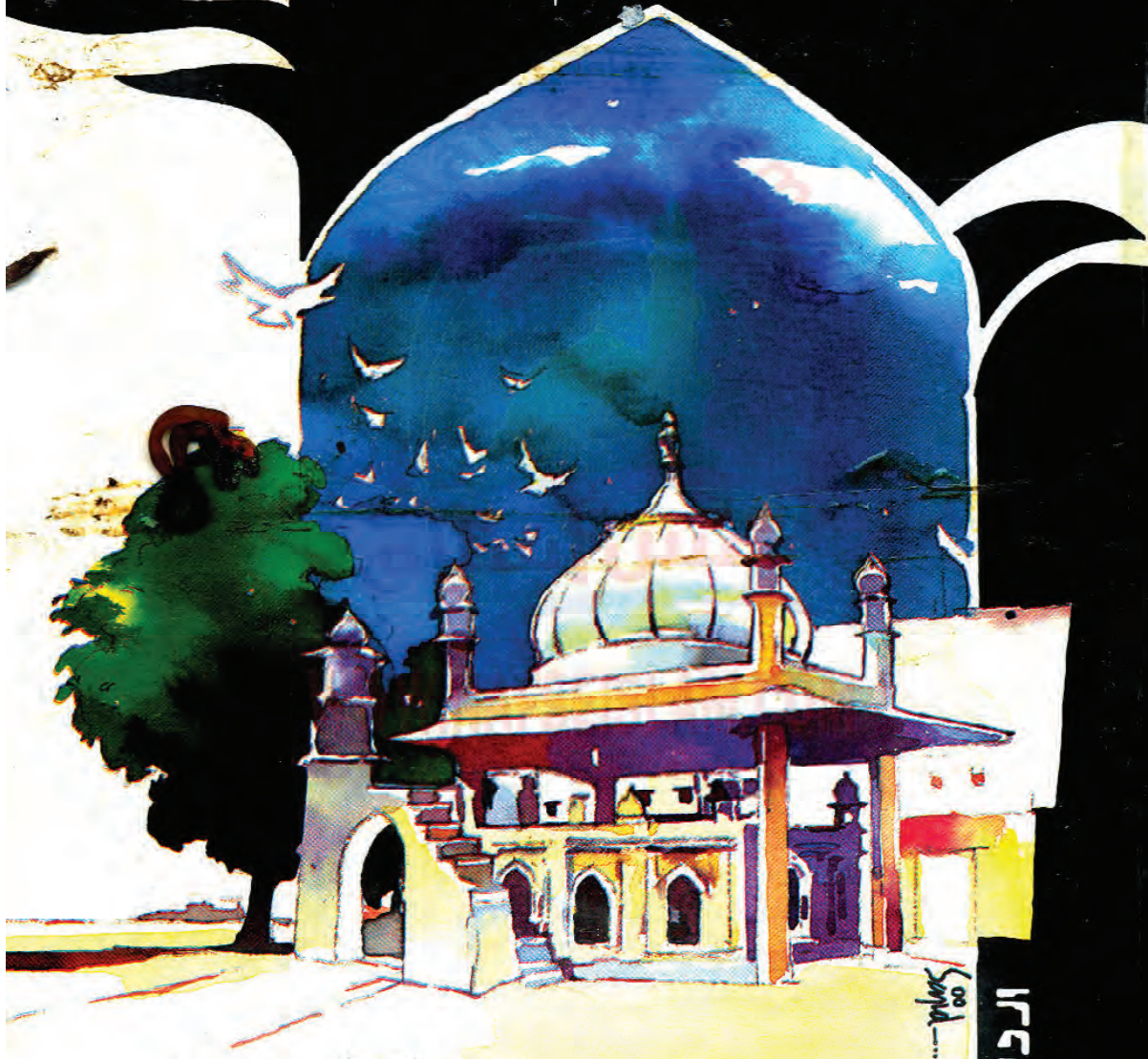
کو دیر تک مسلمانوں کو نفع پہنچانے اور مستفید کرنے کے لیے زندہ رکھے ۔ اور خدائے عزو جل اس قیم طریقہ احمدیہ خصوصاً اور طریقہ صوفیہ عموماً جو تجلی انواع فضائل سے آراستہ ہے کو دیر تک سلامت رکھ کر مختلف برکات سب لوگوں پر نازل کرے ۔ آمین (۷)۔

حاجی محمد فاخر (۸) جو کہ حدیث کے اکابر علماء میں سے تھے کہتے تھے کہ حضرت میرزا مظہر متابعت جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں شان عظیم کے مالک ہیں ۔ چنانچہ میں نے ایک شب دیکھا کہ عراقی گھوڑا مع ساز و یراق (کامل ساز و سامان) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ مبارک پر کھڑا ہے ۔ میں نے پوچھا کہ یہ گھوڑا کس کا ہے ؟ کسی نے جواب دیا کہ یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے ۔ جب میں اندر سے باہر آیا تو پھر کسی نے کہا کہ وہ گھوڑا میرزا جان جاناں کا ہے ۔ میں نے اس خواب کی تعبیر یہ کی کہ حضرت مظہر کا طریقہ اتباع سنت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم (پر مبنی) اور جادۂ صراط [۳۵] مستقیم میں راسخ قدم ہے ۔

مولوی ثناء اللہ سنبھلی (۹) نے خواب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا کہ کیا میرے پیر و مرشد میرزا صاحب کا طریقہ ترویج طریقت و تبلیغ احکام شریعت مقبول و محمود ہے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں" ۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس مقدمہ کی تائید کی ۔

شیخ محمد اعظم (۱۰) خلیفہ حضرت محمد افضل رحمتہ اللہ علیہما فرماتے تھے کہ مجھے حضرت میرزا صاحب کے بارے میں یہ الہام ہوا ہے ۔ "ہذا رجل لہ شان عظیم ولا یقاس علیہ رجل آخر" (یہ ایک مرد عظیم الشان ہیں جن کی بزرگی کے برابر کوئی نہیں ہے) حضرت خواجہ میر درد (۱۱) فرماتے ہیں کہ میں آپ کے اصحاب میں سے جس کو دیکھتا ہوں وہ عزیزوں کی نسبت سے بہرہ یاب ہے ۔ لیکن ان کے درجات و حالات و مقامات مختلف ہیں ۔

حضرت شیخ عبدالعدل زبیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وقت طالبان خدا کا آپ کی خدمت میں اس قدر اجتماع ہوتا ہے کہ کسی دوسری جگہ نہیں ہوتا ۔ اور اس وقت آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے نائب ہیں ۔

مثیلِ عیسیٰؑ - علی مرتضیٰؓ

ڈاکٹر اسرار احمد

تنظیمِ اسلامی پاکستان

مرکزی دفتر: ۶۷ - اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور۔

اور درجہ ہے' وہ خواتین کے لئے نہیں ہے۔ یہ ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے صرف مردوں کے لئے رکھی ہے۔ خواتین کے لئے اعلیٰ ترین درجہ صدیقیت ہے۔ چنانچہ حضرت مریم کے لئے قرآن میں یہی لفظ آیا ہے کہ "وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ" حضرت عیسیٰؑ کی والدہ صدیقہ تھیں۔

علیِ مرتضیٰؓ... حضرت عیسیٰؑ سے مشابہت

اب آیئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ گرامی کی طرف۔ انؓ کے مزاج کی ساخت' انؓ کی طبیعت' اور ان کی سیرت کے عناصر ترکیبی کو سمجھئے اور انؓ کی عظمت کو پہچانئے۔ آج کی اس تقریر کے لئے "مثیلِ عیسیٰؑ' علی مرتضیٰؓ" کا عنوان دیکھ کر بہت سے لوگ چونکے ہوں گے کہ یہ لفظ تو حضرت علیؓ کے غالی عقیدت مندوں نے بھی کبھی استعمال نہیں کیا' یہ تم کہاں سے لے آئے! تو سن لیجئے' یہ لفظ میں نے اس حدیث سے لیا ہے جس کے راوی خود حضرت علیؓ ہیں۔ اس حدیث کو امام احمد بن حنبلؒ اپنی مسند میں لائے ہیں۔ اس کے علاوہ مستدرک حاکم اور کامل ابن عدی میں بھی یہ حدیث موجود ہے' اور صاحبِ مشکوٰۃ نے بھی اسے نقل کیا ہے۔ خود اہل تشیع کی مستند کتاب "نہج البلاغہ" میں بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول قریباً انہی الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ گویا اس حدیث کی صحت پر اہل سنت اور اہل تشیع دونوں متفق ہیں:

عن عليٍّ قال قال لي رسولُ اللّٰه صلى الله عليه وسلم:
فِيْكَ مَثَلٌ مِنْ عِيْسٰى اَبْغَضَتْهُ الْيَهُوْدُ حَتّٰى بَهَتُوْا اُمَّهٗ' وَاَحَبَّتْهُ النَّصَارٰى حَتّٰى اَنْزَلُوْهُ بِالْمَنْزِلَةِ الَّتِيْ لَيْسَتْ لَهٗ- ثُمَّ قَالَ: يَهْلِكُ فِيَّ رَجُلَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ يُقَرِّظُنِيْ بِمَا لَيْسَ فِيَّ وَمُبْغِضٌ يَحْمِلُهٗ شَنَاٰنِيْ عَلٰى اَنْ يَبْهَتَنِيْ (رواه احمد)

"حضرت علی کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
تمہارے اندر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک مشابہت پائی جاتی ہے کہ ان سے یہود نے بغض رکھا حتیٰ کہ ان کی والدہ پر (بدکاری کی) تہمت لگائی۔ اور

حضرت مولنا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ

اور

ان کی دینی دعوت

از

جناب مولنا سید ابوالحسن علی حسنی

ادارہ اشاعتِ دینیات (پرائیویٹ) لمیٹڈ

۲/۱۶۸-جھاہاؤس حضرت نظام الدین، نئی دہلی ۱۱۰۰۱۳ (انڈیا)

اُمی بی مولانا کی نانی "بی اَمۃ الرحمٰن جو مولانا مظفر حسین رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی تھیں اور جن کو خاندان میں عام طور پر "اُمی بی" کے نام سے یاد کرتے تھے، ایک رابعہ سیرت بی بی تھیں، ان کی نماز کا یہ حال تھا کہ مولانا نے ایک مرتبہ فرمایا کہ اُمی بی کی نماز کا نمونہ میں نے مولانا گنگوہی کی نماز میں دیکھا[1] (اور مولانا گنگوہی کی نماز اپنے طبقہ میں بھی ممتاز تھی) اخیر زمانہ میں اُن کا یہ حال تھا کہ خود کھانا کبھی طلب نہیں فرماتی تھیں، کسی نے لاکر رکھدیا تو کھالیا، گھر پڑا تھا اگر کام کی کثرت اور زیادتی مشغولیت کی وجہ سے خیال نہ آیا تو بھوکی بیٹھی رہیں، ایک مرتبہ کسی نے کہا کہ آپ ایسے ضعف کی حالت میں کیسے بے کھائے رہتی ہیں؟ فرمایا الحمدللہ میں تسبیحات سے غذا حاصل کرلیتی ہوں![2]

مولانا کی والدہ ماجدہ مولانا کی والدہ محترمہ بی صفیہ بڑی جیّد حافظہ تھیں، انہوں نے قرآن مجید شادی کے بعد مولانا یحییٰ صاحب کی شیر خوارگی کے زمانہ میں حفظ کیا تھا، اور ایسا اچھا یاد تھا کہ معمولی حافظ ان کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتا تھا معمول تھا کہ رمضان میں روزانہ پورا قرآن مجید اور دس پارے مزید پڑھ لیا کرتی تھیں۔ اس طرح ہر رمضان میں چالیس قرآن مجید ختم کرتی تھیں[3] روال اتنا تھا کہ گھر کے کام کاج اور انتظامات میں فرق نہ آتا۔ بلکہ اہتمام تھا کہ تلاوت کے وقت ہاتھ سے کچھ نہ کچھ کام کرتی رہتیں، رمضان کے علاوہ امور خانہ داری کے ساتھ روزانہ کے معمولات یہ تھے:۔

[1] مولانا محمد یوسف صاحب بواسطہ مولانا محمد الیاس صاحبؒ [2] مولانا محمد الیاس صاحبؒ۔ [3] تذکرۃ الخلیل

درود شریف پانچہزار (۵۰۰۰)، اسم ذات اللہ۔ پانچ ہزار (۵۰۰۰)، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم انیس سو (۱۹۰۰)، یا مغنی گیارہ سو (۱۱۰۰)، لاالہ الا اللہ بارہ سو (۱۲۰۰)، یا حیُّ یا قیوم دو سو (۲۰۰)، حسبی اللہ ونعم الوکیل پانچسو (۵۰۰)، سبحان اللہ دو سو (۲۰۰)، الحمدللہ دو سو (۲۰۰)، لاالہ الا اللہ دو سو (۲۰۰)، اللہ اکبر دو سو (۲۰۰)، استغفار پانچ سو (۵۰۰)، افوض امری الی اللہ سو (۱۰۰)، حسبنا اللہ ونعم الوکیل سو (۱۰۰)، رب انی مغلوب فانتصر سو (۱۰۰)، رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین سو (۱۰۰)، لا الٰہ الا انت سُبحانک اِنی کُنتُ من الظّالمین سو (۱۰۰)،

اِس کے علاوہ قرآن مجید کی ایک منزل روزانہ تلاوت کا معمول تھا[1]

مکتبی تعلیم اور بچپن کا رنگ خاندان کے دوسرے عزیز بچوں کی طرح آپ بھی قرآن شریف اور مکتب کی ابتدائی تعلیم حاصل کرتے رہے، اور خاندانی دستور کے مطابق قرآن شریف حفظ کرلیا۔ قرآن شریف کے حفظ کا، خاندان میں ایسا عام رواج تھا کہ خاندان کی مسجد کی ڈیڑھ صف میں مؤذن کے سوا کوئی غیر حافظ نہ ہوتا۔

امی بی مولانا پر بہت شفیق تھیں، فرمایا کرتی تھیں کہ اختر مجھے تجھ سے صحابہؓ کی خوشبو آتی ہے، کبھی پیٹھ پر محبت سے ہاتھ رکھکر فرماتیں کیا بات ہے کہ تیرے ساتھ مجھے صحابہؓ کی سی صورتیں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں[2]

مولانا محمد الیاس صاحب میں ابتدا سے صحابۂ کرامؓ کی والہانہ شان کی ایک ادا اور ان کی دینی بے قراری کی ایک جھلک تھی جس کو دیکھ کر مولانا محمود حسن

[1] تذکرۃ الخلیل بحوالہ مولانا محمد یحییٰ صاحب۔ [2] مولانا محمد الیاس صاحب۔

فان تنازعتم فی شیء فردوه الی الله والرسول ان کنتم
تؤمنون بالله والیوم الآخر ذلک خیر واحسن تاویلا (۴: ۵۹)
فیصلہ ہفت مسئلہ کی وضاحت
حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ کے فیصلہ کی وضاحت
انہی کے خلفاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے قلم سے
تالیف
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم
ناشر
دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

گویا ہو: دیکھو، حضور تشریف لا رہے ہیں۔

اتنے میں میں نے دیکھا کہ دیوان خانہ کے سامنے سے ایک عظیم الشان مجمع نمایاں ہوا، قریب آنے پر میں نے دیکھا کہ آگے آگے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور پیچھے پیچھے تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مجمع ہے، حضور کی شان ہے کہ حلیہ مبارک ہوبہو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، نینو کا کرتا باریک بلا کسی بنیائن وغیرہ زیب تن ہے جس میں سے بدن مبارک چمک رہا ہے گویا شعاعیں سی پھوٹ رہی ہیں، سر مبارک پر ٹوپی پنج کلیا ہے جو سر پر کانوں تک منڈھی ہوئی ہے اور چہرۂ انور نہایت مُشرق اور اسقدر چمک رہا ہے جیسے چمکتا ہوا کندن سونا ہوتا ہے، حضور جب دیوان خانہ میں داخل ہوئے تو حضرت حاجی صاحب سروقد ایک کونے میں ادب سے جا کھڑے ہوئے اور میں ایک دوسرے مقابل کے کونے میں ادب و ہیبت سے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ حضور کنارہ کاٹ کر میری طرف تشریف لائے اور بالکل میرے قریب پہنچ کر میرے کندھے پر دست مبارک رکھا اور زور سے فرمایا:

دیکھ کر جرأت کی اور عرض کیا:

"حضور حدیثوں میں جو حلیہ مبارک ہم نے پڑھا ہے، اس وقت کا حلیۂ مبارک تو اس کے خلاف ہے یہ تو حضرت گنگوہی کا حلیہ ہے"

ارشاد فرمایا:

"اصل حلیہ ہمارا وہی ہے جو تم نے حدیثوں میں پڑھا ہے، لیکن اس وقت ہم نے مولانا گنگوہی کا حلیہ اس لئے اختیار کیا کہ تمہیں ان سے محبت و مناسبت ہے"

رودِ کوثر

اسلامی ہند اور پاکستان کی مذہبی اور علمی تاریخ
عہدِ مغلیہ

شیخ محمد اکرام

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ
۲۔ کلب روڈ، لاہور

بسوا اور کسی دین کے نسخ کا ذکر نہیں۔ حالانکہ ان کے علاوہ بہت سے
رکئی دین صفحۂ ہستی سے نابود ہو گئے۔ نیز واضح رہے کہ ان آیات کے مطابق
لاخلا فیھا نذیر" (ہر ایک گروہ کا نبی گزرا ہے) **"ولکل امۃ**
لیہ اُمت کا رسول ہوتا ہے) سرزمینِ ہندوستان میں بھی نبی اور رسُول
حوال ان کی کتابوں میں مندرج ہیں۔ ان کے اخبار و آثار سے ظاہر
ب کمال تھے۔ رحمتِ عامہ الٰہی نے مصلحتِ انسانی کو اس سرزمین میں
پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہر ایک قوم میں پیغمبر
جس کی اطاعت اور فرمانبرداری اس قوم کے لیے لازم تھی اور دُوسری
د غرض نہ ہوتی، لیکن جب سے ہمارے پیغمبر خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے
جبتک دنیا باقی ہے کوئی اور نبی نہ ہوگا۔ شرق سے لے کر غرب تک تمام
کی تابعداری اور فرمانبرداری لازم ہے اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
مام باقی دین منسوخ ہیں۔ آغازِ بعثت سے جس کو آج تک ایک ہزار ایک سو
جو اس دین کی طرف مائل نہیں ہُوا۔ وہ کافر ہے۔ نہ کہ وہ لوگ جو اس سے

۔

ع آیۂ کریمہ "**منھم من قصصنا علیك ومنھم من لم**
ئ" (ان میں سے بعض کا حال تمھارے روبرو بیان کیا اور بعض کا
ماری شریعت بہت سے انبیا کے حال میں ساکت ہے تو ہم کو بھی
بیا ر کے حق میں خاموشی ہی بہتر ہے۔ نہ ہم کو ان کے مقلدین کے کُفر
ب ہے اور نہ ان کی نجات کا اعتقاد لازم ہے لیکن اگر تعصب نہ ہو۔ تو
با چاہیے۔ اہلِ فارس بلکہ تمام امم ماضیہ کے حق میں جو خاتم النبیین ؐ کے
بلی ہیں اور جن کی نسبت شرع میں کچھ بیان نہیں کیا گیا اور جن کے احکام
لے مناسب اور موافق (اسی قسم کا عقیدہ رکھنا بہتر ہے۔ کسی کو بغیر قطعی
ینا چاہیے۔ ان (اہلِ ہند) کی بُت پرستی کی حقیقت یہ ہے کہ بعض فرشتے جو

حکمِ الٰہی سے عالم کون و فساد میں دخل رکھتے ہیں۔ یا بعض کاملین کی رُوحیں جنھیں جسم سے الگ
ہو کر اس دُنیا میں کچھ تصرف حاصل ہے یا بعض زندہ آدمی جو ان کے زعم میں حضرت خضر
علیہ السلام کی طرح تا ابد زندہ رہیں گے یہ لوگ اُن کی مُورتیں یا تصویریں بنا کر ان کی طرف
متوجہ ہوتے ہیں اور اس توجہ کے سبب ایک مُدت کے بعد صاحبِ صُورت سے مناسبت
پیدا کر لیتے ہیں اور اسی نسبت سے حوائج معاش و معاد کو پُورا کرتے ہیں۔ ان کا یہ عمل
ذکر رابطہ سے مشابہت رکھتا ہے جو اسلامی صوفیہ میں عام ہے، اور جس میں صورتِ شیخ
تصور کیا جاتا ہے اور فیض حاصل کیے جاتے ہیں۔ ہاں صرف اس قدر فرق ہے کہ
صُوفیہ شیخ کی ظاہری تصویر نہیں بناتے، لیکن یہ بات کفارِ عرب کے عقیدے سے
مناسبت نہیں رکھتی کیونکہ وہ بُتوں کو متصرف اور مؤثر بالذّات مانتے تھے نہ کہ
تصرفِ الٰہی کا ذریعہ اور انھیں کو زمین کا خدا مانتے تھے اور اللہ تعالےٰ کو آسمان کا
خدا۔ مگر یہ شرک ہے۔ ان (اہلِ ہند) کا سجدہ سجدۂ عبُودیت نہیں، بلکہ سجدۂ تحیت
ہے۔ جو کہ ان کے طریقے میں ماں۔ باپ۔ پیر اور اُستاد کے سلام کے لیے بھی عام ہے
اور جسے ڈنڈوت کہتے ہیں۔

تناسخ کا اعتقاد رکھنے سے کفر لازم نہیں آتا۔ والسّلام

مرزا جانجاناں کے خلفاء میں سے قاضی ثناء اللہ پانی پتی بہت مشہور ہیں۔
شاہ عبدالعزیز انھیں بیہقیِ وقت کہا کرتے تھے۔ وہ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ ان
میں سے فقہ کے مسائل کی کتاب مالابدمنہ اب بھی مستعمل ہے۔ ان کے علاوہ انھوں نے
سات جلدوں میں تفسیرِ مظہری لکھی۔ اس زمانے میں شاہان اودھ کی وجہ سے شیعہ
سُنّی مسئلہ پھر پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ قاضی صاحب نے شیعہ عقائد کے خلاف سیف المسلول
کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔ اس کے علاوہ ارشاد الطالبین، حقوق الاسلام، شہاب ثاقب
اور دُوسرے رسائل آپ کی یادگار ہیں۔ آپ کی وفات ۱۸۰۵ء میں ہوئی۔

خاتم الاولیا شاہ غلام علی قدس سرہ

مرزا مظہر جانجاناں کے سب سے نامور مُرید
شاہ عبداللہ المعروف شاہ غلام علی دہلوی

ریڈ روز پرنٹرز ۸- ایبٹ روڈ رائل پارک لا

مُسلمانوں کی مذہبی اور علمی تارِیخ کا دورِ جدید
اُنیسویں صدی کے آغاز سے زمانۂ حال تک

شیخ محمّد اکرام

اِدارۂ ثقافتِ اسلامیّہ
۲ ۔ کلب روڈ ، لاہور

(۷) مولوی عبداللہ صاحب غزنوی جنھوں نے امرت سر اور پنجاب کے دوسرے حصّوں میں ارشاد و ہدایت کا کام کیا اور جن کے بعد اُن کے خاندان نے اس کام کو جاری رکھا (۸) شاہ نور محمدؒ صاحب جھنجھانوی جن کے مُرید رشید اور خلیفۂ خاص، مولوی رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانیٔ مدرسہ دیوبند کے اُستاد حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ تھے (۹) مولوی سیّد اولاد حسین صاحب قنوجی جن کے فرزند ارجمند نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی نے اسلامی مسائل پر سو سے زیادہ کتابیں لکھیں اور انیسویں صدی کے آخر میں علومِ اسلامی کی بڑی اشاعت کی (۱۰) مولوی کرامت علی جونپوری، جنھوں نے بنگالے میں اشاعتِ اسلام اور اصلاحِ رسوم کے سلسلے میں عظیم الشان کام سر انجام دیا۔ ان کے علاوہ مولوی امام الدین بنگالی اور صوفی نور محمدؒ بنگالی کی اسلامی خدمات کا ہم آیندہ صفحات میں تذکرہ کریں گے۔

مولانا عبدالحیؒ

سب سوانح نگار متفق ہیں کہ سیّد صاحب کے مریدوں میں بلند ترین مرتبہ مولوی عبدالحیؒ اور مولوی محمد اسمٰعیل شہیدؒ کا تھا بلکہ اکثر کہا جاتا ہے کہ "یہ دونوں بزرگ بمنزلہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے آپ کے یارِ غار اور جان نثار تھے" مولوی محمد اسمٰعیل صاحب میں حضرت عمرؓ کی طرح جوش و خروش اور جراُت و بہادری تھی اور بدعت کے خلاف وہ اسی طرح تیغ بکف رہتے تھے، لیکن اس کے باوجود مولوی عبدالحی صاحب کو سب مُریدوں سے افضل سمجھا جاتا ہے۔ وہ خاموش طبع تھے، لیکن ان کا ایمان چٹان کی طرح محکم و مضبوط تھا۔ طبیعت میں حضرت ابوبکرؓ کی طرح وقار اور تحمل تھا۔ نہ مصیبت میں گھبرا کر گھبراتے تھے اور نہ کامیابی میں آپے سے باہر ہو جاتے تھے۔ آپ نے سیّد صاحب کو ہمیشہ صحیح اور نیک مشورہ دیا اور اُن کے مشن پر اُس وقت ایمان لائے، جب سیّد صاحب کی خوبیاں ابھی بے نقاب نہ ہوئی تھیں۔

مولانا اسمٰعیل شہیدؒ

مولانا محمد اسمٰعیلؒ شہید کا نام مولوی عبدالحی صاحب کے بعد لیا جاتا ہے، لیکن سیّد صاحب کی اصلاحی کوششوں کو جتنی تقویت اور رونق آپ سے ہوئی، شاید ہی کسی اور فردِ واحد کی مدد سے ہوئی ہو۔ آپ کی ذات میں

تذکرہ
حضرت سید شاہ علم اللہ حسنی رائے بریلوی

حضرت سید احمد شہیدؒ کے جد اعلیٰ اور عہد عالمگیری کے ممتاز شیخ اور عارف باللہ حضرت سید شاہ علم اللہ حسنیؒ کا تذکرہ اور ان کے ممتاز خلفاء اور نامور فرزندوں کے حالات زندگی۔

از: مولانا محمد الحسنی
سابق ایڈیٹر "البعث الاسلامی"

ناشر
فضل ربی ندوی
مجلس نشریات اسلام
۱-کے-۳ ناظم آباد مینشن، ناظم آباد نمبر ۱- کراچی ۱۸
شکیل پرنٹنگ پریس کراچی

آخری ایام:

گزشتہ صفحات میں بار بار اس کا ذکر آچکا ہے کہ سید شاہ علم اللہؒ بدعت کے معاملہ میں کس قدر ذکی الحس اور باریک بیں تھے آخری ایام میں اس بات نے اتنی شدت اختیار کی کہ وقت کا بیشتر حصہ بلکہ سارا وقت مسجد اور گھر کے درمیان ہی گزرنے لگا اور عمومی ملاقاتوں اور مجلسوں سے عملاً کنارہ کشی اختیار کرلی۔ شاہ صاحب کے چھوٹے صاحبزادہ حضرت سید محمد (جو ان کے خلیفہ اور معتمد و مشیر بھی تھے اور شاہ صاحب کو ان سے بہت خاص تعلق تھا) ان ملاقاتوں میں شاہ صاحب کی نیابت کرتے تھے اور واسطہ بنتے تھے، کچھ عرصہ تک یہ معمول رہا کہ اگر کوئی ملنے آتا تو پہلے سید محمدؒ کو بھیج دیتے کہ وہ اس کا اندازہ لگالیں کہ اس کے خیالات کیسے ہیں اور کیوں ملنا چاہتا ہے، سید محمدؒ جیسا بتاتے اس پر عمل کرتے، ان کا ذوق و رجحان سید شاہ علم اللہؒ سے اس قدر مشابہ تھا کہ ان کی رائے اکثر وہی ہوتی جو ان کے والد کی ہوتی۔

شاہ صاحبؒ نے ایک رسالہ "قوت العمل" کے نام سے لکھا تھا اور اس میں عقائد، ایمانیات، اصلاح اعمال، اتباعِ سنت . . . . . پر مختصر اور جامع طریقہ پر روشنی ڈالی تھی، اس کے بعد یہ معمول ہو گیا کہ جو ملنے آتا اس کو یہ رسالہ سید محمدؒ کے ہاتھ باہر بھیج دیتے، پڑھا لکھا آدمی ہوتا تو وہ رسالہ اس کے ہاتھ میں دے دیا جاتا، اگر غیر تعلیم یافتہ ہوتا تو سید محمدؒ پڑھ کر اس کو سناتے۔

تقلیل غذا:

مولانا محمد نعمان صاحب اعلام الہدیٰ اپنے والد ماجد کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ آخری ایام میں غذا بالکل کم بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں ترک کردی تھی۔

وفات:

سید شاہ علم اللہؒ کی پیدائش ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی تھی، بچپن ہی میں والدین

لے اس رسالہ کا ذکر آگے ملے گا۔

کا سایہ سر سے اُٹھ گیا تھا اور ماموں نے پرورش کی تھی اس طرح ان کی زندگی کا آغاز ہی سنت سے ہوا، پوری عمر پیروی سنت اور اشاعتِ سنت میں گزری اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و کرم کی عجب شان ہے کہ ان کی وفات بھی اس عمر میں ہوئی جس عمر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تھی۔

"تذکرۃ الابرار" میں ہے کہ سید شاہ علم اللہؒ کی بہت آرزو تھی کہ ان کی عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر سے متجاوز نہ ہو، اور آخری وقت یہ سعادت بھی ان کو حاصل ہو، چنانچہ ۹ ذی الحجہ ۱۰۹۶ھ کو ۶۳ سال کی عمر میں وفات پاکر حیاتِ جاودانی حاصل کی، اور اللہ کا یہ بندہ جس نے زندگی بھر سنت، عزیمت اور مجاہدہ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور کسی سنت، مستحب اور اولیٰ سے منہ نہ موڑا، اپنے "محبوب حقیقی" سے جا ملا۔

چیست ازاں خوب تر در ہمہ آفاق کار
دوست رسد نزد دوست یار بہ نزدیک یار

اورنگ زیب کا خواب:

اورنگ زیب عالم گیر نے اسی تاریخ کو یہ خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی ہے، اور فرشتے جنازہ مبارک کو آسمان کی طرف لیے جارہے ہیں، بادشاہ کو بہت تردد پیدا ہوا اور اس نے علماء صلحاء سے اس کی تعبیر معلوم کرنی چاہی انھوں نے کہا اس خواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس رات کو سید محمد علم اللہؒ (جو اتباعِ سنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بہ قدم ہیں) کا انتقال ہو گیا ہے، بادشاہ نے حکم دیا کہ یہ تاریخ لکھ لی جائے، اس کے بعد ہی وقائع نگار نے اطلاع دی کہ سید شاہ علم اللہ کا اسی شب کو انتقال ہوا۔

اورنگ زیب نے بعد میں دریافت کیا کہ یہ خواب سنتے ہی یہ تعبیر ان کے ذہن میں کیسے آئی؟

انھوں نے جواب دیا کہ اتباع سنت میں کوئی دوسرا آدمی ان کا ہمسر

تذکرۃ الرشید

حصہ اول

باامتثال امر صاحبزادہ حضرت مولانا الحافظ الحکیم مسعود احمد صاحب ادام اللہ ظلہ

(وتعمیل ارشادات)

سید المحدثین حضرت مولانا المولوی محمود حسن صاحب دیوبندی وقدوۃ الافاضل حضرت مولانا المولوی عبد الرحیم صاحب رائپوری وسند المتکلمین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبہٹوی ادام اللہ ظلہم

بندہ ضعیف

عاشق الٰہی عفی عنہ نے جمع اور مرتب کیا اور حضرت مولانا الحافظ الحاج المولوی خلیل احمد صاحب کے سن اول الی آخرہ الا بعض الحواشی ملاحظہ کرانے کے بعد بلالی اسٹیم پریس ساڈھورہ میں طبع کرایا

صرف ٹائٹل اسیر المطابع میرٹھ میں باہتمام اصغر حسین مالک و مہتمم چھپوایا

بلا اجازت مولف کوئی صاحب قصد طبع نہ فرمائیں

ہوا ہے مگر الحمد للہ کہ خواہش نفس کو آقازادے نے اس عزت کے لباس میں چھپالیا" اور اُس آستانہ سے ہی پرورش کی ہے" پس شاداں و فرحاں واپس ہوا اور طبع کا انتظام شروع کیا۔

اس قصہ کے بعد پھر موانع سدراہ ہوئے اور کچھ ایسے افکار پیش آئے کہ باوجود احباب کے سینکڑوں تقاضوں اور تحریری استفسارات کے اوراق مسطورہ کو ہاتھ لگانے کا بھی اتفاق نہ ہوا۔ آخر جب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے کئی مرتبہ بایں الفاظ میٹھے تقاضے ہوئے کہ "سوانح کے چھپنے میں کیا دیر ہے؟" تو شرم کے سبب پسینہ آگیا اور مظاہر العلوم کے جلسہ سے واپس آتے ہی ۲۔ محرم ۱۳۲۷ ہجری مطابق ۵۔ فروری ۱۹۰۹ عیسوی یوم چہارشنبہ مسودہ نکالا اور معمولی ترمیم و ترتیب اور نظر ثانی کی بقدر ضرورت تغیر و تبدل کے بعد طبع شروع کر دیا۔

اثنائے کتابت میں ایک صاحبدل دیندار شخص کا جنکی صورت میں نے کبھی نہیں دیکھی بسبیل ڈاک لفافہ پہنچا کہ میں نے خواب دیکھا ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح لکھی جارہی ہے اور ایک بزرگ نے اسکی تعبیر دی ہے کہ معلوم ہوتا ہے شریعت کے کسی کامل متبع کی سوانح کا اہتمام ہو رہا ہے۔

پس مبارک ہو کہ یہ منامی بشارت تیرے ہاتھوں پوری ہو رہی ہے۔ میں نے حق تعالیٰ کی اس رحمت کا شکر ادا کیا اور بعد میں پے درپے خود بھی چند خواب عجیب و غریب دیکھے۔ اپنے حضرت صاحب سوانح کی زیارت سے بھی خواب میں مشرف ہوا کہ مسکرا کر دریافت فرماتے ہیں کیا میری سوانح لکھ رہے ہو؟ میں پاس کھڑا ہوا اپنی بے بضاعتی اور احباب کا کچھ دوستانہ شکوہ کر رہا ہوں اور حضرت قدس سرہ جواب میں اپنے حالات خود بیان فرما رہے ہیں کہ "یہ بھی لکھیو مگر افسوس کہ بیدار ہونے پر یاد نہ رہے"

اللہ تعالیٰ کا بے شمار احسان ہے کہ ان بشارتوں نے مُردہ قوت میں روح پھونک دی اور اسکا موقع ملا کہ ٹوٹے پھوٹے جس طرز عبارت میں اس یادگار کو ہدیۂ ناظرین کرسکا پیش کیا۔ تاہم اتنا افسوس اب بھی ہے کہ جن نفیس مباحث اور عجیب مضامین کی جستجو تھی کافی طور پر نہ ملے۔ ہاں خدا کی ذات سے امید ہے کہ آئندہ طبع میں یا جدا جدا مکاتیب و مباحث و فقہیات کے عنوانات سے رسائل کی صورت میں طبع کی نوبت آئیگی اور یہ سلسلہ اللہ کو منظور ہے تو سالہا سال جاری رہے گا۔ والسلام نعم الختام۔

طالب فیوض لامتناہی
احقر العباد عاشق الٰہی عفی عنہ میرٹھی

إِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝

الحمدللہ کہ سوانح قدوۃ العلماء تاج المحدثین زبدۃ الفقہاء سراج الناظرین
امام الہمام الاوحد مولانا الشیخ ابی ابراہیم خلیل احمد المدنی المہاجر قدس سرہٗ
بنام

تذکرۃ الخلیلؒ

جس کے ضمن میں حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی، مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی، شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی، مولانا الحاج صدیق احمد صاحب انبھٹوی، اور مولانا الحاج الشیخ عبدالرحیم صاحب رائپوری قدس اللہ اسرارہم کے پیارے حالات بھی آگئے ہیں۔ اور ہندوستان کی مشہور دینی درسگاہ مظاہر علوم کے دارالطلبہ و کتب خانہ اور قدیم دارالحدیث کے تین عکسی فوٹو مطبوعہ بھی شامل ہیں

مؤلفہ

حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبۃ الشیخ ۳/۳۶۷۔ بہادرآباد کراچی ۵

پوچھیں اور اس طرح پوچھیں کہ شاگرد بعض دفعہ سوال پر سوال کرتا ہوا جھجکے مگر آپ رکاوٹ و دل تنگی کا نام بھی نہ لیں۔ نیز معاد[1] کے ساتھ معاش[2] کے متعلق بھی ہر جزئی و کلی امر میں مشورہ باوجود والدین اور دیگر اعزہ واقارب کے حیات ہونے کے آپ ہی سے لیں اور اس طرح لیں کہ بیٹے کو اپنی ضیق[3] بیان کرتے ہوئے باپ سے شرم آئے مگر آپ اس میں تامل یا تعویق[4] کا خطرہ بھی نہ لائیں۔ بیعت کے بعد آپ کی ملازمت کا تعلق جہاں بھی ہوا وہ حضرت کے مشورہ ہی سے نہیں بلکہ گویا تجویز اور حکم سے ہوا اور جہاں بھی آپ جتنی مدت رہے حضرت کے ایما واشارہ سے رہے کہ بیمار پڑے اور آب وہوا ناموافق ہوئی تو روحانی باپ کو اطلاع ضروری مگر یہ وسوسہ بھی نہ ہوا کہ صریح حکم رضا آئے بغیر ترک ملازمت کا نام لیں۔ اسی طرح جب حضرت کا ایما کسی جگہ سے علیحدگی کا ہوا تو کبھی خطرہ بھی نہیں گذرا کہ ترک کی وجہ دوسروں کو کیا بتاؤں گا۔

چنانچہ بھاولپور میں آپ کو طرح طرح کی تنگیاں پیش آئیں مگر آپ نے جبراً وقہراً انہیں بلکہ طبع کے خلاف کو رضائے شیخ کی حلاوت سے موافقِ طبع بنا کر پورے گیارہ برس وہاں گذارے اور ترکِ ملازمت کا نام نہ لیا۔ اسی طرح جس وقت آپ کو حکم پہنچا کہ دیوبند چھوڑ کر مظاہرِ علوم سہارنپور میں جاؤ تو سب ہی کو حیرت تھی مگر آپ اس خوشی سے آئے جیسے مسافر اپنے گھر آتا ہے۔

یہ ربطِ قلب اور عظمت ومحبتِ شیخ کی وہ وہبی عطا تھی جس نے معیت[5] ومجانستِ تامہ پیدا کر کے اسی مخصوص نسبت سے آپ کو مالامال کیا جو قدرت نے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کو نصیب فرمائی تھی۔

رویاء رمضان ۱۳۱۷ھ میں آپ نے بحالتِ اعتکاف خواب دیکھا کہ خربزہ تراش کر حضرت امام ربانی کو کھلا رہے ہیں اور لعاب جو اس کے کھانے میں حضرت کے دہن سے گر رہا ہے اس کو اپنی زبان پر لے رہے ہیں۔ حضرت کو خواب سنا کر جب تعبیر پوچھی تو حضرت مسکرائے اور فرمایا "تم خود سمجھتے ہوگے آخر نسبت تو ایک ہی ہے"

اسی طرح ایک بار کسی تذکرہ میں حضرت کی زبان سے بے اختیار نکلا کہ "جو میں وہی مولوی خلیل احمد"۔

دو خط جو حضرت امام ربانی نے آپ کے نام بھاولپور بھیجے اور تیسرا خط جو دیوبند آپ کے پاس بھیجا چونکہ اہلِ علم کے لئے نتائج مفیدہ پر مشتمل ہیں اس جگہ نقل کرتا ہوں جن سے اندازہ ہوگا کہ حضرت کو طریقِ معاش میں بھی عمل کے لئے اعلیحضرت کا ایما لینے کی کس[6] درجہ کوشش رہتی تھی جو کہ ثمرہ ہے حُبّ وعظمتِ شیخ کا اور مفہوم ہے اس شعر کا ؎

سپردم بہ تو مایۂ خویش را — تو دانی حساب کم وبیش را[7]

---

[1] آخرت کے معاملات [2] دنیا کی زندگی کے معاملات۔ [3] تنگی وتنگدلی [4] دیر لگانا۔ [5] ساتھ اور یک جنس ہونا پوری طرح کا یعنی کامل اتحاد۔ [6] حالانکہ شیخ سے تعلق امور دین اور ان میں سے بھی اصلاح باطن کے لئے ہوتا ہے اور بظاہر امور دنیا یا علوم ظاہری کی بات بے محل معلوم ہوتی ہے مگر محبت کی شدت جو یگانگت پیدا کر دیتی ہے اس میں سب برمحل بن جاتا ہے [7] میں نے تو اپنی کل جمع پونجی [7] آپ کے سپرد کر دی اب کم زیادہ کا حساب آپ جانیں۔ (جمیل احمد)

علیم کردہ اوراد واعمال اس کے آلۂ کار بمنزلہ
کا چلنا حقیقۃً اس بھاپ پر موقوف ہے جس کو
رفتار تیز اور قوی ہوگی کہ اس کے بغیر گاڑی
بول کی بھی ضرورت ہے کہ ان کے بغیر رفتار
راختیاری اور کسبی[1] ہے مگر حُبّ وانس اور
لئے یہ بالکل صحیح ہے کہ جس کو جو کچھ بھی
ہوا ہے نہ کہ کسب سے۔ مگر اس کے ساتھ ہی
جو اس کے مقرر کردہ طریق پر چلنا اور مجاہدہ
فیات بخشتا اور اپنے قرب کا مزہ چکھاتا ہے
ہے اس کی محرومیت کا سبب بن جاتی ہے
کثر ہمعصروں کا، مگر وہی امر یعنی حب مع الشیخ
کے کثیر پر بھی مرتب نہیں ہوا۔ اور یہی راز ہے
کرنے میں جو دوسری امتوں کے اعمالِ کثیرہ
ئے پیغمبر کے ساتھ محبت وعقیدت کا تعلق
کاس قبول کرے گا جس سے دوسرے قلوب
کو اس سوال کا کیا موقع کہ فلاں پر کیوں فضل
بہ من یشآء۔
شانہٗ کا خاص فضل تھا کہ بیعت ہوتے ہی
حضرت گنگوہیؒ کی وہ محبت پیدا ہوگئی تھی
ت کے ساتھ بھی مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔
غیر منتہائے مراد[6] کا حصول ناممکن ہے۔ پس یہی
بہ ہی کی درخواست کر دیا کریں بلکہ آپ مجبور
استاذ کے موجود ہونے کے بے تکلف حضرتؒ ہی سے

جاتا [3] بلا اختیار کے حق تعالیٰ عطاء وھبیہ ہے۔
[6] آخری۔ (جمیل احمد)

علماءِ ہند کا شاندار ماضی

جلد اوّل

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ، آپ کے معاصرین کرام اور خلفاء عظام کے حالات و کمالات اور اصلاحی کارنام

از

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ

مکتبہ رشیدیہ عائشہ منزل اردو بازار کراچی

مات دے دی اور فصیحوں کو تھکا کر عاجز کر دیا۔

غرض نبیؐ وقت قوم کی ذہنیت ہی کے مناسب خوارق بھی لاتا ہے اور اسی کے امراضِ باطنی کے مناسب اصلاحی پروگرام بھی پیش کرتا ہے۔

چونکہ مجددیت، نبوت کا اصلی ظل ہے، اس لئے اُمتِ محمدیہ کے مجددوں کو بھی ویسی شان دی گئی ہے جو انبیاء سابقین کو عطا ہوتی تھی۔ اُمت میں قرون اور ادوار گزرتے رہنے سے جس جس قسم کے فتن ظہور کرتے رہے اسی قسم کے اصلاحی طریق لے کر مجددین اُمت بھی مبعوث ہوتے رہے۔ اگر کسی وقت میں دیانت کی کمی ہوئی تو مجددِ دیانت آئے۔ جنھوں نے شعائرِ دیانت برپا کئے۔ اگر دیانت ہوتے ہوئے نظامِ ملت کبھی زیادہ پراگندہ ہو گیا تو ایسے ہی مجدد آئے۔ جنھوں نے اپنے حلقۂ اثر کو باہم شیر و شکر کر دیا۔ اگر کبھی نفوس میں اخلاقی کدورت اور زنگ لگ گیا تو ایسے ہی مجدد آئے جنھوں نے اخلاق کا تزکیہ کرکے نفوس کو مجلّٰی اور مصفّٰی کر دیا۔ اگر اُمت کبھی ریاضت کشوں کے خوارق پر مفتون ہوئی تو ایسے ہی مجدد آئے جنھوں نے اپنے خوارق و کرامات سے ہر شعبدہ باز کے کرشموں کا طلسم توڑ کر رکھ دیا۔[1] غرض یوں سمجھنا چاہیئے کہ انبیاء سابقین میں نبوت کی جس جس رنگ کی نسبتیں تھیں، اتنی ہی اور اسی رنگ میں ولایت کی نسبتیں اُمت کے مجددوں کو عطا فرمائی گئیں تاکہ اُمت کے ہر طبقہ کی اصلاح اس کے مناسب طریق سے ہو۔

الفِ ثانی کا آغاز اُمت کے حق میں تمام اگلے اور پچھلے فتنوں کا فتح باب تھا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کی خیریت ختم ہو جانے کے متعلق دو مدتوں کی

---

[1] پھر نفسانی فتنوں کے ساتھ آفاقی فتنے بھی جس نوع کے آئے۔ مجددینِ وقت کو اسی کے استیصال کی زیادہ سے زیادہ صلاحیت و استعداد دے کر بھیجا۔ کسی مجدد نے فتنۂ شیعیت کو ختم کیا۔ کسی نے فتنۂ باطنیت کو۔ کسی نے ادعاء نبوت کے فتنوں کا تار پود بکھیرا۔ اور کسی نے عیسائیت کی وسوسہ اندازیوں کا استیصال کیا۔ کسی نے شرک کا تانا بانا ادھیڑ دیا۔ کسی نے وثنیت کے ستون ڈھائے، اور کسی نے ثنویت کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ دیا۔

اطلاع دی تھی۔ ایک یہ کہ میری اُمت کی عمر پانچ سو سال ہے یا پانچ سو سے کم نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ اُمت کی عمر ہزار سال ہے جیسا کہ ذخیرۂ روایات میں دونوں حدیثیں موجود ہیں۔ پانچ صدی گذرنے پر فتنۂ تتار کا ظہور ہوا جس نے حقیقتاً اُمت کی خیریت ہی نہیں، سرے سے اُمت ہی کو ختم کر دیا تھا۔ گویا عالم سے مسلمانوں کا، اور اُن کی شوکت و قوت کا استیصال ہو چکا تھا۔ مگر حافظِ حقیقی نے انجام کار خود تاتاریوں ہی کے قلوب کو اسلام قبول کرنے پر جھکا دیا۔ جنھوں نے خلافتِ عثمانیہ (ٹرکی) کی بنیاد رکھ کر خود اسلام کی وکالت شروع کر دی، اور اس کے معین و مددگار بن گئے۔ اقبالؔ نے خوب کہا تھا ؎

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے   پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

درحقیقت قصرِ خلافت ہی نہیں بلکہ قصرِ اُمت کا ایک نیا سنگِ بنیاد تھا جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فتنۂ تتار منکشف ہوا جو پانچ صدی گذرنے پر ظاہر ہوا۔ اسی لئے پہلی حدیث میں آپ نے اُمت کی عمر پانچ سو سال ارشاد فرمائی۔ چھٹی صدی سے گویا اُمت کی نئی تعمیر ہوئی، اور اس کے علوم و کمالات کے نشر و اشاعت کا ایک جدید اور بہترین دور شروع ہوا۔ عراق و خراسان میں خصوصاً اور محروسہ ہائے اسلامی میں عموماً لاکھوں کی تعداد میں یکتائے روزگار فضلاء، فقہاء، علماء، صوفیاء اور اکابرِ اُمت اُٹھے، اور دین کو از سرِ نو زندہ کرکے پاکیزہ لباسوں میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔ علوم و کمال کا آفتاب نصف النہار پر پہنچ گیا اور دشمنانِ حق کی نگاہوں کو خیرہ کرنے لگا۔ مصر، شام، خراسان و عراق، ادھر دوسرے عجمی ممالک اسلامی شوکتوں سے مالا مال تھے۔ کسی غیر کی مجال نہ تھی کہ اسلام کے رُعب افزا چہرہ کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھ سکے۔ رفتہ رفتہ پانچ صدی کا دوسرا دَور ختم ہونے لگا تو اُمت میں انحطاط کا نیا دَور شروع ہوا۔ ابتداءً دینی اور معنوی شوکتوں میں فتور آنا شروع ہوا، اور انجام کار ظاہری رعب و قوت اور شوکتوں کے اضمحلال کا وقت بھی آ پہنچا۔

هٰذَا ذِكْرٌ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ

احسن السّوانح

یعنی

حضرت اقدس مولینا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے

حالات، کمالات۔ افاضۂ علمی۔ فیضانِ باطنی اور

خدماتِ ملّی کا جامع مرقع!

مرتبہ

یکے از خدّامِ جامعہ اشرفیہ لاہور

شائع کردہ: جامعہ اشرفیہ لاہور، پاکستان

آزمائشوں، امتحانوں اور مجاہدوں کی بھٹی کی نذر ہو گئی، یہاں تک کہ حضرتِ والا کی حیثیت خالص کندن جیسی ہو گئی۔ اس کے بعد تو "محمد حسنؒ" نام کی گویا کوئی ہستی ہی اس روئے زمین پر نہ رہی۔ سرتاپا "حضرتِ تھانویؒ" میں فنا ہو گئے ؏

کچھ بھی نہ رہا ان کی محبّت کے سوا یاد

کے مصداق کچھ فرماتے تو ان الفاظ کے ساتھ کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یوں ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ کوئی کام انجام دیتے تو بتاتے۔ حضرت تھانویؒ اس کام کو یوں کیا کرتے تھے۔ کسی کو کوئی مشورہ دیتے تو یہ کہہ کر کہ حضرت تھانویؒ کا اس سلسلہ میں یہ خیال تھا۔

ملفوظاتِ طیّبات تو زبانی یاد تھے۔ اور اس طرح یاد تھے کہ مجال ہے کہ ایک لفظ بھی ادھر سے ادھر ہو جائے۔ فرماتے تھے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام میں حق تعالیٰ جل شانہ نے بڑی برکت رکھی ہے اور ڈرتے تھے کہ الفاظ کی تبدیلی یا اُلٹ پھیر سے وہ برکت زائل نہ ہو جائے۔ بلکہ مواعظ کے سائز بھی وہی پسند فرماتے، جس سائز پر حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کے زمانے میں طبع ہوئے تھے۔ چھوٹا سائز جو اب رائج ہوا پسند نہ تھا۔ مزید برآں تمام زندگی کا یہی معمول رہا کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رہ کے ملفوظاتِ طیّبات اور مواعظِ حسنہ پڑھتے پڑھاتے رہے اور اس معمول کا اتنا اہتمام رکھا کہ وصال سے ایک روز قبل بھی یہی ارشاد فرمایا:

"آج حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ملفوظات پڑھنے چاہئیں۔ (اور جب ملفوظات پڑھے گئے تو) درمیان میں حضرتِ والا (مفتی صاحب علیہ الرحمۃ) تشریحات فرماتے جاتے تھے۔ ماشاء اللہ الہٰی قوت سے بیان کرتے تھے کہ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ مگر ہائے قسمت، کس کو یہ معلوم تھا کہ آنے والی کل کو یہ شمع ہمیشہ ہمیشہ کے لیے گُل ہو جانے والی

...تعارف کرا دیتا ہے۔ اب یہ
...ڑے ہو جاتے ہیں اور ایک
...دونوں میں جس درجہ کا تعلق
...کیفیت طاری ہوتی ہے۔
...کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور بندوں
...ہم السلام معرّف بنا کر بھیجے جاتے
...سے یہی کام حق تعالیٰ لیتے ہیں"
(معرفت الٰہیہ)

...بڑا احسان فراموش ہو گا جو اس معرّف
...اس عظیم نوازش کی بنا پر اس کی ایک ایک
...اسے معرفتِ الٰہیہ جیسی نعمتِ کبریٰ
...مبارک قدموں میں اپنی جان بھی دے
...یخ کی عقیدت اور محبّت میں، بقول
...ر:

...روز افزوں اضافہ ہوتا رہتا ہے
...ہو جانا بھی کہا جاتا ہے۔ ہمارے
...معمور کر دے۔ بار بار اس بات

حضرتِ والا اپنی مرضی اور اپنی رائے
کو تو اسی روز فنا کر چکے تھے جب
...کچھ رہی سہی کسر تھی تو وہ پے در پے

باسمہٖ تعالیٰ

خضر کی صورت رہا جو جادہ پیمائے حیات
وہ جلالِ علم ہے تاریخ میں "نقشِ دوام"

نقشِ دوام

امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ

کے

سوانح، علمی و عملی شاہکار، سیاسی افکار، دینی نظریات

اور

تحقیقات و تفردات کا ایک بسیط جائزہ

از: ـــــ انظر شاہ مسعودی

ادارہ تالیفات اشرفیہ
بیرون بوہڑ گیٹ ○ ملتان ○ پاکستان۔

وجہ اسکی یہ ہے کہ اہل اللہ کے فیوض سے کائنات کی ہر چیز فائدہ اٹھاتی ہے۔ آفتاب نکلتا ہے تو اسکی ضوفشانی کیلئے کوئی مخصوص علاقہ نہیں۔ اسی طرح جب وہ غروب کرتا ہے تو تاریکی سب جگہ چھاجاتی ہے تو اہل اللہ اور علماء کے وجود سے پوری دنیا روشن ومنور اور ان کی موت پر پوری دنیا تاریک اور ظلمت ہر طرف محیط۔ خدا تعالیٰ اہل اللہ کی وفات سے پہلے اس پیش آنے والے حادثہ کی اطلاع بھی دے دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ کی علالت کا آخری دور گذر رہا تھا تو حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری کے صاحبزادے نے جو اس وقت دارالعلوم میں طالب علمی کرتے تھے خواب میں دیکھا کہ آفتاب ٹوٹ کر زمین پر گر پڑا۔ مغرب کی نماز حضرت شاہ صاحب کی خانقاہ کی مسجد میں ادا کی۔ بعد نماز ان صاحبزادے نے اپنا یہ خواب حضرت موصوف کو سنایا۔ سُن کر فرمایا کہ بھائی کسی بہت بڑے عالم کی وفات ہوگی اور ممکن ہے کہ میری ہی ہو۔

اس خواب کے چند روز بعد ہی مرحوم کا سانحۂ وفات پیش آگیا۔ بلا شبہ آپ اپنے علم وفضل کے اعتبار سے ایک درخشاں آفتاب تھے اور آپ کا حادثہ آفتاب علم کا ٹوٹ کر گرنا تھا۔ وفات کے بعد متعدد لوگوں نے ایسے خواب دیکھے جو آپ کی مغفرت کاملہ اور نجات کی جانب مشیر ہیں۔ مولوی عبدالاحد صاحب نے ایک رات یہ خواب دیکھا کہ ایک جنازہ ہے اور اس کے پیچھے اتنا بڑا ہجوم جسے شمار کرنا بھی ممکن نہیں۔ مخلوق جنازے کے پیچھے دوڑ رہی ہے اور ہجوم بڑھتا ہی جارہا ہے۔ میں بھی اسی ہجوم میں شریک ہوگیا اور لوگوں سے پوچھا کہ یہ کسکا جنازہ ہے؟ بتایا گیا کہ یہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ ہے جسے لوگ تبرکاً اور حصول برکت کے لئے کاندھا دینے کے لئے دوڑ رہے ہیں۔ میں نے ہجوم سے کہا کہ ذرا ٹھہرو ٹھہرو۔ میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ میری بیقراری پر جنازۂ مبارک زمین پر رکھ دیا گیا اور ہجوم نعش مبارک کے قریب سمٹنے لگا۔ میں نے چہرۂ مبارک سے چادر ہٹائی تو وہ بعینہ چہرہ حضرت مولانا انورشاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔

اس کے علاوہ مولانا حکیم عبدالرشید صاحب[ع] محمود نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ حضرت مرحوم سبز پوشاک میں ہیں اور بے ریش وبروت۔

ع حکیم عبدالرشید صاحب مدظلہ:۔ قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے پوتے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل، حاذق طبیب، اور گوشہ نشین دانشور ہیں۔ لباس و پوشاک نفیس، گفتگو نستعلیق۔ انکی اردو عرب کے صحرا سے اس طرح گذری کہ اردو برائے نام اور عربی کا غلبۂ تمام، حافظہ بے نظیر، مضامین مستحضر، بولنے پر آتے

حکیم صاحب فرماتے تھے کہ ان خواب کو دیکھ کر مجھے حیرانی وتشویش ہوئی۔ غالباً حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کو خواب لکھ بھیجا تو حضرت نے تحریر فرمایا کہ یہ حضرت شاہ صاحب کی نجات ومغفرت اور اہل بہشت میں سے ہونے کی بشارت ہے۔ چونکہ حدیث میں آیا ہے کہ اہل جنت جُرْدٌ مُرْدٌ یعنی بے ریش وبروت ہوں گے جس سے اس طرف اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ بہشت بریں کی لذتوں اور وہاں کی راحتوں سے استفادہ کے لئے شبابی عہد کو لوٹا دیں گے۔ ظاہر ہے کہ از کار رفتہ بوڑھے کسی آرام دہ ماحول سے فائدہ بھی نہیں اٹھا سکتے۔ شبابی دور میں نہ صرف یہ کہ قویٰ برسرکار ہوتے ہیں بلکہ اس زمانے کی امنگیں انسان کو ہر نعمت سے صحیح استفادہ کا بھرپور موقع بھی دیتی ہے تو یہ خدائے تعالیٰ کی مزید نعمت ہے کہ بہشت سے اور اس کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے قویٰ بھی مناسب عنایت فرمائے۔

ص۶۸ کا بقیہ:۔ ہیں تو بے تکان بولے چلے جاتے ہیں۔ ناز میں پلے ہوئے، نیازمندی سے بہت دور۔ مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ "نازک مزاجی لازم صاحبزادگیست" مرزا مرحوم کے اس قول کی تصدیق حکیم صاحب کو دیکھ کر کرنا پڑتی ہے۔ مشہور مقولہ ہے کہ بیوی اور خادم کسی کے معتقد نہیں ہوتے۔ خاکسار کی جانب سے اسمیں صاحبزادوں کا بھی اضافہ کرنا چاہئیے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ حکیم صاحب کو حضرت شاہ صاحب مرحوم سے بے پناہ عقیدت ہے۔ خاکسار سے فرمایا کہ میں جب دارالعلوم دیوبند میں پڑھتا تھا تو حضرت شاہ صاحب کو ارادۃً پہروں دیکھتا اور یہ سوچتا کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار وگفتار آپ کی نشست وبرخاست قعود وقیام، لباس وپوشاک، انداز کلام وگفتگو اس طرح ہوگا۔ یہ واقعہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے بارے میں حکیم صاحب کا یہ تأثر بڑا توثیقی سرٹیفکٹ ہے۔ حکیم صاحب علم دوست، صاحب مطالعہ اور وسعت معلومات کے خزانہ ہیں۔ بد قسمتی سے ایک زمانہ میں جماعت اسلامی سے متأثر رہے اور اس کے کاروبار میں عملی حصہ بھی لیا۔ پھر نسبت حضرت گنگوہی نے اس قعر ضلالت سے ہاتھ پکڑ کر نکالا تو عام بیزاری میں جماعت اسلامی سے متعلق اپنے تأثرات "مکتوبات ثلاثہ" کی شکل میں پیش فرمائے جسمیں تحریک کے ان علمی خفی مکروہ خدوخال کو نمایاں کیا جو عام لوگوں کی نظروں میں نہیں۔ سید ابوالاعلیٰ صاحب ان مضبوط تعقبات کا کوئی معقول وسنجیدہ جواب نہ دے سکے تو "حکیم گل بنفشہ نویس" و"مصروف ہوالشافی" کی عملی کمی سنا کر اپنے دل کو ٹھنڈا کرلیا۔ ایک بار حکیم صاحب کو دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کا ممبر منتخب کیا گیا۔ ہندوستان کے دینی ماحول میں یہ بہت بڑا اعزاز ہے لیکن موصوف کی بے نیازیاں، صرف ایک بار شوریٰ میں شرکت فرمائی پھر مستعفی ہوکر گھر بیٹھ رہے۔ عمومی مشغلہ مطالعہ ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے مطب کرتے ہیں اور روزمرہ کے اخراجات پورے ہونے پر مطب سے اٹھ کر پھر علم وتحقیق کے دریا میں غواصی انکا محبوب شغل ہے۔

عافاہ اللہ تعالیٰ من الکروب والآفات
فی الدنیا والآخرۃ

کلام، کشف اور خواب کا مطلب

سُنّی بریلوی علماء دیوبندی علماء کی بعض تحریرات کو کفریہ قرار دیتے ہیں۔ اس کے جواب میں دیوبندی علماء احتجاج کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان عبارات کا وہ مطلب نہیں ہے جو ان کے مخالفین سمجھتے ہیں اور یہ کہ اُن کی تحریرات وعبارات کا مطلب وہ خود زیادہ اچھی طرح جانتے ہیں اور ان کا مطلب اُنہی سے پوچھنا چاہئے اور اُس کے خلاف ان عبارات کا کوئی اور مطلب نہیں نکالنا چاہئے۔ لیکن سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کے بارے میں اپنے ان اصولوں کو نظر انداز کرتے ہوئے یہی علماء ان کا وہ مطلب نکالتے ہیں جو نہ صرف یہ کہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی جگہ بیان نہیں فرمایا بلکہ احمدیہ مسلم جماعت مسلسل اس سے اپنی برأت اور لاتعلقی ظاہر کرتی آرہی ہے۔ لیکن ان سب کے باوجود ہماری وضاحتوں کو نظر انداز کر کے اُن تحریرات سے اپنا مطلب نکال کر ہمیں مسلسل مطعون کیا جاتا ہے۔

اسی طرح غیر احمدی علماء سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کے معارف وحکمت، خالص توحید، بے مثال عشق رسول ﷺ، انسانیت کے لئے تڑپ، اصلاح اور اتحاد المسلمین کے جذبوں کو نظر انداز کر کے بے بنیاد اعتراضات کرتے رہتے ہیں لیکن جب ان کے پسندیدہ علماء کے متعلق ان کے مخالفین وہی سلوک کرتے ہیں جو یہ ہمارے ساتھ کرتے ہیں تو پھر انہیں حق وانصاف کے سارے اصول یاد آجاتے ہیں کہ کسی کی تصانیف کا گہرا مطالعہ کئے بغیر مفروضوں کی بنیاد پر الزامات نہیں عائد کرنے چاہئیں۔ اور یہ کہ ایک مستند ادیب صرفی نحوی اصولوں کا پابند نہیں ہوتا بلکہ ان اصولوں کا موجد ہوتا ہے۔

رنگ جب محشر میں لائے گی تو اُڑ جائے گا رنگ
یہ نہ کہیئے سُرخیٔ خونِ شہیداں کچھ نہیں!

شاہ اسمٰعیل محدث دہلوی رح

شہید بالاکوٹ ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء

علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے، وھو الجواب وبہ یُفتی وعلیہ الفتویٰ وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامہ والسواد یہی جواب ہے یہی فتوے دیا جائے گا۔ اور اسی پر فتوے ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت ہے۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی
تمہید ایمان ص ۴۲ مطبوعہ ۱۳۴۶ھ

تالیف:- پروفیسر علامہ خالد محمود ایم اے، پی ایچ ڈی

شائع کردہ:- مکتبہ دار المعارف : اردو بازار لاہور

میں منہمک رہے یہاں تک کہ مستقل دو مکتبۂ فکر قائم ہو گئے ، بریلوی اور دیوبندی — دونوں جماعتوں کے علماء اور عوام کے درمیان تخالف و تصادم کا یہ سلسلہ آج بھی بند نہیں ہوا ہے ۔ [1]

ایک غیر جانبدار شخص جب اس عبارت سے گزرتا ہے تو اس کے ذہن میں چند سوال فوراً اُبھرتے ہیں ، وہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کی عبارات میں اگر کوئی غلطی دیکھی تھی تو پہلے خود ان علماء سے ہی استفسار کیوں نہ کیا ؟ اُن سے وضاحت کیوں نہ پوچھی ؟ سیدھے حرمین کیوں پہنچے ؟ اور یہ اردو عبارات ان لوگوں کے سامنے کیوں رکھیں جو اردو نہ جانتے تھے ؟ اور جو عربی ترجمہ کیا وہ خود کیوں کیا ؟ کسی غیر جانبدار ترجمان سے کیوں نہ کرایا ؟ اور پھر جن علماء پر غلط عقائد کے الزامات لگائے جا رہے تھے اُنھیں صفائی کا موقع کیوں نہ دیا گیا ؟ اور پھر یہ ساری کارروائی یکطرفہ کیوں کی جا رہی تھی ؟ اور پھر اس تفرقے کی تشہیر اور تفریق بین المسلمین کی توثیق (Confirmation) اور تائید آخر اتنا بڑا کارنامہ کیوں تھا کہ اس پر زندگی کے پچاس سال لگا دیے جاویں اور پھر جب علماء دیوبند کی طرف سے ان عبارات کی تشریح کی گئی اور ان عقائد سے بیزاری کا اظہار کیا گیا جو ان عبارات کے سہارے ان علماء کے ذمے لگائے گئے تھے تو اس صفائی کو چھپائے اور اس پر پردہ ڈال کر اس اختلاف کو بحال رکھنے میں آخر کون سی خدمت اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی تھی ؟ تفریق بین المسلمین کی اس کارروائی کے پیچھے اگر غیر ملکی ہاتھ نہ تھا تو اس تفریق پر اور ان الزامات پر احمد رضا خاں صاحب کو آخر اتنا اصرار کیوں تھا ؟

اس وقت ان سوالات کی وضاحت اور ان کے پیچھے کے عوامل زیر بحث نہیں ، یہاں ہم صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ مولوی فضل رسول بدایونی کے بعد تفریق بین المسلمین کی یہ خدمت مولوی احمد رضا خاں کے سپرد ہوئی اور جس طرح مولوی فضل رسول نے کہا تھا کہ عبادت کے لیے بُت بنانا کفر نہیں اسی طرح

---

[1] سوانح اعلیٰحضرت ص۸

اصولی مسائل میں دونوں متفق ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید ذاتی صفاتی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور ختم نبوت قرآن کریم ، قیامت اور دیگر ضروریات دین میں کلی موافقت ہے۔[1]

مولانا عبدالستار صاحب نیازی نے بھی اتحاد کا ایک فارمولا پیش کیا تھا اس میں انہوں نے صریح طور پر لکھا تھا کہ علمائے دیوبند کی عبارات کا وہی مطلب مراد لیا جائے جو انہوں نے اپنے عقائد کی وضاحت میں المھند علی المفند میں لکھ دیا ہے۔ اس بات کا حاصل اس کے سوا کیا ہے کہ ان عبارات کا جو مطلب مولانا احمد رضا خان نے حسام الحرمین میں لکھا اسے چھوڑ دینا چاہیئے ۔ اور تصنیف را مصنف نیکو کند بیان کے اصول کے مطابق علماء دیوبند کی عبارات کا وہی مطلب مراد لیں جس کی خود انہوں نے المھند میں وضاحت کر دی ہے ۔ یہ بات کسی طرح لائق قبول نہیں کہ عبارت کسی کی ہو اور اس کا مطلب کوئی دوسرا شخص بیان کرے خصوصاً جب کہ مصنف خود اپنی مراد واضح کر چکا ہو۔

افسوس کہ علماء سو نے مولانا عبدالستار نیازی کی اس تجویز کو بھی ٹھکرا دیا اور جب بھی ان میں کوئی شخص حقیقت حال کی تائید کیلئے اٹھا انتشار پسند علماء سُو اس کے آڑے آ گئے۔

جب تک علماء اختلاف کے موقعہ پر ایک دوسرے کو اس کی بات کی توجیہ و تشریح کا حق دیتے رہے مسلمانوں میں اتحاد من حیث الجماعت کسی نہ کسی درجے میں باقی رہا بے دینوں اور ملحدوں کے حوصلے پست رہے لیکن جب سے تعصب نے شدت اختیار کی نتیجہ آپ کے سامنے ہے کہ شیطان دن دہاڑے کبڈی کھیل رہا ہے اور کوئی شخص اس کے پاؤں میں بیڑی ڈالنے والا نہیں ہے۔

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق بات واضح کر دی ہے، جو شخص نیک نیتی سے اس کتاب کو پڑھے گا، وہ کبھی اہل حق سے بدگمان نہ رہے گا یہ ناچیز کوشش ان الجھے ذہنوں کو قریب کرنے اور شیرازۂ ملت کو یکجا کرنے کے لیے مخلصانہ صدا ہے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس پر لبیک کہیں

خالد محمود عفی عنہ حال مقیم مانچسٹر

---

[1] تفسیر ضیاء القرآن ص۲۱

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (۴: ۵۹)
فیصلہ ہفت مسئلہ کی وضاحت
حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہ کے فیصلہ کی وضاحت
انہی کے خلفاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے قلم سے
تالیف
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم
ناشر
دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

فیصلہ ہفت مسئلہ کی وضاحت

سوال: حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ کے رسالہ "فیصلہ ہفت مسئلہ" کے متعلق عموماً یہ تأثر پایا جاتا ہے کہ اس سے اہل بدعت کی تائید ہوتی ہے اور مسائل مذکورہ میں حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کی رائے اکابر دیوبند کے مسلک سے مختلف ہے، لہٰذا مندرجہ ذیل امور وضاحت طلب ہیں:

(۱) کیا اس رسالہ کی نسبت حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کی جانب صحیح ہے؟

(۲) کیا اہل بدعت کی تائید کا دعویٰ درست ہے؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

جواب سے قبل چند امور کو بطور مقدمہ ذہن نشین کر لینا ضروری ہے۔

(۱) یہ امر معقول اور مسلّم ہے کہ کسی کے کلام یا تحریر کا وہی مطلب معتبر ہوگا جو متکلم یا محرر خود بیان کرے۔

(۲) متکلم یا محرر نے خود کوئی وضاحت نہیں کی تو اس کے کلام یا تحریر کا مفہوم وہ لیا جائے گا جو اس کے خواص و مقربین بیان کریں، کیونکہ اغیار کی بنسبت احباب و اقارب مراد متکلم سے زیادہ واقف ہوتے ہیں۔

(۳) فقیہ الملۃ حضرت گنگوہی اور حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہما حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کے اخص الخواص اور اقرب ترخلفاء میں سے ہیں۔

چنانچہ اسی رسالہ "فیصلہ ہفت مسئلہ" کے آخر میں حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کی وصیت میں حضرت گنگوہی قدس سرہٗ سے متعلق یہ الفاظ ہیں:

"عزیزی مولوی رشید احمد صاحب کے وجود با برکات کو ہندوستان میں غنیمت کبریٰ و نعمت عظمیٰ سمجھ کر ان سے فیوض و برکات حاصل کریں کہ مولوی صاحب موصوف جامع کمالات ظاہری و باطنی کے ہیں اور ان کی

ملفوظات

علامہ سید انور شاہ محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

مرتب

مولانا سید احمد رضا بجنوری

المکتبۃ الاشرفیہ

ان پر حالات گذرتے ہیں اور ان حالات میں کچھ کلمات ان کے منھ سے نکل جاتے ہیں جو ظاہری قواعد پر چسپاں نہیں ہوتے، اور بسا اوقات غلط راستہ لینے کا سبب بن جاتے ہیں صوفیاء کی تصریح ہے کہ ان پر کوئی عمل پیرا نہ ہو اور تصریح کرتے ہیں کہ جن پر یہ احوال نہ گذرے ہوں یا جو ان کی اصطلاحات سے واقف نہ ہوں، وہ ہماری کتابوں کا مطالعہ نہ کریں۔

مجملاً ہم بھی یہی سمجھتے ہیں کہ کوئی شخص جو کسی حال کا مالک ہوتا ہے، دوسرا خالی آدمی ضرور اس سے الجھ جائے گا۔ لیکن دین میں کسی زیادتی کمی کے صوفیاء میں سے کوئی قائل نہیں اور اس کے مدعی کو کافر بالاتفاق کہتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ صوفیاء نے نبوۃ بمعنی لغوی لے کر مقسم بنایا ہے۔ اور اس کی تفسیر خدا سے اطلاع پانا، دوسرے کو اطلاع دینا کی ہے اور اس کے نیچے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام دونوں کو داخل کیا اور نبوت کی دو قسمیں کر دیں، نبوت شرعی اور نبوت غیر شرعی۔

نبوت شرعی کے نیچے وحی اور رسل دونوں درج کر دیئے تو اب ان کے لئے نبوت غیر شرعی اولیاء کے کشف و الہام کے لئے ٹھہر گئی اور مخصوص ہو گئی۔

پھر صوفیاء کی تصریح ہے کہ کشف کے ذریعہ مستحب کا درجہ بھی ثابت نہیں ہو سکتا صرف اسرار و معارف اور مکاشف اس کا دائرہ ہیں، اور تصریح فرماتے ہیں کہ ہمارا کشف دوسرے پر حجت نہیں، ہمارا کشف ہمارے لئے ہے۔

کشف اسے کہتے ہیں کہ کوئی پیرایہ آنکھوں سے دکھلایا جس کی مراد کشف والا خود نکالے الہام اسے کہتے ہیں کہ دل میں کوئی مضمون ڈال دیا اور سمجھا دیا جائے، وحی یہ ہے کہ خدا اپنے ضابطہ کا پیغام کسی نبی یا رسول پر بھیجے۔ پھر وحی قطعی ہے اور کشف و الہام ظنی ہیں۔

بنی آدم میں وحی پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے، غیروں کے لئے کشف یا الہام

ہے یا معنوی وحی ہو سکتی ہے، شرعی نہیں۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مضمون سے قادیانی وکیل کا استدلال

اور

حضرت شاہ صاحبؒ کی طرف سے جواب

(۴۴) قادیانی مختار نے کہا کہ "تحذیر الناس" میں مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے بھی خاتم النبیین کے بعد نبی کا آنا تجویز کیا ہے۔ اس پر فرمایا:-

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے الہامی مضمون میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر بہت قوی دلائل و براہین قائم کئے ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اثر ماثور کی گرانقدر علمی توجیہات بیان فرمائی ہیں۔

اس رسالہ میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے جابجا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین زمانی ہونا اور اس کا اجماعی عقیدہ ہونا اور مضمون ختم نبوت کا بدرجہ تواتر منقول ہونا اور اس کے منکر کا کافر ہونا بھی ثابت فرمایا ہے، پھر حضرت شاہ صاحبؒ نے جج صاحب کو تحذیر الناس کے صفہ کی عبارت پڑھ کر سنائی۔

اور فرمایا کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مناظرہ عجیبہ جو اسی موضوع پر ہے نیز آب حیات قاسم العلوم وغیرہ دیکھی جائیں۔

حضرت مولانا مرحوم نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک دو نہیں بلکہ تین قسم کی خاتمیت ثابت فرمائی ہے۔

(۱) بالذات :- یعنی مرتبہ حضور کا خاتمیت ذاتی کا ہے، کیونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم وصف نبوت کے ساتھ موصوف بالذات ہیں، اور دوسرے سب انبیاء کرام علیہم السلام موصوف بالعرض اور آپ کے واسطے سے، جیسا کہ عالم اسباب میں موصوف

دیوبندی، بریلوی تنازع ختم کرنے کے لیے فیصلہ کن مناظرے

فتوحاتِ نعمانیہ

مناظرِ اہلِ سُنّت

رئیس المحدّثین والمتکلّمین حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

انجمن اِرشاد المسلمین

۱۴- بہاولپور روڈ ○ مزنگ، لاہور

صحیح مثال وہی (رازق والی) بن سکتی ہے جو میں عرض کرچکا ہوں۔

اپنی اس تقریر میں آپ نے ایک نئی مثال لفظ "قادر" کے اطلاق کی پیش کی ہے وہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ عرف عام اور عرف شریعت میں اللہ تعالیٰ کو قادر کہتے ہیں۔ لہذا اس میں اگر اس قسم کی تحقیق کی جاوے گی تو استخفاف لازم آئے گا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہ عرف عام میں کہا جاتا ہے نہ عرف شرع میں۔ لہذا اگر اس کے متعلق یہ تحقیق کی جاوے تو مضائقہ نہیں۔ پس آپ کی یہ دوسری مثال بھی بے موقع ہے۔ علاوہ ازیں یہ لفظ "قادر" میں حفظ الایمان کی یہ تقریر جاری بھی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حق تعالیٰ کو قادر اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ بلا استثناء تمام ممکنات پر قدرت تامہ رکھتا ہے۔ اور جو احمق قدرت عامہ کا یہ مطلب سمجھتا ہے کہ ممتنعات اور محالات پر بھی قدرت ہو وہ اعلیٰ درجہ کا جاہل ہے۔ نیز خدا کی قدرت ذاتی ہے اور دوسروں کی عرضی اور عطائی سمجھنے والوں کے لئے یہ بھی بہت بڑا فرق ہے۔ افسوس کہ آپ خالق اور مخلوق کے معاملات میں کوئی فرق نہیں سمجھتے اور ایک کو دوسرے پر قیاس کرنے لگتے ہیں۔ درحقیقت یہی آپ کی بنیادی گمراہی ہے۔

یہاں تک تو میں نے آپ کی تقریر کا مختصر مگر بحمد اللہ کافی اور شافی جواب دے دیا۔ اس کے بعد نفس مبحث کے متعلق ایک چیز اور عرض کرتا ہوں۔

یہ تو حضرات حاضرین کو اس وقت تک کی گفتگو سے معلوم ہوچکا ہوگا کہ میرے اور مولوی سردار احمد صاحب کے درمیان اصول اور مسئلہ کا اختلاف نہیں ہے کیونکہ اس پر ہم سب متفق ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور آپ کی شان میں ادنیٰ گستاخی کفر بلکہ اشد کفر ہے۔ بلکہ اس وقت اختلاف صرف یہ ہے کہ حفظ الایمان کی اس عبارت کا مطلب کیا ہے۔ اگر بالفرض اس عبارت کا وہ مطلب ہو جو مولوی سردار احمد صاحب بیان کر رہے ہیں۔ (اور جو مولوی مولوی احمد رضا خان صاحب نے حسام الحرمین میں لکھا ہے) جب تو ہمارے نزدیک بھی وہ موجب کفر ہے۔ اور اگر اس کا مطلب وہ ہو جو میں عرض کر رہا ہوں تو مولوی سردار احمد صاحب کے نزدیک بھی اس سے کفر ثابت نہیں ہوتا بہرحال اختلاف صرف اس عبارت کے مطلب میں ہے۔ اور دنیا بھر کے عقل مندوں کا مسلمہ اصول ہے کہ مصنف ہی اپنی تصنیف کا مطلب سب سے زیادہ صحیح سمجھ سکتا ہے۔ غالب کے اشعار کا جو مطلب خود غالب نے سمجھا دوسرے لوگ یقیناً ایسا نہیں سمجھ سکتے ؏ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان

از

محمد حنیف ندوی

ادارہ ثقافتِ اسلامیہ

کلب روڈ ○ لاہور

(Anthropomorphic) تصور پر مبنی ہے۔ سارٹن نے ''ہسٹری آف سائنس'' میں ان پر دو واضح الزام عائد کیے ہیں۔ ایک اپنے سوا دیگر فرق و مذاہب کے مقابلے میں ان کی عدم رواداری اور تشدد (Intolerance) کا، اور دوسرے یہ کہ یہ قرآن وحدیث کی تعبیر و تشریح کے سلسلے میں حد درجہ حرفیت پسند (Literalist) تھے۔[1]

اس قسم کے الزامات دراصل اصطلاحات کے غلط اور بے محل استعمال سے ابھرتے ہیں اور اس وجہ سے اہمیت اختیار کر لیتے ہیں کہ ہم کسی شخص کے خیالات وافکار کا جائزہ لیتے وقت اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ یہ شخص جس دور وعصر میں پیدا ہوا ہے اور جن تہذیبی روایات میں اس نے پرورش پائی ہے، اس کے تقاضے کیا تھے۔ اور یہ کہ بحیثیت ایک عظیم اور دیدہ ور مسلمان عالم و مصلح کے یہ جن اقدار کو تسلیم کرتا تھا اور جس نصب العین کی اشاعت وفروغ کے لیے اس نے اپنی زندگی کی تمام توانائیوں کو وقف کر رکھا تھا وہ فکر واستدلال کے کس نہج کا طالب تھا۔

مزید برآں ہمارا نا قابلِ عفو قصور یہ بھی ہے کہ ہم کسی شخص کی تصانیف کا گہرا مطالعہ کیے بغیر دو چار سنے سنائے مفروضوں کے بل پر الزامات کی ایک فہرست تیار کر لیتے ہیں، اور یہ دیکھنے کی مطلق زحمت نہیں کرتے کہ اس کے نتائجِ فکر کس درجہ استوار، کتنے تابناک اور کس درجہ منطقی استواری لیے ہوئے ہیں۔ اور یہ کہ اس کے پیغام یا دعوت کی اصلی اور بنیادی روح کیا ہے جو اس کی تمام تحریروں میں جاری وساری ہے؟

علامہ ابن تیمیہ کے بارے میں، ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ مستشرقین کی نظروں میں یہ محض فکر واندیشہ کی انہی کوتاہیوں کی بنا پر معتوب ٹھہرے ہیں۔

علامہ کی آراء وافکار کو سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل حقائق کا ذہن میں رہنا ضروری ہے:

۱۔ علامہ نے جس علمی خانوادے میں تعلیم وتربیت حاصل کی وہ حنبلی روایات کا شدت سے حامل تھا۔ اس لیے علامہ اپنی مجتہدانہ ومجددانہ صلاحیتوں اور فکر ونظر کی استواری اور وسعتوں کے باوجود حنبلی اندازِ فکر سے دست کش نہیں ہو سکے، بلکہ مطالعہ وتحقیق کے بعد بھی

۱۔ دیکھئے ہسٹری آف سائنس ج ۳، ص ۴۲۱

دنیا میں اختلاف ونزاع کا وہی عالم ہے جو اس سے پہلے تھا۔

کیا منطق واقعی غیر مفید ہے؟ اس کی افادیت کا صحیح صحیح محل

منطق سے متعلق سیرانی کی اسی تنقید کو علامہ نے اپنی تصنیفات میں جابجا پھیلا اور سنوار کر بیان کیا ہے۔ علاوہ ازیں اس پر نئے نئے مقدمات اور عجیب وغریب نکات کا اضافہ بھی کیا ہے۔ تنقید کے اس انداز کو دیکھتے ہوئے آج یہ سوال ابھر کر نظر وبصر کے سامنے آتا ہے کہ کیا واقعی منطق کی افادیت صفر کے برابر ہے یا واقعی اس کے ڈانڈے یونانی فلسفہ والٰہیات سے اس طرح ملے ہوئے ہیں کہ جس سے اس کی جداگانہ حیثیت بری طرح متاثر ہوتی ہے۔ ان دونوں سوالات کا ہمارے نزدیک ایک ہی جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ یونانی تصورات سے مرعوب حکماء وفلاسفہ نے منطق کو جس تاریخی سیاق (Context) میں پیش کیا اور اس کے ساتھ عقیدہ واذعان کی جن غیر ضروری اہمیتوں کو وابستہ کیا، اس کے پیش نظر اس کی مخالفت ہونا چاہیے تھی۔

نیز اس بنا پر بھی اس کو جرح وتنقید کا ہدف بننا تھا کہ فنی ارتقاء وتقدم کا یہ ضروری تقاضا ہے لیکن اس تاریخی پس منظر سے اگر ہم تھوڑی دیر کے لیے الگ ہو جائیں اور اس تقدس وپندار سے بھی چندے صرف نظر کر لیں، جس کو خواہ مخواہ اس کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے تو پھر اس کی افادیت اور ضرورت اس درجہ محلِ اعتراض نہیں رہتی۔

یہ بات صحیح ہے کہ ایک کامیاب ادیب کو خود ساختہ نحوی قواعد واصول کی پیروی کی حاجت نہیں کیونکہ وہ تو بجائے اس کے کہ نحوی پابندیوں کا التزام کرے، اپنی تخلیقی کوششوں سے نحو کے لیے نئے نئے پیمانے اور انداز وضع کرتا ہے۔ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ درست ہے کہ ایک اچھا شاعر سوا اپنے ذوق شعری کے کسی خارجی شے کا پابند نہیں ہوتا اور فن عروض مجبور ہے کہ شعراء کی رہنمائی کے بجائے ان کا تتبع کرے، ٹھیک اسی طرح اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ارسطو سے پہلے بھی اور ارسطو کے بعد بھی فکر واستدلال کی جولانیوں نے منطق کے وضعی پیمانوں سے آزاد رہ کر بھی اپنے جوہر دکھائے ہیں، اور صحت و

منہاج فکر اور عقائد و افکار کا وہ مکمل ڈھانچہ ہے جس کو اہلِ منطق بصد ناز و طنطنہ اہلِ مذہب کے مقابلے میں پیش کرتے تھے (جو بیک وقت منطق بھی تھا، فلسفہ بھی تھا اور علم کلام بھی) تو اس صورت میں یہ تمام اعتراضات نہ صرف حد درجہ موزوں اور برمحل معلوم ہوں گے، بلکہ ان سے علامہ کی وسعت نظر ژرف نگاہی کا صحیح صحیح اندازہ بھی ہو سکے گا۔

رہا یہ کہ ان اعتراضات میں تکرار و اعادہ کی جھلک نمایاں ہے تو یہ یقیناً صحیح ہے اور اس سے پہلے بھی ہم اس کی طرف اشارہ کر آئے ہیں۔

بات یہ ہے کہ اس سلسلے میں چند حقائق ہمیشہ مدنظر رہنا چاہئیں:

۱۔ علامہ جہاں غیر معمولی علمی شخصیت کے مالک تھے وہاں ایک غیور مجاہد اور پر جوش مصلح کی حیثیت سے اس طرح کی فعال اور سکون نا آشنا زندگی بھی رکھتے تھے کہ جس نے ان کے تمام اوقات اور توجہات کو گھیر رکھا تھا۔ ان حالات میں ظاہر ہے کہ ان کے لیے ناممکن تھا کہ اپنی تصانیف کو بنا سنوار کر قارئین کے سامنے پیش کر سکیں۔

۲۔ مزید برآں دعوت و تبلیغ اور تجدید و اصلاح کے دواعی کا بھی یہ تقاضا تھا کہ وہ ایک بات کہہ کر آگے نہ بڑھ جائیں بلکہ اپنے پیغام کو اس طرح دہرائیں اور اپنے مطالب کو بار بار مگر برنگِ دیگر ادا کریں کہ وہ دل کی گہرائیوں میں جاگزیں ہو جائیں۔

۳۔ یہ حیثیت بھی قابل لحاظ ہے کہ انداز بیان کے تنوع کے ساتھ ساتھ انہوں نے جہاں ایک نکتے کا اعادہ کیا ہے، وہاں کچھ نئے مقدمات و معانی کا اضافہ بھی کیا ہے جو اپنی جگہ نہایت ہی قابلِ قدر ہیں۔

فنی اعتراضات۔ کیا مقدمتین کا ہونا ضروری ہے؟

عمومی اعتراضات کے بعد آیئے اب فنی تنقیدات کا جائزہ لیں۔

دلیل و برہان کی بوقلمونیوں کو ارسطو نے اپنی کتاب تحلیلاتِ اوّلیہ (Prior Analytics) اور موضوعات (Topics) میں ترتیب مقدمات کے اس مخصوص سانچے میں منحصر قرار دیا ہے جسے اصطلاح میں صغریٰ کبریٰ اور حد اوسط سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارسطو کو

کا صحیح عقیدہ بیان کیا گیا ہے کہ ہم ایسے عقیدہ والے کو جو آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر کسی اور کا علمی تفوق تسلیم کرتا ہو قطعاً کافر سمجھتے ہیں پھر بھلا ہمارا یہ عقیدہ کیسے ہو سکتا ہے المہند کو اول سے آخر تک پڑھ لیں اور انصاف کریں کہ کیا اس میں حضرت تھانوی کی تکفیر کی گئی ہے یا تکفیر سے ان کی برأت بیان کی گئی اور کیا اس کتاب میں ان کی تردید کی گئی ہے یا تصدیق اور تقریظ حاصل کی گئی ہے ؟ مگر ؎

یہ مُلّا کافروں کو دولتِ اسلام کیا دے گا
اسے کافر بنانا بس مسلمانوں کو آتا ہے

دوسرا اعتراض ایک خواب کی تعبیر اور مرید کی خطا کی وجہ سے انکی تکفیر

بریلوی جماعت کے بعض حضرات کا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اعتراض بھی ہے اور اس کی وجہ سے ان کی (معاذ اللہ تعالےٰ) تکفیر بھی کی گئی ہے کہ ان کے ایک مرید نے خواب میں یوں کلمہ پڑھا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْرَفُ عَلِي رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ اور پھر اس نے بیداری کی حالت میں درود شریف اس طرح پڑھا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَ مَوْلَانَا اَشْرَفُ عَلِي۔ اور خواب کی تعبیر بھی انہوں نے یہ بتائی کہ اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالےٰ متبع سنت ہے۔ اس پر اعتراض کا تجزیہ اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ :

(۱) معاذ اللہ تعالےٰ مولانا تھانویؒ نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔

(۲) اور صاحب واقعہ کو سرزنش اور تنبیہ نہیں کی حالانکہ وہ اس کا مستحق تھا اور اس کو توبہ واستغفار اور تجدید ایمان و نکاح کی تلقین بھی نہ کی جب کہ قائل کافر تھا اور حضرت تھانوی اس کے کفر پر خوش اور راضی رہے اور انکار نہ کیا لہٰذا وہ بھی کافر ہوگئے (معاذ اللہ تعالیٰ) کیوں کہ رضا بالکفر کفر ہے۔

(۳) ایسے شیطانی وسوسہ کو حالت محمودہ پر کیوں حمل کیا اور اس کی تعبیر کیوں دی گئی ؟ مولوی محمد عمر صاحب نے اس واقعہ پر یہ سرخی قائم کی ہے ۔

"دیوبندیوں کا کلمہ بھی مسلمانوں سے علیحدہ ہے ۔ (مقیاس حنفیت ص۱۱۹)

الجواب ! مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم پہلے اس واقعہ کو خود حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے اس ارادتمند کے اپنے الفاظ میں بقدر ضرورت نقل کر دیں اس کے بعد پھر کچھ عرض کریں ۔ وہ صاحب لکھتے ہیں کہ ۔

اور سو گیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں ۔ اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیئے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور (صلی اللہ تعالےٰ علیہ و بارک وسلم) کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور (صلی اللہ تعالےٰ علیہ و بارک وسلم) کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہو گئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ چیخ ماری ۔ اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم) کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ

لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی ۔ حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں ۔ اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور (یعنی حضرت تھانوی رحمہ اللہ) کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں ۔ انتہیٰ بلفظہٖ ۔

(الامداد ص۳۵ ماہ صفر ۱۳۳۶ھ)

اس عبارت میں اس کی تصریح ہے کہ کلمہ طیبہ میں غلطی خواب میں ہوئی اور صاحب خواب اس پر خاصا پریشان ہوا اور خواب میں بھی اپنی غلطی کا احساس کرتا رہا لیکن بے ساختہ زبان سے غلط کلمہ نکلتا رہا اور جب بیداری میں درود شریف غلط پڑھتا ہے تو اس میں بھی صراحت سے وہ کہتا ہے کہ بے اختیار ہوں ۔ مجبور ہوں ۔ زبان قابو میں نہیں ۔ اور پھر اس پر بھی وہ خوب رویا ہے اس مقام پر چند باتیں قابل غور ہیں جن کو ٹھنڈے دل سے ملاحظہ کرنا چاہیئے ۔

پہلی بات : خواب کی ایک صورت ہوتی ہے اور اس میں پنہاں ایک حقیقت ہوتی ہے جس کو تعبیر کہتے ہیں ۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بظاہر خواب بڑا خوشنما اور مژدہ افزا معلوم ہوتا ہے لیکن اس کی حقیقت اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے ۔ اور لبسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بادی النظر میں خواب نہایت تاریک ، اندوہناک ، اور وحشت انگیز دکھائی دیتا ہے مگر اس کا باطنی پہلو اور تعبیر بہت ہی خوش کن اور خوش آئند ہوتی ہے اور تعبیر سامنے آجانے کے بعد خواب دیکھنے والے کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہوتی ۔

اس دوسری مد کے خوابوں کے بارے میں اختصاراً چند حوالے ملاحظہ فرمائیں ۔

(الف) آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وبارک وسلم کی چچی حضرت ام الفضل

بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک خواب دیکھا اور وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ ...
وسلم کی خدمت اقدس حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آج رات میں نے ایک
برا خواب دیکھا ہے (حلما منکرا) آپ نے فرمایا کہ وہ کیا خواب ہے ؟ انہوں نے
فرمایا کہ وہ بہت ہی سخت ہے (انہ شدید) آپ نے فرمایا کہ بتائیں تو سہی وہ کیا ہے
حضرت ام الفضل رضی نے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے گویا آپ کے جسم مبارک سے
ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے فرمایا کہ تم نے بہت اچھا خواب دیکھا
ہے (اس کی تعبیر یہ ہے) کہ انشا اللہ تعالیٰ میری لخت جگر بیٹی (سیدہ حضرت فاطمہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا جو تمہاری گود میں کھیلے گا۔ چنانچہ سیدنا حضرت
حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پیدا ہوئے اور میری گود میں کھیلے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۷۲ اصح المطابع)

ملاحظہ کیجئے کہ بظاہر کس قدر برا خواب تھا کہ خود حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا
اس سے گھبرا رہی تھیں اور بتلانے پر بھی آمادہ نہ تھیں مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم
کے مکرر استفسار پر انہوں نے آخر بیان ہی کر دیا، اور پھر جب آپ نے اس کی تعبیر بیان
فرمائی تو وہ کس قدر خوش کن اور خالص خوشخبری تھی۔

(ب) اگر کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ اس کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں تو وہ
یقیناً اس سے گھبرائے گا اور ضرور پریشان ہوگا۔ لیکن سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

احب القید واکرہ الغل والقید ثبات فی الدین۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۳۹، ومسلم ج ۲ ص ۲۴۳، واللفظ لہ ومستدرک ج ۴ ص ۳۹۰)

میں بیڑیوں کو پسند کرتا ہوں اور گردن کے طوق کو مکروہ سمجھتا ہوں بیڑیاں دین کے معاملہ میں ثابت قدمی کی دلیل ہے۔

اس میں بھی خواب کی صورت اور ظاہری پہلو دیکھئے کیا ہے ؟ اور اس کے اندر جو حقیقت اور اس کی تعبیر ہے وہ کیا ہے ؟

(ج) حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے مزار اقدس پر پہنچے اور وہاں پہنچ کر مرقد مبارک کو اکھاڑا، العیاذ باللہ تعالیٰ، پس اس پریشان کن اور وحشت انگیز خواب کی اطلاع انہوں نے اپنے استاد کو دی اور اس زمانہ میں حضرت امام صاحب علیہ الرحمۃ مکتب میں تعلیم پاتے تھے۔ ان کے استاد نے فرمایا۔ اگر واقعی یہ خواب تمہارا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ تم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کی احادیث کی پیروی کروگے اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ، کی پوری کھود کرید کروگے۔ پس جس طرح ان کے استاد نے بیان کیا تھا یہ تعبیر حرف بحرف اسی طرح پوری ہوئی۔ (تعبیر الرؤیا کشوری ص۳۷)

اور مختلف الفاظ کے ساتھ یہ واقعہ تاریخ بغداد للخطیبؒ ج ۱۳ ص۳۳۵ طبع مصر اور الخیرات الحسان ص۶۲ طبع مصر۔ وکتاب الانساب سمعانیؒ ورق ص۱۹۶ طبع مصر، ومناقب کردریؒ ج ۱ ص۳۳ طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، اور مفتاح السعادۃ ج ۲ ص۹۲ طبع حیدرآباد دکن، میں بھی موجود ہے۔ غور فرمائیں کہ اس خواب کی صورت کیا ہے ؟ اور اس کی تہ میں، آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کی احادیث کی پیروی اور فقہی رنگ میں علم دین کی خدمت جو زرین خدمت کی خوشخبری اور بشارت موجود ہے وہ کیا ہے ؟

(د) تاریخ کی بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید علیہ الرحمۃ کی بیوی زبیدہ علیہا الرحمۃ نے خواب میں دیکھا کہ کثیر التعداد مخلوق جمع ہوکر سب سب، باری باری اس سے، مجامعت کرتی ہے۔ جب آنکھ کھلی تو وہ بے حد پریشان ہوئی، گھبراہٹ کی کوئی انتہا نہ تھی آخرکار جب اس خواب کی تعبیر بتلائی گئی تو معلوم ہوا کہ ان سے کوئی ایسا کام ہوگا جس سے بے شمار مخلوق فیضیاب ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس نے نہر زبیدہ کھدوائی جو عراق عرب کے ایک

بہت بڑے حصہ کو سیراب کرتی ہے اور ایام حج میں مشرق و مغرب کے مسلمان اس سے فیضیاب ہوتے ہیں جو اسی خواب کی تعبیر ہے۔ (محصلہ رشار الاخیار صفحہ ۵۱ طبع جید برقی پریس دہلی)

(۵) امام الحسینؒ بن بوجر الباورشی فرماتے ہیں کہ میں شہر الحان میں تھا کہ ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ و بارک وسلم کی وفات ہوگئی ہے۔ تو میں نے اس کے جواب میں کہا کہ اگر تیرا خواب سچا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ کوئی ایسا امام فوت ہوگا کہ اس زمانہ میں اس کی نظیر نہ ہوگی اور ایسے ہی خواب حضرت امام شافعی، حضرت امام ثوری اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالےٰ علیہم کی وفات کے وقت دیکھے گئے تھے۔ چنانچہ شام سے پہلے ہی یہ خبر آگئی کہ شیخ الاسلام الحافظ، ابو موسیٰ المدینی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ (المتوفی ۵۸۱ھ) وفات پا چکے ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۲۵ و ۱۲۶، للذہبیؒ)

یہ چند خواب ہم نے باحوالہ اس لئے نقل کئے ہیں تاکہ یہ بات بالکل آشکارا ہو جائے کہ بسا اوقات خواب کا ظاہر کچھ اور ہوتا ہے اور باطن کچھ اور ہوتا ہے اور اس کو وہی حضرات سمجھ سکتے ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے علم و بصیرت کے ساتھ ساتھ فن تعبیر کی باریکیوں اور مضمر نکات حل کرنے کی توفیق سے نوازا ہوتا ہے ہر کہ ومہ کی یہاں بات نہیں چلتی ؎

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

دوسری بات خواب نیند کی حالت میں دیکھا جاتا ہے اور نیند کی حالت میں جو کلمات زبان سے سرزد ہوتے ہیں شریعت میں ان کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

بالفرض اگر کسی سے بحالت نیند کلمات کفریہ سرزد ہوں تو اس پر کفر وارتداد کا کوئی فتویٰ نہیں لگ سکتا کیوں کہ وہ شرعاً مرفوع القلم ہے اور نیند کی حالت میں ایسے کلمات صادر ہونے کی وجہ سے وہ مجرم نہیں ہوگا۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم نے فرمایا کہ۔

شرک کی حقیقت

کسی بھی نوعیت کی تخلیق اور مردوں کو زندہ کرنا قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص اور بلاشرکت غیرے صفات بیان کی گئی ہیں۔لیکن غیر احمدی علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں بھی یہ صفات پائی جاتی تھیں اور یہ کہ کوئی دوسرا انسان یہاں تک کہ کوئی دوسرا نبی بھی ان صفات میں اُن کا شریک نہیں ہے۔سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ وضاحت فرمائی کہ اس طرح کا عقیدہ رکھنا کہ کسی ایک خاص فرد کو بعض خصوصیات سے متصف سمجھنا جس میں دیگر بنی نوع انسان شامل نہ ہوں صریحاً شرک ہے۔لیکن حضورؑ کے توحیدِ خالص پر مبنی اس بیان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کے مترادف سمجھا گیا۔موجودہ دور میں جب بریلوی علماء نے دیوبندی علماء پر انبیاء و اولیاء کی توہین کا الزام لگایا تو انہوں نے اپنی صفائی میں وہی باتیں بیان کیں جو سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن و حدیث سے استنباط کر کے بیان فرمائی تھیں۔ بلکہ ایک دیوبندی عالم نے اپنی تائید میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے اقتباسات بھی نقل کئے جن میں حضرت شاہ صاحبؒ نے بھی کسی مخصوص فرد کو بلاشرکت غیرے بعض خصوصیات سے متصف بتانا شرک قرار دیا ہے

ٹائیٹل بار اوّل

الحمد للہ والمنت کہ بتائید و توفیق آن نعم المولیٰ و نعم النصیر و عنایات
آن ذات جلیل و عظیم و کبیر حصہ اولیٰ کتاب لاجواب موسوم بہ

آئینہ کمالات اسلام

جسکا دوسرا نام دافع الوساوس بھی ہے

بماہ فروری ۱۸۹۳ء

مطبع ریاض ہند قادیان مین باہتمام شیخ نور احمد مہتمم
و مالک مطبع طبع ہوکر شایع ہوا

﴿۴۴﴾ کو صاف اور کھلے طور پر گالیاں دیتے ہیں اور مسیح کو آسمان کا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین کا قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف یہ علماء اس نازک زمانہ میں ان کو مدد دے رہے ہیں اور عیسائیوں کے مشرکانہ خیالات کو تسلیم کر کے اور بھی ان کے دعوے کو فروغ دے رہے ہیں۔

کاش یہ لوگ ایک منٹ کیلئے اپنے تعصبوں سے خالی ہو کر ذرہ سوچتے کہ شرک کیا چیز ہے اور اس کی کیا حقیقت ہے اور اس کی مبادی اور مقدّمات کیا ہیں۔ تا ان پر جلد کھل جاتا کہ خدا تعالیٰ کی ذات یا صفات یا اقوال و افعال یا اس کے استحقاق معبودیت میں کسی دوسرے کو شریکانہ دخل دینا گو مساوی طور پر یا کچھ کم درجہ پر ہو **یہی شرک** ہے جو کبھی بخشا نہیں جائے گا۔

اور اس کے مقدمات جن سے یہ پیدا ہوتا ہے یہ ہیں کہ کسی بشر میں کوئی ایسی خصوصیت اس کی ذات یا صفات یا افعال کے متعلق قائم کر دی جاوے جو اس کے بنی نوع میں ہرگز نہ پائی جائے نہ بطور ظلّ اور نہ بطور اصل۔ اب اگر ہم ایک خاص فرد انسان کیلئے یہ تجویز کر لیں کہ گویا وہ اپنی فطرت یا لوازم حیات میں تمام بنی نوع سے متفرد اور مستثنٰی اور بشریت کے عام خواص سے کوئی ایسی زائد خصوصیت اپنے اندر رکھتا ہے جس میں کسی دوسرے کو کچھ حصہ نہیں تو ہم اس بے جا اعتقاد سے ایک تودہ شرک کا اسلام کی راہ میں رکھ دیں گے قرآن کریم کی صاف تعلیم یہ ہے کہ وہ خداوند وحید و حمید جو بالذات توحید کو چاہتا ہے۔ اس نے اپنی مخلوق کو متشارک الصفات رکھا ہے اور بعض کو بعض کا مثیل اور شبیہہ قرار دیا ہے تا کسی فرد خاص کی کوئی خصوصیت جو ذات و افعال و اقوال اور صفات کے متعلق ہے اس دھوکہ میں نہ ڈالے کہ وہ فرد خاص اپنے بنی نوع سے بڑھ کر ایک ایسی

﴿۴۵﴾ خاصیت اپنے اندر رکھتا ہے کہ کوئی دوسرا شخص نہ اَصْلًا و نہ ظِلًّا اس کا شریک نہیں اور خدا تعالیٰ کی طرح کسی اپنی صفت میں واحد لاشریک ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں سورۃ اخلاص اسی بھید کو بیان کر رہی ہے کہ احدیّت ذات و صفات خدا تعالیٰ کا خاصہ ہے دیکھو اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔[1]

اور جب کہ واقعی یہی بات ہے کہ مخلوق کی شناخت کی بڑی علامت یہی ہے کہ بعض بعض سے مشارکت و مشابہت رکھتے ہیں اور کوئی فرد کوئی ایسی ذاتی خاصیت اور خصوصیت نہیں رکھتا جو دوسرے کسی فرد کو اس سے حصہ نہ ہو خواہ اَصْلًا یا ظِلًّا تو پھر اگر اس صورت میں ہم کوئی ایسا فرد افراد بشریہ سے تسلیم کر لیں جو اپنی بعض صفات یا افعال میں دوسروں سے بکلی ممتاز اور لوازم بشریت سے بڑھ کر ہے اور خدا تعالیٰ کی طرح اپنے اس فعل یا صفت میں یگانگت رکھتا ہے تو گویا ہم نے خدا تعالیٰ کی صفت وحدانیت میں ایک شریک قرار دیا۔ یہ ایک دقیق راز ہے اس کو خوب سوچو۔ خدا تعالیٰ نے جو اپنی کلام میں کئی دفعہ حضرت مسیح کی وفات کا ذکر کیا ہے یہاں تک کہ ان کی والدہ مریم صدیقہ کے ساتھ جو باتفاق فوت شدہ ہے ان کے ذکر کو ملا کر بیان کیا کہ كَانَا يَأْكُلٰنِ الطَّعَامَ[2] کہ وہ دونوں جب زندہ تھے طعام کھایا کرتے تھے اس تاکید کی یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے علم قدیم سے خوب جانتا تھا کہ آخری زمانہ میں لوگ بباعث خیال حیات مسیح سخت فتنہ میں پڑیں گے اور وہ فتنہ اسلام کیلئے سخت مضر ہوگا اس لئے اس نے پہلے ہی سے فیصلہ کر دیا اور بخوبی ظاہر کر دیا کہ مسیح فوت ہوگیا۔ بعض نادان خیال کرتے ہیں کہ آیت اِنِّیْ مُتَوَفِّيْكَ[3] میں صرف حضرت مسیح کی وفات کا وعدہ ہے جس سے صرف اس قدر نکلتا ہے کہ کسی وقت خدا تعالیٰ مسیح کو وفات دے دے گا یہ تو نہیں نکلتا کہ وفات دے بھی دی

[1] الاخلاص:۲ [2] المائدۃ:۷۶ [3] اٰل عمران:۵۶

تاریخ دعوت و عزیمت

مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی ؒ

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ

پہونچنے کا (جس کے یہاں معمولی بشر کی رسائی نہیں) ایک مفید اور مؤثر طریقہ ہے کفار عرب کہتے تھے :۔

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ (الزمر۔۳)

(وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ ہم کو خدا کا مقرب بنا دیں۔

یہ وہ مغالطہ اور التباس تھا جس کی وجہ سے اس امت کے بھی کثیر التعداد افراد شرک کی ارض ممنوعہ میں جا پڑے تھے، اور اس سرحدی لکیر کو پار کر گئے تھے، جو توحید و شرک کی حد فاصل (LINE OF DEMARCATION) ہے، اس لئے سب سے پہلی اور اہم ضرورت یہ تھی کہ معلوم کیا جائے کہ اہل جاہلیت اور مشرکین عرب کا عقیدہ اللہ تعالےٰ کے بارے میں کیا تھا، وہ اس کی ذات وصفات کے بارے میں کن کن چیزوں کے قائل تھے، اللہ تعالےٰ کو فاطرِ کائنات، خالق ارض وسماوات، اور قادرِ مطلق سمجھنے کے باوجود اللہ کے رسول نے ان کو کیوں مشرک گردانا، اور قرآن نے ان کے مشرک ہونے کا کیوں اعلان کیا؟

شاہ صاحبؒ اپنی بے نظیر کتاب "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر" میں لکھتے ہیں:۔

"شرک یہ ہے کہ ماسوا اللہ کے لئے ان صفات کو ثابت مانا جائے جو خدا تعالےٰ کے ساتھ مختص ہوں، مثلاً عالم کے اندر تصرفاتِ ارادی جس کو کُن فیکون سے تعبیر کرتے ہیں، یا علم ذاتی جس کا اکتساب نہ حواس کے ذریعہ سے ہو نہ عقل کی رہنمائی سے اور نہ خواب اور الہام وغیرہ کے واسطہ سے، یا مریضوں کو شفا دینا یا کسی شخص پر لعنت کرنا اور اس سے ناراض ہونا جس کے باعث اس کو تنگ دستی اور بیماری اور شقاوت گھیر لیں، یا رحمت بھیجنا جس سے اس کو فراخ دستی، تندرستی اور سعادت حاصل ہو۔

مشرکین بھی جواہر (اجسام) اور عظیم الشان امور کے پیدا کرنے میں کسی کو خدا تعالےٰ کا شریک نہیں جانتے تھے، ان کا اعتقاد تھا کہ جب خدا تعالےٰ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو کسی میں اس کے روکنے کی قدرت نہیں ہے ان کا شرک فقط ایسے امور کی نسبت تھا جو کہ بعض بندوں کے ساتھ مخصوص تھے، ان لوگوں کا گمان تھا کہ جیسے شاہان عظیم القدر اپنے مقربان خاص کو ملک کے مختلف حصوں کا فرماں روا مقرر کرتے ہیں، اور بعض امور خاصّہ کے فیصل کرنے میں (جب تک کوئی شاہی حکم صریح موجود نہ ہو) ان کو مختار بنا دیتے ہیں، اور اپنی رعایا کی چھوٹی چھوٹی باتوں کا خود انتظام نہیں کرتے، اور اپنی کل رعایا کو حکّام کے سپرد کر دیتے ہیں، اور حکام کی سفارش ان کے ماتحت ملازمین اور متوسلین کے حق میں قبول کی جاتی ہے، ایسے ہی بادشاہ علی الاطلاق جلّ مجدہٗ نے بھی اپنے خاص بندوں کو رتبۂ الوہیت کے خلعت سے سرفراز کیا ہے، اور ایسے لوگوں کی رضامندی وناراضی دوسرے بندوں کے حق میں مؤثر ہے اس لئے وہ ان بندگان خاص کے تقرّب کو ضروری خیال کرتے تھے، تاکہ بادشاہ حقیقی کی درگاہ میں قبولیت کی صلاحیت پیدا ہو جائے اور جزائے اعمال کے وقت ان کے حق میں شفاعت درجۂ قبولیت حاصل کرے اور ان خیالی ضرورتوں کو دیکھتے ہوئے وہ لوگ ان کو سجدہ کرنا اور ان کے لئے قربانی کرنا اور ان کے نام کی قسم کھانا، اور ضروری امور میں ان کی قدرت کُن فیکون سے مدد لینا جائز سمجھتے تھے انھوں نے پتھر، پیتل اور سیسہ وغیرہ کی مورتیں بنا کر ان (بندگان خاص) کی روحوں کی طرف متوجہ ہونے کا ایک وسیلہ قرار دیا تھا،

لیکن رفتہ رفتہ جہلاء نے ان پتھروں ہی کو اپنا اصلی معبود سمجھنا شروع کردیا اور خلط عظیم واقع ہوا"[1]

نیز "حجۃ اللہ البالغہ" میں لکھتے ہیں :-

"شرک کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کسی ایسے شخص کے بارے میں جو قابلِ تعظیم سمجھا جاتا ہے، یہ عقیدہ رکھے کہ اس سے جو غیر معمولی افعال و واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں، وہ اس بناء پر ہیں کہ وہ شخص صفات کمال میں سے کسی ایسی صفت کے ساتھ متّصف ہے، جس کا مشاہدہ نوع انسانی کے افراد میں نہیں ہوا، وہ صفت واجب الوجود جلّ مجدہٗ کے ساتھ مخصوص ہے، اس کے سوا کسی میں نہیں پائی جاتی، اس کی چند ہی شکلیں ہو سکتی ہیں، ایک یہ کہ وہ واجب الوجود اپنے کسی مخلوق کو خلعت الوہیت سے سرفراز کرے، یا وہ مخلوق ذات الٰہی میں فنا ہو کر باقی باللہ بن کر رہ جائے، یا اسی طرح کی کوئی شکل جو اس عقیدہ کے حامل نے اپنی طرف سے گڑھ لی ہو، حدیث میں مشرکین کے جس تلبیہ (حج میں لبّیک لبّیک کہنا) کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں وہ اسی عقیدہ کا ایک نمونہ اور اس کی مثال ہے، حدیث میں آتا ہے کہ مشرکین عرب (جاہلیت میں اور اسلام قبول کرنے سے پہلے) ان لفظوں میں لبیک کہتے تھے:

لبّیك لبّیك لاشریك لك،	خدایا! حاضر ہوں، حاضر ہوں!
إلّا شریکًا هولك، تملكه	تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس
وماملك۔	شریک کے جو تیرا بندۂ خاص ہے تو

[1] الفوز الکبیر ماخوذ از ترجمہ مولوی رشید احمد صاحب انصاری ص۷-۸

اس کا بھی مالک ہے اور اس کی مملوکات کا بھی مالک۔

اسی بناء پر یہ معتقد اس ہستی کے لئے (جس کو وہ خدا کے بعض صفات کا حامل اور خلعت الوہیت سے سرفراز سمجھتا ہے) اپنے انتہائی تذلّل اور فروتنی کا اظہار کرتا ہے اور اس کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے، جو بندوں کو خدا کے ساتھ کرنا چاہئے"[1]

حجۃ اللہ البالغہ میں ایک دوسری جگہ مشرکین کے شرک کی حقیقت بیان کرتے ہوئے اور اس بات کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ اللہ تبارک و تعالٰے کے بارے میں ان کے اور مسلمانوں کے درمیان (جو صحیح عقیدہ کے حامل ہیں) کئی باتوں پر اتفاق تھا، مشرکین عرب وجود باری اور اس کی یگانہ شان اور قدرت مطلقہ کے منکر نہیں تھے، صرف بعض صفات اور اختیارات میں وہ (خدا ہی کی مرضی اور منشا سے) اس کے بعض مقرّبین و محبوبین کو شریک اور صاحبِ اختیار سمجھتے تھے، اور اس لئے ان کے ساتھ عبودیت اور بندگی کا معاملہ کرتے تھے باب التوحید کے عنوان کے ماتحت تحریر فرماتے ہیں :-

"مشرکین اس بارے میں مسلمانوں ہی کے ہم خیال اور ہم عقیدہ تھے کہ امور عظام کے سرانجام اور جس چیز کا اللہ تعالٰے فیصلہ فرمالیں اور اس کا ارادہ قطعی ہو جائے تو اس میں کسی غیر کا اختیار باقی نہیں رہتا، باقی دوسرے امور میں انھوں نے مسلمانوں سے الگ راستہ اختیار کیا تھا، ان کا خیال تھا کہ زمانۂ ماضی کے صلحاء نے عبادت کی کثرت کی اور خدا کا قُرب حاصل کیا تو اللہ تعالٰے نے ان کو الوہیت کا خلعت عطا فرمایا، اس بناء پر وہ خدا کے دوسرے بندوں کی عبادت کے

[1] حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص۶۱ باب اقسام الشرک۔

رنگ جب محشر میں لائے گی تو اُڑ جلئے گا رنگ
یہ نہ کہیئے سُرخیٔ خونِ شہیداں کچھ نہیں!

شاہ اسمٰعیل محدث دہلوی رح

شہید بالاکوٹ ۱۲۴۶ھ ۱۸۳۱ء

علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے، وھو الجواب وبہ یُفتٰی وعلیہ الفتوٰی وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامہ والسواد یہی جواب ہے یہی فتوے دیا جائے گا۔ اور اسی پر فتوٰے ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت ہے

مولانا احمد رضا خاں بریلوی
تمہید ایمان صہ ۴۲ مطبوعہ ۱۳۲۶ھ

تالیف: پروفیسر علامہ خالد محمود ایم اے، پی ایچ ڈی

شائع کردہ:- مکتبہ دار المعارف : اردو بازار لاہور

نہ ہو اللہ تعالیٰ نے حقیقی طور پر اسی طرح کسی کو غیب دانی کا مالک نہیں بنایا نہ غیب کی کنجیاں[1] اس نے کسی کے حوالے کی ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو لاکھوں کروڑوں غیوب پر مطلع فرمایا اور انھوں نے بھی ہزارہا غیب کی باتیں اپنے اُمتیوں اور ساتھیوں کو بتلائیں لیکن وہ سب ایک ایک اطلاع خدا سے پاتے تھے اور ایک ایک بات معلوم کرنے میں وہ خدا کے محتاج تھے۔ یہ درست ہے کہ ان کا جبلی نور بھی ان حقائق کا ادراک کر لیتا تھا لیکن یہ بات بھی صحیح ہے، کہ وہ غیب دانی کے مالک نہ تھے کہ اب غیب کی بات کو جاننے میں وہ خدا کے محتاج نہ رہے ہوں غیبی جزئیات کو جان لینا خواہ وہ کروڑوں ہوں اور بات ہے اور غیب دانی کی کنجیوں کو اپنے ہاتھ میں لے لینا کہ جب چاہیں اور جہاں چاہیں چابی لگالیں اور معلوم کر لیں یہ اور بات ہے۔[2]

حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ جب کہتے ہیں کہ اللہ کے دینے سے بھی کوئی غیب دانی کا مالک نہیں ہوتا۔ اس سے ان کی مراد ان امورِ غیبیہ کی نفی ہرگز نہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنے مقربین کو مختلف موقعوں اور ضرورتوں پر اطلاع بخشی ہے۔ وہ صرف عطاءِ مستقل کی نفی کر رہے ہیں کہ کسی کو یہ قوت عطا ہو جائے کہ جب چاہے اور جو چاہے از خود معلوم کر لیا کرے اور ہر ہر بات کے جاننے میں وہ خدا کا محتاج نہ ہُوا کرے۔ کسی صفت سے حقیقی طور پر متصف ہو جانا خواہ خدا کے دینے سے ہی ہو اس میں آئندہ خدا سے احتیاج نہیں رہتا اور یہ ہرگز درست نہیں۔ خدا تعالیٰ کی شانِ صمدیت کا تقاضا ہے کہ ہر مخلوق کو اس کی ضرورت اور احتیاج رہے بے نیازی صرف اسی کی شان ہے اور کوئی بے نیاز نہیں ہے۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب خود تسلیم کرتے ہیں کہ حقیقی کی ایک قسم عطائی بھی ہے۔ لہٰذا ان کے پیرو جب کہیں عطائی قدرت یا عطائی علم کا اقرار کرتے ہیں تو اس سے ان کی مراد عام طور پر

---

[1] عندہٗ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو پ الانعام ع [2] دیکھئے تقویۃ الایمان ص

ہاں جو لوگ نادانی میں انہیں پکارنا شروع کر دیں ان سے مرادیں مانگیں اور یہ عقیدہ رکھیں کہ یہ اپنے ارادہ و اختیار سے ہماری مدد کرتے ہیں تو یہ بے شک ایک بھٹکی راہ ہے تاہم یہ اپنی جگہ واضح ہے کہ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ ان تمام روحانی کمالات اور اسرار کونیہ کے قائل تھے۔

توحید سے متعلق یہ چند امور بنیادی حیثیت رکھتے تھے اس لیے ان کی کچھ وضاحت کر دی گئی ہے جو لوگ اسلام کے عقیدۂ توحید میں ترمیم کر رہے تھے مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کا بیان توحید ان پر ضرب کاری تھا، انتقامی جذبے کے ساتھ انھوں نے مولانا شہیدؒ کے خلاف کارروائی کی کہ ان کے بیانِ توحید کو انبیاء علیہم السلام کی شان میں تنقیص کہنا شروع کر دیا حالانکہ اللہ عزّ وجل کی توحید میں انبیاء و مرسلین کی ہرگز توہین نہ تھی۔ اسلام کے عقیدہ توحید کو انبیاء علیہم السلام کی شان سے ٹکرانے کی بدعت مولانا شہیدؒ کے نادان مخالفین کی ایجاد ہے۔

پیغمبروں کی شان کے بارے میں

اب ہم اس بات کی وضاحت کریں گے کہ انبیاء علیہم السلام کی شان کے بارے میں مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کا عقیدہ کیا تھا۔ اس کے بعد ان چند الزامات کی وضاحت کی جائے گی جو توحید و رسالت کے اس فرضی تصادم میں جھوٹے الزام لگانے والوں نے تفریقِ اُمّت کے لیے پیدا کر رکھے ہیں۔ حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے ہاں جس طرح توحید باری تعالیٰ پر اعتقاد ضروری ہے رسالت کے بارے میں بھی آپ اسی ضرورت کا احساس رکھتے ہیں۔

تفسیر ابن عباسؓ

کی حقیقت

اس تفسیر کے مختلف راوی ہیں جن میں سے معاویہ بن صالح، علی ابن ابی طلحہ اور سعید بن جبیر کو ماہرین فن جرح وتعدیل اور علامہ جلال الدین السیوطی اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ جیسے محدّثین ومفسرین نے مستند مانتے ہوئے ان کی روایات کو قبول کیا گیا ہے جبکہ الضحاک، السدی، جوَیبر اور الکلبی کو کذاب قرار دیتے ہوئے ان کا رد کیا گیا ہے۔ لیکن احمدیت کی دشمنی میں مولوی یوسف لدھیانوی نے تحفۂ قادیانیت جلد اول صفحہ 377 پر علی بن ابی طلحہ کو ضعیف قرار دیا ہے حالانکہ علامہ السیوطیؒ اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ سمیت دیگر علماء اسے مستند قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ سب سے بہتر طریق سے جو تفسیر ابن عباسؓ ہم تک پہنچی ہے وہ علی بن ابی طلحہ کا طریق ہی ہے۔ جبکہ غیر احمدی علماء ''تنویر المقیاس فی تفسیر ابن عباسؓ'' سے حوالہ جات پیش کرتے ہیں جو السدی اور الکلبی سے روایت کی گئی ہے اور خود موجودہ دور کے غیر احمدی علماء کے مطابق ناقابلِ اعتبار ہے۔

مناع القطان

مباحث في علوم القرآن

الناشر
مكتبة وهبة
١٤ شارع الجمهورية . عابدين
القاهرة ـ تليفون ٣٩١٧٤٧٠

مقبولة ، لأن الضحَّاك مُخْتَلف فى توثيقه ، وطريقه إلى ابن عباس منقطعة ، لأنه لم يلقه ، فإن انضم إلى ذلك رواية بِشر بن عمارة ، عن أبى روق ، عن الضحَّاك ، فضعيفة ، لضعف بِشر .

٧ - طريق عطية العوفى ، عن ابن عباس ، وهى غير مقبولة ، لأن عطية ضعيف وربما حسَّن له الترمذى .

٨ - طريق مقاتل بن سليمان الأزدى الخراسانى - ومقاتل ضعف ، يروى عن مجاهد وعن الضحَّاك ولم يسمع منهما ، وقد كذَّبه غير واحد ، ولم يُوثِّقه أحد ، واشتهر عنه التجسيم والتشبيه ، وقال أحمد بن حنبل : لا يعجبنى أن أروى عن مقاتل بن سليمان شيئاً » .

٩ - طريق محمد بن السائب الكلبى عن أبى صالح عن ابن عباس - وهذه أوهى الطرق ، والكلبى مشهور بالتفسير ، وقد قيل فيه : أجمعوا على ترك حديثه ، وليس بثقة ، ولا يُكتب حديثه ، واتهمه جماعة بالوضع ، ولذا قال السيوطى فى الإتقان : « فإن انضم إلى ذلك - أى إلى طريق الكلبى - رواية محمد بن مروان السدى الصغير عنه فهى سلسلة الكذب » .

ويتضح من التفسير المنسوب إلى ابن عباس أن معظم ما رُوِىَ عن ابن عباس فى هذا الكتاب - إن لم يكن جميعه - يدور على محمد بن مروان السدى الصغير ، عن محمد بن السائب الكلبى ، عن أبى صالح ، عن ابن عباس ، وقد عرفنا مبلغ رواية السدى الصغير عن الكلبى فيما تقدَّم [١] .

* * *

٢ - جامع البيان فى تفسير القرآن - للطبرى

يعتبر ابن جرير الطبرى من الأئمة الأعلام الذين برعوا فى علوم كثيرة ، وتركوا تراثًا إسلاميا ضخمًا تناقلته العصور والأجيال ، وقد أحرز شهرة واسعة بكتابيه : فى التاريخ : تاريخ الأمم والملوك ، والتفسير : جامع البيان فى تفسير القرآن ، وهما

---

(١) انظر : « الإتقان » (٢/ ١٨٩) .

المملكة العربية السعودية
وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد
مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف
الأمانة العامة
الشؤون العلمية

الإتقان في علوم القرآن

للحافظ أبي الفضل جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي
(المتوفى سنة ٩١١ هـ)

تحقيق
مركز الدراسات القرآنية

الجزء الأول

قلت: وأوْلى ما يُرْجعُ إليه في ذلك ما ثَبَتَ عن ابنِ عباس وأصحابه الآخذين عنه، فإنه وَرَدَ عنهم ما يَسْتَوْعِبُ تفسيرَ غريبِ القرآنِ بالأسانيد الثابتةِ الصحيحة. وها أنا أسوق هنا ماورد من ذلك عن ابن عباسٍ من طريق ابن أبي طلحة[1] خاصة؛ فإنها مِنْ أَصَحِّ الطرق عنه، وعليها اعتمد البخاريُّ في صحيحه مُرَتَّباً على السور:

/ [البقرة][2]

٦/٢

قال ابن أبي حاتم[3]: «حَدَّثنا أبي: ح، وقال ابنُ جرير[4]:

(١) علي بن سالم بن المخارق، أبو الحسن الهاشمي التابعي، أصله من الجزيرة الفراتية وانتقل إلى حمص، (ت: ١٤٣هـ). انظر: تهذيب الكمال ٢٠/ ٤٩٠، تهذيب التهذيب ٧/ ٣٣٩.

(٢) أسماء السور زيادة من (م، ب، ع) وفي النسخ اختلاف يسيرٌ في تسمية بعض السور. وقد نضيف أسماء السور بين معقوفين إذا أجمعت النسخ على إسقاطها.

(٣) لم أقف عليه في تفسير ابن أبي حاتم في الموضع الذي ذكره السيوطي ولكن ذكر إسناده في تفسير قوله (يعمهون) وسيأتي الحكم عليه.

(٤) في تفسيره (١/ ٢٣٤/رقم ٢٦٨) (١/ ١/ ١٠٠) لكنّه ليس عن المثنى كما ذكر السيوطي، إنّما هو عن شيخه يحيى بن عثمان بن صالح السّهمي، ولعله سبق نظره إلى الإسناد الّذي بعده وهو عن المثنى، وجاء في تفسير «يعمهون» (١/ ٣١٠ برقم ٣٧٢) (١/ ١/ ١٣٦) عن المثنى بن إبراهيم ممّا يدلّ على أنه روى تفسير «يؤمنون» عن يحيى بن عثمان، وتفسير «يعمهون» عن المثنى، يعني رواه عن شيخين من =

ومن ذلك طريقُ ابن إسحاقَ[1] عن محمدِ بن أبي محمدٍ[2] مولى آلِ زيدِ بنِ ثابتٍ، عن عكرمةَ أو سعيدِ بنِ جُبير عنه، هكذا بالترديدِ[3]، وهي طريقٌ جيدةٌ وإسنادُها حسنٌ. وقد أخرج منها ابنُ جريرٍ وابنُ أبي حاتمٍ كثيراً. وفي «معجم الطبراني الكبير» منها أشياءُ.

وأَوْهَى طُرُقه طريقُ الكلبيِّ عن أبي صالحٍ، عن ابنِ عباسٍ، فإن انضمَّ إلى ذلك روايةُ محمدِ بن مروانَ[4] السُّدِّي الصغير فهي سلسلةُ الكذب.

وكثيراً ما يُخَرِّج منها الثعلبيُّ والواحديُّ، لكن قال ابنُ عَديٍّ في الكامل[5]: «للكلبيِّ أحاديثُ صالحةٌ، وخاصةً عن أبي صالحٍ، وهو معروفٌ بالتفسيرِ، وليس لأحدٍ تفسيرٌ أطولُ منه ولا أشبعُ، وبعده مقاتلُ بنُ سليمانَ إلا أنَّ الكلبيَّ يُفضَّلُ عليه لما في مقاتلٍ من المذاهب الرديئة».

وطريقُ الضحاكِ بنِ مزاحمٍ عن ابنِ عباسٍ منقطعةٌ، فإنَّ الضحَّاكَ لم

---

(١) صاحب السيرة النبوية المشهورة.

(٢) الأنصاري المدني له رواية في سنن أبي داود وثَّقَه ابنُ حبان، وقال الذهبي: «لا يُعْرف»، لم تؤَرَّخ وفاته. انظر: تهذيب الكمال ٢٦ / ٣٨٢، ميزان الاعتدال ٤ / ٢٦.

(٣) قال الحافظ ابن حجر: «ولا يضر لكونه يدور على ثقة» العجاب ١ / ٢٠٦.

(٤) ابن عبدالله، الكوفي مولى عبدالرحمن بن زيد بن الخطاب (ت: ١٨٦هـ)، له تفسير. انظر: تهذيب الكمال ٢٦ / ٣٩٢، طبقات المفسرين للداودي ٢ / ٢٥٤.

(٥) الكامل ٦ / ٢١٣٢.

يَلْقَه، فإن انضمَّ إلى ذلك روايةُ بِشْرِ بن عُمارةَ[1]، عن أبي رَوْقٍ عنه، فضعيفةٌ لضَعْفِ بِشرٍ. وقد أخرج من هذه النسخةِ كثيراً ابنُ جريرٍ وابنُ أبي حاتمٍ، وإن كان من روايةِ جُوَيْبرٍ عن الضحاكِ فأشَدُّ ضعفاً؛ لأن جُوَيْبراً شديدُ الضعفِ متروكٌ. ولم يُخَرِّج ابنُ جريرٍ ولا ابنُ أبي حاتمٍ من هذا الطريقِ شيئاً[2]، إنما أخرجها ابنُ مَرْدُويه وأبو الشيخِ بن حَيَّانَ.

وطريقُ العَوْفيِّ[3] عن ابنِ عباس أَخْرج منها ابنُ جرير وابنُ أبي حاتم كثيراً، والعَوْفيُّ ضعيفٌ ليس بواهٍ، وربما حَسَّن له الترمذيُّ.

ورأيت في[4] «فضائلِ الإمام الشافعي»[5] لأبي عبدالله محمد بن أحمد ابن شاكر القطان[6] أنه أخرج بسندهِ من طريقِ ابنِ عبدِالحكم قال:

---

(١) الخَثْعمي الكوفي، مُعَلِّم الكتابة، لم تُؤَرَّخ وفاته. انظر: تهذيب الكمال ٤/١٣٧، تهذيب التهذيب ١/٤٥٥.

(٢) بل أخرجا من الطريق المذكورة. انظر: تفسير ابن أبي حاتم، تحقيق، د. أحمد الزهراني ١/٢٤٩ برقم ٨٢٢، وتفسير ابن جرير الطبري ١٣/٢٣٠ برقم: ١٥٣٥٢، وقد ساق المؤلف نفسه من الطريق المذكورة عن ابن أبي حاتم في تفسير سورة الشمس مما يدل على نقض كلامه.

(٣) عطية بن سَعْد بن جُنادة، أبو الحسن الكوفي، (ت: ١١١هـ) روى له البخاري في الأدب، وبعض أهل السنن. انظر تهذيب الكمال ٢٠/١٤٥، السير: ٥/٣٢٥.

(٤) المثبت من ك، وسائر النسخ: «ورأيت عن».

(٥) قال السبكي: «جَمَعَ ما انتهى إليه من فضائل الشافعي رضي الله عنه» طبقات الشافعية ٤/٩٥، وانظر كشف الظنون ٢/١٢٧٥.

(٦) المصري، الفقيه المؤرِّخ (ت: ٤٠٧هـ)، من مؤلفاته «المطارحات» في فقه الشافعية. انظر: حسن المحاضرة ١/٢١١، شذرات الذهب ٣/١٨٥.

٢٠٢٢ - ضحاك بن خليفة من بنى عبد الأشهل شهد غزوة بنى النضير، له ذكر فى بعض الاحاديث ولم يروعنه الحديث سمعت ابى يقول ذلك.

٢٠٢٣ - ضحاك بن قيس الكندى السكونى، والسكون {٣٤٧ م ٣} قبيلة من كندة روى عن ابن عمر روى عنه المسعودى والوليد بن قيس السكونى سمعت ابى يقول ذلك.

نا عبد الرحمن اخبرنا على بن ابى طاهر فيما كتب الى قال نا الاثرم قال قال ابو عبد الله احمد بن حنبل: كان ابو نعيم يقول عن (١) حكيم ابن الديلم عن الضحاك سمعت ابن عمر، قال ابو عبد الله: الضحاك رجل ثقة رجل [صالح - ٢] صاحب سنة.

٢٠٢٤ - ضحاك بن مزاحم الهلالى ابو القاسم روى عن ابى سعيد، ولم يصح ابن عباس، ولم يصح، روى عنه سلمة بن نبيط وعبيد بن سليمان وابن بسطام (٣) وجويبر سمعت ابى يقول ذلك. نا عبد الرحمن ثنا صالح ابن احمد [بن حنبل - ٢] قال نا على [يعنى - ٢] ابن المدينى قال. سمعت يحيى بن سعيد يقول: كان شعبة ينكر أن يكون الضحاك ابن مزاحم لقى ابن عباس. نا عبد الرحمن انا عبد الله ابن احمد [بن حنبل - ٢] فيما كتب الى قال {٣٠٥ ك} سمعت ابى يقول: الضحاك بن مزاحم ثقة مأمون [انا ابوبكر بن ابى خيثمة فيما كتب الى قال سمعت يحيى ابن معين يقول: الضحاك - يعنى ابن مزاحم - ثقة - ٢]

نا عبد الرحمن نا ابو سعيد الأشج نا ابو اسامة عن معلى بن خالد عن (٤) شعبة عن عبد الملك بن ميسرة قال قلت للضحاك سمعت من ابن عباس؟ قال لا. قلت فهذا الذى تروى عمن اخذته؟ قال: عنك وعن ذا وعن ذا.

نا عبد الرحمن ثنا يونس بن حبيب نا ابو داود نا شعبة عن مشاش

(١) م « فى » (٢) من م (٣) اسمه يحيى بن عبد الرحمن (٤) ك « بن » خطأ.

قال

قال قلت للضحاك سمعت من ابن عباس شيئا ؟ قال لا ، قلت رأيته قال لا . ثنا عبد الرحمن قال سئل ابوزرعة عن الضحاك بن مزاحم فقال كوفى ثقة ، و لم يسمع من ابن عباس .

٢٠٢٥ - ضحاك بن عبد الله القرشي روى عن حكيم بن حزام و انس سمع منه بكير بن الأشج قال (١) ان لم يكن ابن (٢) خالد بن حزام فلااعرفه لان عيسى بن المغيرة بن [الضحاك بن - ٣] عبد الله بن خالد ابن حزام (٤) سمعت ابى يقول ذلك .

٢٠٢٦ - (٥) [الضحاك بن شرحبيل روى عن اعين البصرى روى عنه سعيد بن ابى ايوب و ابن لهيعة و حيوة بن شريح سمعت ابى يقول ذلك - ٦] نا عبد الرحمن قال سمعت اباززعة يقول : الضحاك بن شرحبيل لابأس به صدوق .

٢٠٢٧ - ضحاك بن عبد الرحمن بن عرزب {٣٤٨م٣} و يقال [ابن - ٧] عرزم ، وعرزب اصح روى عن ابى موسى الاشعرى ، مرسل و ابى هريرة و عبد الرحمن بن غنم روى عنه مكحول و عدى بن عدى و ابوسنان عيسى بن سنان و عبد الله بن نعيم الاردنى (٨) سمعت ابى يقول ذلك .

٢٠٢٨ - ضحاك عم الضحاك بن عثمان (٩) القرشي المدينى روى عن

---

(١) اى البخارى فيما يظهر فان اصل العبارة الآتية له راجع التاريخ (٢ / ٢ / ٣٣٥) (٢) هكذا فى م والتاريخ ووقع فى ك « انى لم بن » كذا (٣) من م و التاريخ (٤) المعنى انه قد عرف فى نسب عيسى « الضحاك بن عبد الله ابن خالد بن حزام القرشي » و جاءت الرواية عن ضحاك بن عبد الله القرشي عن حكيم بن حزام فلعل الضحاك هذا هوجد عيسى (٥) سقط صدر هذه الترجمه من ك (٦) من م (٧) من ك (٨) هكذا ضبطه ابن ماكولا فى الاكمال وغيره ووقع فى الاصلين «الازدى» خطأ (٩) ياتى نسب الضحاك بن =

الذي لم تَستَوِ شُؤونُ[1] رأسه» ثم قال: «يا هؤلاء، مَنْ يُؤَدِّيني في هذا كأداءِ ابنِ عباسٍ»؟

وقد وَرَدَ عن ابنِ عباسٍ في التفسير ما لا يُحْصَى كثرةً، وعنه رواياتٌ وطرقٌ مختلفةٌ، فمن جَيِّدها: طريقُ عليِّ بن أبي طلحةَ الهاشميِّ عنه، قال أحمدُ بنُ حنبلٍ: «بمصرَ صحيفةٌ في التفسيرِ رواها عليُّ بن أبي طلحةَ، لو رَحَلَ رجلٌ فيها إلى مصرَ قاصداً ما كان كثيراً» أسنده أبو جعفرٍ النحاسُ[2] في «ناسخه».

قال ابن حجر[3]: «وهذه النسخةُ كانت عند أبي صالحٍ كاتبِ الليث رواها عن معاويةَ بنِ صالحٍ[4]، عن عليِّ بن أبي طلحةَ، عن ابنِ عباسٍ، وهي عند البخاريِّ عن أبي صالحٍ، وقد اعتمد عليها في «صحيحه» كثيراً فيما يُعلِّقه عن ابن عباسٍ، وأخرج منها ابنُ جريرٍ وابنُ أبي حاتم وابنُ المنذرِ كثيراً بوسائطَ بينهم وبين أبي صالح».

وقال قومٌ: «لم يسمع ابنُ أبي طلحةَ من ابن عباسٍ التفسيرَ، وإنما أخذه

---

(١) الشؤون: الشعب التي تجمع بين عظام الرأس المتصل بعضُها ببعض. انظر: اللسان «شأن» ٧/ ٩، والمراد أنه لم يبلغ درجة إدراك الرجال.

(٢) الناسخ والمنسوخ له ١/ ٤٦٢.

(٣) العجاب له ١/ ٢٠٦-٢٠٧.

(٤) ابن حُدَيْر، أبو عمرو الحِمْصي، قاضي الأندلس الحافظ (ت: ١٥٨هـ). انظر: السير ٧/ ١٥٨، تهذيب التهذيب ١٠/ ٢٠٩.

عن مجاهدٍ أو سعيدِ بن جبيرٍ. قال ابنُ حجر[1]: «بعد أن عُرِفَت الواسطةُ وهي ثقةٌ، فلا ضَيْرَ في ذلك».

وقال الخليليُّ[2] في «الإرشاد»: «تفسيرُ معاويةَ بنِ صالحٍ قاضي الأندلسِ عن عليٍّ بن أبي طلحةَ، عن ابنِ عباسٍ، رواه الكبارُ عن أبي صالح كاتبِ الليثِ، عن معاويةَ. وأجمع الحُفَّاظُ على أنَّ ابنَ أبي طلحة لم يسمَعْه من ابنِ عباسٍ».

قال[3]: «وهذه التفاسيرُ / الطِّوالُ التي أسندوها إلى ابنِ عباس غيرُ ٢٠٨/٤ مَرْضِيَّةٍ، ورواتُها مجاهيلُ؛ كتفسيرِ جويبرٍ عن الضحاكِ، عن ابنِ عباسٍ».

وعن ابن جُرَيْج في التفسير جماعةٌ رَوَوْا عنه، وأطولُها ما يَرْويه بكرُ ابنُ سهلٍ[4] الدِّمياطيُّ، عن عبدِالغني بنِ سعيدٍ[5]، عن موسى بنِ

---

(١) العجاب له ١/٢٠٦.

(٢) الخليل بن عبدالله بن أحمد، أبو يعلى القَزْويني الحافظ القاضي (ت: ٤٤٦هـ). انظر: السير ١٧/٦٦٦، طبقات الحفاظ ٤٣١، وانظر قوله في كتابه الإرشاد ١/٣٩٣.

(٣) الإرشاد ١/٣٩١.

(٤) ابن إسماعيل، أبو محمد الهاشمي ولاء، المفسِّر (ت: ٢٨٩هـ). انظر: طبقات المفسرين للداودي ١/١١٧، شذرات الذهب ٢/٢٠١.

(٥) الثقفي المصري المفسِّر (ت: ٢٢٩هـ) له تفسير. انظر: ميزان الاعتدال ٢/٦٤٢، طبقات المفسرين للداودي ١/٣٢٤.

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
تحفۂ قادیانیت
جلد اوّل
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ
حضوری باغ روڈ ملتان
514122

رضی اللہ عنہ نے ابن عباسؓ سے ...." جناب کی معلومات کی تصحیح کے لئے عرض ہے کہ یہ "معاویہ" اور "حضرت علی" مشہور صحابی نہیں، جیسا کہ جناب سمجھ رہے ہیں بلکہ یہ بہت بعد کے راویوں کے نام ہیں اور علی سے مراد یہاں "علی بن ابی طلحہ" ہیں جو ضعیف بھی ہیں اور ان کا سماع بھی حضرت ابن عباسؓ سے ثابت نہیں۔ اس لئے یہ روایت ضعیف بھی ہے اور منقطع بھی۔ اسی بناء پر میں نے کئی جگہ اس حسن ظن کا اظہار کیا ہے کہ جناب نے حدیث و تفسیر اور دیگر کتابوں کا مطالعہ نہیں فرمایا بلکہ کسی دوسرے کا جمع کردہ خام مواد آنجناب کے پیش نظر ہے۔

جناب کی خدمت میں یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے بسند صحیح ثابت ہے کہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے اور دار پر کھینچنے میں کامیاب نہیں ہوسکے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ سلامت آسمان پر اٹھالیا اور یہود نے ان کی جگہ کسی دوسرے شخص کو پکڑ کر قتل وصلب کیا۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۵۷۴ ج ۱)

ان سے یہ بھی بسند صحیح منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں دوبارہ تشریف لائیں گے، تب تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے۔ یہی مطلب ہے حق تعالیٰ کے ارشاد "وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ۔ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا" ۔ (تفسیر درمنثور ص ۲۴۰ ج ۱)

وہ اس کے بھی قائل ہیں کہ بنص قرآن "ولنّہ لعلم للساعۃ" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آخری زمانہ میں نازل ہوکر دجال کو قتل کرنا قیامت کی نشانی ہے۔ (درمنثور ص ۲۰ ج ۶ مجمع الزوائد ص ۱۰۴ ج ۷۔ ابن جریر ص ۵۴ ج ۲۵)

کیا ان تصریحات کے بعد کوئی عاقل یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فوت شدہ مانتے ہیں؟

مولانا سندھیؒ کا حوالہ

آنجناب نے مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی جانب منسوب تفسیر "الہام الرحمٰن" کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ وفات کے قائل ہیں۔ "الہام الرحمٰن" مولانا کی طرف

الفوز الکبیر

فی

اصول التفسیر

اردو

میں قرآن مجید کی تفسیر کے تمام بنیادی اصول پر مفصل اور بصیرت افروز بحث کی گئی ہے

تالیف

حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی

مترجم

مولوی رشید احمد صاحب انصاری مرحوم

ناشر

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

فصل اوّل

قرآن مجید کے الفاظ نادرہ کی شرح کے بیانمیں

غرائب قرآن کی شروح میں بہترین شرح مترجم القرآن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے جو ابن ابی طلحہ کے طریق روایت سے صحت کیساتھ ہم کو پہنچی ہے۔ اور غالباً امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی صحیح بخاری میں اس طریق پر اعتماد فرمایا ہے اور اسکے بعد ابن عباسؓ سے ضحاک کے طریق اور نافع ابن الازرق کے سوالات پر ابن عباسؓ کے جوابات کا مرتبہ ہے۔ ان تینوں طریقوں کو علامہ سیوطی نے اپنی کتاب اتقان میں ذکر کیا ہے۔ اسکے بعد شرح غرائب کا رتبہ ہے جسکو امام بخاری نے ایمہ تفسیر سے نقل کیا ہے۔ اسکے بعد وہ شرح غرائب قرآنی ہیں جن کو دوسرے مفسرین نے حضرات صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین سے روایت کیا ہے مجکو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کی پانچویں باب میں غرائب قرآنی کے تمام معتبر شروح کو مع شان نزول بیان کروں، اور اس باب کو ایک مستقل رسالہ قرار دوں تاکہ جو چاہے اسکو اس رسالہ میں شامل کرے اور جو چاہے اسکو جداگانہ یاد کرے ۔ وللناس فیما یعشقون مذاہب

فائدہ۔ حضرات صحابہ اور تابعین کبھی لفظ کی تفسیر اس کے معنی لازمی سے کرتے ہیں اور متاخرین لغات کے تتبع اور مواقع استعمال کے تفحص کی بنا پر اس قدیم تفسیر میں شبہات کرتے ہیں، اس رسالہ میں ہماری غرض صرف تفسیر سلف کا کامل اتباع ہے، اور تنقیحات و تنقیدات کے لئے اس مختصر رسالے کے علاوہ دوسرا موقع ہے کیونکہ

"ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد"

التفسير والمفسرون

بحث تفصيلي عن نشأة التفسير وتطوره . وألوانه ومذاهبه .
مع عرض شامل لأشهر المفسرين . وتحليل كامل لأهم كتب التفسير
من عصر النبي صلى الله عليه وسلم إلى عصرنا الحاضر

تأليف
الدكتور محمد حسين الذهبي

الجزء الأول

الناشر
مكتبة وهبة
١٤ شارع الجمهورية . عابدين
القاهرة - تليفون ٣٩١٧٤٧٠

هذه هي أشهر الطرق عن ابن عباس، صحيحها وسقيمها، وقد عرفت قيمة كل طريق منها، ومن اعتمد عليها فيما جمع من التفسير عن ابن عباس رضي الله عنه.

● التفسير المنسوب إلى ابن عباس وقيمته:

هذا .. وقد نسب إلى ابن عباس رضى الله عنه جزء كبير في التفسير، وطبع في مصر مرارا باسم «تنوير المقباس من تفسير ابن عباس» جمعه أبو طاهر محمد بن يعقوب الفيروزآبادى الشافعى، صاحب القاموس المحيط، وقد اطلعت علي هذا التفسير، فوجدت جامعه يسوق عند الكلام عن البسملة الرواية عن ابن عباس بهذا السند: «أخبرنا عبد الله الثقة بن المأمون الهروى، قال: أخبرنا أبي، قال: أخبرنا أبو عبد الله محمود بن محمد الرازى، قال: أخبرنا عمار بن عبد المجيد الهروى، قال: أخبرنا على ابن إسحاق السمرقندى، عن محمد بن مروان، عن الكلبى، عن أبى صالح، عن ابن عباس».

وعند تفسير أول سورة البقرة، وجدته يسوق الكلام بإسناده إلى عبد الله ابن المبارك، قال: حدثنا على بن إسحاق السمرقندى عن محمد بن مروان عن الكلبى، عن أبى صالح، عن ابن عباس.

وفى مبدأ كل سورة يقول: وبإسناده عن ابن عباس.

.... وهكذا يظهر لنا جليا، أن جميع ما روى عن ابن عباس في هذا الكتاب يدور على محمد بن مروان السدى الصغير، عن محمد بن السائب الكلبى، عن أبى صالح، عن ابن عباس، وقد عرفنا مبلغ رواية السدى الصغير عن الكلبى فيما تقدم. وحسبنا فى التعقيب على هذا ما روى من طريق ابن عبد الحكم قال: «سمعت الشافعي يقول: لم يثبت عن ابن عباس فى التفسير إلا شبيه بمائة حديث»(١) وهذا الخبر - إن صح عن الشافعي - يدلنا على مدار ما كان عليه الوضاعون من الجرأة على اختلاق هذه الكثرة من التفسير المنسوبة إلى ابن عباس، وليس أدل على ذلك، من أنك تلمس التناقض ظاهرا بين أقوال فى التفسير نسبت إلى ابن عباس ورويت عنه. وسيأتى - عند الكلام عن الوضع في التفسير - أن هذا التفسير المنسوب إلى ابن عباس لم يفقد شيئا من قيمته العلمية فى الغالب، وإنما الشئ الذى لا قيمة له فيه، هو نسبته إلى ابن عباس.

● أسباب الوضع على ابن عباس:

ويبدو أن السر فى كثرة الوضع على ابن عباس، هو أنه كان من بيت النبوة والوضع عليه يكسب الموضوع ثقة وقوة أكثر مما لو وضع على غيره، أضف إلى ذلك أن

---

(١) الإتقان ٢/ ١٨٩.

مجموعة رسائل اللكنوي

للإمام المحدث الفقيه الشيخ محمد عبد الحي اللكنوي الهندي
ولد سنة ١٢٦٤هـ، وتوفي سنة ١٣٠٤هـ
رحمه الله تعالى

* إبراز الغي الواقع في شفاء العي الملقب بـ
حفظ أهل الإنصاف عن مسامحات مؤلف الحطة والإتحاف
* تذكرة الراشد برد تبصرة الناقد الملقب بـ
ظفر المُنية بذكر أغلاط صاحب الحطّة
* تنبيه أرباب الخبرة على مسامحات مؤلف الحطة

اعتنى بجمعه وتقديمه وإخراجه
نعيم أشرف نور أحمد

المجلد السادس

الناشر
إدارة القرآن والعلوم الإسلامية

أكثره إليه ليس بمتصل، ولا مسلسل، فلا يعتبر به، وهذا أيضًا كأمثاله كصرير باب، أو كطنين ذباب، هلا يصدر مثله من الأنجاب، ولا يسطر مثله أحد من أولى الألباب، أما أولا فلأن التفاسير المأثورة عن ابن عباس بعض طرقها مقدوحة، وبعضها ممدوحة، فدعوى أن أكثرها سنده غير متصل، ولا مسلسل قول مهمل.

* انظر إلى قول السيوطى فى "الإتقان فى علوم القرآن": وقد ورد عن ابن عباس فى التفسير ما لا تحصى كثرة، وعنه روايات وطرق مختلفة، فمن جيدها طريق على بن أبى طلحة الهاشمى عنه، قال أحمد بن حنبل: بمصر صحيفة فى التفسير، رواها على بن أبى طلحة لو رحل رجل فيها إلى مصر قاصدًا ما كان كثيرًا، أسنده أبو جعفر النحاس فى "تاريخه"، قال ابن هجر: وهذه النسخة كانت لأبى صالح كاتب الليث رواها عن معاوية بن صالح عن على بن أبى طلحةعن ابن عباس، وهى عند البخارى عن أبى صالح، وقد اعتمد عليها فى "صحيحه" كثيرًا فيما علّقه عن ابن عباس.

وأخرج ابن جرير وابن أبى حاتم وابن المنذر كثيرًا بوسائط بينهم، وبين أبى صالح، وقال قوم: لم يسمع ابن أبى طلحة من ابن عباس التفسير، وإنما أخذه عن مجاهد، أو سعيد بن جبير، قال ابن حجر: بعد أن عرفت الواسطة، وهى ثقة فلا ضير فى ذلك، وقال الخليلى فى "الإرشاد": تفسير معاوية بن صالح قاضى الأندلس عن على بن أبى طلحة، رواه الكبار عن أبى صالح كاتب الليث عن معاوية، قال: وهذه التفاسير الطوال التى أسندوها إلى ابن عباس غير مرضية، ورُواتها مجاهيل كتفسير جويبر عن الضحاك عن ابن عباس، وعن ابن جريج فى التفسير جماعة رووا عنه، وتفسير شبل بن عباد المكى عن ابن أبى نجيح عن مجاهد عن ابن عباس قريب إلى الصحة، وتفسير عطاء بن دينار يكتب ويحتج به، وتفسير أبى روق نحو جزء صححوه، وتفسير إسماعيل السدى يورده بأسانيد إلى ابن مسعود وابن عباس، وروى عن السدى الأئمة مثل الثورى وشعبة، وتفسير مقاتل فمقاتل فى نفسه ضعفوه -انتهى كلام "الإرشاد"-.

ومن جيد الطرق عن ابن عباس طريق قيس عن عطاء بن سائب عن سعيد بن جبير عنه، وهذه الطريق صحيحة على شرط الشيخين، وكثيرًا ما يخرج منها الفريانى، والحاكم فى "مستدركه"، ومن ذلك طريق ابن إسحاق عن محمد بن أبى محمد مولى

تفسیر ابن عباس حجت مجموعہ رسائل جلد 6 پانچواں صفحہ 184

هذا هو التفسير الذي فسر به القرآن من حيث هو هداية عامة للبشر ورحمة للعالمين جامع لاصول العمران وسنن الاجتماع وموافق لمصلحة الناس في كل زمان ومكان بانطباق عقائده على العقل وآدابه على الفطرة وأحكامه على درء المفاسد وحفظ المصالح وهذه هي الطريقة التي جرى عليها في دروسه في الازهر حكيم الاسلام

أوله «والمحصنات من النساء» وفيه صفوة ماقاله الاستاذ الامام رحمه الله تعالى في دروسه في الازهر . وقد اعتمدنا بعدد الا يات فيه على المصحف المطبوع في الاستانة والمصحف المطبوع في ألمانيا وفرقنا بينهما بنقطتين هكذا :

تأليف

السيد محمد رشيد رضا
منشئ مجلة المنار

الطبعة الاولى بمطبعة المنار بشارع درب الجماميز بمصر سنة ١٣٢٨

المفتاح ثم قال « ان الله يأمركم أن تؤدوا الامانات الى اهلها » حتى فرغ من الآية. واخرج شعبة في تفسيره عن حجاج عن ابن جريج قال نزلت هذه الآية في عثمان ابن طلحة أخذ منه رسول الله (ص) مفتاح الكعبة فدخل به البيت يوم الفتح فخرج وهو يتلو هذه الآية فدعا عثمان فناوله المفتاح . قال وقال عمر بن الخطاب ماسمعته يتلوها قبل ذلك ، قلت ظاهر هذا انها نزلت في جوف الكعبة اه

أقول بل الظاهر انها نزلت قبل فتح مكة وأن النبي صلى الله عليه وآله وسلم تلاها يومئذ استشهادا و إن لم يتذكر عمر انه سمعها قبل ذلك ان صحت الرواية وصح ان عمر قال ذلك فقد صح عنده انه ذهل عند وفاة رسول الله (ص) عما ورد في ذكر موته حتى قرأ ابو بكر « وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل أفئن مات أو قتل انقلبتم على أعقابكم » الآية فتذكر ،وذهل عن آية «وآتيتم احداهن قنطارا » حتى ذكرته بها المرأة التي راجعته في مسألة تحديد المهور كما تقدم في أوائل هذه السورة وكل احد عرضة للنسيان والذهول ، والرواية عن ابن عباس لا تصح وإن اعتمدها الجلال فقد ذكرنا من قبل ان المحدثين قالوا ان أوهى طرق التفسير عن ابن عباس هي طريق الكلبي عن ابي صالح قالوا فان انضم اليها مروان الصغير فهي سلسلة الكذب .

وأما رواية شعبة عن حجاج فان كان حجاج هذا هو المصيصي الاعور فقد كان ثقة ولكنه تغير في آخر عمره وهو ممن روى عن شعبة وابن جريج ولم يذكروا ان شعبة روى عنه ولكن شعبة روى عن حجاج الاسلمي وهو مجهول كما قال ابو حاتم .

وفي الروايتين بحث من جهة المعنى أيضا فان النبي (ص) أولى بمفتاح الكعبة من عثمان بن طلحة ومن كل أحد فلو أعطاه للعباس أو غيره لم يكن فاعلا إلا ماله الحق فيه ومن أعطاه إياه يكون هو أهله واحق به ، وليس هذا من باب « النبي أولى بالمؤمنين من أنفسهم » بل لان الكعبة من المصالح العامة و إنما كان يكون من هذا الباب لو كان المفتاح مفتاح بيت عثمان بن طلحة نفسه ونزع ملكه منه وأعطاه آخر بل الحكام الآن في جميع الممالك ينزعون ملك من يرون المصلحة العامة في نزع ملكه منه ولكنهم يعطونه ثمنه شاء أم أبى

علوم القرآن

تالیف

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم

شیخ الحدیث و نائب صدر جامعہ دارالعلوم کراچی

ناشر

مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۴

کی بناء پر ضعیف ہی، البتہ بعض حضرات اُسے حسن کہتے ہیں، کیونکہ امام ترمذیؒ نے عطیہ کی روایات کی تحسین کی ہے، اس مسئلہ پر مفصل بحث عطیۃ العوفی کے تذکرہ میں آرہی ہے،

(د) مقاتل بن سلیمان عن ابن عباسؓ، یہ طریق بھی مقاتل بن سلیمانؒ کے ضعف کی بناء پر مجروح ہے،[لہ] مقاتل کا پورا حال بھی آگے آرہا ہے،

مروّجہ تفسیر ابن عباسؓ کی حیثیت

(۴) ہمارے زمانے میں ایک کتاب ..... "تنویر المقیاس فی تفسیر ابن عباسؓ" کے نام سے شائع ہوئی ہے جسے آجکل عموماً "تفسیر ابن عباسؓ" کہا اور سمجھا جاتا ہے، اور اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہوگیا ہے، لیکن حضرت ابن عباسؓ کی طرف اس کی نسبت درست نہیں کیونکہ یہ کتاب محمد بن مروان السدیّ عن محمد بن السائب الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباسؓ کی سند سے مروی ہے،[ٹلہ] اور پیچھے گذر چکا ہے کہ اس سند کو محدثین نے "سلسلۃ الکذب" (جھوٹ کا سلسلہ) قرار دیا ہے، لہٰذا اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا،

حضرت علیؓ

تفسیرِ قرآن کے معاملے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام انتہائی بلند ہی، پہلے تین خلفاء کی وفات چونکہ جلدی ہوگئی تھی اس لئے اُن سے تفسیری روایات بہت کم مروی ہیں، اس کے برخلاف حضرت علیؓ عرصۂ دراز تک افادۂ علم میں مشغول رہے، اس لئے ان سے بہت سی روایات منقول ہیں، علمِ تفسیر میں اُن کے مقامِ بلند کا اندازہ اس سے لگائیے کہ ابو الطفیلؒ کہتے ہیں:-

"میں نے حضرت علیؓ کو خطبہ دیتے ہوئے دیکھا، وہ فرما رہے تھے کہ .....
مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں سوالات کیا کرو، کیونکہ خدا کی قسم! قرآن کریم

لہ یہ پوری بحث الاتقان ص ۱۸۸ و ۱۸۹ ج ۲ نوع نمبر ۸۰ سے ماخوذ ہے، مزید تفصیل کے لئے ان راویوں کا تذکرہ ملاحظہ فرمائیں جو آگے آرہا ہے، ٹلہ دیکھئے تنویر المقیاس صفحہ اوّل،

مکتبہ اسلامیہ

بائن من خلقه و الخلق بائنون منه ، بلا حلول ... ''اور بے شک اللہ اپنے عرش پر مستوی ہوا، بغیر کیفیت، تشبیہ اور تاویل کے، استواء معقول ہے اور کیفیت مجہول ہے اور بے شک وہ اپنے عرش پر مستوی ہے۔ عزوجل، اپنی مخلوقات سے جدا ہے اور مخلوق اس سے جدا ہے، بغیر حلول کے... (الاستقامہ لابن تیمیہ ج۱ ص ۱۶۸)

معلوم ہوا کہ جلوس کے لفظ کی نسبت حافظ ابن تیمیہ پر افتراء ہے۔ رہا مسئلہ عرش پر اللہ تعالیٰ کا مستوی ہونا تو یہ قرآن، حدیث اور اجماع سلف صالحین سے ثابت ہے۔

مشہور مفسرِ قرآن امام مجاہد (تابعی) رحمہ اللہ نے استوی کی تفسیر میں فرمایا:

'' علا علی العرش ''عرش پر بلند ہوا۔

(صحیح بخاری مع فتح الباری ۱۳/ ۴۰۳ قبل ح ۷۴۱۸، تفسیر الفریابی بحوالہ تغلیق التعلیق ۳۴۵/۵)

تنبیہ: روایتِ مذکورہ میں عبداللہ بن ابی نجیح مدلس تھے لیکن صحیحین میں مدلسین کی روایات سماع پر محمول ہیں لہٰذا یہاں تدلیس کا اعتراض صحیح نہیں ہے۔

نیز دیکھئے تفسیر ابن کثیر (نسخہ محققہ دار عالم الکتب ج ۶ ص ۳۱۹)

فائدہ: آج کل بہت سے دیوبندیوں نے کلبی (کذاب) کی روایت کردہ تفسیر ابن عباس کو سینے سے لگا رکھا ہے، حالانکہ اس من گھڑت تفسیر میں استوی کا مفہوم: '' استقر '' لکھا ہوا ہے۔ دیکھئے تنویر المقباس (ص ۱۰۳)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے استوی کی تشریح میں استقر اور ظہر وغیرہ اقوال ذکر کر کے فرمایا: حسن (بصری کا قول: علا، ارتفع) اور (امام) مالک (المدنی کا قول: استواء معلوم اور کیفیت مجہول) سب سے بہترین جواب ہے۔ دیکھئے مجموع فتاویٰ (ج ۵ ص ۵۱۹، ۵۲۰)

استویٰ کا معنی و مفہوم ''استولیٰ'' کسی ایک صحابی، تابعی، تبع تابعی یا مستند امام سے ثابت نہیں ہے، رہے ماتریدیہ اور کلابیہ وغیرہ تو سلف صالحین کے خلاف اُن کے افعال و اقوال کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ سرے سے مردود ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا قرآن، حدیث، اجماع اور آثار سے ثابت

الآیات بعد المائتین

غیر احمدی علماء میں ''عبارۃ النص ؛ دلالۃ النص ؛ اشارۃ النص ؛ اور اقتضاء النص'' کا مسلمہ اصول متفقہ طور پر تسلیم کیا جاتا ہے جس کا مطلب ہے کہ قرآن وحدیث میں نص یا تو اُس عبارت میں الفاظ کے ساتھ موجود ہوگی، یا اُس عبارت سے اس کی دلیل نکلتی ہوگی، یا اس سے وہ اشارۃً اخذ کی جاسکتی ہے یا پھر اس کی مرضی معلوم ہوسکتی ہے۔

اگرچہ اسلامی لٹریچر میں وضاحت سے پایا جاتا ہے کہ مسیحؑ ومہدیؑ کا ظہور چودھویں صدی میں ہوگا اور ابن ماجہ کتاب الفتن کی حدیث ''**الآیات بعد المائتین** ''یعنی علامات قیامت دوسوسال بعد ظہور پذیر ہونا شروع ہوجائیں گی سے مراد ہزار سال کے دوسوسال بعد یعنی تیرھویں صدی ہجری مراد لی جاتی رہی ہے لیکن اس دور میں تمام اصولوں کو طاق پر رکھتے ہوئے ہم سے قرآن وحدیث سے ''چودھویں صدی'' کے الفاظ کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں موجودہ دور کے علماء کے چند حوالہ جات پیش کئے جارہے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آج بھی یہ علماء ان نشانات کا ظہور تیرھویں صدی سے شروع ہونا ہی مانتے ہیں۔ اور پچھلی ایک صدی سے جانتے ہیں کہ ظہور مہدیؑ قریب تر ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم پاکستان

ادارۃ المعارف کراچی

کے بعد کوئی نبی پیدا ہونا قضائے خداوندی میں مقدور نہیں۔

یہ ننانوے آیات قرآنیہ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کی نبوت کا اختتام بوضاحت ثابت کرتی ہیں اور اعلان کرتی ہیں کہ آپ کے بعد نہ کوئی تشریعی نبی پیدا ہو سکتا ہے اور نہ بقول مرزا جی غیر تشریعی یا ظلی بروزی۔

مسئلہ ختم نبوت کا ہر پہلو قرآن مجید کی روشنی میں واضح ہو چکا اس کی ننانوے آیتوں نے ہر سوتے ہوئے کو بیدار اور بیدار کو ہوشیار کر کے خدا کی حجت اہل عالم پر تمام کر دی، اس کے بعد بھی اگر کوئی ختم نبوت پر ایمان نہ لائے تو اس کی قسمت، فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ "اس کے بعد وہ کونسی بات پر ایمان لائیں گے"۔

ایک ضروری تنبیہ

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مذکورۃ الصدر ننانوے آیتیں جو ختم نبوت کے ثبوت میں پیش کی گئی ہیں، ان میں سے بعض اس مقصد میں بالکل صریح اور عبارت[1] النص ہیں، اور بعض اشارۃ النص یا دلالۃ النص اور اقتضاء النص کے طور پر ہیں، اور یہ چاروں طریق باتفاق علماء اصول استدلال کے قطعی اور یقینی طریق ہیں۔ (دیکھو حسامی، نور الانوار وغیرہ)

اور بعض وہ آیات بھی ہیں جن سے بطریق استنباط یا نکات کے طور پر ختم نبوت کا ثبوت نکلتا ہے، جو اصل مسئلہ کی تائید کے لئے پیش کی گئی ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

****

---

[1] قرآن کریم سے کسی مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے چار طریق ہیں، عبارت النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص، اقتضاء النص۔ جن کی تعریفیں اصول کی کتابوں میں مفصل ہیں، اور یہ چاروں طریق باجماع اہل اصول قطعی اور یقینی ہیں ۱۲ منہ

مکتبۃ الشیخ

بیاد

قطب العالم، برکۃ العصر شیخ الحدیث
عارفِ کبیر حضرت مولانا محمد زکریا صاحب

کاندھلوی ثم مہاجر مدنی

قدس اللہ سرہٗ

مکتبۃ الشیخ ۳/۳۶۷ بہادر آباد کراچی ۵

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝

الحمد للہ کہ سوانح قدوۃ العلماء تاج المحدثین زبدۃ الفقہاء سراج الناظرین امام الہمام الاوحد مولانا الشیخ ابی ابراہیم خلیل احمد المدنی المہاجر قدس سرہٗ

بنام

تذکرۃ الخلیل

جس کے ضمن میں حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی، مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی، شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی، مولانا الحاج صدیق احمد صاحب انبھٹوی، اور مولانا الحاج الشیخ عبد الرحیم صاحب رائپوری قدس اللہ اسرارہم کے پیارے حالات بھی آگئے ہیں۔ اور ہندوستان کی مشہور دینی درسگاہ مظاہر علوم کے دار الطلبہ و کتب خانہ اور قدیم دار الحدیث کے تین عکسی فوٹو مطبوعہ بھی شامل ہیں۔

مؤلفہ

حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبۃ الشیخ ۳/۳۶۷ بہادر آباد کراچی ۵

مؤلف کو دعا

میں نے بھی ایک مرتبہ آپ کو امتحان دیا ہے کہ مجھے عربی شروع کئے ہوئے تیسرا مہینہ تھا اور نحومیر ختم ہوچکی تھی، اتفاق سے آپ میرٹھ تشریف لائے اور مدرسہ میں قیام فرمایا چونکہ شوق تھا اس لئے آتے ہی میرے استاد مولانا عبدالمومن صاحب سے کہ میں نے از اول تا آخر مولانا ہی سے پڑھا ہے دریافت فرمایا کہ بچے کون کتاب پڑھتے ہیں۔ مولانا نے مجھے پیش کردیا اور فرمایا کہ اس کو میزان شروع کئے دو مہینے ہوئے اور نحومیر ختم کرچکا ہے، مولانا نے کتاب بند کرادی اور اول سے جو سننا شروع کیا تو آخر تک حفظ پوچھ لیا کہ کتاب کی ایک سطر یا ایک بات بھی نہ چھوڑی، اس کے بعد خوش ہوکر دعا دی اور فرمایا بچہ ہونہار ہے"۔ مولانا اس کو بھول بھلا گئے اور اب جس وقت بھی دیکھتے احترام فرمایا کرتے مگر مجھے شرم آتی اور ابتدائی امتحان یاد آجاتا تھا۔ آخر ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ تو میرے بھی ممتحن بن چکے ہیں کہ فلاں وقت فلاں مدرسہ میں آپ نے نحومیر کا از اول تا آخر میرا امتحان لیا تھا حالانکہ میری عمر بارہ سال کی تھی اور میزان سے لیکر نحومیر تک میں نے دو مہینے میں پڑھا تھا۔ سوچ کر فرمایا ہاں کچھ یاد تو آتا ہے۔

کشف

حضرت ممدوح کو کشف بہت ہوتا اور مزاج میں اتنی سادگی تھی کہ بے تکلف اپنے کشوف کو غیبہ[1] کا اپنے لوگوں سے اظہار فرمایا کرتے تھے۔ تذکرۃ الرشید کے بعد سے چونکہ حضرت کو مجھ پر شفقت بہت بڑھ گئی اور آپ کی غایت بے تکلفی نے مجھے بھی بے تکلف بنا دیا تھا اس لئے ایک مرتبہ ظہور مہدی کے غایتِ قرب کی بابت اپنے کشوف بیان فرمانے لگے گویا ہر لحہ انتظار ہے اور توقع غالب ہے کہ اسی سال ظہور ہوجائے۔

میں نے عرض کیا کہ حضرت بات یہ ہے کہ مجھے ان امور سے دلچسپی نہیں اور یوں سمجھتا ہوں کہ جو امر جس وقت بھی ہونے والا ہے وہ ہوکر رہے گا کوئی قبل از وقت معلوم کرلے تو کیا نفع اور معلوم نہ ہو تب کیا نقصان۔ بالخصوص قیامت اور اس کے متعلقات چونکہ ان پانچ چیزوں میں ہیں جن کا علم بجز اللہ جل جلالہٗ کے کسی کو حاصل نہیں حتیٰ کہ خلاصۂ عالم وعالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وقت کا تعین معلوم نہ ہوا اور محض آثار و علامات کا آپ نے تذکرہ فرمایا جس میں اس کا اشارہ بھی نہیں کہ کس صدی یا کس سال اور کس مہینے میں یہ واقعہ ہوگا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حق تعالیٰ کو منظور ہی نہیں کہ اپنے اختصاصی علم کا کسی کو کچھ بھی حصہ دیں ورنہ محبوب کی ذات اس کے لئے احق واولیٰ تھی۔

لہٰذا میرا خیال تو یہ ہے کہ جن اہل اللہ کو اس کے متعلق کوئی کشف ہوا اس میں ضرور خلط ڈالا گیا تاکہ علم بالمغیبات کی تخصیص[2] بذات اللہ میں فرق نہ آئے۔ صاحبِ کشف کی ولایت میں بھی کوئی فرق نہ آیا کہ اس نے

[1] ان باتوں کا کشف جو انسان کے اختیار سے باہر ہیں۔ [2] اللہ تعالیٰ کی ذات کے خاص ہونے میں۔

جو کچھ دیکھا حق دیکھا۔ جیسے دُوربین میں دُور کی چیز پاس نظر آتی ہے کہ دیکھنے والا ہاتھ بڑھا کر اس کو پکڑنا چاہتا ہے مگر یہ نہیں سمجھتا کہ چیز درحقیقت دُور ہے اور صرف دوربین اس کو پاس دکھا رہی ہے پس غلطی بھی ہے اور واقعیت بھی کہ شے نظر آنے والی بیشک صحیح مگر اس کا قرب بعد دوربین کی مقدار قوت پر مشتبہ اور غیر معین ہے۔ یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ ہاں بات یہی ہے۔

سخاوت ومہمان نوازی

حضرت ممدوح میں سخاوت ومہمان نوازی بہت بڑھی ہوئی تھی۔ ایک بار خود فرمایا کہ جب میں طالب علمی کے لئے دیوبند آیا تو میرے والد صاحب نے مجھے ایک چونّی دی کہ ضرورت میں کام آئے گی۔ میں نے اس کو کمربند میں باندھ لیا اور وہ چھ مہینے تک بندھی رہی اس کے بعد کسی ضرورت سے اس کو بُھنایا۔ بس اس کے بعد سے میرے ہاتھ میں کبھی پیسہ نہیں رہا اور جو کچھ آتا وہ خرچ ہوجایا کرتا تھا۔

فریضۂ حج کی ادائیگی

حتیٰ کہ ۱۳۰۲ھ میں جب میں حج کو جانے لگا اور حضرت امام ربانی سے اجازت لینے گنگوہ آیا تو حضرت نے دعائیں دیکر رخصت فرمایا۔ باہر نکلا تو حضرت نے پھر آواز دی اور فرمایا کہ مولوی صدیق احمد جب میرے پاس سے کوئی حج کے لئے رخصت ہوتا ہے تو میں اس کو نصیحت کیا کرتا ہوں کہ ہاتھ کو تنگ نہ رکھنا مگر تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ ہاتھ کو فراخ نہ کرنا بلکہ تنگ رکھنا چنانچہ آپ نو سو روپیہ لیکر وطن سے مع اپنی والدہ کے روانہ ہوئے اور زمانہ وہ تھا کہ تین سو روپیہ فی کس بھی کافی سمجھا جاتا تھا مگر آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب مدینہ منورہ سے واپس مکہ ہوا ہوں تو سب خرچ ہوچکا اور مجھے فکر تھا کہ ہندوستان جانے کے لئے کس سے قرض مانگوں۔

اسی پریشانی میں ایک دن جارہا تھا کہ ایک دکاندار نے مجھے بلایا اور کہا مجھے چار سو روپیہ سہارنپور کے فلاں تاجر کو پہنچانا ہیں اگر آپ لیتے جاویں تو احسان ہوگا۔ میں نے کہا کہ ایک شرط منظور ہو تو لیتا جاؤں گا وہ یہ کہ اس میں سے دو سو روپیہ قرض لوں گا جن کو سہارنپور پہنچکر ادا کروں گا اور دو سو روپیہ امانت ہوگا کہ بجنسہٖ پہنچاؤں گا، دکاندار نے اس کو بخوشی منظور کرلیا اور میرے لئے زادراہ کا انتظام بلا سوال غیب سے ہوگیا۔

یہ بھی فرمایا کہ قافلے والے عام طور پر اپنے بدوؤں کی شکایت کرتے تھے مگر مجھے تو میرے بدو نے بہت آرام دیا۔ میں نے اس کے واسطے کھجوریں خریدلی تھیں اور جب وہ کہتا یا شیخ الجوع تو میں اس کو ایک لپ بھر دیدیتا اور وہ خوش ہوجاتا تھا۔ غرض باوجودیکہ آپ نے شیخ کے حکم کی تعمیل میں ہاتھ روکنے کی ہر وقت کوشش رکھی مگر پھر بھی آپ کا ہاتھ دوسرے فراخ دستوں سے آگے بڑھا رہا گیارہ سو روپئے دو نفر کے حج میں صرف ہوگیا۔

اِمدادُ المُشتاق

الیٰ

اشرف الاخلاق

تصنیف و تالیف

حکیم الامت حضرت مولینا اشرف علی صاحب تھانوی

تذکرہ

حضرت الحاج شاہ محمد امداد اللہ صاحب مہاجر مکی

اسلامی کتب خانہ

فضل الٰہی مارکیٹ چوک اردو بازار لاہور

فون: 7223506-7230718

نام کتاب .... امداد المشتاق

تصنیف و تالیف .... مولانا اشرف علی تھانویؒ

ناشر .... اسلامی کتب خانہ

طابع .... شکیل ممتاز

مطبع .... لعل ستار پرنٹرز لاہور

کمپوزنگ .... فراز کمپوزنگ سنٹر لاہور

پھر دل میں اس کے ضرب لگائی جاوے یہ تینوں ورود واسطے دفع فقر و فاقہ کے کافی و شافی ہیں اگر تمام کیئے جاویں تو بہتر فضل ہے ورنہ ایک ایک بھی کفایت کرتا ہے مگر دوام شرط ہے اور تیسرا ورد بالخصوص مفید ہے۔ فرمایا کہ مکہ معظمہ میں ایک شیخ الائمہ سید اکمل نام تھے ان کا خرچ بہت تھا اور آمدنی کم مجھے شکایت کی میں نے کچھ ورد بتا دیا میرے بہت شکر گذار ہوئے اور چند قصائد میری شان میں بزبان عربی کہے ہیں (راوی) نے عرض کیا کہ یہی وظائف تھے یا اور فرمایا یہ بھی تھے اور دوسرے بھی۔

(۳۴۸) فرمایا کہ اکثر عرب لوگ میری طرف رجوع ہوئے عبدالرحمٰن سراج وغیرہ مرید بھی ہوئے مگر میں نے اس میں اپنا نقصان دیکھ کر خود منع کر دیا۔

(۳۴۹) امام مہدی آخر الزمان کا ذکر تھا فرمایا کہ اکثر لوگ مہدویت کا دعوی کرتے ہیں اور پہلے زمانہ میں بھی کیا ہے بعض لوگ تو بالکل جھوٹے ہوتے ہیں اور بعض مجبور و معذور ہوتے ہیں سیر اسماء۔ میں یہ غلطی واقع ہوتی ہے خاندان چشتیہ میں سیر اسماء سے ممانعت کی جاتی ہے بلکہ شیخ کا کام اپنے مرید کو سیر اسماء سے نکال دیتا ہے اس خاندان میں صرف تین سیریں ہیں سیر الی اللہ و سیر فی اللہ و سیر من اللہ اور دوسرے خاندان میں سیر اسماء کے مراقبے تعلیم کیئے جاتے ہیں سیر اسم ہادی میں اکثر یہ غلطی واقع ہوتی ہے چونکہ سالک پر سیر اسم ہادی میں تجلیات اسم ہادی کی واقع ہوتی ہیں۔ سالک اپنے آپ کو گمان کرتا ہے کہ مہدی آخر الزمان میں ہی ہوں۔ فرمایا کہ ظہور امام مہدی آخر الزمان کے ہم سب لوگ شائق ہیں مگر وہ زمانہ امتحان کا ہے اول اول ان کی بیعت اہل باطن اور ابدال شام بقدر تین سو تیرہ اشخاص کے کریں گے اور اکثر لوگ منکر ہو جائیں گے اللہ سے ہر وقت یہ دعا مانگنا چاہیے ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب فرمایا کہ ایک شامی جن کا نام غالباً سید احمد تھا یہاں مکہ مکرمہ میں بہ انتظار امام مہدی آخر الزماں کہ ان کے مرشد نے ان کو قرب زمانہ امام مہدی کی خبر دی تھی مقیم تھے اور اب ان کے پیر بھائی سید محمد اسی

غرض سے مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں اور مجھ سے اکثر اوقات ملتے ہیں اور امام مہدی کے ظہور کے آثار و اخبار سناتے ہیں۔ سید احمد نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں انصر نی انصرک اور مجھ سے کنارہ کرتے ہیں کہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر ہندی کے پاس ایک تلوار ہندی ہے تم ان سے تلوار ہندی لیکر امام مہدی علیہ السلام کے معین و ناصر بنو جب انہوں نے یہ خواب بیان کیا میرے پاس دو عمدہ تلواریں تھیں حاجی عبدالحق کہ ہمارے عزیزوں سے تھے اور انگریزی سرکار میں ان کو بڑا اعزاز و اکرام تھا ان کے پاس عمدہ عمدہ تلواریں تھیں انہوں نے دو یا ایک تلوار عمدہ ہم کو ہدیۃً دی تھی میں نے بموجب خواب سید احمد کے بذریعہ مولوی منور علی صاحب تلوار دینا چاہا۔ بلکہ مولوی صاحب میرے پاس سے وہ تلوار اپنے حجرے میں سید احمد صاحب کو دینے کے لیے لے گیے مگر چونکہ اس زمانہ میں کچھ شور و شر ہو گیا تھا اور وہی باعث سید احمد صاحب شامی کے خروج کا ہو الہذا اوہ "تلوار ان کو نہیں دی گئی۔ فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں بہت سے بزرگ ہیں کہ ان کو دعوی ہے کہ ہم مہدی آخر الزماں ہوں گے اور بعض ظہور امام کے منتظر ہیں منجملہ منتظرین کے سید علی بغدادی ہیں وہ اکثر ہمارے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں ان کی کشف و کرامت اہل مکہ میں مشہور ہے ان کے حساب سے امام مہدی کے ظہور میں ایک یا دو سال باقی ہیں انہوں نے امام مہدی کو رکن یمانی کے پاس نماز پڑھتے بھی دیکھا ہے اور ان سے مصافحہ بھی کیا ہے اس وقت امام صاحب کی عمر قریب چالیس سال کے معلوم ہوتی تھی۔ سید علی صاحب کہتے ہیں کہ میں بموجب ارشاد جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ انتظار امام مہدی علیہ السلام مقیم ہوں واللہ اعلم بالصواب۔

(۳۵۰) اثنائے درس مثنوی معنوی میں فرمایا کہ علمائے ظاہر وان من شئی الایسبح بحمدہ ولا کن لا تفقھون تسبیحھم کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ الآية

بائبل سے قرآن تک

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی کی شہرۂ آفاق تالیف

"اظہار الحق"

کا اردو ترجمہ اور شرح و تحقیق

جلد سوم

ترجمہ
مولانا اکبر علی صاحب
استاذ حدیث دار العلوم کراچی

شرح و تحقیق
محمد تقی عثمانی
استاذ دار العلوم کراچی

مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۴

تاکہ ہر چیز اپنی اصل کی جانب لوٹ جائے، اور شرک و تثلیث و بت پرستی مٹ جائے،

اس آخری دور میں عیسائیوں کی کثرت سے کسی شخص کو شبہ نہ ہونا چاہیے، کیونکہ ہمارے سچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بڑی تفصیل کے ساتھ یقینی طور پر اطلاع دی ہے کہ مہدی رضی اللہ عنہ کے زمانے کے قریب اس قوم کی بڑی کثرت ہو گی، اور یہ وقت بالکل قریب ہے، انشاء اللہ عنقریب امام موصوف کا ظہور ہونیوالا ہے، اور حق غالب ہونے والا ہے، اور دین تمام اللہ ہی کے لئے مخصوص ہو جانے والا ہے، اللہ ہم کو اپنے دین کے مددگاروں میں شامل فرمائے،

آٹھویں دلیل

اس بشارت میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ جو نبی اللہ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرے جن کا خدا نے حکم نہیں دیا، وہ مارا جائے گا، اب اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی نہ ہوتے تو آپ ہلاک کر دیئے جاتے، اللہ نے قرآن عزیز میں یہی فرمایا ہے:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ،	"اور اگر یہ رسول ہماری طرف بعض باتیں جھوٹی منسوب کرتے تو ہم ان کی قوت سلب کر کے ان کی رگِ قلب کاٹ ڈالتے"[1]

حالانکہ ایسا نہیں ہوا، بلکہ خدا نے آپ کے حق میں فرمایا:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ،	"اور اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔"

چنانچہ خدا نے اپنا وعدہ پورا فرمایا، اور کسی شخص کو آپ کے ہلاک کرنے کی جرأت نہ ہوسکی، اس کے برعکس علیٰ ابلِ کتاب کے نظریہ کے مطابق قتل بھی کئے گئے

[1] ہم نے اس آیت کا ترجمہ مصنف کی دوسری ۰ ۲۴۰ | کتاب ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۵۴ کے مطابق نقل کیا ہے، ورنہ آیت کا دوسرا ترجمہ بھی ممکن ہے۔

تجلیاتِ صفدر
جلد دوم
مناظرِ اسلام ترجمانِ اہلسنّت وکیلِ احناف
حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رح
ترتیب تسہیل وتصحیح
مولانا نعیم احمد
مدرس: جامعہ خیر المدارس ملتان شہر
مکتبہ امدادیہ
ملتان۔ پاکستان۔ فون: ۵۴۴۹۶۵

باوجود اجتہادی مسائل میں حلال حرام تک اختلاف تھا، جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق اور شرح معانی الآثار طحاوی جیسی کتب حدیث کے مطالعہ سے آفتابِ نیمروز کی طرح ظاہر ہے، اس کا انکار گویا دوپہر کے سورج کا انکار ہے۔ اسی طرح تابعین اور تبع تابعین کا حال تھا۔ حدیث کی کتابوں میں مجتہد صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے جو فتاویٰ مذکور ہیں، نہ ہی کسی مفتی نے اپنے فتویٰ کے ساتھ کوئی آیت یا حدیث بطور دلیل ذکر کی ہے اور نہ ہی فتویٰ پوچھنے والے نے کہا ہے کہ دلیلِ قرآن وحدیث کے بغیر میں فتویٰ نہیں مانوں گا۔ جس طرح صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے فتاویٰ میں صرف مسئلہ مذکور ہوتا ہے، کوئی آیت یا حدیث بطور دلیل مذکور نہیں ہوتی۔ ہمارے فتاویٰ اسی خیر القرون کے طرز پر ہیں، فتاوی بزازیہ قاضی خان، عالمگیری وغیرہ میں صرف مسائل مذکور ہوتے ہیں۔ دلائل مذکور نہیں ہوتے۔ غیر مقلدین خیر القرون کے اس طریقہ کو غلط کہتے ہیں، آج غیر مقلدین کو بلا ذکر دلیل فتویٰ دیا جائے تو وہ اس فتویٰ کو بالکل نہیں مانتے، لیکن خیر القرون میں ایک بھی غیر مقلد نہ تھا جس نے اس طرز پر انکار کیا ہو، بلکہ فتاویٰ عالمگیری جب مرتب ہوئی تو عرب وعجم کے دارالافتاؤں کی زینت بنی، کسی نے اس کے خلاف یا قاضی خاں وغیرہ کے خلاف آواز نہ اٹھائی کیونکہ اس زمانہ تک غیر مقلدین سے دنیا پاک تھی۔ اگر غیر مقلدین میں غیرت کا کوئی نشان ہے تو وہ پہلے صحابہ کرامؓ کے ان فتاویٰ کا رد لکھیں جو بلا ذکر دلیل حدیث کی کتابوں میں مذکور ہیں، پھر تابعین کے فتاویٰ کا رد لکھیں، پھر تبع تابعین کے فتاویٰ کا رد لکھیں اور یہ بھی بتائیں کہ آخر دوسرے صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین نے ان فتاویٰ کا رد کیوں نہیں لکھا اور غیر مقلدین نے خیر القرون والا طریقہ کیوں بدلا؟ یہ نا قابلِ تردید تاریخی شہادت ہے کہ عالمگیری تک خیر القرون والا ہی طریقہ جاری رہا۔ غیر مقلدین کے فتاویٰ میں سوال و جواب کا جو طریقہ ہے یہ بارہویں صدی کے بعد کی بدعت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا الآیات بعد المائتین کہ علاماتِ قیامت دوسو سال بعد شروع ہوں گی۔ محدثین فرماتے ہیں کہ ایک ہزار کے دوسو سال بعد مراد ہے تو غیر مقلدین کا فرقہ بارہ سو سال بعد پیدا ہوا، یہ فرقہ علامات قیامت سے ہے۔

سادات سے نسبت

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب مہدیٔ موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا تو مخالفین نے اعتراض کیا کہ مہدیٔ موعود نے تو سادات میں سے ظاہر ہونا تھا جبکہ مرزا صاحب مغل ہیں۔ اس پر حضورؑ نے جو وضاحت فرمائی اسے حسب عادت رد کر دیا گیا۔ خدا کی قدرت کہ احمدیت کے ایک شدید مخالف دیو بندی عالم کے بیٹے کو اپنے باپ کے سادات کے ساتھ غلط طور پر نسبت کرنے اور اپنے نام کے ساتھ ''شاہ'' کا لاحقہ لگانے کی وضاحت میں وہی طریق اپنانا پڑا جو حضورؑ نے پیش فرمایا تھا۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں خود کو مندرجہ بالا اصول کی بناء پر، جو خود علماء و مفسّرین کو بھی مسلّم ہے، سادات میں سے قرار دیا وہاں اپنا اہل فارس میں سے ہونا بھی ثابت فرمایا اور اپنی کتاب ''تریاق القلوب'' میں اپنے خاندان کو خاندان مغلیہ اور خاندان سادات سے مرکب قرار دیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسی کتاب میں حضورؑ نے خود کو شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی کتاب فصوص الحکم میں مندرج پیشگوئی کے مطابق چینی الاصل موعود کا مصداق بھی قرار دیا ہے۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سادات، فارسی النسل، مغل، ترک اور چینی ہونے کے ان دعاوی پر اعتراض اور استہزاء کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کے ایک مامور کے بیانات کو، جن کی بنیاد وہ الہامِ الٰہی پر رکھتا ہے، مسترد کرتے ہوئے خود امام مہدیؑ کی مختلف خاندانی نسبتوں کے بارے میں مختلف اور متضاد روایتوں کی توجیہات کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں

﴿۴۸﴾

کے راستباز بندوں میں سے تھے لیکن ایسے بندے تو کروڑ ہا دنیا میں گذر چکے ہیں اور خدا جانے آگے کس قدر ہوں گے۔ پس بلا وجہ ان کو تمام انبیاء کا سردار بنا دینا خدا کے پاک رسولوں کی سخت ہتک کرنا ہے۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ نے اور اُس کے پاک رسول نے بھی **مسیح موعود** کا نام نبی اور رسول رکھا ہے اور تمام خدا تعالیٰ کے نبیوں نے اس کی تعریف کی ہے اور اس کو **تمام انبیاء** کے صفات کاملہ کا **مظہر**☆ ٹھہرایا ہے۔

﴿۴۸﴾

تتمہ حاشیہ

کی طرف رجوع کیا ہوتا کہ وہ کیا کہتے ہیں جہاں تک مَیں اپنی تفسیروں کو دیکھتا ہوں ان میں بھی اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں ایک شخص بیہقی اور حاکم اور ابو نعیم کا حوالہ دیتا ہے اور ایک روایت یا واقعہ بیان کرتا ہے۔ دُوسرا اس کے بالمقابل قرآن مجید سے نکال کر خدا کا کلام پیش کرتا ہے اور اپنے دعویٰ کے واسطے سنّت صحیحہ اور حدیث پیش کرتا ہے ہم کس کو مانیں اور کس کو جانیں کہ وہ عالم اور عامل بالقرآن ہے۔ اس کے آگے آپ فرماتے ہیں ثابت ہے کہ حسینؑ اور اس کے آباء اطہار کو انبیاء و اوصیاء نے سخت تکلیف کے وقت خدا اور اپنے درمیان وسیلہ قرار دیا ہے جس کی وجہ سے ان کی حاجتیں پُوری ہوئیں۔ آپ اپنے زعم کی بنیاد مجاہد اور طبرانی اور حاکم وغیرہ کا قول قرار دیتے ہیں اور آیت فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ کو اپنے زعم کی تفسیر قرار دیتے ہیں گویا آپ کا قول مجمل تھا جو پہلے سے کسی کتاب آسمانی میں درج چلا آتا تھا قرآن نے اس کی تصریح کر دی ہے۔ بریں علم و دانش بباید گریست۔ اسی فہم لطیف کے بھروسہ پر اپنے مخالف پر طعن کرتے ہیں ذرا انصاف کریں اور اپنی ہی کتابوں کو دیکھیں کہ کیا علماء اور مفسرین امامیہ نے کلمات کی تفسیر میں انہی ناموہائے مبارک پر حصر تفسیر رکھا ہے۔ میرے پاس اس وقت تین تفسیریں امامیہ کی موجود ہیں۔ تفسیر عمدۃ البیان۔ **خلاصة المنهج**۔ مجمع البیان۔ ان میں بہت سے مختلف اقوال درج ہیں پھر حیات القلوب نکال کر جلد اول صفحہ ۵۶ و ۵۷ میں روایات مختلفہ کا حال

☆ علی عائری صاحب نے اپنے رسالہ **تبصرة العقلاء** میں اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ اہل بیت کے برابر غیر اہل بیت نہیں ہوسکتا اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ سادات کی جڑ یہی ہے کہ وہ بنی فاطمہ ہیں۔ سو مَیں اگرچہ علوی تو نہیں ہوں مگر بنی فاطمہ میں سے ہوں میری بعض دادیاں مشہور اور صحیح النسب سادات میں سے تھیں۔ ہمارے خاندان میں یہ طریق جاری رہا ہے کہ کبھی سادات کی لڑکیاں ہمارے خاندان میں آئیں اور کبھی ہمارے خاندان کی لڑکیاں اُن کے گئیں۔ ماسوا اس

﴿۴۹﴾

کے یہ مرتبہ فضیلت جو ہمارے خاندان کو حاصل ہے صرف انسانی روایتوں تک محدود نہیں بلکہ خدا نے اپنی پاک وحی سے اس کی تصدیق کی ہے۔ چنانچہ وہ عزوجل ایک اپنی وحی میں جو حکایتاً عن الرسول ہے میرا نام سلمان رکھتا ہے اور فرماتا ہے **سلمان منّا اهل البيت على مشرب الحسن** یعنی اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سلمان جو دو سلم کا موجب ہوگا۔ یعنی دو صلح کا موجب ہوگا۔ یہی شخص ہے اور یہ اہل بیت میں سے ہے حسن کے مشرب پر۔ اور پھر ایک اور وحی میں فرماتا ہے **الحمد لله الذی جعل لكم الصهر و النسب** اُس خدا کو تعریف ہے جس نے تمہیں سادات کا داماد بنایا اور نیز نسب عالی بھی عطا کی جس میں خون فاطمی ملا ہوا ہے اور پھر ایک کشف میں جو براہین احمدیہ میں مندرج ہے میرے پر ظاہر کیا گیا کہ میرا سر بیٹوں کی طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ران پر ہے علاوہ اس کے جس شخص کو خدا نے مسیح موعود بنایا صد ہا نشان دیئے اور اس کو رسول اللہ صلعم نے ائمہ اہل بیت میں سے قرار دیا اور اس کو مظہر صفات جمیع انبیاء ٹھہرایا اس کی نسبت یہ زبان درازیاں کرنا خدا اور رسول پر حملہ کرنا ہے۔ منه

خضر کی صورت رہا جو جادۂ پیمائے حیات   وہ جلال علم ہے تاریخ میں "نقش دوام"

نقش دوام
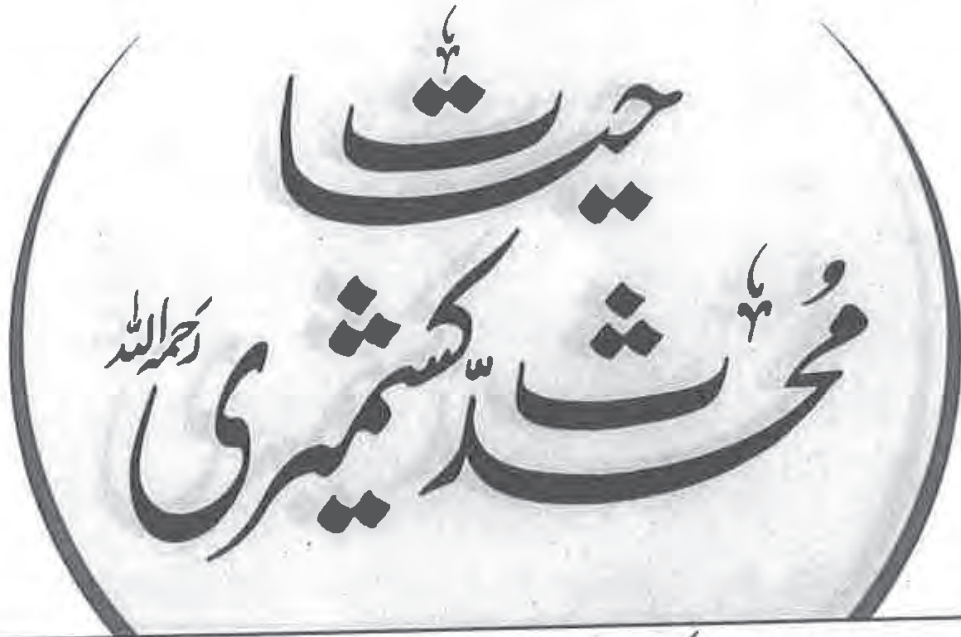
امام العصر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے گرانقدر ملفوظات سوانح علمی و عملی شاہکار
سیاسی افکار دینی نظریات اور تحقیقات و تفردات کا ایک بسیط جائزہ

تالیف لطیف

حضرت مولانا محمد انظر شاہ مسعودیؒ رحمہ اللہ

خلف الرشید: حضرت علامہ کشمیریؒ رحمہ اللہ

ادارۂ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

اسے تسامح کہا جاتا ہے۔ فقہاء کے اس واضح فیصلہ کے بعد حضرت شاہ صاحب سے متعلق ان کی قومیت کا مسئلہ عام شہرت کے مطابق طے شدہ ہے۔ تاہم تاریخ نگار کے فریضہ کی حیثیت میں ان مشکوک ومشتبہ تفصیلات پر بھی نظر ڈال لی جائے جو سر دست فراہم ہیں۔

کشمیر میں موجود حضرت موصوف کے خانوادہ میں تین شجرے خود راقم الحروف کی نظر سے گذرے ہیں۔ ڈاکٹر رضوان اللہ صاحب نے اپنے تحقیقاتی مقالہ بنام "مولانا انور شاہ" میں ان میں سے کچھ جمع بھی کر دئے ہیں۔ ماہرین انساب انہیں دیکھ لیں کہ یہ کس حد تک صحیح ہیں۔ پھر خود کشمیر میں خانوادہ انور میں ایک مخطوطہ موجود ہے جسمیں حضرت شاہ صاحبؒ کے مورث اعلیٰ کو از اولاد "میر سید کرمان" لکھا ہے اور یہ تو بالکل حقیقت ہے کہ اس خاندان میں ابتداء سے تا راقم الحروف سادات کی لڑکیاں یا اس خاندان کی لڑکیاں سادات میں آتی جاتی رہیں۔ حضرت شاہ صاحب مرحوم کی والدہ سیدہ تھیں آپ کی اہلیہ سیدہ تھیں۔ برادر اکبر مولانا ازہر شاہ صاحب قیصر کی موجودہ اہلیہ سیدہ ہیں۔ خاکسار کی مرحومہ اہلیہ سادات سے تھی۔ میری ایک ہمشیرہ سادات ہی میں بیاہی گئیں۔ ایک برادر زادی خاندان سادات میں منسوب ہے۔ راقم الحروف کا پورا ننھیالی سلسلہ قصبہ گنگوہ کے سید خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ غرض یہ کہ جب وراست میں سادات سے ایک طویل وعریض تعلق موجود ہے۔ مفسرین ومحققین علماء نے بعض آیات کے تحت واضح طور پر لکھا ہے کہ شرب نسب حاصل کرنے کے لئے اگر ننھیال سادات سے ہو تو اسکی جانب انتساب کرتے ہوئے خود کو سید کہنا ولکھنا جائز ہے۔ اسلئے خانوادۂ انوری کے بعض افراد اگر خود کو سید لکھتے ہیں یا حضرت شاہ صاحب نے اپنے نام کے ساتھ سید کے ضمیمہ کو حرف غلط قرار نہیں دیا تو یہ کوئی مجرمانہ اقدام نہیں تھا جس کے لئے نصف صدی کے گذرنے پر بعض ناعاقبت اندیش قلم سزا دہی کے لئے پر تول رہے ہیں۔

یہ تصریح بھی غیر مناسب نہ ہوگی کہ یہ بے بضاعت اپنے قلم سے اپنے لئے سید نہیں لکھتا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اس انعام خداوندی کی وسعتوں اور گہرائیوں کا منکر ہے بلکہ اسلام سے معمولی واقفیت نے اسے اس راہ پر بے اختیار پہنچا دیا کہ فخر بالانساب کی اسلامی تصورات میں کوئی اہمیت نہیں۔ سوانح کی تکمیل کے لئے وہ شجرے بھی شریک کتاب

خدا کو تمام تعریفیں ہیں جس نے تیری دامادی کا رشتہ عالی نسب میں کیا اور خود تجھے عالی نسب اور شریف خاندان بنایا۔ یہ تو ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ جن سادات کے خاندان میں دہلی میں میری شادی ہوئی تھی وہ تمام دہلی کے سادات میں سے سندی سید ہونے میں اوّل درجہ پر ہیں اور علاوہ اپنی آبائی بزرگی کے وہ خواجہ میر درد کے نبیرہ ہیں اور اب تک دہلی میں خواجہ میر درد کے وارث متصور ہو کر خواجہ ممدوح کی گدی انہی کو ملی ہوئی ہے کیونکہ خواجہ موصوف کا کوئی لڑکا نہ تھا یہی وارث ہیں جو ان کی لڑکی کی اولاد ہیں اور ان کی سیادت ہندوستان میں ایک روشن ستارہ کی طرح چمکتی ہے بلکہ سوچنے سے معلوم ہوگا کہ ان کا خاندان خواجہ میر درد کے آبائی خاندان سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ خواجہ میر درد نے ان کی عظمت کو قبول کر کے ان کے بزرگ کو لڑکی دی اور اس زمانہ میں یہ خیال اب سے بھی زیادہ تھا کہ لڑکی دینے کے وقت عالی خاندان کو ڈھونڈتے تھے۔ اور خواجہ میر درد باخدا اور بزرگ ہونے کی وجہ سے سلطنت چغتائیہ سے ایک بڑی جاگیر پاتے تھے اور دُنیوی حیثیت کے رُو سے ایک نواب کا منصب رکھتے تھے۔ اور پھر ان کی وفات کے بعد وہ جاگیر کے دیہات انہی میں تقسیم ہوئے۔ اور اِس عظمت خاندانی کے علاوہ میرے الہامات میں جس قدر اِس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ یہ خالص سیّد اور بنی فاطمہ ہیں یہ ایک خاص فخر کا مقام ان لوگوں کے لئے ہے۔ اور میں خیال نہیں کر سکتا کہ تمام پنجاب اور ہندوستان بلکہ تمام اسلامی دنیا میں کوئی اور خاندان سادات کا ایسا ہو کہ نہ صرف ان کی سیادت کو اسلامی سلطنت نے مان کر ان کی تعظیم کی ہو بلکہ خدا نے اپنی خاص کلام اور گواہی سے اِس کی تصدیق کر دی ہو۔ یہ تو ان کے خاندان کا حال ہے۔ اور میں اپنے خاندان کی نسبت کئی دفعہ لکھ چکا ہوں کہ وہ ایک

﴿۷۰﴾

شاہی خاندان ہے اور بنی فارس اور بنی فاطمہ کے خون سے ایک معجون مرکب ہے یا شہرت عام کے لحاظ سے یوں کہو کہ وہ خاندان مغلیہ اور خاندان سیادت سے ایک ترکیب یافتہ خاندان ہے مگر میں اس پر ایمان لاتا اور اِسی پر یقین رکھتا ہوں کہ ہمارے خاندان کی ترکیب بنی فارس اور بنی فاطمہ سے ہے کیونکہ اِسی پر الہامِ الٰہی کے تواتر نے مجھے یقین دلایا ہے اور گواہی دی ہے۔

۵۰ ایک دفعہ جس کو قریباً اکیس برس کا عرصہ ہوا ہے مجھ کو یہ الہام ہوا **اشکر نعمتی رئیت خدیجتی انّک الیوم لذو حظٍّ عظیم**۔ ترجمہ۔ میری نعمت کا شکر کر۔ تو نے میری خدیجہ کو پایا آج تو ایک **حظّ عظیم** کا مالک ہے۔ براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۸ اور اس زمانہ کے قریب ہی یہ بھی الہام ہوا تھا **بکر و ثیب** یعنی ایک کنواری اور ایک بیوہ تمہارے نکاح میں آئے گی۔ یہ مؤخر الذکر الہام مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ کو بھی سنا دیا گیا تھا لیکن الہام مذکورہ بالا جس میں خدیجہ کے پانے کا وعدہ ہے براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۸ میں درج ہو کر نہ صرف محمد حسین بلکہ لاکھوں انسانوں میں اشاعت پا چکا تھا۔ ہاں شیخ محمد حسین مذکور ایڈیٹر **اشاعۃ السنّہ** کو سب سے زیادہ اس پر اطلاع ہے کیونکہ اُس نے براہین احمدیہ کے چاروں حصوں کا ریویو لکھا تھا اور اس کو خوب معلوم تھا کہ ان صفات کی ایک باکرہ بیوی کا وعدہ دیا گیا ہے جو خدیجہ کی اولاد میں سے یعنی سید ہوگی جیسا کہ الہام موصوفہ بالا میں آیا ہے کہ تو میرا شکر کر اِس لئے کہ تو نے خدیجہ کو پایا یعنی تو خدیجہ کی اولاد کو پائے گا۔ اِسی کی تائید میں وہ الہام ہے جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۲ حاشیہ دوم اور صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے اور وہ یہ ہے۔ **اردتُ ان استخلف فخلقت اٰدم**.

زبان سے مامحمّد الّا رسول پر ہوا تھا۔غرض یہ پیشگوئی ایک دوردراز زمانہ سے چلی آتی ہے کہ آخری کامل انسان آدم کے قدم پر ہوگا تا دائرہ حقیقت آدمیہ پورا ہو جائے۔اوراس پیشگوئی کو شیخ محی الدین ابن العربی نے فصوص الحکم میں فصّ شیث میں لکھا ہے اور دراصل یہ پیشگوئی فصّ آدم میں رکھنے کے لائق تھی مگر انہوں نے شیث کو الولد سرّلابیہ کا مصداق سمجھ کراسی کے فصّ میں اس کولکھ دیا ہے۔ہم مناسب دیکھتے ہیں کہ اس جگہ شیخ کی اصل عبارت نقل کردیں اور وہ یہ ہے ’’وعلٰی قدم شیث یکون آخر مولود یولد من ھذا النوّع الانسانی وھوحامل اسرارہٖ. ولیس بعدہ ولد فی ھٰذا النّوع فھوخاتم الاولاد. وتولد معہٗ اختٌ لہ فتخرج قبلہ ویخرج بعدھا یکون رأسہٗ عند رجلیھا. ویکون مولدہ بالصّین ولغتہ لغت بلدہ. ویسری العُقم فی الرجال والنساء فیکثرالنکاح من غیر ولادۃ. ویدعوھم الی اللّٰہ فلا یجاب ‘‘ یعنی کامل انسانوں میں سے آخری کامل ایک لڑکا ہوگا جواصل مولداس کا چین ہوگا۔ یہ اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ قوم مغل اورترک میں سے ہوگا اورضروری ہے کہ عجم میں سے ہوگا نہ عرب میں سے اوراس کووہ علوم اوراسرار دیئے جائیں گے جوشیث کو دیئے گئے تھے اوراس کے بعد کوئی اور ولد نہ ہوگا اور وہ خاتم الاولاد ہوگا۔یعنی اس کی وفات کے بعد کوئی کامل بچہ پیدانہیں ہوگا۔اوراس فقرہ کے یہ بھی معنے ہیں کہ وہ اپنے باپ کا آخری فرزند ہوگا اوراُس کے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوگی جواُس سے پہلے نکلے گی اور وہ اُس کے بعد نکلے گا۔اُس کا سراُس دُختر کے پیروں سے ملا ہوا ہوگا۔یعنی دُختر معمولی طریق سے پیدا ہوگی کہ پہلے سر نکلے گا اور پھر پیراوراُس کے

كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ (متفق علیہ)

اسلام میں امام مہدی رضی اللہ عنہ کا تصور

امام مہدیؓ سے متعلق اہل سنت والجماعت کا عقیدہ، نام و نسب، سیرت و حلیہ، علامات
ظہور مہدیؓ، صحیحین میں امام مہدیؓ سے متعلق احادیث، واقعاتی تناظر میں،
منکرین و مدعیان مہدویت، اکابر علماء کی آراء و فتاویٰ

از افادات
حضرت مولانا پروفیسر محمد یوسف خان صاحب مدظلہ
استاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

گے۔ (کتاب البرہان ج ۲ ص ۱۹۵، مرقاۃ المفاتیح ج ۱۰ ص ۱۷۵)

اس کا جواب دیتے ہوئے علامہ ابن حجر ہیتمی مکی تحریر فرماتے ہیں:

﴿ویمکن الجمع بانه لا مانع من ان یکون ذریته ﷺ وللعباس فیه ولادة من جهة ان امهاته عباسیة والحاصل ان للحسن فیه الولادة العظمی لان احادیث کونه من ذریته اکثر وللحسین فیه ولادة ایضا وللعباس فیه ولادة ایضا ولا مانع من اجتماع ولادات المتعددین فی شخص واحد من جهات مختلفة﴾ (القول المختصر: ص ۲۳)

''ان مختلف روایات کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ امام مہدیؓ (اصالۃً) تو حضور ﷺ کی ذریت میں سے ہوں گے اور (تبعاً) حضرت عباسؓ کی اولاد میں سے بھی اس اعتبار سے ہوں گے کہ ان کے سلسلۂ نسب میں سب سے زیادہ حضرت حسنؓ کی نسبت نمایاں ہوگی اس لیے کہ اس قسم کی روایات زیادہ ہیں اس کے بعد حضرت حسینؓ اور پھر حضرت عباسؓ کی ولادت بھی اس میں شامل ہوگی اور ایک ہی شخص میں مختلف جہات سے متعدد ولادتوں کا جمع ہونا ممکن ہے۔''

علامہ ابن حجر مکیؒ کے اس جواب کو آسان لفظوں میں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ ایک آدمی کئی آدمیوں کی اولاد ہو سکتا ہے مثلاً ایک شخص کے سلسلۂ نسب میں اس کے آباؤ اجداد میں سے کسی نے ایک عورت سے نکاح کیا جو مثلاً حضرت عباسؓ کے خاندان میں سے تھی، اس کے یہاں جو اولاد ہوئی اس نے حضرت حسینؓ کے خاندان میں سے کسی عورت کے ساتھ نکاح کر لیا پھر اس کے یہاں جو اولاد ہوئی اس نے حضرت حسنؓ کے خاندان کے ساتھ مناکحت کا تعلق کر لیا اور ظاہر ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس طرح امام مہدیؓ کے نسب کی روایات میں کوئی تعارض اور اختلاف باقی نہیں رہتا۔

جبکہ اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے حضرت ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں

﴿واما ما رواه الدارقطنی فی الافراد عن عثمان رضی الله عنه المهدی من ولد العباس عمی فمع ضعف اسناده محمول علی المهدی الذی وجد من الخلفاء العباسیة اویکون للمهدی الموعود ایضا نسبة نسبیة الی العباسیة﴾ (مرقاۃ المفاتیح: ج ۱۰ ص ۱۷۵)

''باقی رہی وہ روایات جس کو دارقطنی نے افراد میں حضرت عثمانؓ سے روایت کیا ہے کہ مہدی میرے چچا عباسؓ کی اولاد میں سے ہوں گے تو اس کی سند ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ یہ روایت خلفاءِ عباسیہ میں سے خلیفہ مہدی پر محمول ہے یا پھر مہدی موعود کی بھی نسبی طور پر بنو عباس کی طرف نسبت ہوگی۔''

گویا ملا علی قاریؒ نے اس حدیث کے تین جواب دیے ہیں:

(۱) اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

(۲) اس کا محمل خلیفۂ مہدی عباسی ہے۔

(۳) یہ بھی ممکن ہے کہ مہدیؓ موعود کے نسب نامے میں عباسی خاندان کا کوئی فرد ہو۔

﴿حضرت امام مہدیؓ کا لقب اور کنیت﴾

جیسا کہ اس سے قبل یہ بات تفصیل سے بیان ہو چکی ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کا اسم گرامی محمد بن عبداللہ یا احمد بن عبداللہ ہوگا چنانچہ سید برزنجیؒ تحریر فرماتے ہیں:

﴿اما اسمه ففی اکثر الروایات انه محمد وفی بعضها انه احمد واسم ابیه عبدالله﴾ (الاشاعہ ص ۱۹۲)

''حضرت امام مہدیؓ کا نام اکثر روایات میں محمد اور بعض میں احمد مذکور ہے اور ان کے والد کا نام عبداللہ ہوگا۔''

امام موعودؑ
کی تکفیر

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مخالف علماء کی طرف سے حضورؑ کی تکفیر پر تحریر فرمایا کہ آثار میں ایسا ہی لکھا تھا کہ امام موعود کی تکفیر کی جائے گی چنانچہ وہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ اس پر معترضین نے شور مچا دیا کہ ایسا کہیں نہیں لکھا اور اگر لکھا ہے تو اس کا حوالہ دیا جائے۔ چنانچہ حسب مطالبہ یہ حوالہ جات خود ان علماء کی کتابوں سے پیش کئے جا رہے ہیں۔

﴿۱۷۰﴾

بھی دینے سے معذور ہوں۔ لیکھرام عیسوی مذہب کے خلاف تھا۔ اس کی تحریریں برخلاف عیسائی مذہب کے ہم نے دیکھی ہیں شاید ایک دیکھی ہے وہ اچھا آدمی تھا گو اس کی اور میری رائے کا خلاف تھا۔ لیکھرام عیسائی مذہب پر حملہ کیا کرتا تھا۔ جہاں تک مجھ کو علم ہے لیکھرام کی ذات کے برخلاف کوئی عیسائی نہ تھا۔ **سوال**۔ آپ کو معلوم ہے کہ بعض آریہ جس فریق کا لیکھرام نہ تھا اور پرانے عقائد کے ہندو اور مسلمان لوگ لیکھرام کے برخلاف تھے۔ **جواب**۔ میں نہیں بتلا سکتا میں اخبار عام۔ سماچار۔ ٹربیون۔ پایونیر اخبارات کو نہیں دیکھا کرتا۔ ستیارتھ پرکاش کتاب ہم نے دیکھی ہے مگر پڑھی نہیں۔ ہم کو علم نہیں ہے کہ لیکھرام کے برخلاف دہلی

بقیہ حاشیہ

اور ہمدرد اسلام کی تعریف کر سکتا ہے۔ حالانکہ اُس مولوی صاحب کو یہ بھی معلوم تھا کہ براہین احمدیہ میں وہ الہام بھی ہیں جن میں خدا تعالیٰ نے میرا نام **عیسیٰ** اور **مسیح موعود** رکھا ہے۔ غرض اس وقت تک کہ تصریح کے ساتھ میری طرف سے دعویٰ مسیح موعود ہونے کا نہیں ہوا تھا اور صرف مجدّد چودھویں صدی ہونا عام لوگوں میں مشہور تھا کوئی بڑی مخالفت علماء کی طرف سے نہیں ہوئی بلکہ اکثر ان میں مصدق اور مطیع رہے۔ مگر اس دعویٰ **مسیحیّت** کے وقت میں عجب طور کا شور علماء میں پھیلا اور ان میں سے اکثر لوگوں نے انواع اقسام کی خیانت سے عوام کو دھوکہ دیا اور بعض نے ان میں سے میری تکفیر کے بارے میں استفتاء طیار کیا اور بڑی کوشش کر کے صدہا کم فہم اور موٹی عقل والے لوگوں کے اُس پر دستخط کرائے۔ مگر جیسا کہ پہلے آثار نبویہ میں لکھا گیا تھا کہ ''اُس آنے والے امام موعود کی تکفیر ہوگی'' اس پیشگوئی کو پورا کیا کیونکہ ان پاک نوشتوں کا پورا ہونا ضروری تھا۔ اور تعجب کہ مسیح موعود ہونے کے دعوے میں کوئی ایسی نئی بات نہیں تھی کہ جو براہین احمدیہ میں اس وقت سے اٹھارہ برس پہلے درج نہیں ہو چکی تھی۔ مگر پھر بھی نادان مولویوں نے اس دعوے پر بڑا شور برپا کیا۔ آخر ان کی فتنہ انگیزیوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ گھر گھر میں عداوت پڑ گئی مسلمانوں کا ایک گروہ

﴿۱۷۰﴾

كتاب

الإشاعة لأشراط الساعة

للإمام محمد بن عبد الرسول الحسيني الشهرزوري البرزنجي
المتوفى سنة ١٠١٣ هـ

موفق فوزي الجبر

دار النمير
للطباعة والنشر والتوزيع
دمشق

يندفع كثير من الإشكالات من كون زمان كل منهما موصوفاً بالبركة، والأمن، وإنه يملأ الأرض قسطاً، بكسر الصليب، وبقتل الخنزير، [إلى غير ذلك][1] لأن الزمان يكون واحداً، فينسب إلى هذا تارة، وإلى هذا أخرى، وقد يستأنس له، لقولهﷺ: «كيف أنتم إذا نزل فيكم ابن مريم حكماً مقسطاً، وإمامكم منكم»، فإنه لما احتمل أن يفهم من قوله: «حكماً مقسطاً» الإمامة دفعه بقوله: «وإمامكم منكم» وظاهر أنه ليس المراد إمامة الصلاة، لأن المراد إثبات اتباع عيسى لشرعه وكونه [رعية خليفة ورجلاً من أحفاد أمتهﷺ، وبالله التوفيق.

تكملة: في فوائد تضمنها الأحاديث، ودلّ عليها الكشف الصحيح لخصتها من كلام إمام المحققين مُحيي المِلّة والدّين محمّد بن العربي الطائي الحاتمي الأندلسي. قال رحمه الله ورضي عنه في الباب السادس والستين وثلاثمائة من الفتوحات المكّية ما ملخصه: إنّ لله خليفة يخرج، وقد امتلأت الأرض جوراً وظلماً، فيملأها قسطاً وعدلاً، يقفو أثر رسول اللهﷺ، لا يخطيء له ملك يسدده، من حيث لا يراه يحمل الكلّ، ويقوي الضعيف، ويقري الضيف، ويعين على نوائب الحق، يفعل ما يقول، ويقول ما يعلم ويشهد، يصلحه الله في ليلة يبيد الظلم وأهله، ويقيم الدّين، وينفخ الروح في الإسلام ويعزّه بعد ذلّه، ويحييه بعد موته يُمسي الرجل في زمانه جاهلاً بخيلاً جباناً، فيصبح أعلم الناس، وأكرم الناس، وأشجع الناس، يضع الجزية، ويدعو إلى الله بالسيف، فمن أبى قتل، ومن نازعه خذل، يظهر من الدّين ما هو الدّين عليه في نفسه، ما لو كان رسول اللهﷺ الحكم به، يرفع المذاهب من الأرض، فلا يبقى إلا الدّين الخالص، أعداؤه مقلدة العلماء أهل الاجتهاد لما يرونه من الحكم، بخلاف ما ذهب إليه أئمتهم، يدخلون كُرهاً تحت حكمه، خوفاً من سيفه وسطوته، ورغبة فيما لديه، فليس له عدو مبين إلا الفقهاء خاصة، فإنهم لا يبقى لهم رياسة، ولا تميز عن العامة، بل لا يبقى لهم علم بحكم إلا قليل، ويرتفع الخلاف عن العالم في الأحكام بوجود هذا الإمام، ولولا أن السيف بيده لأفتى الفقهاء بقتله، ولكن الله يظهره بالسيف والكرم، فيطعمون، ويخافون، فيقبلون حكمه من غير إيمان، بل يضمرون خلافه يفرح به عامة المسلمين أكثر من خواصهم، أسعد الناس به أهل الكوفة، يبايعه العارفون بالله

(١) ساقطة من المطبوعة.

یا ایها الناس اتقوا ربکم ان زلزلة الساعة شیء عظیم
درین زمان برکت نشان که سال یکهزار و دوصد و نود و نهم هجرت نبوی است بعون خالق کون کتاب مستطاب مسمی به
آثار القیامة فی حجج الکرامة
بعهد دولت مهد سعادت جناب نواب شاهجهان بیگم صاحبه والیه عالیه ریاست بهوپال دام اقبالها باهتمام راجی غفران محمد عبد المجید خان
در مطبع شاهجهانی واقع بلده بهوپال بحلیه انطباع پوشید

او ثمانیا او تسعا یعنی سنین اخرجه ابو بکر البزار فی مسنده والطبرانی فی معجمه الکبیر والاوسط و در سندش داود بن المحبر بن قحذم
عن ابیه ست و این هر دو سخت ضعیف اند و از ابن عباس مرفوعا آمده که پادشاه تمام روی زمین چهار کس اند دو مومن ذو القرنین
و سلیمان و دو کافر نمرود و بخت نصر و نزدیک ست که مالک شود تمام او را پنجمین از اهل بیت من اخرجه ابن الجوزی فی تاریخه گویند
بیدار نکند مهدی نائم را و نریزد خون را و مقاتله کند بر سنت و ترک ندهد هیچ سنت را مگر آنکه قائم سازد آنرا و نه هیچ بدعت را مگر
آنکه بردارد آنرا و قائم شود دین اسلام در آخر زمان بزمانهٔ او چنانکه بود در اول زمان بعهد سعادت عهد آنحضرت صلعم و مالک تمام دنیا
گردد و صلیب را بشکند و خوک را بکشد ابن حجر این علامات را در ذکر مهدی در قول مختصر آورده و این هم و وصف آخر در علامات عیسی
علیه السلام نیز وارد گشته و نیست منافات میان هر دو زیرا که محتمل که این کار از هر دو بزرگوار بوجود آید یا نسبت بهر دو باعتبار
وحدت زمان باشد چه مهدی و عیسی هر دو ناصر دین اسلام و تابع سنت خیر الانام و محیی سنن رسول کریم باشند پس فعل و عمل یکی
گویا صنیع دیگری ست بلا تفاوت و چون مهدی علیه السلام مقاتله بر احیاء سنت و اماتت بدعت فرماید علماء وقت که خوگر تقلید
فقهاء و اقتداء مشائخ و آباء خود باشند گویند این مرد خانه برانداز دین و ملت ماست و بمخالفت برخیزند و بحسب عادت خود حکم بتکفیر
و تضلیل وی کنند اما از سطوت سیف و جلال شوکتش کار ایشان پیش نرود و دودمان تقلید بی چراغ گردد و دولت کدهٔ سنت
بوجود باجود وی منور شود و سنیان متبع غالب و بدعتیان مقلد مغلوب گردند و یویده ما اخرج نعیم بن حماد عن ابی جعفر قال یظهر المهدی
بمکة عند العشاء معه رایة رسول الله صلعم و قمیصه و سیفه و علامات و نور و بیان فاذا صلی العشاء نادی باعلی صوته یقول اذکرکم
الله ایها الناس و مقامکم بین یدی ربکم فقد بعث الانبیاء و انزل الکتب و امرکم ان لا تشرکوا به شیئا و ان تحافظوا علی طاعته و
طاعة رسوله و ان تحیوا ما احیی القران و تمیتوا ما امات و تکونوا اعوانا علی الهدی و وزراء علی التقوی فان الدنیا قد دنا فناءها و
زوالها و اذنت بالانصرام عن اقبالها و انی ادعوکم الی الله و الی رسوله و العمل بکتابه و اماتة الباطل و احیاء السنة الخ و در متن
روایت دلیل ست بر آنچه ذکر کردیم باوضح بیان و بر حسن سیرت و سریرت وی علیه السلام و اخرج ایضا عن علی عن النبی صلعم قال
المهدی رجل من عترتی یقاتل علی سنتی کما قاتلت انا علی الوحی و این مقاتله بر سنت همانوقت راست می نشیند که تفریعات فقهیه
علماء زمان را سنت شمرده نشود و رنه این مقاتله هیچ معنی ندارد و بالجمله زمان برکت نشان وی نظر بقوت اسلام و رفع ظلمت
کفر و آثام و عموم قسط و عدل و وضع جور و ستم عروس دهر باشد ع جهان چنان شود از عدل او که ناخن باز • علاج ناخنهٔ دیده
حمام کند * در اشاعه گفته پر کند مهدی دلهای امت محمدیه را بتونگری و امر کند منادی را که ندا کند هر که او را حاجت باشد
در مال گو بیاید پس بگیرد پس بیاید او را مگر مردی و گوید منم سائل فرماید بیا خازن را و بگو او را که مهدی امر کرده ست ترا که مرا مالی
بدهی خازن گوید بگیر بهر دو دست خود تا آنکه چون مال را بکنار کشد نادم شود و گوید منم حریص تر امت رسول خدا صلعم و عاجز
کرد مرا چیزی که گنجایش کرد او شان را او خواهد که آن مال را واپس دهد ما از وی استرداد نکنند و مهدی بفرماید که چیز بخشیده واپس
نمی گیریم انتهی گوییم این حدیث را احمد در مسند و ابو یعلی از ابو سعید مرفوعا آورده اند و رجالهما ثقات و قد اخرجه الترمذی مختصرا
و اول حدیث این ست ابشرکم بالمهدی رجل من قریش من عترتی یبعث علی اختلاف من الناس و زلازل فیملا الارض قسطا
و عدلا کما ملئت جورا و ظلما یرضی عنه ساکن السماء و ساکن الارض یقسم المال صحاحا فقال له رجل ما صحاحا قال بالسویة بین الناس

رنج وراحت شد چو شد مطلب بزرگ   گرد گلہ توتیائے چشم گرگ

اور جو لوگ طالب صادق ہیں ان شدائد کو حصول مطلب کے مقابلہ میں کچھ نہیں گنتے ؎ متاع جان جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے۔

(۱۴۱) فرمایا کہ حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب نے مجھ کو چار چیزیں تلقین فرمائیں (۱) طلب رزق حلال (۲) تمام عالم سے اپنے کو بدتر سمجھنا (۳) مراقبہ احسان (۴) ترک اختلاط غیر جنس

(۱۴۲) فرمایا کچھ موجود نہیں ہے سب فنا ہے جس چیز کے اوّل وآخر فنا ہے اُس کی حالت متوسط کا کیا اعتبار **الوجود بين العدمين عدمر كالطهر بين الدمين دَم**

(حاشیہ) قولہ کچھ موجود نہیں ہے اقول یعنی موجود معتد بہ بقرنیہ مابعد ۱۲

(۱۴۳) فرمایا کہ حضرت سید حسن دہلوی کے ملقب بہ رسول نما ہیں دو ہزار روپیہ لیکر زیارت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف کرتے تھے یہ تدبیر واسطے مجاہدہ و تزکیہ نفس کے تھی جب محبت مال کی قلب میں نہ رہی پس مجاہدہ نفس حاصل ہوا اور قابلیت زیارت حضور پرنُور پیدا ہوگئی میں اُن کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں

(حاشیہ) قولہ دو ہزار روپیہا قول یا ایک ہزار کچھ شک سا ہے ۱۲

(۱۴۴) فرمایا فدا حسین رسول شاہی نام جو شخص دہلی میں تھا صاحب باطن تھا شاہ عبدالعزیز صاحب نے کسی کو مناظرہ کے لئے نہیں بھیجا جو مشہور ہے غلط ہے (حاشیہ) قولہ صاحب باطن تھا اقول یہاں باطن سے مراد ریاضت ومجاہدہ سے جو کشف وتصرف حاصل ہو جاتا ہے خواہ مقبول نہ ہو کیونکہ قبول بدون اتباع شریعت حاصل نہیں ہوتا ۱۲ قولہ جو مشہور ہے غلط ہے اقول حضرت کو یہ روایت کسی غیر ثقہ سے پہنچی ہوگی اور اجتہاداً اس کو حضرت شاہ صاحبؒ کے طرز کے خلاف سمجھا ہوگا ۱۲

(۱۴۵) فرمایا کہ مجذوب جو کچھ مشاہدہ کرتے ہیں زبان سے کہہ ڈالتے ہیں اور سالک زبان کو روکے رہتے ہیں لیکن لازم ہے کہ بزرگوں کے حضور میں دل کو خطرات

وخیالات ناہموار سے پاک رکھیں اپنے دل پر مراقب رہیں مبادا اثر دل مکدر قلب اہل باطن پر پڑے اور کچھ اس کی زبان پر آ جاوے تو شرمندگی ہو اسی وجہ سے کہا گیا ہے ؎

پیش اہل دل نگہدارید دل   تا نباشید از گمان بد خجل

(حاشیہ) قولہ دل کو خطرات وخیالات ناہموار سے پاک رکھیں اقول اور اُن کے ان پر نہ لانے سے یوں نہ سمجھیں کہ اُن کو ادراک نہیں ہوا ممکن ہے ادراک ہو جاوے اور ممکن ہے کہ کبھی زبان پر بھی لے آویں ۱۲

(۱۴۶) فرمایا کہ جب عرفان حاصل ہو جاتا ہے تمام اعتراض جاتے رہتے ہیں

(حاشیہ) قولہ تمام اعتراض جاتے رہتے ہیں اقول موثر حقیقی کے مشاہدہ سے سب کو مثل مضطر کے دیکھتا ہے اور محقق گو کالمضطر نہ دیکھے مگر اس کا انکار اعتراضاً نہیں ہوتا اصلاً ہوتا ہے ۱۲

(۱۴۷) فرمایا زبان ظہور مہدی بہت سخت وخوفناک ہے اکثر لوگ مخالف ہوں گے وہ خود امام مستقل ہوں گے تقلید حنفی وشافعی کی اس وقت نہ رہے گی اکثر علما اسی وجہ سے مخالفت کریں گے اللہ تعالیٰ اُس وقت ایمان سلامت رکھے **برحمة و بجرمة نبيه المصطفى** ﷺ

(۱۴۸) فرمایا کہ اس زمانہ کے بعض نقشبندیہ اپنے کو تمام خاندانوں سے افضل سمجھتے ہیں اور پابندی شریعت کو دلیل لاتے ہیں یہ اُن کی غلطی ہے کیونکہ کوئی بزرگ ایسا نہیں ہے کہ مخالف شریعت کا ہو اور اُس کو کوئی لطف عرفان کا حاصل ہوا ہو۔

(۱۴۹) فرمایا انوار کی چار قسمیں ہیں انوار ذاتی۔ انوار صفاتی۔ انوار آثاری۔ انوار افعالی اور انوار لطائف انوار صفاتی کی قسم سے ہیں (حاشیہ) قولہ انوار لطائف اقول مردوہ انوار ہیں جن کا ادراک لطائف سے ہوتا ہے نہ وہ جن سے خود لطائف متصف ہیں ۱۲۔

وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ
وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ

الصراط السوی
فی
احوال المہدی عج

مصنف
جناب فضائل و فواضل مآب مولانا مولوی سید محمد سبطین السرسوی اعلی اللہ مقامہ

ناشر: منیجر البرہان بکڈپو ۳۵ - ہڈسٹر روڈ - کرشن نگر - لاہور

ملنے کا پتہ
امامیہ کتب خانہ
اندرون موچی دروازہ - لاہور ۸
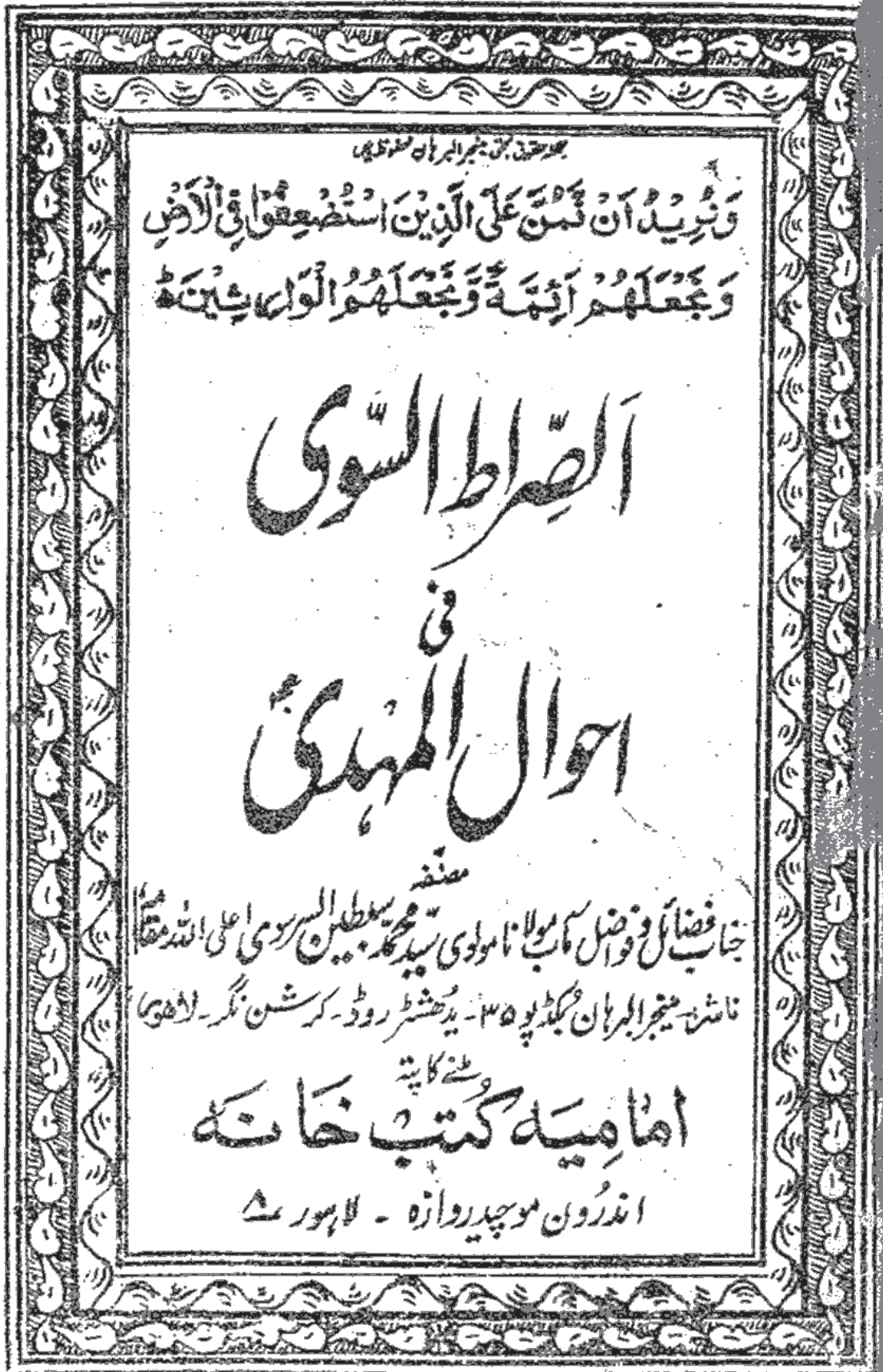
پس براہین قاطعہ و دلائل ساطعہ و آیات بینہ ثابت ہو گیا۔ کہ ابتدا خلقت بشری سے غیبت
سنت حجج اللہ ہے۔ اور ایمان بالغیب افضل ترین ایمان و اہم ترین مرتبہ ایمان ہے۔ اور نجات
صرف انہی کے لئے ہے۔ جو غیبت اور حجت غائب پر ایمان رکھتے ہیں۔ حجت خدا کے ظہور سے وہ
فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور اٹھائیں گے۔ جو پہلے سے زمانہ غیبت میں ایمان لائے ہوئے ہوں۔
اور اس پر اعتقاد رکھتے ہوں۔ وہ لوگ اوّل اس کی تصدیق کر سکتے ہیں اور اس کو پہچان سکتے ہیں۔
اس کے اتباع و اطاعت میں سبقت کر سکتے ہیں۔ جو پہلے سے مومن ہوں اور اس کے منتظر جب تک
ان میں حالت منتظرہ پہلے سے پیدا نہ ہوگی۔ ہرگز اطاعت و اتباع میں سبقت نہ کر سکیں گے بلکہ ہرگز
ایمان نہ لائیں گے بلکہ مثل شیطان شک و شبہ کر کے اپنے قیاسات باطلہ رکیکہ سے اس کی حجیت کا
انکار کریں گے۔ بلکہ اس کے مقابلہ کو تیار اور عداوت و دشمنی پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اور ہر طرح سے اس کو
اور اس کے معتقدین کو اذیت پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ علماء اس کے قتل کے فتوے دیں گے
اور بعض اہل دول اس کے قتل کے لئے فوجیں بھیجیں گے۔ اور یہ تمام نام کے مسلمان ہی ہوں گے۔ جیسا کہ
آئندہ مفصل بیان ہوگا۔ ولولا السیف بیدہ لافتی الفقہاء لقتلہ۔ اگر تلوار اس کے ہاتھ
میں نہ ہو تو فقہاء اس کے قتل کا فتوےٰ دے دیں۔ اس کی تلوار کے سامنے ان کی کچھ نہ چلے گی۔ اور نور حق
ظاہر ہو کر رہے گا اور مشرق و مغرب عالم تک پھیلے گا۔ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔
بہرحال اب معلوم ہو گیا۔ کہ حجت غائب پر ایمان لانا ایمان کامل کی دلیل ہے۔ اور یہی ایمان
اہل اسلام کے لئے موجب نجات ہے۔ جو لوگ حجت غائب پر ایمان نہیں رکھتے ہیں۔ وہ ہرگز ہدایت
یافتہ نہیں ہیں۔ اور ان کے لئے کوئی امید نجات نہیں ہے۔ اور یہیں سے بخوبی ثابت و واضح ہو گیا۔
کہ حجت غائب کے لئے غیبت کوئی مضر نہیں ہے۔ غیبت سنت انبیاء و حجج اللہ ہے۔ بہت سے
حجج اللہ غائب رہے ہیں۔ اور بہت سے ایک مدت تک غائب رہنے کے بعد ظاہر ہوئے ہیں۔
جیسے کہ حضرت ادریسؑ و حضرت ابراہیمؑ و یوسفؑ و موسےٰؑ وغیرہم۔ اور اس غیبت سے ان کی نبوت
و رسالت باطل نہیں ہو گئی۔ بلکہ ان کی نبوت زمانہ غیبت میں بھی اسی طرح صحیح و ثابت ہے جس طرح
کہ زمانہ ظہور میں۔ اور ان کی نبوت اسی طرح صحیح و ثابت ہے جس طرح کہ ان انبیاء کی جو غائب نہیں ہوئے
اور جب حضرت ابراہیمؑ و حضرت یوسفؑ و حضرت موسےٰؑ کی نبوت باوجود غیبت صحیح و

کسوف وخسوف

ایک حدیث میں سورج اور چاند گرہن کو امام مہدیؑ کے لئے ایک خاص نشان قرار دیا گیا ہے۔ جب تک یہ نشان ظاہر نہیں ہوا تھا تب تک علماء سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس نشان کے ظاہر ہونے کا مطالبہ کیا کرتے تھے۔لیکن جب 1894 میں یہ نشان ظاہر ہو گیا تو انہوں نے اس حدیث کو حدیث ماننے سے ہی انکار کر دیا اور اسے امام باقرؒ کا محض ایک قول قرار دے دیا۔لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ حدیث موجودہ دور کے علماء اور ان کے بزرگوں کی کتابوں میں امام مہدیؑ کے نشان کے طور پر پیش کی جاتی ہے اور اس کے انکار کو گمراہی قرار دیا جاتا ہے۔

آثارِ قیامت

اور

فتنۂ دجال کی حقیقت

قرآن وحدیث کی روشنی میں

تصنیف
عمدۃ المفسرین سند المحدثین حضرت مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ و تحقیق
مولانا محمد اسلم زاہد

عمر پبلی کیشنز
یوسف مارکیٹ
غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور

امام مہدی علیہ السلام کی تلاش

حضرت امام مہدی علیہ السلام اس وقت مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوں گے۔
اس خوف سے کہ مسلمان مجھ ناتواں کو اس عظیم الشان کام کے لئے چن لیں گے۔
اس لئے مکہ چلے جائیں گے۔ (ابوداؤد)

اس زمانہ کے اولیاء کرام اور ابدال حضرت امام مہدی علیہ السلام کی تلاش میں ہوں گے (کہ انہیں اپنا امیر بنا کر عیسائیوں کا مقابلہ کریں اور اسلام کو غالب کر دیں) مہدی ہونے کے بعض لوگ جھوٹے دعویدار ہو جائیں گے۔ ان حالات میں حضرت امام مہدی علیہ السلام (خانہ کعبہ کے ایک کونے) رکن (یمانی اور) مقام ابراہیم کے درمیان والی جگہ تک طواف کرتے ہوئے پہنچیں گے کہ آدمیوں کی ایک جماعت آپ کو پہچان لے گی اور ان کے دل چاہیں یا نہ چاہیں وہ جماعت آپؑ کے ہاتھ پر بیعت کرے گی۔ اس واقعہ کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس سے قبل گزشتہ رمضان المبارک میں چاند سورج دونوں کو گرہن لگ چکا ہوگا اور بیعت کے متعلق آسمان سے یہ ندا آئے گی۔

هٰذَا خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِى فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَاَطِيْعُوْا.

ترجمہ: یہ خدا کا خلیفہ مہدی ہے۔ اس کا حکم سنو اور مانو۔

اس آواز کو اس جگہ کے تمام خواص و عوام سن لیں گے۔

(اس عبارت میں ہے کہ جھوٹے لوگ مہدی ہونے کا دعویٰ کریں گے، ہمارے سامنے "حضرت امام مہدی" نامی کتاب مولف مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمۃ اللہ میں موجود ہے جس میں دلائل سے ۲۵ جھوٹے داعیان مہدیت کا مکمل تعارف ہے گویا یہ علامات بھی ظاہر ہو چکی ہے) حضرت امام مہدی علیہ السلام کے متعلق تفصیلات آگے آ رہی ہیں۔

Ahnaf.com
Islamic Multimedia Library
ترجمان السنة کا ایک باب
الامام المهدی رضوان اللہ علیہ وسلامہ
تالیف
زبدۃ المحدثین حضرۃ مولانا سید محمد بدر عالم مہاجر مدنی قدس سرہ، فاضل دیوبند
تلمیذ ارشد امام المحدثین حضرۃ مولانا محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ
مکتبہ سید احمد شہید
۱۰۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

ڈر ہے کہ مبادا لوگ مجھ جیسے ضعیف کو اس عظیم الشان کام کی انجام دہی کی تکلیف دیں، مکہ معظمہ چلے جائیں گے۔ اس زمانے کے اولیائے کرام اور ابدالِ عظام آپ کو تلاش کریں گے۔ بعض آدمی مہدی ہونے کے جھوٹے دعوے بھی کریں گے۔ حضرت مہدی علیہ السلام رکن اور مقامِ ابراہیم کے درمیان خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوں گے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کو پہچان لے گی اور آپ کو مجبور کر کے آپ سے بیعت کر لے گی۔ اس واقعہ کی علامت یہ ہے کہ اس سے قبل گذشتہ ماہِ رمضان میں چاند اور سورج کو گرہن لگ چکے گا اور بیعت کے وقت آسمان سے یہ آواز آئے گی۔ "هٰذَا خَلِيْفَةُ اللهِ الْمَهْدِيُّ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَاَطِيْعُوْا" اس آواز کو اس جگہ کے تمام خاص و عام سن لیں گے۔ بیعت کے وقت آپ کی عمر چالیس سال کی ہوگی۔ خلافت کے مشہور ہونے پر مدینہ کی فوجیں آپ کے پاس مکہ معظمہ چلی آئیں گی۔ شام و عراق اور یمن کے اولیائے کرام و ابدالِ عظام آپ کی صحبت میں اور ملکِ عرب کے لاتعداد لوگ آپ کے لشکر میں داخل ہو جائیں گے اور اس خزانہ کو جو کعبہ میں مدفون ہے (جس کو "رتاج الکعبۃ" کہتے ہیں)۔

خراسانی سردار کا امام مہدی کی اعانت کے لئے فوج روانہ کرنا اور سفیانی کے لشکر کا ہلاک و تباہ ہو جانا

اس کو خزانہ کو نکال کر مسلمانوں پر تقسیم فرمائیں گے۔ جب یہ خبر اسلامی دنیا میں پھیلے گی تو خراسان سے ایک شخص ایک بہت بڑی فوج لے کر آپ کی مدد کے لئے روانہ ہوگا جو راستہ میں بہت سے عیسائیوں اور بددینوں کا صفایا کر دے گا۔ اس لشکر کے مقدمۃ الجیش کی کمان منصور نامی ایک شخص کے ہاتھ میں ہوگی۔ وہ سفیانی (جس کا ذکر اوپر گذر چکا) اہلِ بیت کا دشمن ہوگا اس کی ننہال قوم بنو کلب ہوگی۔ حضرت امام

علاماتِ قیامت سے متعلق
رسولِ اکرم ﷺ کی پیشگوئیاں
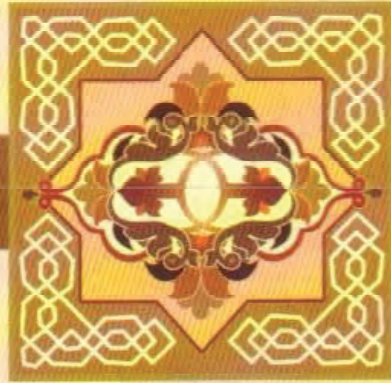
Khatme Nubuwwat Academy
387 Katherine Road, Forest Gate
London E7 8LT, UK

حدیثیں فروغ پا جائیں گی، جب (مسلمانوں کا تفرقہ جہاد کے ذریعے مرنے کا خوف اور دنیا کی محبت عام ہو جائے گی) نشانیاں عام ہو جائیں گی تو عیسائی بہت سے ملکوں پر قبضہ کر لیں گے۔

پھر ایک طویل عرصے کے بعد عرب اور شام کے کسی ملک میں ابوسفیان کی اولاد سے ایک شخص پیدا ہوگا، جو سید زادوں کو قتل کرے گا، اس کا حکم ملک شام میں چل رہا ہوگا۔

اس دوران شاہ روم عیسائیوں کے ایک فرقہ سے جنگ...... اور دوسرے فرقہ سے صلح کرے گا۔ لڑنے والا فرقہ قسطنطنیہ پر قبضہ کرے گا، بادشاہ روم دارالخلافہ چھوڑ کر ملک شام میں آجائے گا اور عیسائیوں کے مذکورہ ''فرقہ دوم'' کی مدد سے اسلامی فوج ایک خونریز جنگ کرے گی اور فرقہ مخالف پر فتح حاصل کرے گی، دشمن کی شکست کے بعد فرقہ موافق میں سے ایک شخص کہے گا:

''آج صلیب غالب ہوئی اسی کی برکت سے فتح نظر آئی''

یہ سن کر لشکر اسلامی کا ایک (باحمیت نوجوان) شخص اسے مارے گا اور پیٹے گا اور کہے گا نہیں ''دین اسلام غالب آ گیا اور اسی کی برکت سے فتح نصیب ہوئی۔''

(ابوداؤد)

پھر (مسلمان اور عیسائی) دونوں اپنی اپنی قوم کو مدد کے لئے پکاریں گے جس کی وجہ سے (مسلمانوں اور عیسائیوں) میں خانہ جنگی کا منظر، بپا ہوگا، جس میں بادشاہ اسلام شہید ہو جائے گا، عیسائی ملک پر قابض ہو جائیں گے اور آپس میں دونوں عیسائی قوموں کی صلح ہو جائے گی، باقی ماندہ مسلمان مدینہ منورہ کا رخ کریں گے، عیسائیوں کی حکومت (مدینہ منورہ کے قریب) خیبر تک پھیل جائے گی، اس وقت مسلمان اس تجسس میں ہوں گے کہ امام مہدی علیہ السلام کو تلاش کرنا چاہیے، تاکہ ان مصائب سے نجات مل جائے۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام اس وقت مدینہ منورہ میں تشریف لفرما ہوں گے، اس خوف سے کہ مسلمان مجھ ناتواں کو اس عظیم الشان کام کے لئے چن لیں گے، اس لئے مکہ چلے جائیں گے۔ (ابوداؤد)

اس زمانہ کے اولیاء کرام اور ابدال حضرت مہدی علیہ السلام کی تلاش میں ہوں گے (کہ انہیں اپنا امیر بنا کر عیسائیوں کا مقابلہ کریں اور اسلام کو غالب کر دیں) مہدی ہونے کے بعض لوگ جھوٹے دعویدار ہو جائیں گے، ان حالات میں حضرت امام مہدی علیہ السلام (خانہ کعبہ کے ایک کونے) رکن (یمانی اور) مقام ابراہیم کے درمیان والی جگہ تک طواف کرتے ہوئے پہنچیں گے کہ آدمیوں کی ایک جماعت آپ کو پہچان لے گی اور ان کے دل چاہیں نہ چاہیں وہ جماعت آپؑ کے ہاتھ پر بیعت کرے گی، اس واقعہ کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس سے قبل گزشتہ رمضان المبارک میں چاند سورج دونوں کو گرہن لگ چکا ہوگا اور بیعت کے متعلق آسمان سے یہ ندا آئے گی۔

﴿ھذا خلیفۃ اللہ المھدی فاستمعوا لہ واطیعوا﴾

ترجمہ: ''یہ خدا کا خلیفہ مہدی ہے، اس کا حکم سنو اور مانو۔''

اس آواز کو اس جگہ کے تمام خواص وعوام سن لیں گے۔

قیامت کی بڑی نشانیاں

علامات حضرت امام مہدیؓ

ابوداؤد، مشکوۃ صفحہ ۱۰۴۰ میں یہ حدیث موجود ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام سید ہیں اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی اولاد میں سے ہیں، آپ کا قد وقامت قدرے لمبا، بدن چست، رنگ کھلا ہوا، اور چہرہ پیغمبر خدا ﷺ کے چہرے کے مشابہ ہوگا۔

آپ کے اخلاق پیغمبر خدا ﷺ کے اخلاق عالیہ کی طرح کے ہوں گے۔

كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ متفق عليه
اسلام میں
امام مہدی رضی اللہ عنہ کا تصوّر
امام مہدیؓ سے متعلق اہلسنت والجماعت کا عقیدہ، نام و نسب، سیرت و حلیہ، علامات
ظہورِ مہدی، صحیحین میں امام مہدیؓ سے متعلق احادیث، واقعاتی تناظر میں،
منکرین و مدعیان مہدویت اکابر علماء کی آراء و فتاویٰ
از افادات
حضرت مولانا پروفیسر محمد یوسف خان صاحب مدظلہ
استاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور
مؤلف
مولانا حافظ محمد ظفر اقبال
فاضل جامعہ اشرفیہ

یقتتل علیہ الناس فیقتل تسعة اعشارھم﴾ (الاشاعہ: ص۲۳۹)

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ دریائے فرات کا پانی ختم ہوکر اس میں سے سونے کا پہاڑ ظاہر نہ ہوجائے۔ لوگ اس کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے اتنا لڑیں گے کہ ہر دس میں سے نو آدمی قتل ہوجائیں گے۔''

اس حدیث سے ملتے جلتے الفاظ بخاری، مسلم اور ابوداؤد میں بھی ملتے ہیں۔

چنانچہ بخاری شریف میں یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے:

﴿یوشک الفرات ان یحسر عن کنزمن ذھب فمن حضرہ فلایا خذمنه شیئا﴾ (بخاری شریف: حدیث نمبر ۷۱۱۹، مسلم شریف: ۷۲۷۴، ابوداؤد: ۴۳۱۳، ابن ماجہ: ۴۰۴۶)

نیز اس موضوع کی احادیث آپ مسلم شریف ہی میں مندرجہ ذیل مقامات پر بھی دیکھ سکتے ہیں:

(۱) حدیث نمبر .... ۷۲۷۲۔

(۲) حدیث نمبر ۷۲۷۳

(۳) حدیث نمبر ۷۲۷۵

(۴) حدیث نمبر ۷۲۷۶

ممکن ہے کہ اس سے قبل علامت نمبر ۷ میں زمین سے جو سونے چاندی کے ستونوں کا برآمد ہونا مذکور ہوا ہے اس سے یہی مراد ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دو الگ الگ واقعے ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

علامت نمبر ۱۹:

حضرت امام مہدیؒ کے ظہور کی ایک عجیب وغریب علامت جو کہ سائنسی نقطہ نظر

کے بالکل خلاف ہوگی کہ جس سال ان کا ظہور مقدر ہوگا اس کے رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن ہوگا اور اسی رمضان کی پندرہ تاریخ کو سورج گرہن ہوگا اور یہ دونوں چیزیں تخلیق کائنات سے لے کر اب تک اس طرح ظہور پذیر نہیں ہوئیں کہ کسی مہینے کی پہلی رات کو چاند گرہن ہو پھر اس کی پندرہ تاریخ کو سورج گرہن ہو جائے کیونکہ سائنسی نقطۂ نظر اور جدید فلکیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ کسی مہینے کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخوں کے علاوہ چاند گرہن ممکن نہیں۔

اور اتفاق کی بات ہے کہ اس سال (۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء) کے رمضان المبارک میں چاند گرہن اور سورج گرہن کا واقعہ پیش آچکا ہے۔ لیکن اس کی نوعیت یہ تھی کہ چاند گرہن نصف رمضان کو اور سورج گرہن آخر رمضان کو ہوا اور یہ فلکیات کی رو سے ممکن ہے اور اس سے قبل بھی کئی مرتبہ رمضان المبارک کے مہینے میں کسوف وخسوف ہوا ہے، لیکن مذکورہ بالا علامت کے طور پر نہ ہونے کی وجہ سے ظہور مہدی کی علامت پوری نہ ہو سکی کیونکہ یہ دونوں علامتیں ایسی ہیں کہ تخلیق کائنات سے لے کر اب تک ان کا ظہور نہیں ہو سکتا چنانچہ علامہ ابن حجر ہیتمی مکیؒ تحریر فرماتے ہیں:

﴿لمهدينا آيتان لم تكونا منذ خلق الله السموات والارض، ينكسف القمر لاول ليلة من رمضان وتنكسف الشمس في النصف منه.﴾

(القول المختصر: ص ۵۷، الاشاعہ: ص ۱۹۹، الحاوی: ج ۲ ص ۷۸)

اس کا ترجمہ وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکا۔

مشہور ماہر فلکیات اور جامعہ اشرفیہ کے سابق شیخ الحدیث مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ اپنی کتاب ''فلکیات جدیدہ'' میں ''سیروس'' کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں:

''قدیم ہیئت کے ماہرین نے کسوف وخسوف کے اوقات کے انضباط کے لیے ایک ضابطہ وضع کیا ہے اسے سیروس کہتے ہیں یہ آج تک مسلم وصحیح سمجھا جاتا ہے وہ ضابطہ یہ ہے کہ اگر آج کسوف یا خسوف ہو تو ۶۵۸۵،۳ ایام کے بعد بالفاظ دیگر ۱۸ سال ۱۱/۱/۳

دن کے بعد پھر اس کا اعادہ ہوگا البتہ سابقہ مقام پر ان کا نظر آنا ضروری نہیں۔ خسوف وکسوف کی تاخیر کا اوسط ۸ گھنٹہ ہے، لہٰذا تین دورۂ سیروس کے بعد وہ پھر تقریباً انہی مقامات پر نظر آئیں گے۔''

(فلکیات جدیدہ: ص ۲۳۷)

یہ ضابطہ لکھنے کے بعد حضرت نے ''خسوف قمر کی تشریح'' کا عنوان قائم کر کے تحریر فرمایا ہے کہ:

''سابقہ بیان سے واضح ہوا کہ خسوف ایام استقبال یعنی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخوں کے علاوہ ناممکن ہے۔'' (فلکیات جدیدہ: ص ۲۳۸)

بعض حضرات کو حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کے ظہور کی اس علامت میں تردد پیش آیا ہے جس کی وجہ سے انہوں نے اس کا انکار کر دیا ہے چنانچہ ماہنامہ البلاغ کے شمارہ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ میں مولانا عمر فاروق لوہاروی کا ایک مضمون ''کیا ظہور مہدی ۲۰۰۴ء میں؟'' کے عنوان سے شائع ہوا ہے جس میں موصوف نے اس بات کی پرزور اور مدلل تردید کی ہے کہ امام مہدیؒ کے ظہور کے لیے ماہ وسن کی تعیین درست نہیں۔ یہاں تک تو بات صحیح تھی۔ لیکن آگے موصوف اس تردید میں ماہرین فلکیات کی رائے پیش کر کے جو بات سمجھے ہیں، درحقیقت اس میں انہیں اشتباہ ہوا ہے۔

چنانچہ موصوف فنی اعتبار سے گہن والی روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مذکورہ فنی وجوہ کی وجہ سے یہ روایت پایۂ اعتبار سے گر جاتی ہے اس لیے ظہور مہدیؒ جیسے اہم مسئلہ کے لیے اس کو بطور دلیل قرار نہیں دیا جا سکتا ہے اور نہ اس سے یہ عقیدہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ حضرت مہدیؒ کے وقت میں ایسے گہنوں کا ہونا ضروری ہے اور وہ گہن حضرت مہدیؒ کی علامت ہیں۔'' (البلاغ: ص ۳۶)

موصوف کی یہ عبارت اس قدر واضح ہے کہ مزید وضاحت کی ضرورت نہیں اور ان کا یہ مدعا واضح ہے کہ اس سورج گہن اور چاند گہن کو ظہور مہدیؒ کی علامت نہیں قرار دیا

جا سکتا، حالانکہ یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ امام مہدیؓ کے ظہور کے لیے ماہ وسن کی تعیین درست نہیں لیکن سرے سے اس علامت کا انکار کر دینا ناروا ہے جو آغاز تخلیق سے لے کر اب تک رونما ہی نہیں ہوئی جیسا کہ یہ بات پیچھے بیان ہوئی اور علامت تو ہوتی ہی خلاف عادت اور خرق عادت کے طور پر ہے۔

علامت نمبر ۲۰:

صرف یہی نہیں کہ امام مہدیؓ کے ظہور کے وقت چاند گرہن ایک مرتبہ ہوگا بلکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال رمضان کے مہینے میں دو مرتبہ چاند گرہن ہو گا، ایک مرتبہ تو رمضان المبارک کی پہلی رات میں ہوگا اور دوسرا اس کے علاوہ ہوگا اور ایک مہینے میں کئی مرتبہ گرہن ہونا جدید فلکیات کی رو سے ناممکن نہیں۔

علامت نمبر ۲۱:

حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کے ظہور کے وقت ایک اور آسمانی علامت کا ظہور ہوگا چنانچہ سید برزنجی تحریر فرماتے ہیں:

﴿ومنها طلوع نجم له ذنب يضيئ﴾ (الاشاعہ: ص ۱۹۹)

"اور ان علامات میں سے یہ بھی ہے کہ ایک روشن دم دار تارا ظاہر ہوگا"

حسب بیان سید موصوف اس کا وقوع ہو چکا ہے لیکن ایک دفعہ وقوع سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوبارہ اس کا وقوع نہ ہوگا اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ وہ دم دار کوئی الگ نوعیت کا ہو۔

علامت نمبر ۲۲:

مشرق کی طرف سے ایک انتہائی عظیم آگ کا تین یا سات راتوں تک مسلسل ظاہر رہنا بھی علامات ظہور مہدی میں شمار کیا گیا ہے۔ (حوالہ بالا)

علامت نمبر ۲۳:

جب دیا رنج بتوں نے تو خدا یاد آیا

پاکستان اور چند دیگر مسلمان ممالک میں اسلام کی سرکاری تشریح و تعبیر کے خلاف اظہار کرنے والے کو توہینِ رسالت کا مرتکب قرار دے دیا جاتا ہے اور ایسا کرتے وقت قرآن و سنّت کے ساتھ ساتھ عدل و انصاف کے تمام تقاضوں کو بھی پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔ لیکن جب ایسا ہی ایک واقعہ ایک عالمِ دین کے ساتھ پیش آیا تو اس کے حامی علماء کو قرآن و سنّت ، مذہبی آزادی، اظہار رائے کی آزادی اور عدل و انصاف کے وہ تمام تقاضے یاد آنے کے ساتھ ساتھ، جسے وہ دوسروں کو اسی نوعیت کے مقدموں میں گرفتار ہوتے وقت فراموش کر دیتے ہیں، یہ بھی یاد آ گیا کہ وہ جج جو یہ مقدمات سن رہے اور سزائیں دے رہے ہیں، وہ قانون انگریز کا بنایا ہوا ہے اور ان ججوں کی تربیت اسلامی طریق پر نہیں ہوئی۔ ایک عالمِ دین نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ اپنے عقیدہ کا اظہار کسی دوسرے کے عقیدہ کی توہین نہیں ہے اور اگر ایسا قرار دے دیا گیا تو کل کو قرآن و حدیث کے سادہ ترجمہ پر بھی پابندی لگانی پڑے گی۔

مقامِ نبوّت
جاہلیّت اور اسلام کے تصوّرات
پروفیسر زاہد حسین مرزا
الناشر
مرکز دعوۃ التوحید
اسلام آباد ○ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

از قلم : حافظ مقصود احمد

مدیر مرکز دعوۃ التوحید اسلام آباد

دنیا کی عدالتوں کے فیصلے حتمی نہیں ہیں۔ دنیا میں اگر کوئی شخص کرسی عدالت پر بیٹھ کر کسی کو ظلم کا نشانہ بناتا ہے، کسی کو ناجائز بری کرتا ہے، یا ناجائز سزا سناتا ہے، یا عدل و انصاف کے تقاضوں سے منحرف ہو کر فیصلہ صادر کرتا ہے تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ اس کا یہ فیصلہ حتمی نہیں۔ اس نے کل اللہ احکم الحاکمین کی عدالت میں پیش ہونا ہے اور اپنے فیصلوں کا جواب دینا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز جب دنیا کی عدالتوں میں فیصلے کرنے والے ججوں کا حساب ہوگا تو وہ خواہش کریں گے کہ کاش ہم نے دنیا میں دو آدمیوں کے درمیان ایک کھجور کا فیصلہ بھی نہ کیا ہوتا۔

دوسری روایت میں ہے "من ولیّ فقد ذبح بغیرسکین" جو جج بنایا گیا وہ تو الٹی چھری سے ذبح کر دیا گیا۔ ایک روایت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "قیامت کے روز دو ججوں کو لایا جائے گا جن میں سے ایک نے حد نافذ کرتے ہوئے ایک کوڑا کم اور دوسرے نے ایک کوڑا زیادہ لگایا ہوگا۔ پہلے سے پوچھا جائے گا کہ تو نے ایک کوڑا کم کس لئے لگایا تو وہ کہے گا کہ اے اللہ! مجھے ترس آگیا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو مجھ سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اس کے بارے میں حکم ہوگا کہ اسے جہنم رسید کردو۔ پھر دوسرے سے پوچھا جائے گا کہ تو نے ایک کوڑا زیادہ کس لئے لگایا، تو وہ کہے گا اے اللہ مجھے غیرت آگئی تھی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے۔ اس کے بارے میں بھی حکم ہوگا کہ اسے جہنم رسید کردو۔

آج آخرت کے محاسبے سے بے فکر ہو کر کیسے کیسے فیصلے کئے جا رہے ہیں، جس کی بنا پر مظلوم کی دادرسی انتہائی مشکل اور ظالم کا مواخذہ بہت کم ہوتا جارہا ہے۔ اس کا ایک سبب تو وہ صدیوں پرانا انگریزوں کا قانون ہے جو کتاب وسنت کے صریحاً منافی اور انگریز کے دورِ پرآشوب کی یادگار ہے۔ دوسرا سبب یہ بھی ہے کہ جج صاحبان کی تربیت کا کوئی ایسا انتظام نہیں کیا گیا کہ کم از کم ان میں فیصلہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو۔ اور کتاب وسنت کے بیان کردہ عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا ان کے ہاں ہر قسم کے مفاد پر مقدم ہو، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے "یا ایھا الذین آمنوا کو نوا قوّامین با لقسط شہداء للہ ولو علیٰ انفسکم او الوالدین و الاقربین" اے ایمان والو عدل وانصاف کے علمبردار بن جاؤ اور اللہ کے لئے گواہی دینے والے ہو جاؤ اگرچہ تمہاری گواہی تمہارے اپنے خلاف ہی کیوں نہ ہو یا والدین یا قریبی رشتہ داروں کے۔

زیرِ نظر کتاب کے مؤلف جناب پروفیسر زاہد حسین مرزا ایک پڑھے لکھے صحیح العقیدہ مسلمان ہیں، لیکن افسوس کہ میرپور آزاد کشمیر کی انتظامیہ نے ایک مولوی محمد بشیر کے بیان پر توہین رسالت کے کیس میں انہیں جیل میں ٹھونس رکھا ہے، جبکہ پاکستان کے مستند علماء کرام جن کا تعلق تمام مکاتب فکر سے ہے انہوں نے اس کتاب کو توہین رسالت کے جرم سے مبرا قرار دیا ہے۔ امام کعبہ محمد بن عبداللہ السبیل حفظہ اللہ نے اس کتاب کے متعلق اپنے فتویٰ میں مؤلف کو ان کی تحقیق پر داد دی ہے اور اس موضوع پر کتاب کو بڑا مفید قرار دیا ہے۔ انتظامیہ کے فیصلے تو ہنگامی ہوتے ہیں لیکن جج حضرات کی ذمہ داری ہے کہ وہ کیس کی تحقیق کر کے عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کریں۔

کیا ہم جج صاحبان کی توجہ اس طرف مبذول کروانے کا حق رکھتے ہیں۔ کہ کتاب کے متعلق ملک کے نامور علماء کی رائے زیادہ وزنی ہے یا کہ ایک مولوی محمد بشیر کی رائے؟؟ اگر اس طرح کسی فرد واحد کے کہنے پر توہین رسالت کے مقدمات شروع ہو گئے تو ملک کے حالات خراب ہو جائیں گے اور اس کی ذمہ دار خود انتظامیہ ہو گی۔ جو اکثر علمائے کرام کی رائے کو نظرانداز کر کے ایک مخصوص فرقے کی ترجمانی کر رہی ہے۔

باری تعالیٰ مقام لبدیت پر فائز لا انتہا ولا محدود جب کہ باقی تمام ہی محدود ہیں۔ وہ زمان و مکان کی حدود سے بالا جبکہ باقی تمام اس کی پابند اور اس میں مقید ہیں۔ اسکے لئے ماضی و نام کی کوئی شے نہیں۔ جبکہ باقی تمام اسکی گرفت میں پابند۔ وہ لامتناہی و باقی، جسکی بقا فنا آشنا نہیں۔ یہ صفات کسی اور میں نہیں وہ خالق و مالک و رازق، جبکہ باقی تمام اسکی مخلوق، عباد، اسکے محتاج، یہاں عبدو معبود اور خالق مخلوق کا رشتہ ہے۔ ان حدود کا بر قرار رہنا لازمی ہے ورنہ کفر اور سراسر کفر ہوگا، یہی بات سمجھانے کیلئے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے اسی مشن پر آپؐ کو بھی بھیجا گیا، یہی اسلام اور حب رسول اللہ ﷺ کا تقاضا ہے اس سے تجاوز کرنے کا اس کائنات میں کسی کو اختیار حاصل ہے اور نہ حق، ان حدود کو بر قرار رکھنا لازم ہے جو بھی تجاوز کرے گا اپنے اوپر ظلم کرے گا۔ "و من یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ" (مقام نبوت صفحہ ۹۶/۹۷)

اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ مصنف کا نبی ﷺ کو پیش آنے والے جزوی واقعات کا ذکر کرنا مذکورہ بالا مقاصد و مسائل اور عقائد کو ثابت کرنے کے لئے ہے۔ ان کا ذکر بطریق اہانت نہیں ہے۔ ہم نے فقہا کے حوالوں سے یہ بات ثابت کردی ہے کہ جب متکلم مسلمان ہو اور اس کے کلام میں ۹۹ احتمالات کفر کے ہوں اور ایک احتمال اسلام کا ہو تو پھر اسے مسلمان قرار دیا جائے گا۔ لیکن یہاں تو کلام میں توہین کا ایک احتمال بھی نہیں بالفرض بعض الفاظ سے شبہ پیدا ہوتا ہو تو بھی سیاق و سباق اور موضوع کتاب اور مصنف کی تصریحات کو پیش نظر رکھ کر مصنف کو کفر اور توہین رسالت کے الزام سے بری قرار دیا جائے گا۔

واللہ اعلم

ادارہ معارف اسلامی شعبہ استفسارات منصورہ۔ لاہور

۹/۹/۱۹۹۹

اسلام کے بنیادی عقائد ہیں۔ اگر کچھ لوگ اس کے برعکس عقیدہ رکھتے ہیں تو انہیں قرآن و حدیث کے دلائل سے اپنے مؤقف کو ثابت کرنے کا حق تو ہے، مگر انہیں یہ حق حاصل نہیں کہ وہ قرآن وحدیث کے سیدھے اور سادہ ترجمہ پر مبنی درست عقائد کو توہین رسالت سے تعبیر کریں، جبکہ پروفیسر زاھد حسین مرزا کی مذکورہ کتاب میں اندازِ بیان بھی بہت سی ایسی دوسری کتابوں کے مقابلہ میں نرم معتدل، اور متوازن اختیار کیا گیا ہے۔

اندریں حالات کوئی خاص گروہ یہ تو شاید کہہ سکتا ہے کہ کتاب کے مندرجات سے اس کے عقیدہ و خیالات کی نفی ہوئی ہے۔ لیکن اس کا یہ کہنا انتہائی غلط بے بنیاد اور حقیقت کے منافی ہوگا کہ مصنف نے کسی بھی بالواسطہ یا بلاواسطہ طریقہ سے توہین رسالت کے قبیح جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ اگر ایسی کتابوں کو توہین رسالت کے زمرے میں لانے کا سلسلہ شروع ہوگیا تو شاید خدانخواستہ قرآن و حدیث کے سادہ ترجمہ پر بھی پابندی لگانا پڑے گی۔

ساجد میر
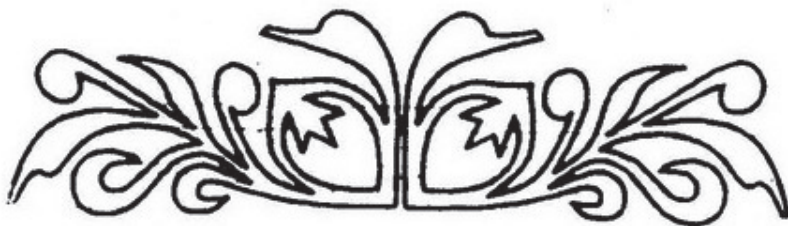
''موضوع'' احادیث سے استدلال؟

احمدیہ مسلم جماعت کے لٹریچر میں چند ایسی احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے جنہیں موجودہ دور کے غیر احمدی علماء ضعیف بلکہ موضوع قرار دیتے ہیں۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ خود ان علماء کی کتابوں میں انہی احادیث کو مستند مانتے ہوئے ان سے استدلال کیا جاتا ہے۔ یہاں ایسی دو احادیث ''عُلَمَائِے اُمَّتِی کَاَنْبِیَائِے بَنِی اِسْرَائِیل'' اور ''حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیمَان'' کو بطور مثال پیش کیا جا رہا ہے جنہیں موجودہ دور کے علماء ضعیف قرار دینے کے ساتھ ساتھ اپنی تحریروں میں کثرت سے استعمال کرتے ہیں اور اپنے بزرگوں کے حق میں ان سے استنباط کرتے ہیں۔

رنگ جب محشر میں لائے گی تو اُڑ جائے گا رنگ
یہ نہ کہیے سرخیٔ خونِ شہیداں کچھ نہیں!

شاہ اسمٰعیل محدث دہلوی

شہید بالاکوٹ ۱۲۴۶ھ ۱۸۳۱ء

علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے، وھو الجواب وبہ یُفتیٰ وعلیہ الفتویٰ وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامہ والسواد یہی جواب ہے یہی فتوے دیا جائے گا۔ اور اسی پر فتوے ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت ہے۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی
تمہید ایمان ص۴۲ مطبوعہ ۱۳۲۶ھ

تالیف: پروفیسر علامہ خالد محمود ایم اے، پی ایچ ڈی

شائع کردہ:- مکتبہ دار المعارف: اردو بازار لاہور

اور مولانا اسمٰعیل شہیدؒ دونوں شامل ہیں۔ اس میں ہے :

"اعمال میں ان چار مذہبوں کی متابعت جو اہلِ اسلام میں رائج ہیں بہت عمدہ ہے لیکن پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو ایک شخص کے علم میں منحصر نہ جاننا چاہیے بلکہ آپ کا علم تمام جہان میں پھیلا ہوا ہے" [1]

مولانا اسمٰعیل شہیدؒ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں :

"جو مسئلہ کہ صحابہ کرامؓ کے اجماع سے ثابت نہ ہو یعنی صحابہؓ کے وقت میں ایسا واقعہ نہ ہوا جو اس پر حکم ٹھہرا کر وہ اجماع کرتے تو ایسی بات پر مجتہدوں کے قیاس صحیح کے موافق عمل کرے پھر وہ مجتہد بھی ایسا ہو کہ جس کا اجتہاد اُمت کے اکثر عالموں نے قبول کیا ہو جیسے امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ اور قیاس بھی فاسد نہ ہو" [2]

مجتہدین کی کوششوں کے ثمرات

مجتہدین کرام کی کوششوں سے شریعت محمدیہؐ کا دائرہ اتنا وسیع ہوا کہ ہر زمانے کا ہر مسئلہ اپنے اصولوں کی طرف لوٹا اور اہل اسلام یہ کہنے کے حقدار ہوئے کہ شریعت محمدیہؐ وہ کامل نظام حیات ہے جس میں زندگی کے ہر مسئلے کا حل موجود ہے۔ یہ اصول کتاب و سنت کی وہ باریک راہیں تھیں جو مجتہدین پر کھلیں اور صحیح یہ ہے کہ ان باریک راہوں میں ہر کوئی نہیں چل سکتا۔ مجتہدین اپنی کوششوں سے یہ درجہ پا گئے کہ انبیاء کرامؑ کی متابعت میں امت ان کی بھی اقتدا کرنے لگی۔ حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ لکھتے ہیں :

فنون عربیہ کے استادوں اور اجتہاد کے اماموں اور علم کلام کے دانا اور تہذیب اخلاق اور حکمت ایمانیہ والوں کی کوششوں سے باریک علم ظاہر ہوئے اور بزرگوں کو اسی کوشش کی وجہ سے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل

---

[1] صراط مستقیم ص۹۷ [2] تذکیر الاخوان ص۱۸۴

کے زمرے میں جگہ ملی ہے[1]

دورہ فقہاء ایک الہٰی ہدایت

مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے عقیدہ میں فقہاء کا دور اس امت کے لیے پہلی الہٰی ہدایت تھی جس کے تحت اسلام ایک کامل دین کی صورت میں جلوہ گر ہوا، کتاب وسنت کی باریک راہیں روشن ہوئیں اور فقہ نے ترتیب پائی۔ حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ لکھتے ہیں:

> نوع انسانی کے امر معاد کی تربیت میں بھی زمانے اور طریق بدلا کرتے ہیں جس دورہ میں جو اہل کمال اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ وہ علم کہ ان کے دورہ کے مناسب ہیں انکے دلوں میں ڈال دیے جاتے ہیں اور ان کو انہی علموں کی تکمیل میں خادم بنایا جاتا ہے، پھر جب وہ تربیت اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے تو ایک تربیت کی بنیاد رکھ دی جاتی ہے اور ایک نئی ہدایت کی بنیاد کو مضبوط کیا جاتا ہے۔ مثلاً اس امت کے دوروں میں کا پہلا دورہ فقہاء کا تھا پھر متکلمین کا دورہ ظاہر ہوا اور اس کے بعد صوفیا کرام کا دورہ آیا۔ یہ تمثیل کے طور پر ذکر کیا گیا ہے ورنہ ادوار انہی میں منحصر نہیں[2]

صحابہ کے زمانے میں مسائل اتنے پھیلے ہوئے نہ تھے جتنے اگلے دور میں پھیلے۔ جوں جوں ضرورتیں بڑھتی گئیں نئے نئے مسائل سامنے آتے گئے اور ان موضوعات میں شریعت کی راہیں روشن ہوتی گئیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ صحابہ کرام میں کوئی کمی تھی مقصود کلام یہ ہے کہ ضرورت کے وقت خدا تعالیٰ کی غیرت جن اہل کمال پر اتری وہ فقہاء تھے اور یہی مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کا مسلک تھا:

> مجتہدین کے اجتہاد کا امر تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں اس قدر جلوہ گر

---

[1] صراط مستقیم صـ۵۰ ط ۷۶ [2] الیضاً صـ۴۶ ط ۷۲

مسلمانو مسلمانو اے مصطفیٰ پیارے کے نام پر قربان ہونے والو

ذرا اس مقدمہ کتاب مستطاب

حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین

۱۳۲۴ھ

مسمّٰی بنام تاریخی

تمہید ایمان بآیات قرآن

۱۳۲۶ھ

کو ملاحظہ کرو

جس میں صرف قرآن عظیم کی آیتوں کا بیان ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان کے یہ معنی ہیں پیارے بھائیو اسکے دیکھے سے سچا حقیقی ایمان نظر آتا ہے مسلمان کا ایمان ترقی و نور و قوت پاتا ہے ایک نظر دیکھ تو دیکھو

ذرا اس

خلاصہ فوائد فتاویٰ

پر نظر فرماؤ

مبارک فتوے کہ علمائے حرمین شریفین نے لکھے اُن سب کی فہرست دیکھو

یہ چند ورق کا خلاصہ ہی دیکھو کہ حق واضح ہے

مصنفہ اعلیحضرت مجدد مأتہ حاضرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب دامت برکاتہم

دیکھو اللہ و رسول تمہیں اپنی طرف بلاتے ہیں جواب دو

مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت واقع بریلی

مکہ معظمہ

خدا نے علمائے شریعت کو ملک کی تازگی بنایا۔ اُن کی ہدایت سے عالم کو بھرپایا
اُن کی ہدایت سے ملّتِ پاکیزہ کی چاردیواری کو دست درازی سے محفوظ فرمایا۔ اُن کی
روشن دلیلوں سے بیدینوں کی گمراہی کو باطل کر دکھایا خدا نے جس پر چاہا فیض و ہدایت
سے احسان فرمایا جو سب سے بڑی نعمت ہو۔ اُس پر ایسا فضل کیا کہ جو کچھ اُس کے دل
میں آئے سب حق و تحقیق ہے۔ اُس نے علمائے اُمت کو انبیائے بنی اسرائیل کی

بلند کیا۔ انھیں دلیل و حجت قائم کرنے کے ساتھ باریک احکام نکالنے کا ملکہ بخشا۔ علما میں
جنھوں نے تائید حق کی اللہ نے اُنکے نشان بلند فرمائے۔ اُن کے مخالف کو پست کیا

إِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝

الحمد للہ کہ سوانح قدوۃ العلماء تاج المحدثین زبدۃ الفقہاء سراج المناظرین
امام الہمام الاوحد مولانا الشیخ ابی ابراہیم خلیل احمد المدنی المہاجر قدس سرہٗ

بنام

تذکرۃ الخلیلؒ

جس کے ضمن میں حضرت مولانا محمد یحیٰی صاحب کاندھلوی، مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی، شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی، مولانا الحاج صدیق احمد صاحب انبھٹوی، اور مولانا الحاج الشیخ عبد الرحیم صاحب رائپوری قدس اللہ اسرارہم کے پیارے حالات بھی آگئے ہیں۔ اور ہندوستان کی مشہور دینی درسگاہ مظاہر علوم کے دار الطلبہ و کتب خانہ اور قدیم دار الحدیث کے تین عکسی فوٹو مطبوعہ بھی شامل ہیں۔

مؤلفہٗ

حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبۃ الشیخؒ ۔ ۳/۳۶۷ ۔ بہادر آباد کراچی ۵

گھر سے نکلے تو ایک لاکھ سے زیادہ مجمع جس میں بچے اور بوڑھے، مرد اور عورت، ملکی و غیر ملکی، امرا و فقرا، حکام و محکومین سب ہی شامل تھے، مشتاقانہ و غلامانہ طریق پر آپ کے ہمرکاب اور آپ کی ہر ہر ادا پر عاشقانہ و والہانہ طرز پر جاں نثار کرنے والے ساتھ تھے جن میں ہر فرد صرف ہدایت یافتہ ہی نہیں بلکہ ہادی و راہبر ہونے کی سند لے چکا اور اس کو سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ پروانہ عطا ہو چکا تھا کہ ان اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم[1]۔ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دینِ مبین کی پائیدار تخم ریزی چونکہ ختم دنیا تک قائم رہنے والی تھی اور آپ کے ہاتھوں کا لگایا ہوا باغ قیامت تک باقی و قائم رہنے والا تھا اس لئے آپ کے روشن کئے ہوئے چراغوں کا سلسلۂ نور رسانی متعدی ہوا اور ایک مشعل سے دوسری مشعل اور ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہو کر ہر قرن اور ہر زمانے میں، ہر ملک اور ہر بستی کے اندر اُس نور کا مخلوق کو نظارہ کراتا رہا جس کا اصل مخزن[2] قلبِ محمدی اور جس کا مشکوٰۃ[3] سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود[4] باجود تھا کہ حضرت روحی[5] فداہ خود ارشاد فرما چکے تھے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل[6]۔ یہ علماء امت جنھوں نے اپنے پیشوا، اپنے امام، اپنے ہادی اپنے سرور، اپنے آقا، اپنے مولیٰ اور اپنے مورث[7] اعلیٰ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عالمِ قدس کو روانہ ہو جانے کے بعد آپ کی نیابت میں فرائضِ نبوت کو انجام دیا اور مخلوق کی رہبری کو اپنا مقصودِ حیات بنا دیا اولیاء اللہ کہلاتے ہیں جن کی تعداد حیطۂ[8] شمار سے باہر اور انسانی حدود حساب سے بیرون ہے۔

اسی گروہ کے ایک فرد کا کہ جن کا مبارک نام مولانا خلیل احمد ہے یہ شیریں تذکرہ ہے کہ اہل اللہ کے حالات اور سوانح میں بھی قدرت نے ایک ایسی حلاوت اور کشش عطا فرمائی ہے جو مظلمِ قلوب کو نور، اور افسردہ دلوں کو تازگی بخشتی ہے جس کی وجہ سے اِن حضرات کے کارنامے صدقات[9] جاریات بن جاتے ہیں کہ بزمانۂ حیات جس طرح مخلوق نے اُن کی صورت کے نظارہ سے ہدایت کا سبق لیا تھا اسی طرح بعد الوفات ان کے حالاتِ عالیہ کی سماعت و مطالعہ سے توجہ الی اللہ[10] کا نفع پاتی اور رغبت و شوق کے ساتھ یہ کہتی ہوئی اپنے خدا کی طرف لپکتی ہے ؎

*

[1] میرے صحابی مثل ستاروں کے ہیں کہ جس کا اتباع کرو گے راہ یاب ہو جاؤ گے۔ [2] خزانہ۔ [3] وہ طاق جس میں چراغ رکھا ہو [4] سخاوت و فیض والا وجود۔ [5] میری روح ان پر فدا ہو۔ [6] میری امت کے علما بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں، یعنی جیسے وہ حضرات اپنے اپنے حلقہ میں دین کی حفاظت و اشاعت، تبلیغ اور باطن کی درستی کیا کرتے تھے یہ بھی اپنے اپنے حلقہ میں کریں گے مگر خاتم الانبیا کے خاتم الادیان کے لئے۔ [7] سب سے اوپر کے وراثت دینے والے کہ حضور کی میراث علم دین و تزکیہ ظاہر و باطن ہی ہے مال و دولت نہیں، جیسے حدیثوں سے ثابت ہے۔ [8] گنتی کے احاطہ سے باہر۔ گو محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ ہر زمانے میں ایک لاکھ چوبیس ہزار ولی ہوتے ہیں جو تعداد بعض حضرات نے صحابہ کی لکھی ہے اور ایک حدیث میں انبیا علیہم السلام کی آئی ہے گو متواتر نہ ہونے کی وجہ سے اس پر عقیدہ قائم نہ ہوگا۔ [9] تاریک [10] وہ نیکیاں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی قیامت تک ملتا رہے گا للہ التوجہ محبۃ کی تو کہنا

حیاتِ شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ

معروف بہ

تاج العلماء، سراج الفقہاء، زبدۃ الکاملین، قدوۃ العارفین، خاتم المحدثین،
شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی کے حالات و کمالات پر مستند کتاب

مؤلفہ

العارف الربانی مولانا الحاج حضرت میاں صاحب سید اصغر حسین رحمہ اللہ تعالیٰ

محدث دار العلوم دیوبند

ادارۂ اسلامیات انارکلی لاہور

نے پانچ سال کا زمانہ اپنے صبر و استقلال سے نظر بر قضا و قدر رکھ کر خود بھی سہولت سے گزار دیا اور ہمراہیوں کو بھی آپ کے فیضِ صحبت، اخلاقِ حسنہ، غایت شفقت کی وجہ سے گویا گراں ہی نہ گزرا، بلکہ دیگر اسیرانِ مالٹا کو بھی اپنی اسیری مثمر برکات نظر آتی تھی۔

جزیرہ مالٹا سے رہائی

مختلف اوقات میں قلعہ کے بہت سے اسیر حضرت سے پہلے ہی متفرق ہو گئے تھے بعض کو آزادی نصیب ہوئی۔ چنانچہ اشرف بے وغیرہ آپ سے ڈیڑھ ماہ قبل رہا ہو گئے تھے اور بعض دوسری جگہ منتقل کر دیئے گئے۔ اس جماعت کی صالحین کی رہائی کی خبریں بھی کئی مرتبہ مشہور ہوئی۔ اور چند مرتبہ مالٹا سے روانگی کی خبریں ملیں لیکن سب بے نتیجہ رہی اور آخر میں تو ایک مرتبہ باضابطہ اطلاع آنے اور تاریخ مقرر ہو جانے پر اسباب سفر باندھ کر بالکل تیار ہو جانے کی بھی نوبت آئی لیکن پھر التوا ہو گیا۔ بالآخر ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ میں روانگی کی اطلاع پہنچی اور تاریخ مقرر ہو گئی باقی ماندہ اسیروں کا حال نہ پوچھئے۔

یوسف علیہ السلام جب زندان سے رخصت ہوئے ہیں تو اہل سجن آہ و بکا کرتے ہوئے بادلِ ناخواستہ اُن کو رخصت کر رہے تھے اور یوسف علیہ السلام ان کے لئے دُعا فرماتے تھے کہ[1] اَللّٰھُمَّ عَطِّفْ عَلَیْھِمْ قُلُوْبَ الْاَخْیَارِ وَلَاتُعَمِّ عَلَیْھِمُ الْاَخْبَارَ ۔ اور جب نکلے ہیں تو دروازہ پر یہ لکھ آئے تھے کہ "ھذا بیت البلوی وقبر الاحیاء وشماتۃ الاعداء وتجربۃ الاصدقاء" (یعنی یہ امتحان کا مکان ہے اور زندوں کی قبر ہے اور دشمنی کی خوشی کی جگہ ہے، اور دوستوں کا تجربہ ہونے کا موقع ہے) وہی منظر آنکھوں کے سامنے پھر رہا تھا عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل کا سچا مصداق پانچ برس تک

---

[1] یا اللہ نیک بندوں کے دل ان پر مہربان رہیں اور دنیا کی خبریں ان سے پوشیدہ نہ رہیں (اسی دُعا کا اثر ہے کہ قید خانوں میں بلا تار اور اخبار کے تمام خبریں پہنچتی رہتی ہیں ۱۲

اصحابِ سجن کو دعوت الی الحق کرنے بعد زندان سے جدا ہوتا ہے۔

حضرت جیسے قابلِ رحم مقدس شخص کی آزادی اور پاکباز جماعت کی رہائی باعثِ مسرت تھی لیکن ایسے شخص کامل کی مفارقت اور اپنی محرومی آٹھ آٹھ آنسو رلاتی تھی۔ کئی روز پہلے سے لوگ وصایا اور نصائح حاصل کر کے اور استدعاء دعا معروض کر کے رخصت ہو رہے تھے۔ خاص تشریف لے جانے کے دن تمام اسیر مسلمانوں کا ایک جلسہ شیخ الاسلام خیر الدین آفندی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اور اس معزز افسر نے خطبۂ صدارت میں حضرت کے فضائل، آپ کی تکالیف اور بے قصور نظر بندی پر افسوس، رہائی کی دُعا اور اپنی مفارقت و محرومی پر اظہار حسرت کیا۔ بعض لوگوں نے عربی اشعار پڑھے۔ آخر میں سب نے حضرت سے دُعا کے لئے عرض کیا۔ حضرت نے ہاتھ اُٹھائے۔ ہر طرف سے آمین کی آواز بلند ہوئی۔ پندرہ منٹ تک بالحاح و زاری خلوص قلب سے دُعا ہوئی۔ بہت سے حاضرین پر رقت طاری تھی۔

اسکندریہ آمد

عین رخصت کے وقت قلعہ کے دروازے تک ہر صغیر و کبیر بچشم گریاں و دل بریاں مصافحہ اور دست بوسی کے لئے حاضر ہوا اور بکمال حسرت آخری دیدار کر کے حضرت کو رخصت کیا۔ قلعہ سے سمندر کی گودی تک سواری پر تشریف لائے اور محافظوں کی حفاظت میں سوار ہو گئے۔ ان حضرات کو یہ معلوم نہ تھا کہ کہاں جاتے ہیں اور کس لئے۔ کیونکہ کوئی اطلاع نہ تھی۔ البتہ غالب گمان آزادی تھا۔ حفاظت میں رفتہ رفتہ کمی اور تخفیف ہوتی جاتی تھی۔ جہاز اسکندریہ پہنچا جہاز سے اُتر کر اسکندریہ کے متصل قریۂ سیدی بشر میں بائیس روز مقیم رہے بائیس دن کے بعد وہاں سے براہ ریل سویز پہنچے۔ یہاں شہر سے باہر کسی قدر دُور رہے۔ اسکندریہ اور سویز کی یہ اقامت نہایت تکلیف دہ تھی راحت کا مکان نہ تھا بلکہ خیمے استادہ تھے۔ ٹھہرنے کا قصد نہ تھا کہ کسی سامانِ راحت کا کچھ فکر کریں

ریاض الصالحین مترجم
تالیف: امام محی الدین ابی زکریا یحیی بن شرف نووی
مترجم: مولانا شمس الدین صاحب
مکتبۃ العلم
۱۸- اردو بازار ۔ لاہور ۔ پاکستان
7231788-7225231

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

حضور نبی کریم، رؤف رحیم، خاتم المعصومین علیہ التحیۃ والتسلیم ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے کہ: "میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔" کیونکہ بنی اسرائیل کے علماء شریعت کی وضاحت و تشریح کا فریضہ سرانجام دیتے تھے اور یہی ذمہ داری امت مسلمہ کے علماء پر ڈالی گئی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی وفات سے لے کر آج تک ہر دور کے علماء نے شریعت مطہرہ کی وضاحت اور حفاظت کے لیے قابل قدر خدمات سر انجام دیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی عظیم المرتبت محدثین رحمہم اللہ میں سے ہیں، جنھوں نے حفاظت و اشاعت حدیث کے سلسلہ میں گراں قدر خدمات سر انجام دیں۔ کتاب "ریاض الصالحین" بھی آپ کا ہی بلند پایہ علمی شاہکار ہے جس سے لاتعداد انسانوں نے علم کا نور حاصل کیا۔ پھر اس کی بے شمار تشریحات و تراجم ہوئے۔ اردو زبان میں بھی اس علمی کتاب کے تراجم ہوئے اور علوم نبوت کے پیاسے اس سے سیراب ہوتے رہے۔ مگر جدت (Innovation) کے اِس دور میں وہ تراجم اب اپنی زبان کی ثقالت وقدامت کے باعث استفادہ کرنے والوں کے لیے مشکل کا باعث بن رہے تھے۔ ادھر "مکتبۃ العلم" کے قیام کے ساتھ ہی میری شدید خواہش تھی اور میں اس کے لیے شبانہ روز اللہ کے حضور دعا گو تھا کہ مجھے اس علمی ذخیرہ کو نئی نسل تک جدید انداز میں پہنچانے کی سعادت سے نوازے مگر اس کتاب کے جدید ترجمہ اور اس کی اشاعت کے لیے اسباب و وسائل بہت عرصہ تک سوچ و بچار کا سبب بنے رہے۔

اللہ رب العالمین نے اپنے بندہ ضعیف کی دلی خواہش کی تکمیل کے لیے غیب سے سامان کیا اور شہر چنیوٹ کے بزرگ عالم حضرت مولانا شمس الدین مدظلہ سے ایک محسن کے ذریعہ رسائی ہوئی۔ حضرت محترم نے کمال شفقت سے میری درخواست کو پذیرائی بخشی اور پھر شبانہ روز کی محنت شاقہ سے اس علمی ورثہ کو عربی سے اردو میں منتقل کیا اور بفضل الٰہی کتاب معنوی اعتبار سے ایک لاجواب شاہکار بن گئی۔

کتاب کے ترجمہ کے بعد جب نظر ثانی کا مرحلہ آیا تو اس کے لیے محترم جناب حافظ محبوب احمد خاں (ایم۔ اے عربی و اسلامیات) نے اس کتاب میں رنگ بھرا اور حتی المقدور کوشش کی کہ اس کتاب کے ترجمہ میں کوئی سقم نہ رہے مگر انسان (جو خطا و نسیان کا پتلا ہے) سے غلطی سرزد ہو جانا بعید نہیں۔ اس سلسلہ میں میں اپنے ذی وقار قارئین سے درخواست کروں گا کہ دوران مطالعہ اگر وہ کسی مقام پر غلطی محسوس کریں تو ادارہ کو مطلع فرمائیں تاکہ اس کی تصحیح کی جا سکے۔

اس موقع پر اللہ کے حضور سجدہ شکر ادا کرتے ہوئے ان تمام احباب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں، جنھوں نے اس علمی خزانے کو آپ تک منتقل کرنے میں میری کسی طرح بھی حوصلہ افزائی اور راہنمائی کی اور میں اس کتاب کے مطالعہ کرنے والے صاحب فہم و بصیرت قارئین سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنی دعاؤں میں میرے والدین (جو اس کارِ خیر میں میرے لیے راہنما بھی ہیں اور ہمت افزائی کا باعث بھی) کیلئے، میرے لیے، میرے اساتذہ اور رفقاء ادارہ کے لیے خاتمہ بالخیر اور نیکی میں استقامت کی دعا فرمائیں۔

والسلام! خالد مقبول

ترجمان السنة
عربی اردو
دورِ حاضر کی ضرورتوں کے مطابق اہم تشریحات
اور قدیم و جدید مباحث کے ہمراہ مستند کتابوں سے
احادیثِ نبویہ کا جامع انتخاب
تالیف
زبدۃ المحدثین حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی قدس سرہٗ
استاذ الحدیث دار العلوم دیوبند و رفیق ندوۃ المصنفین دہلی
۱۹۰ انار کلی لاہور
اِدارۂ اِسلامیات
۷۲۴۳۹۹۱ — ۷۳۲۴۴۱۲ — ۷۳۵۳۲۵۵
فیکس: ۷۳۲۳۷۸۵ — ۰۴۲ — ۰۹۲

خود تو مقید ہو۔ ظاہر ہے کہ انسان ہر گوشہ میں مقید ہے اپنی ذات میں بھی اور اپنی صفات میں بھی) مگر اس کا حکم ماننا مطلق واجب ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات گو خود تو مطلق ہے مگر اس کے بلا واسطہ احکام کا قبول کرنا مقید ہے۔ یعنی اس کو میزان شریعت پر تولنا ضروری ہے۔ پھر اس کی تفصیل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ رسول چونکہ خود معصوم ہوتا ہے اور اس کو اسی لیے بھیجا جاتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے احکام مخلوق کے سامنے بیان کرے اس لیے جب اس کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہے تو پھر اس کی حکمبرداری کا حکم مطلق کیوں نہ ہو۔ رسول کے علاوہ کسی کو اس لیے مقرر نہیں کیا جاتا کہ وہ احکام ربانی دوسروں تک پہنچائے۔ اس لیے "مبین" یعنی کھول کر بیان کرنے والا۔ ان کا منصب نہیں ہوتا اس لیے وہاں یہ احتمال موجود ہوتا ہے کہ اس میں کوئی غیبی آزمائش ہو۔ قدرت کو یہ امتحان منظور ہو کہ اعتماد رسول کی وحی پر ہے یا اپنے الہام پر۔ پھر اگر اپنے الہام پر اعتماد کر لیا گیا ہے تو کیوں؟ قدرت نے جب ان کو نبی نہیں بنایا تو ان پر شیطان دشمن کی طرف سے وحی کیوں نہیں آسکتی اور ان کے پاس اس کی ضمانت کیا ہو کہ جس کو انہوں نے الہام رحمٰن سمجھا ہے وہ درحقیقت الہام رحمٰن ہی ہے۔ یہ ضمانت صرف ایک رسول کے حق میں ہے ان کے علاوہ کے باشد ان کے علوم کے لیے میزان بھی علوم نبوت ہیں۔ الیواقیت والجواہر ص ۴۴ و ۲۵۔

نبی اور رسول کا فرق

حافظ ابن تیمیہؒ نبی اور رسول کا فرق لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو غیب کی خبریں دے کر نبی بنا دے تو وہ "نبی اللہ" بن جاتا ہے۔ اور جب تک کسی کا فرقوم کو خدائی پیغامات پہنچانے کا اس کو حکم نہ دے اس وقت تک وہ صرف "نبی اللہ" ہی رہتا ہے خواہ وہ کسی پہلی شریعت پر ہی عمل کرتا رہے ہاں جب اس کو کسی کافر قوم کو خدائی احکام پہنچانے کا حکم ہو جائے تو اب وہ "نبی اللہ" ہونے کے ساتھ "رسول اللہ" بھی بن جاتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان جو اس کے برگزیدہ بندے گزرے ہیں وہ سب انبیاء تھے۔ "رسول اللہ" ان میں کوئی نہ تھا۔ ان کا وظیفہ صرف یہ تھا کہ وحی ربانی پر خود عمل کریں اور مومنوں کی جو جماعتیں ان کے سامنے تھیں ان کو بھی عمل کرنے کا حکم دیں۔ جب حضرت نوح علیہ السلام کا دور آیا اور کفر ظاہر ہوا تو اب ان کی اصلاح کے لیے حضرت نوح علیہ السلام مبعوث فرمائے گئے اور وہ رسول باللہ کہلائے۔ اسی لیے ان کو حدیثوں میں سب سے پہلا رسول کہا گیا ہے۔

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا مقصد

اس بیان سے ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی تذکیر و نصیحت کا تعلق صرف مومنوں کے دائرہ تک محدود رہا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن پر احکامات آتے اور وہ ان کو مومنوں کو سُنا دیتے جیسا کہ انبیاء بنی اسرائیل تھے وہ خود تورات کی شریعت پر عامل تھے۔ اگرچہ خاص خاص معاملات میں اُن پر خدا تعالیٰ کی طرف سے خاص خاص وحی بھی آتی تھی۔ پھر وہ اس وحی کی روشنی میں بنی اسرائیل کے مقدمات کے فیصلے اسی طرح فرمایا کرتے تھے جیسا کہ آج علماء قرآن کی روشنی میں امت کے نزاعات کے فیصلے کرتے ہیں یہ ہی نکتہ تھا کہ آپ نے اپنے علماء امت کو بنی اسرائیل کے انبیاء سے تشبیہ دی ہو اور علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل فرمایا ہو اور بنی اسرائیل کے رسولوں سے تشبیہ دے کر یوں نہیں فرمایا علماء امتی کرسُل بنی اسرائیل۔

اس کے بعد حافظ موصوف لکھتے ہیں کہ رسول کے لیے جدید شریعت لانا قطعاً ضروری نہیں۔ دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام رسول اللہ تھے، باوجودیکہ وہ ملت ابراہیمی پر تھے۔ اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام بھی رسول اللہ تھے اور شریعت تورات پر عامل تھے۔ کتاب النبوات ص ۱۷۳، ۱۷۴۔

علماءِ ہند کا شاندار ماضی

جلد اوّل

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ، آپ کے معاصرین کرام اور خلفاء عظام کے حالات و کمالات اور اصلاحی کارنامے

از

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ

مکتبہ رشیدیہ عائشہ منزل اردو بازار کراچی

نور اللہ شوستری شیعوں کے نزدیک "شہیدِ ثالث" ہے۔ مگر سنیوں کو ان سے اسی درجہ نفرت تھی جتنی ایک متعصب شیعہ سے ہونی چاہیئے، جو کسی خاص پالیسی کے ماتحت قاضی القضاۃ بنا دیا گیا ہو۔

شیرازہ بندیٔ کلام

اکبر و جہانگیر کے حالات کافی تفصیل سے بیان کئے گئے تاکہ حضرت مجدد صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے مندرجہ ارشاد کی تاریخی تصدیق ناظرینِ کرام ملاحظہ فرماسکیں۔

"فرزندا! یہ وہ وقت ہے کہ پہلی اُمتوں میں اس جیسے پُر ظلمت وقت میں کوئی اولوالعزم نبی مبعوث ہوتا تھا، اور نئی شریعت کی بنیاد رکھتا تھا۔ مگر یہ اُمت خیر الامم ہے اور اس کے نبی خاتم الرسل ہیں علیہ وعلی آلہٖ و اصحابہ الصلوٰۃ والسلام۔ اس اُمت کے علماء کو انبیاء بنی اسرائیل کا مرتبہ دیا گیا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے بجائے ان علماء کے وجود کو ہی کافی سمجھا گیا ہے۔ لہٰذا ہر سو سال کے ختم پر اس اُمت کے علماء میں سے ایک مجدد مقرر کیا جاتا ہے جو شریعتِ مصطفویہ کا احیاء کرتا ہے۔ بالخصوص ایک ہزار کے بعد جو امم سابقہ میں کسی عظیم الشان رسول کی بعثت کا زمانہ ہوتا تھا، اور صرف نبی کے درجہ پر بھی اکتفا نہیں کیا جاتا تھا۔ اُمتِ محمدیہ میں ایک ایسے جلیل الشان عالم کی ضرورت ہے جو اولوالعزم نبی کے قائم مقام ہو سکے۔

فیضِ رُوح القدس ار باز مدد فرماید
دیگران ہم کنند آنچہ مسیحا مے کرد[1]

---

[1] مکتوبات بحوالہ حالات نقشبند ص۱۹۸

جہانگیر بادشاہ اور جذباتِ مجدّدی

یہی جہانگیر بادشاہ جس کے مذہبی ماحول کی یہ تفصیل تھی

حضرت مجدد صاحب قدس اللہ سرہ العزیز پر فردِ جُرم لگاتا ہے[1]

"شیخ احمد نامی مکار نے جو سرہند میں مکر و فریب کا جال بچھا کر بہت سے ظاہر پرستانِ بے معنی کو اپنا شکار کر چکا ہے، اور ہر شہر اور دیار میں اپنے مریدوں میں سے ایک ایک کو (جو دکان آرائی، معرفت فروشی اور مردم فریبی کے آئین میں دوسروں کی بہ نسبت بہت پختہ ہوتے ہیں) خلیفہ بنا کر بھیج دیا ہے، اور اپنے مریدوں اور معتقدوں کے نام بہت سی چکنی چوپڑی نمائشی باتیں لکھ لکھ کر ایک کتاب جمع کی ہے، جس کا نام مکتوبات رکھا ہے۔"

مکتوبات شریف میں اگرچہ تاریخیں درج نہیں ہیں، مگر بظاہر جلد اوّل اور دوم اس واقعہ سے پہلے مرتب ہو چکی ہیں، اور جہانگیر کی مراد یہی جلدیں ہیں۔ کیونکہ تیسری جلد میں حضرت کے وہ مکاتیب ہیں، جو جیل خانے سے ارسال فرماتے تھے۔ لامحالہ اس کی ترتیب جہانگیر کے اس فیصلہ کے بعد ہوئی ہے۔

ہم انہیں جلدوں کے مکاتیب میں سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ ان سے

---

[1] شیخ احمد نام شیادے در سرہند دام زرق و سالوس فرچیدہ بسیارے از ظاہر پرستان بے معنی را صید خود کردہ و بہر شہرے و دیارے یکے از مریدان خود را کہ آئین دکان آرائی و معرفت فروشی و مردم فریبی را از دیگران پختہ تر دانند خلیفہ نام نہادہ فرستادہ و مزخرفاتے کہ بمریدان و معتقداں خود نوشتہ کتابے فراہم آوردہ مکتوبات نام کردہ (توزک ص۲۷۴ و ص۲۷۵)

مسلمان متحد ہو جائیں تو مسائل خود حل ہو جائینگے' امام کعبہ

مسلمان اسلئے اچھے شہری ہیں کہ وہ دین پر عمل کرتے ہیں، شیخ عبدالرحمن السدیس

(این این آئی) خانہ کعبہ کے امام شیخ عبد ...یس نے کہا ہے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام ...مسلمانوں اور پوری دنیا کیلئے رحمت بن کر آئے ...کہ مسلمان' غیر مسلموں کے ساتھ مل جل کر رہتے ہیں، دارالعلوم دیوبند سے سعودی عرب کا دیرینہ خوشگوار تعلق ہے، مسلمان آپس میں اتحاد و اتفاق برقرار رکھیں تو بہت سے مسائل خود حل ہو جائیں گے۔ اجتماع

صفحہ 15 بقیہ نمبر 23

بقیہ	امام کعبہ	23

سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے بھارتی مسلمانوں کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ بھارت کے مسلمان اس لئے اچھے شہری ہیں کہ وہ اپنے دین پر عمل کرتے ہیں اور ہر اچھا شہری دین پر چلنے والا ہوتا ہے۔ انہوں نے لاکھوں افراد سے خطاب کرتے ہوئے تمام انسانوں سے امن و فرقہ وارانہ ہم آہنگی برقرار رکھنے کی اپیل کرتے ہوئے کہا کہ یہ دونوں خصوصیات اسلام کی حقیقی روح ہیں امام کعبہ نے بھارت اور سعودی عرب کے تعلقات کو دیرینہ اور خوشگوار بتاتے ہوئے کہا کہ عرب کے بزرگوں' رہنماؤں' علماء اور دانشوروں کا دارالعلوم دیوبند سے قدیم تعلق ہے اور وہ یہاں آتے جاتے رہے ہیں۔ ان کے دورہ سے دونوں ملکوں کے تعلقات مزید مستحکم ہونگے شیخ عبدالرحمان نے کہا کہ دارالعلوم دیوبند میں ان کے پرتپاک استقبال کو یاد رکھیں گے۔ مسلمان آپس میں اتحاد کو برقرار رکھیں اسی میں کامیابی ہے۔ انہوں نے حضور پاک کی ایک حدیث کا ذکر کیا جس میں کہا گیا ہے کہ وطن سے محبت نصف ایمان ہے اور جس زمین پر رہیں وہاں اس کیلئے پوری وفاداری کے ساتھ رہیں اور اسی تعلیم پر بھارتی مسلمان قائم ہیں۔

لازم نہیں کہ نبی جہاں فوت ہو وہیں دفن ہوتا ہے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ وہ جہاں فوت ہوئے وہیں دفن نہیں کئے گئے حالانکہ ایک روایت کے مطابق نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے۔ لیکن جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ مکہ اور مدینہ کے درمیان فوت ہوں گے اور پھر وہاں سے مدینہ لے جائے جائیں گے اور قبرِ رسول ﷺ میں دفن کئے جائیں گے، وہاں اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنی کتاب ''نشر الطیب'' میں لکھا ہے کہ لازم نہیں کہ نبی جہاں فوت ہو وہیں دفن ہو۔

مرقاة المفاتيح

للعلامة الشيخ علي بن سلطان محمد القاري المتوفى سنة ١٠١٤ هـ

شرح مشكاة المصابيح

للإمام العلامة محمد بن عبد الله الخطيب التبريزي المتوفى سنة ٧٤١ هـ

تحقيق
الشيخ جمال عيتاني

تنبيه:
وضعنا متن المشكاة في أعلى الصفحات، ووضعنا أسفل منها نص «مرقاة المفاتيح» وألحقنا في آخر المجلد الحادي عشر كتاب «الإكمال في أسماء الرجال» وهو تراجم رجال المشكاة للعلامة التبريزي

الجزء العاشر

يحتوي على الكتب التالية
الفتن - أحوال القيامة وبدء الخلق - المفضائل والشمائل

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

وقد بقي في البيت موضع قبره. رواه الترمذيُّ.

الفصل الثالث

٥٧٧٣ ـ (٣٥) عن ابن عبَّاس، قال: إنَّ الله تعالى فَضَّل محمَّداً ﷺ على الأنبياء وعلى أهل السَّماء. فقالوا: يا أبا عبَّاس! بم فَضَّله الله على أهل السَّماء؟ قال: إنَّ الله تعالى قال لأهل السَّماءِ ﴿ومن يقل منهم إني إله من دونه فذلك نجزيه جهنم كذلك نجزي الظالمين﴾ وقال الله تعالى لمحمَّد ﷺ: ﴿إنا فتحنا لك فتحاً مبيناً ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر﴾

فضائل سيد المرسلين. (وقد بقي في البيت) أي في حجرة عائشة (موضع قبر) فقيل بينه ﷺ وبين الصديقين وهو الأقرب إلى الأدب. وقيل بعد عمر وهو الأظهر، فقد قال الشيخ الجزري: وكذا أخبرنا غير واحد ممن دخل الحجرة ورأى القبور الثلاثة على هذه الصفة، النبي ﷺ مقدم وأبو بكر متأخر عنه رأسه تجاه ظهر النبي ﷺ، ورأس عمر كذلك من أبي بكر تجاه رجلي النبي ﷺ. وبقي موضع قبر واحد إلى جنب عمر. وقد جاء أن عيسى عليه السلام بعد لبثه في الأرض، يحج ويعود فيموت بين مكة والمدينة. فيحمل إلى المدينة فيدفن في الحجرة الشريفة إلى جنب عمر فيبقى هذان الصحابيان الكريمان مصحوبين. بين هذين النبيين العظيمين عليهما الصلاة والسلام ورضي الله عنهما إلى يوم القيام. (رواه الترمذي).

(الفصل الثالث)

٥٧٧٣ ـ (عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: إن الله تعالى فضل محمداً ﷺ على الأنبياء وعلى أهل السماء فقالوا: يا أبا عباس) هو كنية ابن عباس (بم فضله) أي الله (على أهل السماء) كأنهم قدموا الأهم فالأهم، أو هو على منوال ﴿يوم تبيض وجوه﴾ [آل عمران ـ ١٠٦] الآية. (قال: إن الله تعالى قال لأهل السماء: ﴿ومن يقل منهم إني إله من دونه فذلك نجزيه جهنم كذلك نجزي الظالمين﴾[1]. وقال الله تعالى لمحمد ﷺ: ﴿إنا فتحنا لك فتحاً مبيناً ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر﴾[2]). [قال الطيبي]: يفهم التفضيل من صولة الخطاب وغلظته في مخاطبة أهل السماء وفرض ما لا يتأتى منهم وجعله كالواقع، وترتب الوعيد الشديد عليه إظهاراً لكبريائه وجلاله، وأنهم بعداء من أن ينسبوا إلى ما يشاركونه. كقوله: ﴿وجعلوا بينه وبين الجنة نسباً﴾ [الصافات ـ ١٥٨]. تحقيراً لهم وتصغيراً لشأنهم، ومن ملاطفته في الخطاب معه ﷺ، وأن ما صدر ويصدر منه مغفور. وجعل فتح مكة علة للمغفرة

الحديث رقم ٥٧٧٣: أخرجه الدارمي ٣٨/١ حديث رقم ٤٦.

(١) سورة الأنبياء. آية رقم ٢٩. (٢) سورة الفتح. الآيتان رقم ١ و٢.

قولہ تعالیٰ ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی
نشر الطیب
فی
ذکر النبی الحبیب
تاج کمپنی لمیٹڈ پوسٹ بکس ۲۵۲ لاہور ۵۳۰ کراچی

کپڑے سوت کے تھے (اور حنفیہ نے قمیص کو اس لئے مسنون کہا ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک میت کو قمیص دیا روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے) اور حضرت عائشہؓ کی حدیث سے جس میں نفی قمیص کی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس قمیص میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا وہ نکال لیا گیا تھا نووی نے اسی کو صواب کہا اور عقلی وجہ سے بھی اس کو ترجیح دی ہے کہ اگر وہ رہتا تو تمام اوپر کا کفن تر ہو کر خراب ہو جاتا اور ابوداؤد کی روایت کو جس میں دو کپڑے اور وہ قمیص جس میں آپ کی وفات ہوئی مروی ہیں یزید بن زیاد کی وجہ سے ضعیف کہا ہے اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آپ کا جنازہ تیار کر کے گھر میں گیا تو اول مردوں نے گروہ گروہ ہو کر نماز پڑھی پھر عورتیں آئیں پھر بچے آئے اور اس نماز میں کوئی امام نہیں ہوا پھر دفن میں کلام ہوا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کی روح اسی جگہ قبض کرتے ہیں جہاں وہ انبیاء دفن ہونا پسند کرتے ہیں آپ کو اس جگہ دفن کرو جہاں آپ کا بستر تھا روایت کیا اس کو ترمذی نے (اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر نبی کا مدفن ان کا محلِ وفات ہی ہو بلکہ صرف محلِ وفات میں دفن کا محبوب ہونا ثابت ہوتا ہے اور لوگ اپنے ارادہ سے یا کسی عارض کی وجہ سے دوسری جگہ دفن کر دیں تو اور بات ہے) اور حضرت ابوطلحہؓ نے آپ کی لحد کھودی اور قبر شریف میں چار حضرات نے اتارا حضرت علیؓ حضرت عباسؓ اور دو صاحبزادے حضرت عباسؓ کے قثمؔ اور فضلؔ اور آپ کی لحد پر نو اینٹیں کچی کھڑی کی گئیں اور شقران نے کہ آپ کے آزاد کئے ہوئے غلام

نبی اکرم ﷺ کے والد کی وفات آپ ؐ کی پیدائش سے پہلے یا بعد میں

عام طور پر یہ یقین کیا جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے والد آپ ؐ کی پیدائش سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے۔لیکن سیرت کی تقریباً تمام کتابوں میں یہ تحریر ہے کہ بعض ایسی روایات بھی ملتی ہیں جن کے مطابق نبی اکرم ﷺ کے والد آپ ؐ کی پیدائش کے بعد فوت ہوئے تھےاوراس سلسلہ میں دو ماہ سے لے کر دو سال تک کی مدت بیان کی جاتی ہے۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کے والد آپ ؐ کی پیدائش کے تھوڑے عرصہ بعد فوت ہوئے۔اس پر علماء نے نہ صرف اس کی پرزور تردید کی بلکہ چیلنج تک دے ڈالے حالانکہ یہ تاریخ کی بات ہے کوئی عقیدہ کا مسئلہ نہیں ہے۔اس کا آسان حل تو یہ تھا کہ سیرت کی کتابوں کی طرف رجوع کرتے اور بالکل ابتداء ہی میں جہاں یہ موضوع بیان کیا گیا ہے وہاں دیکھ لیتے۔علماء تبھی علماء کہلا سکتے ہیں جب وہ ایسی معلومات سے واقف ہوں جو سیرت کی کتابوں میں عام طور پر پڑھی جا سکتی ہیں اوران کے لئے گہری تحقیق کی ضرورت نہ ہو۔لیکن جب ایسی بدیہی معلومات کا محض احمدیت دشمنی میں انکار کر دیا جائے اورعوام الناس کی دینی معلومات سے لاعلمی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے چیلنج دے دیا جائے کہ ایسا کہیں نہیں لکھا تو اس پر ''ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیئے'' کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

اور حق پوشی میں حد سے گذر گئے ہیں ۔ ہائے افسوس ان کو کیا ہو گیا کہ وہ عمداً صحیح واقعات سے منہ پھیر لیتے ہیں ۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے ملک میں ایک بادشاہ کی حیثیت سے ظہور فرما نہیں ہوئے تھے تا یہ گمان کیا جاتا کہ چونکہ وہ بادشاہی جبروت اور شوکت اپنے ساتھ رکھتے تھے اس لئے لوگ جان بچانے کے لئے ان کے جھنڈے کے نیچے آ گئے تھے ۔

پس یہ سوال تو یہ ہے کہ جبکہ آپ کے لئے اپنی غریبی اور مسکینی اور تنہائی کی حالت میں خدا کی توحید اور اپنی نبوت کے بارے میں منادی شروع کی تھی تو اس وقت کس تلوار کے خوف سے لوگ آپ پر ایمان لے آئے تھے ۔ اور اگر ایمان نہیں لائے تھے تو پھر جبر کرنے کے لئے کس بادشاہ سے کوئی لشکر مانگا گیا تھا اور مدد طلب کی گئی تھی ۔ اے حق کے طالبو!! تم یقیناً سمجھو کہ یہ سب باتیں ان لوگوں کی افترا ہیں جو اسلام کے سخت دشمن ہیں ۔ تاریخ کو دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہی ایک یتیم لڑکا تھا جس کا باپ پیدائش سے چند دن بعد ہی فوت ہو گیا ۔ اور ماں صرف چند ماہ کا بچہ چھوڑ کر مر گئی تھی تب وہ بچہ جس کے ساتھ خدا کا ہاتھ تھا بغیر کسی کے سہارے کے خدا کی پناہ میں پرورش پاتا رہا ۔ اور اس مصیبت اور یتیمی کے ایام میں بعض لوگوں کی بکریاں بھی چرائیں اور بجز خدا کے کوئی متکفّل نہ تھا ۔ اور پچیس برس تک پہنچ کر بھی کسی چچا نے بھی آپ کو اپنی لڑکی نہ دی ۔ کیونکہ جیسا کہ بظاہر نظر آتا تھا آپ اس لائق نہ تھے کہ خانہ داری کے اخراجات کے متحمل ہو سکیں ۔ اور نیز محض اُمّی تھے اور کوئی حرفہ اور پیشہ نہیں جانتے تھے ۔ پھر جب آپ چالیس برس کے سن تک پہنچے تو یک دفعہ آپ کا دل خدا کی طرف کھینچا گیا ۔ ایک غار مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے ۔ جس کا نام حرا ہے ۔ آپ اکیلے وہاں جاتے اور غار کے اندر چھپ جاتے اور اپنے خدا کو یاد کرتے ۔ ایک دن اُسی غار میں آپ

﴿۳۹﴾

قال اللہ تعالیٰ: يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ (القرآن)

الرحيق المختوم

رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے زیر اہتمام منعقدہ
سیرت نگاری کے عالمی مقابلہ میں اوّل آنے والی عربی کتاب کا

اردو ترجمہ

ترجمہ و تصنیف

مولانا صفی الرحمن مبارکپوری

المكتبة السلفية
شیش محل روڈ، لاہور، پاکستان

بعض اہلِ سیر کہتے ہیں کہ وہ تجارت کے لیے مُلک شام تشریف لے گئے تھے۔ قریش کے ایک قافلے کے ہمراہ واپس آتے ہوئے بیمار ہو کر مدینہ اترے۔ اور وہیں انتقال کر گئے۔ تدفین نابغہ جعدی کے مکان میں ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر پچیس برس کی تھی۔ اکثر مؤرخین کے بقول ابھی رسُول اللہ ﷺ پیدا نہیں ہوئے تھے۔ البتہ بعض اہل سیر کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی پیدائش ان کی وفات سے دو ماہ پہلے ہو چکی تھی[۱۲]۔ جب ان کی وفات کی خبر مکہ پہنچی تو حضرت آمنہ نے نہایت درد انگیز مرثیہ کہا جو یہ ہے:

عفا جانب البطحاء من ابن هاشم	وجاور لحدا خارجا فی الغماغم
دعته المنایا دعوة فاجابها	وما ترکت فی الناس مثل ابن هاشم
عشیة راحوا یحملون سریره	تعاوره اصحابه فی التزاحم
فان تك غالته المنایا وریبها	فقد کان معطاء کثیر التراحم[۱۳]

"بطحا کی آغوش ہاشم کے صاحبزادے سے خالی ہوگئی۔ وہ بانگ وخروش کے درمیان ایک لحد میں آسودۂ خواب ہوگیا۔ اسے موت نے ایک پکار لگائی اور اس نے لبیک کہہ دیا۔ اب موت نے لوگوں میں ابنِ ہاشم جیسا کوئی انسان نہیں چھوڑا (کتنی حسرت ناک تھی) وہ شام جب لوگ انہیں تخت پر اٹھائے لے جارہے تھے۔ اگر موت اور موت کے حوادث نے ان کا وجود ختم کر دیا ہے (تو ان کے کردار کے نقوش نہیں مٹائے جاسکتے) وہ بڑے دانا اور رحم دِل تھے۔"

عبداللہ کا کُل ترکہ یہ تھا: پانچ اونٹ، بکریوں کا ایک ریوڑ، ایک حبشی لونڈی جن کا نام برکت تھا اور کنیّت اُمِّ ایمن۔ یہی اُمِّ ایمن ہیں جنہوں نے رسُول اللہ ﷺ کو گود کھلایا تھا[۱۴]۔

---

[۱۲] ابن ہشام ۱/۱۵۶، ۱۵۸، فقہ السیرہ از محمد غزالی ص۴۵، رحمتہ للعالمین ۲/۹۱

[۱۳] طبقات ابن سعد ۱/۶۲

[۱۴] مختصر السیرۃ از شیخ عبداللہ صفحہ ۱۲ تلقیح الفہوم صفحہ ۱۴۔ صحیح مسلم ۲/۹۶

سیرتِ خاتم الانبیاء
مسمّٰی بہ
اَوجزُ السّیَر لِخیرِ البشَر
یعنی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر مگر نہایت جامع و مستند سوانح عمری
حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ
سابق مفتیِ اعظم دار العلوم دیوبند
دَارُالکِتَاب دِیُوبَند

کا فخر، کشتی نوح علیہ السلام کی حفاظت کا راز، ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں کا مصداق یعنی ہمارے آقائے نامدار محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونق افروز عالم ہوتے ہیں ۔ ادھر دنیا کے بت کدہ میں آفتاب نبوت کا ظہور ہوتا ہے ادھر ملک فارس کے کسریٰ کے محل میں زلزلہ آتا ہے جس سے اس کے چودہ کنگرے گر جاتے ہیں ۔ بحیر ساوہ (ملک فارس کا ایک دریا) دفعتہً خشک ہو جاتا ہے فارس کے آتش کدہ کی وہ آگ جو ایک ہزار سال سے کبھی نہ بجھی تھی خود بخود سرد ہو جاتی ہے (سیرت مغلطائی صفحہ ۵)

اور یہ درحقیقت آتش پرستی اور ہر گمراہی کے خاتمہ کا اعلان اور فارس اور روم کی سلطنتوں کے زوال کی طرف اشارہ ہے صحیح احادیث میں ہے کہ ولادت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے بطن سے ایک ایسا نور ظاہر ہوا کہ جس سے مشرق و مغرب روشن ہو گئے اور بعض روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر جلوہ افروز ہوئے تو دونوں ہاتھوں پر سہارے دیئے ہوئے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاک کی مٹھی بھری اور آسمان کی طرف دیکھا ۔ (مواھب لدینہ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد کی وفات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی تک پیدا نہیں ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد عبداللہ کو ان کے والد عبدالمطلب نے حکم کیا کہ مدینہ طیبہ سے کھجوریں لائیں ۔ عبداللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بصورت حمل چھوڑ کر چلے گئے ۔ اتفاقاً وہیں ان کی وفات[1] ہو گئی اور والد کا سایہ پیدائش سے پہلے ہی سر سے اٹھ گیا ۔ (سیرت مغلطائی صفحہ ۷)

اثیر میں اختیار کیا گیا ہے اور محمود پاشا فلکی مصری نے جونویں تاریخ کو بزریعہ حسابات اختیار کیا ہے یہ جمہور کے خلاف بے سند قول ہے اور حسابات پر بوجہ اختلافات مطالع ایسا اعتماد نہیں ہوسکتا کہ جمہور کی مخالفت اس کی بنا پر کی جائے (کذافی المواھب) ۔

[1] ایک روایت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد کا انتقال آپ کی ولادت کے بعد ہوا یہ جب کہ آپ کی عمر سات مہینے تھی ۔ لیکن زادالمعاد میں ابن قیم نے اس قول کو مرجوح قرار دیا ہے ۱۲ ۔ زادالمعاد صحفہ ۲ جلد ۱ ۔

پیغمبروں کی تعداد

کچھ لوگ، جو احمدیہ مسلم جماعت کے بنیادی دلائل کا رد نہیں کر سکتے، یہ اعتراض کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی مکمل تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لاتے ہیں تو اس سے انبیاء علیہم السلام کی تعداد میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ وہ پہلے سے اس تعداد میں شامل ہیں۔ لیکن اگر مرزا صاحبؑ کو نبی مان لیا جائے تو یہ تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ایک بن جاتی ہے جو احادیث میں بیان کردہ تعداد سے زائد اور غلط ہے۔ اس سے ایک لطیفہ یاد آیا کہ ایک بچے سے استاد نے پوچھا کہ پاکستان کی آبادی کتنی ہے تو اس نے کہا اٹھارہ کروڑ ایک۔ اس پر استاد نے حیران ہو کر پوچھا کہ کتابوں میں تو اٹھارہ کروڑ لکھا ہے تم نے اٹھارہ کروڑ ایک کس حساب سے کہہ دیا۔ بچے نے معصومیت سے کہا کہ جناب رات ہمارے ہاں ایک بھائی پیدا ہوا ہے اس لئے اسے شامل کر کے میں نے اٹھارہ کروڑ ایک کہا ہے۔ بہر حال! اصل مسئلہ یہ ہے کہ اہلسنّت کے تمام فرقوں کے نزدیک یہ روایت ہی غلط ہے۔

جدید نظرثانی و تصحیح شدہ ایڈیشن

ادیانِ باطلہ اور صراطِ مستقیم

پسند فرمودہ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

شیخ الحدیث حضرت اقدس

مفتی محمد نعیم صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

مدیر الجامعۃ البنوریۃ العالمیۃ

بیت الاشاعت کراچی

اپنے اختیار سے کرتے ہیں۔ مگر بندوں کو کسی کام کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں ہے، گناہ کے کام سے اللہ تعالیٰ ناراض اور ثواب کے کام سے خوش ہوتے ہیں۔

تکلیف مالایطاق: اللہ تعالیٰ نے بندوں کو کسی ایسے کام کے کرنے کا حکم نہیں کیا جو بندوں سے نہ ہو سکے۔

عدم وجوب اصلح: کوئی چیز خدا کے ذمہ ضروری نہیں وہ جو کچھ مہربانی کرے اس کا فضل ہے۔

ایمان بالرسالت

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو سمجھانے اور سیدھی راہ بتانے کو بہت سے پیغمبر بھیجے، ان پیغمبروں کو خدا نے اپنے ارادہ اور پسند سے برگزیدہ کیا۔ وہ سب گناہوں سے پاک ہیں ان آنے والے پیغمبروں کی پوری گنتی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

معجزات

معجزات: ان کی سچائی بتانے کو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں سے ایسی مشکل باتیں کرائیں، جو اور لوگ نہیں کر سکتے، ایسی باتوں کو معجزہ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے ذریعہ اپنی ہدایتوں، تعلیموں اور حکموں پر مطلع فرمایا اور ان پیغمبروں نے ان کو سن کر اپنے زمانہ کے لوگوں تک پہنچایا، اس کو وحی کہتے ہیں۔

ان پیغمبروں میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام تھے اور سب سے آخر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور باقی درمیان میں، محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی دوسرا شخص نبوت پر سرفراز ہو کر نہیں آئے گا، اور جو ایسا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے نبوت و رسالت کا منصب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات پر ختم ہو گیا، قیامت تک جتنے آدمی اور جن ہوں گے سب کے آپ ہی پیغمبر ہیں۔ ہاں پیغمبروں میں سے بعضوں کا مرتبہ بعضوں سے بڑا ہے سب میں زیادہ مرتبہ ہمارے پیغمبر محمد ﷺ کا ہے۔

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ (الاحزاب آیت ۴۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری سے دین کا کامل کرنا اور مکارم اخلاق کا پورا کرنا مقصود تھا۔ جب یہ مقصد پورا ہو گیا اور اخلاق مکمل ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پیغمبر علیہ السلام کی ضرورت نہ رہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء علیہم الرضوان اور امت کے علماء ہی اسلام کے محافظ اور مددگار بن گئے اور قیامت تک اس کی اشاعت و نگہبانی کے لئے کافی ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی تعداد

بہتر یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی تعداد مقرر نہ کی جائے۔ بعض حدیثوں میں اگرچہ تمام انبیاء علیہم السلام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بیان ہوئی ہے۔ مگر قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَ رُسُلاً قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَیْكَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلاً لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَیْكَ۔

(النساء آیت ۱۶۴)

ان میں سے بعض انبیاء علیہم السلام کا حال تو بیان کر دیا ہے اور بعض کا بیان نہیں کیا گیا۔ ممکن ہے کہ اس خبر کے بعد فرما دیا گیا ہو چونکہ قرآن کریم میں تعداد بیان نہیں کی گئی۔ لہذا اس کے مجمل اور پوشیدہ رکھنے میں احتیاط ہے۔

ذوالقرنین کی نبوت

بعض علماء نے ذوالقرنین کو پیغمبر تسلیم کیا ہے۔ مگر اکثر کی رائے ہے کہ وہ ایک مسلمان انصاف پسند بادشاہ تھا۔ ہمارے نزدیک بھی یہی بات درست ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی خیال ہے۔

بعض علمائے کرام نے اسے فرشتہ لکھا ہے۔ مگر یہ بات بعید از قیاس ہے۔ علمائے تاریخ نے نام میں بھی اختلاف کیا ہے۔ مشہور یہ ہے کہ اس کا نام اسکندر تھا۔ بعض مورخین نے عبداللہ، مرزبان مرزبی اور ہرمن لکھا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے نام کتابوں میں آتے ہیں۔

فتاویٰ ثنائیہ

جس میں،

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے
۴۴ سالہ فتاویٰ کو فقہی ترتیب کے ساتھ اس طرح مرتب کر دیا گیا ہے
کہ عبادات و معاملات کا کوئی مسئلہ باقی نہیں رہا۔

محشی بحواشی شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی رحمہ اللہ

جلد اوّل

مرتبہ

حضرت مولانا محمد داؤد صاحب راز

ناشر

ادارہ ترجمان السنۃ، ۷، ایبک روڈ، لاہور

حق میں دعائے بخشش مانگیں چاہے وہ قریبی ہوں پس جس ماں باپ کی بابت علم ہو کہ وہ مشرک تھے۔ ان کے حق میں تو یہی حکم ہے۔ اگر زیادہ شفقت غالب آئے تو یوں دعا کریں "خداوندا۔ میرے ماں باپ تیرے علم میں بخشش کے اہل ہیں تو ان کو بخش دے"۔

۲۲ ذی قعدہ ۱۳۳۶ھ

ایک پادری کے چند سوال؟

مجھ احقر سے اور ایک پادری مشن سے حضرت محمد رسول اللہ کے بارے میں گفتگو ہوئی تو اس نے مجھ سے یہ سوال کئے جو بغرض جواب ارسال ہیں۔

مرسلہ امین الدین خریدار اہلحدیث ۵۱۹۵ سکندرہ راؤ

سوال ۱: حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ تک ایک ہی خاندان ہے اور اسی میں انبیاء گذرے ہیں ہم ان سب کو مانتے ہیں۔ چونکہ حضرت محمد صاحب اس خاندان سے نہیں ہیں اس لئے ہم ان کو نبی نہیں مانتے۔

جواب ۱: اس کا کچھ ثبوت ہے کہ سارے انبیاء ایک ہی خاندان سے گذرے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ۔ ہر ایک قوم میں کوئی نہ کوئی رسول گذرا ہے۔ پھر ہم یہ کیونکر مان لیں کہ ایک ہی خاندان میں سب گذرے ہیں بفرض محال ثابت ہو جائے کہ ایک ہی خاندان کے گذرے ہیں تو اس سے یہ کیونکر ثابت ہوگا کہ دوسرے خاندان کے نبیوں کو ماننا ضروری نہیں۔ اس ممانعت کے لئے کوئی حکم ہے؟ ہو تو دکھایئے ورنہ غلط دعویٰ کرنے سے شرمایئے۔

سوال ۲: یہ جو امت محمدیہ کا یہ قول ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر ہوئے ہیں یہ بات بالکل غلط ہے اور اگر غلط نہیں ہے تو آپ ہم کو کل پیغمبروں کے نام بنام فہرست دیجئے۔

جواب ۲: ہم بھی اس روایت کو صحیح نہیں مانتے۔ بلکہ ہمارا اعتقاد ہے کہ ہم نبیوں اور رسولوں کی تعداد صحیح نہیں جانتے قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ۔ یعنی بعض رسول ہم نے تمہیں بتائے ہیں اور بعض نہیں بتائے۔

سوال ۳: جس خاندان میں حضرت محمد صاحب پیدا ہوئے ہیں ان سے قبل اس خاندان میں کوئی اور نبی پیدا ہوا تھا؟

جواب ۳: اس خاندان کے جد امجد حضرت اسمٰعیل نبی تھے۔ قرآن مجید میں مذکور ہے وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ ... نَبِيًّا۔ یعنی اسمٰعیل بڑا راستباز نبی تھا۔ بائبل سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسمٰعیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا موعود فرزند تھا۔ (پیدائش باب)

سوال ۴: یہ ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ حضرت محمد صاحب زمین عرب میں پیدا ہوئے حالانکہ جتنے انبیاء گذرے ہیں کل زمین کنعان میں پیدا ہوئے۔

جواب ۴: ہمارا اعتقاد تو یہ ہے کہ انبیاء ساری دنیا میں پیدا ہوئے۔ یہاں تک کہ ہندوستان میں بھی پیدا ہوئے۔ لہٰذا ہم پر یہ سوال وارد نہیں ہو سکتا۔

سوال ۵: اس بات کا ہم کو کافی طور پر پکی اور مستند روایات کا پتہ بتلایئے کہ قیام دنیا کب سے ہے؟

جواب ۵: دنیا کی ابتدا اور ابتدا سے آج تک کتنی مدت ہوئی ہے اس کا علم ہم کو نہیں۔ قرآن و حدیث میں اس کا ذکر صاف لفظوں میں نہیں ملتا جو کوئی کہتا ہے اس کا خیالی اعتقاد ہے دگرہیچ۔ آپ کے پاس کوئی ثبوت ہو تو پیش کیجیے (۲۴ شعبان ۱۳۴۹ھ)

حالاتِ بائبل[1] بقلم حضرت مولانا محمد ابو القاسم صاحب سیف بنارسی

بائبل: انبیائے بنی اسرائیل پر جس قدر کتب سماویہ نازل ہوئیں ان کو علمائے مسیحی نے لقب بائبل (بمعنی کتاب) دے کر دو حصوں میں تقسیم کیا ہے (۱) عہد عتیق یعنی حضرت مسیح کے قبل جتنی کتابیں انبیائے بنی اسرائیل پر اتریں۔ (۲) عہد جدید یعنی اناجیل اربعہ کے ساتھ حواریوں کے اعمال خطوط اور مکاشفات پہلے عہد عتیق کا حال ملاحظہ ہو۔

عہد عتیق: مروج عہد عتیق میں ۳۹ کتابیں ہیں لیکن علمائے یہود نے ان کو ۲۴ کتابوں میں شمار کر کے تین حصوں میں منقسم کیا ہے۔ (۱) توراۃ جس کو قانون بھی کہتے ہیں اس میں پانچ کتابیں ہیں تکوین۔ خروج۔ احبار۔ اعداد۔ استثناء (۲) نبیم ان میں یوشع۔ قضاۃ۔ سموئیل اول و دوم۔ ملوک اول و دوم۔ یشعیاہ۔ یرمیا۔ حزقیل اور بارہ چھوٹے بڑے پیغمبر

[1] کتب عیسائیت کی معلومات کے پیش نظر یہ مضمون یہاں درج کیا گیا ہے۔ محمد داؤد راز

احمدی غیر احمدی مسلمانوں کے بھائی ہیں یا نہیں

قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ دیو بندی علماء کی تحریروں میں یہ قول پایا جاتا ہے کہ تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ دیو بندی علماء نے یہ قول سنی بریلوی علماء کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے پیش کیا ہے جس کے مطابق دیو بندی وہابی علماء نبی اکرم ﷺ کو اپنے بڑے بھائی کا درجہ دیتے ہیں۔ لیکن جب نواز شریف نے 28 مئی 2010 کو احمدیہ مساجد پر حملے اور احمدیوں کے شہید ہونے کے بعد اس واقعہ پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے احمدیوں کو اپنا بھائی قرار دیا تو ختم نبوت کے دیو بندی علماء نے اس پر سخت احتجاج کرتے ہوئے نوز شریف سے یہ بیان واپس لینے کا مطالبہ کرتے ہوئے اس بیان کو اسلام دشمنی قرار دیا اور کہا کہ احمدی اُن کے بھائی نہیں ہوسکتے۔ سوال یہ ہے کہ یہ کون سے اسلام کی دشمنی ہے؟ یقیناً یہ محمد رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے اسلام کی دشمنی تو نہیں ہوسکتی کیونکہ اس کے مطابق، جیسا کہ خود دیو بندی علماء لکھ چکے ہیں، ہر انسان آپس میں بھائی بھائی ہے۔ یقیناً یہ اس اسلام کی دشمنی ہوگی جسے ان ختم نبوت کے علماء نے خود وضع کیا ہے اور لوگوں کے سامنے اصل اسلام بنا کر پیش کر رہے ہیں۔

امت مسلمہ عالمی سطح پر امن و آشتی پر مبنی معاشرہ قائم کرنے کی ذمہ دار ہے

پروفیسر ڈاکٹر حافظ خالد محمود ترمذی

آج کل جن نازک حالات اور بحران سے امت مسلمہ گزر رہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی پیش گوئی فرما چکے ہیں۔ حضرت ثوبانؓ راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قریب ہے کہ (تمام) قومیں تم پر متحد طور پر ٹوٹ پڑیں جس طرح وہ کھانا کھانے والے برتن پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ کیا اس وقت ہم تعداد میں کم ہوں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ اس وقت تم بہت زیادہ تعداد میں ہوگے لیکن تم جھاگ کی طرح ہوگے جس طرح سیلاب کی وجہ سے (پانی کے اوپر جھاگ آجاتا ہے) اور اللہ تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہارا خوف دور کر دے گا اور تمہارے دلوں میں کمزوری (وھن) ڈال دے گا۔ پوچھنے والے نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کمزوری (وھن) کیا ہے؟ فرمایا کہ دنیا سے محبت اور موت سے کراہت (ابوداؤد، کتاب الملاحم۔ جلد 4 ص 483-484 دارالحدیث حمص شام 1973ء)۔

روس روزانہ چیچنیا اور بوسنیا پر وحشیانہ بمباری کر رہا ہے۔ امریکہ تمام مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دے کر اسلامی ممالک کو برائی (Evil) کے مراکز اور دہشت گردوں کو پناہ دینے کا الزام دے رہا ہے وہ جنگ آزادی یعنی آزادی کے لئے جدوجہد مثلاً کشمیر کے مسلمانوں بھارت کے خلاف جہاد اور فلسطینی مسلمانوں اسرائیل کے خلاف جدوجہد اور دہشت گردی میں کوئی فرق کرنے کو تیار نہیں۔ اس کے برعکس عراق پر کیمیائی اور مہلک ہتھیاروں کی تیاری کے بے بنیاد الزام کے بہانے اس پر حملہ کر کے اب

کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان
بھی ایک

نیز اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جو ان مختلف گروہوں، قوموں، قبیلوں میں بٹی ہوئی انسانیت کو ایک نقطے اور ایک محور و مرکز پر اکٹھا کر سکتا ہے کیونکہ وہ عدل اجتماعی (Social justice) کے قیام کا ضامن دین ہے۔ یہ واحد دین ہے جو رنگ و نسل اور قومی عصبیت کے خلاف ہے۔ وہ تمام انسانوں کو ایک ہی نسل بلکہ بھائی بھائی قرار دیتا ہے۔ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: ترجمہ: خدایا گواہ رہنا تمام انسان بھائی بھائی ہیں۔ (حصن حصین۔ ص 105)

کیونکہ ان سب کا باوا آدم اور اماں حوا ایک ہے اور ان سب کا اللہ ایک ہے۔ جس کا پسندیدہ دین بھی ایک ہے۔ اسلام اور جو قوم خود ایک سے زیادہ خداؤں کی قائل ہو وہ نسل انسانی کی وحدت پر کیسے یقین رکھ سکتی ہے۔ لہٰذا وہ تو نسل انسانی کو طبقات میں تقسیم کر کے رکھ دے گی وہ تو انسانوں کو مالدار اور نادار میں بانٹ دے گی۔ وہ تو انسانیت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی اور انسانوں کو ایک نقطے ایک محور و مرکز پر کیسے جمع کر یگی وہ تو خود منقسم ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ملت اسلامیہ کے لئے جس کی ایک ذمہ داری امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی منکرات کی روک تھام ہے۔ ضروری ہے کہ دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے قوت و شوکت حاصل کرے۔ ادھر موجودہ دور کی سب سے بڑی نفسیاتی حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی قومیں مادی علوم میں جس کو اپنا ''امام'' تسلیم کر لیتی ہیں وہ ذہنی اعتبار سے اپنے دیگر تمام تہذیب و تمدنی معاملات میں بھی اسی کو ''امامت'' یعنی قیادت کے منصب پر فائز سمجھنے لگ جاتی ہیں۔

مولانا محمد منظور نعمانی

الفرقان بکڈپو لکھنؤ

حضرت شہیدؒ پر دوسرا بہتان

منجملہ اُن افترآآت کے جو حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ فی سبیل اللہ پر باندھے گئے ہیں ایک بہتان یہ بھی ہے کہ مولانا ممدوح نے (معاذ اللہ) حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا ہے کہ" آپ کا مرتبہ بڑے بھائی کے برابر ہے اور صرف بڑے بھائی جیسی ہی آپ کی تعظیم وتوقیر کرنی چاہیے" اور اس بہتان کی بنیاد تقویۃ الایمان کی ایک عبارت پر رکھی جاتی ہے جو اس کی پانچویں فصل میں مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث کے فائدے کے ذیل میں لکھی گئی ہے، قبل اس کے کہ ہم ناظرین کے سامنے وہ اصل عبارت مع شرح کے پیش کریں بطور تمہید کے کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

دین وشریعت کی زبان میں اور عام محاورہ میں بھی اخوت، برادری، بھائی چارہ، کئی قسم پر ہے۔

(۱) ایک اخوت نسبی جو ایک باپ کے دو بیٹوں میں، یا ایک دادا کے دو پوتوں میں ہوتی ہے۔ قرآن عزیز میں میراث کی آیتوں میں جہاں کہیں "اَخٌ" یا "اُخوۃٌ" کا لفظ آیا ہے وہاں یہی اخوت مراد ہے، نیز ہارون علیہ السلام کو قرآن عزیز میں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھائی کہا گیا ہے اس سے بھی یہی نسبی

اخوت مراد ہے اور اسی نسبی اخوت کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فخریہ کہا ہے:

مُحَمَّدٌ النَّبِیُّ اَخِیْ وَصِہْرِیْ ٭ وَحَمْزَۃُ سَیِّدُ الشُّہَدَاءِ عَمِّیْ

"اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے بھائی اور میرے خسر ہیں، اور سید الشہداء حمزہؓ میرے چچا ہیں" (زرقانی ج۱ ص۳۳۶)

(۲) دوسری اخوت وطنی اور قومی ہے جو ایک ملک کے باشندوں یا ایک قوم کے افراد میں ہوتی ہے۔ اس کے لئے نہ دینی وحدت ضروری ہے، نہ نسبی قرابت بلکہ صرف وطنی اور قومی اشتراک کافی ہے، قرآن پاک میں حضرت ہود علیہ السلام کو قوم عاد کا بھائی اور حضرت صالح علیہ السلام کو ثمود کا بھائی اور حضرت شعیب علیہ السلام کو اہل مدین کا بھائی اسی اعتبار سے کہا گیا ہے، حالانکہ ان قوموں کے لوگ عموماً کافر تھے جن پر بعد میں عبرت ناک عذاب بھی آئے، مگر باوجود اس کفر کے صرف وطنی اور قومی تعلق کی بنا پر انبیاء علیہم السلام کو ان کا بھائی کہہ دیا گیا، چنانچہ ارشاد ہے:

(۱) وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا — اور ہم نے قوم عاد کی طرف انکے بھائی ہود کو بھیجا

(۲) وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا — اور قوم ثمود کی طرف انکے بھائی صالح کو بھیجا

(۳) وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا — اور مدین والوں کی طرف انکے بھائی شعیب کو بھیجا

ان آیات میں حضرت ہود، حضرت صالح اور حضرت شعیب علیہم السلام کو اپنی اپنی قوم کا بھائی صرف قومی اور وطنی تعلق ہی کی وجہ سے کہا گیا ہے اور اسی حیثیت سے آج بھی غیر مسلم اہل وطن کو برادرانِ وطن کہا جاتا ہے۔

(۳) تیسری اخوت دینی ہے جو ایک دین کے تمام ماننے والوں میں ہوتی ہے، اسی لحاظ سے قرآن عزیز میں "إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ" (۱) اور حدیث پاک میں "اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ" (۲) فرمایا گیا ہے، یہ اخوت اتنی وسیع ہے کہ اس کی وجہ سے مشرق کا رہنے والا ایک شخص اقصائے مغرب کے ایک باشندے کا اور قطب جنوبی کا رہنے والا ایک انسان قطب شمالی کے رہنے والے دوسرے انسان کا بھائی ہو سکتا ہے، بشرطیکہ ان کا دین واحد ہو، یہاں تک کہ اس اخوت کے اعتبار سے باپ اور بیٹے، دادا اور پوتے بھی آپس میں بھائی بھائی ہو سکتے ہیں، نیز اس لحاظ سے ہر پیغمبر اپنی امت کا بھائی اور امت کا ہر فرد پیغمبر کا بھائی ہوتا ہے، اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ پیدا ہونے والے مسلمانوں کی نسبت ارشاد فرمایا تھا:

وَدِدْتُ أَنَّا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا (مشکوٰۃ شریف، بحوالہ صحیح مسلم)

"مجھے خواہش ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے"

اور اسی اعتبار سے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جب کہ وہ طواف کعبہ یا عمرہ کے لئے مکہ معظمہ جا رہے تھے فرمایا تھا:

یا اخی أشْرِكنا بشئی من دعائك ولا تنسنا

"اے میرے بھائی ہم کو بھی اپنی دعا میں شریک کر لینا اور ہمیں بھول نہ جانا"

اور جب آنحضرت ﷺ کی طرف سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

(۱) تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں (۲) ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔

کے لئے حضرت صدیق اکبر ؓ کو پیام دیا گیا تو حضرت صدیق ؓ نے عرض کیا:

أوَ تصلح له وهي ابنة اخيه؟

"کیا عائشہ آپ کی بیوی بن سکتی ہے؟ حالانکہ وہ آپ کے بھائی کی (یعنی میری) بیٹی ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:

أنت اخی وانا اخوك فی الاسلام (زرقانی ج ۳ ص ۲۳۰)

"تم میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں دین اسلام میں (نہ کہ نسب میں)"

اور شب معراج میں جب آسمانوں پر دوسرے انبیاء علیہم السلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی تو اسی دینی وحدت اور رشتہ نبوت کی وجہ سے اکثر نے مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ کہہ کر آپ کا خیر مقدم کیا، یہاں تک کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے بھی (جو بنا بر قول مشہور آپ کے اجداد میں سے ہیں) حضورؐ کو بھائی کہا۔ (کمافی صحیح البخاری، جز ۱۳)

کیونکہ اس اخوت میں نسبی تعلق کا لحاظ ہی نہیں ہوتا اور عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ اخوت باپ بیٹے اور دادا پوتے میں بھی ہو سکتی ہے۔

(۴) چوتھی اخوت جنسی ہے جو تمام بنی آدم میں پائی جاتی ہے اور اس لحاظ سے تمام بنی آدم کی ایک برادری ہے اور ہر انسان دوسرے انسان کا جنسی بھائی ہے۔

ابوداؤد شریف " کتاب الصلوۃ باب مایقول الرجل اذا

سلّم" میں آنحضرت ﷺ سے بعد نماز کی جو دعا منقول ہے اس کا ایک جملہ یہ بھی ہے " اَنَا شَهِيْدٌ اَنَّ الْعِبَادَ كُلُّهُمْ اِخْوَةٌ ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سارے بندے بھائی بھائی ہیں" اور ایک دوسری حدیث میں وارد ہے۔

كُلُّكُمْ بَنُوْ آدَمَ وَآدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ

"تم سب آدم کے بیٹے ہو اور آدم کو مٹی سے بنایا گیا تھا۔"

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہو کر یہ شعر مشہور ہے۔

الناس من جهة التمثال اکفاء　　ابوهم آدم والأم حوّاء

سب انسان صورت شکل کے لحاظ سے برابر ہیں۔　　آدم علیہ السلام ان سب کے باپ اور حوا سب کی ماں ہیں۔

بہر حال اس اعتبار سے کہ تمام آدمی آدم وحوا کی نسل سے ہیں سب ہی آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

بنی آدم اعضاء یکدیگر اند

کہ در آفرینش ز یک جوہر اند

اس چوتھی اخوت کا دائرہ سب سے زیادہ وسیع ہے اور اپنی وسعت کے لحاظ سے یہ اللہ کے سارے بندوں کو اور تمام بنی آدم کو محیط ہے اور اس کے اعتبار سے تمام افراد انسان خواہ وہ موجود ہوں یا گزشتہ، مومن ہوں یا کافر، کالے ہوں یا گورے، عربی ہوں یا عجمی، یورپین ہوں یا ایشیائی سب ہی آپس میں نسلی بھائی ہیں۔ انّ العباد کلّهم اخوةٌ

اس تمہید کے بعد ہم تقویۃ الایمان کی وہ عبارت مع شرح کے پیش کرتے ہیں جس پر افتراء مذکور کی بنیاد رکھی گئی ہے حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ نے تقویۃ الایمان کی پانچویں فصل میں شرک فی العادات کا رد کرتے ہوئے مشکوٰۃ شریف باب عشرۃ النساء سے ذیل کی حدیث نقل کی ہے اور ساتھ ہی اس کا لفظی ترجمہ بھی کیا ہے جو ہم انہی کے الفاظ میں حدیث کے بالمقابل درج کرتے ہیں۔

اخرج احمد عن عائشة رضی اللّٰه عنها، ان رسول اللّٰه ﷺ كان فی نفر من المهاجرین والانصار فجاء بعیر فسجد له فقال اصحابه یا رسول اللّٰه یسجد لك البهائم والشجر فنحن احق ان نسجد لك فقال اعبدوا ربكم واكرموا اخاكم۔

"امام احمد نے ذکر کیا کہ بی بی عائشہؓ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا مہاجرین اور انصار میں بیٹھے تھے کہ آیا ایک اونٹ پھر اس نے سجدہ کیا پیغمبر خدا کو، سو ان کے اصحاب کہنے لگے، اے پیغمبر خدا تم کو سجدہ کرتے ہیں جانور اور درخت سو ہم کو ضرور چاہئے کہ تم کو سجدہ کریں، سو فرمایا بندگی کرو اپنے رب کی اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی۔"

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کی ممانعت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ عبادت صرف اپنے رب کی کرو، اور اپنے بھائی کی یعنی میری تعظیم کرو، پس آپ نے خود ہی اس حدیث میں اپنے کو امتیوں کا بھائی

احمدیوں پر حملہ قابل مذمت ہے، سکیورٹی حکومت کی ذمہ داری ہے، وزیر اعلیٰ دہشتگردی کے واقعات کو ٹیسٹ کیس کے طور پر لیں

پارلیمنٹ کیخلاف بات کرنا عوامی نمائندوں کی توہین ہے، مشرف کو باہر بھیجنے والے انہیں واپس نہیں آنے دینگے، گفتگو

لاہور (نامہ نگار خصوصی، مانیٹرنگ ڈیسک، نیوز ایجنسیاں) مسلم لیگ (ن) کے قائد نواز شریف نے کہا ہے کہ دہشت گردوں کا کوئی دین، مذہب اور علاقہ نہیں ہوتا، اس سیلاب کا سب کو مل کر مقابلہ کرنا ہے، دہشت گرد جہاں پر بھی ہونگے ان کا پیچھا کریں گے، سراغ بھی لگائیں گے اور قلع قمع بھی کرینگے احمدی ہمارے بہن، بھائی ہیں، ان پر حملہ قابل مذمت ہے، ان کی سکیورٹی بھی حکومت کی ذمے داری ہے۔ وہ لاہور میں رکن پنجاب اسمبلی ڈاکٹر

احمدی کبھی مسلمانوں کے بھائی نہیں ہو سکتے: علماء کا ردعمل

نواز شریف کے قوم سے معافی مانگنے تک احتجاج کرینگے، الیاس چنیوٹی، سمیع الحق اور دیگر

لاہور، اسلام آباد (سٹاف رپورٹر، سپیشل رپورٹر) دینی جماعتوں کے راہنماؤں نے میاں نواز شریف کی طرف سے احمدیوں کو اپنا بھائی اور محب وطن کہہ کر اسلام دشمنی اور منکرین ختم نبوت سے اپنی وفاداری کا اظہار قرار دیتے ہوئے کہا کہ ہم اس کی بھرپور مذمت کرتے ہیں، (ن) لیگ کا ایجنڈا احمدیوں اور باطل قوتوں کو خوش کرنا ہے، قیامت کے دن احمدیوں کو اپنے بھائی کہنے والے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت سے محروم رہیں گے، احمدی کافر ہیں، وہ نواز شریف کے بھائی ہو سکتے ہیں مسلمانوں کے نہیں، نواز شریف ہوش کے ناخن لیں، جذبات مجروح کرنے پر مسلمانوں سے معافی اور اللہ کے حضور توبہ کریں۔ انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے امیر مولانا محمد الیاس چنیوٹی، صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی، حافظ طاہر محمود اشرفی، مولانا عاصم مخدوم، مولانا قاری محمد رفیق وجھوی، مولانا شبیر احمد عثمانی و دیگر نے کہا کہ احمدی پاکستان کی غدار جماعت ہے اور آج تک احمدیوں نے پاکستان کے آئین کو تسلیم نہیں کیا اور نہ ہی پاکستان کے وجود کو تسلیم کیا۔ 7 ستمبر 1974ء کو پارلیمنٹ نے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔ نواز شریف کے بیان کے خلاف پورے پاکستان میں احتجاج کیا جائیگا اور جب تک یہ قوم سے معافی نہیں مانگیں گے احتجاج جاری رہے گا۔ جمعیت علماء اسلام کے سربراہ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ نواز شریف نے بیان دیکر پوری امت مسلمہ کے جذبات مجروح کیے ہیں انہیں اپنا بیان واپس لینا ہوگا۔ مسلمان اپنی جانوں پر کھیل کر توہین رسالت کے قانون کی حفاظت کرینگے۔ جے یو آئی کے سیکرٹری جنرل مولانا عبدالغفور حیدری نے کہا کہ نواز شریف کا بیان 73ء کے آئین سے انحراف ہے۔ احمدیوں کو پارلیمنٹ ہی نہیں بلکہ دنیا کے کئی اسلامی ممالک نے انھیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا ہے۔ نواز شریف امریکہ کو خوش کرنے کی بجائے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو خوش کریں۔ جماعت اسلامی کے ترجمان ڈاکٹر فرید احمد پراچہ نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ احمدیوں کے غیر مسلم ہونے کے بارے میں امت مسلمہ اور ملت اسلامیہ پاکستان کا اتفاق ہے۔ قوم احمدیوں کے بارے میں نرم گوشہ قبول نہیں کرے گی۔

مردوں کا زندہ ہونا

غیر احمدی علماء قرآن وحدیث کے برخلاف یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسمانی طور پر وفات یافتہ مُردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ لیکن حیرت انگیز طور پر اہل تشیع کے عقیدہ رجعت کی تردید کرتے ہوئے ایک دیوبندی عالم لکھتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ خواہ کوئی مومن ہو یا کافر مرنے کے بعد قیامت سے پہلے زندہ نہیں ہوگا۔

جدید نظرِ ثانی و تصحیح شدہ ایڈیشن

اَدیانِ باطلہ اور صراطِ مستقیم

پسند فرمودہ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

شیخ الحدیث حضرت اقدس

مفتی محمد نعیم صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

مدیر الجامعۃ البنوریۃ العالمیۃ

بیت الاشاعت کراچی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو زندہ کرے گا اور ان پر حد جاری کرے گا۔[1]

قرآن میں آتا ہے:

﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّن يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا﴾[2]

یہ واقعہ رجعت کے متعلق ہے۔[3]

"ظہور امام کے عہد میں قیامت سے پہلے زندہ ہونے کو رجعت کہتے ہیں یہ عقیدہ ضروریات مذہب امامیہ میں سے ہے۔"[4]

امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہماری رجعت پر ایمان نہ لائے۔[5]

جواب: مگر اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے جو قرآن و ارشادات نبوی ﷺ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد خواہ مومن ہو یا کافر ہو دنیا میں کوئی زندہ نہیں کیا جائے گا۔ قیامت کے دن ہی اللہ زندہ فرما کر سزا و جزا دیں گے۔

عقیدہ رجعت کے کفر ہونے پر حوالہ جات:

❶ "يجب اكفار الروافض ... في قولهم يرجع الاموات الي الدنيا و يقولهم في خروج امام باطن هولاء."[6]

نعمانیه: ۸۶/۲، فضل الخطاب: ص ۸۵

(۱) حق اليقين: ص ۳٤۷، حيوة القلوب: ۶۱۱/۲، بحار الانوار: ۵۷۶/۱۳

(۲) النمل

(۳) صافي: ۲۳۷/۲، ترجمه مقبول: ص ۷٦٤، قمي: ۱۳۱/۱، حق اليقين: ص ۲۳٦

(۴) چودہ ستارے: ص ۶۰

(۵) من لا يحضره الفقيه: ۲۹۱/۳، حق اليقين: ص ۳۳٦

(۶) فتاوي تاتارخانيه: ۵۳۸/۵، المكانة في سرمة الخزانة: ص ۶۰۵، الطريقة المحمديه، فتاوي بزازيه

الزامات

سخت کلامی اور
گالیاں نکالنے کا الزام

غیر احمدی علماء سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سخت کلامی، درشت الفاظ کے استعمال اور گالیوں کے الزامات لگاتے ہیں جن کا کافی وشافی جواب حضورؑ کی اپنی تحریرات کے علاوہ احمدیہ مسلم جماعت کے لٹریچر میں بھی موجود ہے۔ یہاں ملاحظہ فرمائیں کہ گالیوں کے الزامات لگانے والے اِن علماء اور اُن کے بزرگوں کے قلم سے کیسے کیسے پھول جھڑتے ہیں اور پھر انصاف کریں کہ کیا ایسی زبان استعمال کرنے والے کسی دوسرے کو گالیاں نکالنے کا الزام دے سکتے ہیں؟

ہدیۃ الشیعہ

تصنیف لطیف

حجۃ اللہ حجۃ الاسلام، آیت من آیات اللہ، رئیس المتکلمین

استاذ الاساتذہ، منبع الحکمۃ و معدن العلوم

حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نور اللہ

ضریحہٗ و برّد مضجعہٗ (بانی دار العلوم دیوبند)

ناشران

نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ

قیمت: پچیس روپے /35

کریں ورنہ دو چار باتوں کی تغلیط سے کام نہیں چلتا۔ اس کا تو میں بھی خود مقر ہوں کہ خطا و نسیان سے مبرا نہیں کیا عجب ہے کہ کچھ غلطی ہو گئی ہو الغرض اہل انصاف سے امید تو یہی ہے کہ قطع نظر پریشانی تقریر اس رسالہ کے دعووں اور دلائل پر حرف گیر نہ ہوں۔ بلکہ آفرین و تحسین ہی سے پیش آئیں۔

ایک شبہ کا ازالہ | اور اگر بہ نسبت انبیاء و مرسلین یا بزرگان اہل بیت و اصحاب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اس رسالہ میں کوئی حرف نامناسب دیکھ کر الجھیں تو مجھے اس سے بری الذمہ سمجھیں [illegible] کو کہیں کہیں ناچار ہی بغرض الزام شیعہ آ گیا ہے اس کا بار انہی کی گردن پر ہے۔ یہ سب انہوں نے ہی کرایا ہے خدا شاہد ہے کہ ایسے عقائد سے میں بہزار جان و بہزار زبان بیزار ہوں۔ محبت بزرگان مذکور کو اپنی سعادت اور ان کے حسن اعتقاد کو ذریعہ نجات سمجھتا ہوں مگر مردمان فہمیدہ سے یوں امید ہے کہ بہر صورت غلط سے بیشتر یہی بشہادت مذہب مجھے معذور سمجھیں۔

نقل روایات میں مصنف کا عذر | ہاں بوجہ بے سروسامانی احقر کسی شیعہ کو نقل روایات میں کچھ تامل ہو تو البتہ چند وجہ سے بجا ہے، اول تو کتب شیعہ کیسے سنیوں کو کیا غرض جو فراہم کریں شیعوں کو بحکم مثل مشہور اہل البیت ادری بما فیہ یعنی گھر والے گھر کی بات کو خوب جانا کرتے ہیں۔ لحاظ خوبی مضامین سنیوں کے دینے میں دار و گیر اور طعن و تشنیع اور مضحکہ کا اندیشہ پھر کوئی سنی لائے تو کہاں سے لائے جو کوئی روایت مفید مطلب سنیاں کسی رسالہ میں درج کی جاتے دوسرے یہ کتابیں اگر دستیاب کرو ملیں گی تو مجھ سے بے سروسامان کے لئے کوئی صورت ہی نہیں کیونکہ اپنی کتابیں جب پاس نہ ہوں تو دوسروں کی کتابیں کیا ہوں گی تیسرے نقل مشہور ہے المرء یقیس علی نفسہ شیعوں کی دروغ بافی نے شیعوں کے نزدیک سنیوں کا اعتبار بھی نہیں رکھا پھر حسب مثل مذکور اگر شیعہ اس سنی مشرب کو بھی جھوٹا سمجھیں تو سمجھ کی بات ہے۔ بالجملہ تو بوجہ خلاص کی وجہ اول اس بات میں کسی شیعہ کو تامل ہو تو بجائے خود ہے

تحفہ اثنا عشریہ پر اعتماد | سو اس لئے یہ استدعا بھی عرض پرداز ہے کہ الصدق ینجی والکذب یہلک یعنی سچ میں نجات اور جھوٹ میں تباہی، واقعی اس کمتر سامان کے پاس اس قسم کا سامان کچھ نہ تھا، پر ایک تحفہ اثنا عشریہ تھا اور جب تحفہ تھا تو جاننے والے جانتے ہیں کہ سب کچھ تھا موافق مصرعہ مشہور

کافی ہے تسلی کو مری ایک نظر بھی

ور کتابیں نہ سہی۔ ایک تحفہ ہی بہت ہے کیونکہ مؤلف تحفہ حجۃ اللہ فی العالمین خاتم المحدثین والمفسرین

ثُمَّ رَمٰی بِالْقَوْسِ عَلَی الْاَرْضِ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ کَالْبَعِیْرِ فَاغِرًا
فَاهُ وَقَدْ اَقْبَلَ نَحْوَ عُمَرَ لِیَبْتَلِعَهُ فَقَالَ عُمَرُ اَللّٰهَ اَللّٰهَ یَا اَبَا الْحَسَنِ
لَا عُدْتُ بَعْدَهَا فِیْ شَیْءٍ وَجَعَلَ یَتَضَرَّعُ اِلَیْهِ فَضَرَبَ بِیَدِهٖ اِلَی
الثُّعْبَانِ فَعَادَتِ الْقَوْسُ کَمَا کَانَتْ فَمَضٰی عُمَرُ اِلٰی بَیْتِهٖ - الخ -

یہ روایت بہت بڑی ہے کہاں تک نقل کروں اتنے الفاظ بھی بہت ہیں پر حاصل معنی اس کا بیان کئے دیتا ہوں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کو یوں خبر پہنچی تھی کہ عمر کچھ شیعہ علی کو برا کہتے ہیں سو اتفاقات سے بعضے مدینہ کے باغوں کی راہ میں ان کے سامنے آ گئے حضرت علی نے فرمایا اے عمر مجھے یوں خبر پہنچی ہے کہ تو میرے شیعہ کو برا کہتا ہے عمر نے کہا اے میاں اپنی خیر مناؤ حضرت علی نے فرمایا تم اتنے ہو گئے۔ پھر کمان کو جو زمین پر ڈالا تو ایک اژدھا تھا اونٹ کے برابر منہ کھولے ہوئے حضرت عمر کی طرف نگلنے کے ارادے دوڑا عمر نے کہا خدا کے واسطے خدا کے واسطے اے ابوالحسن پھر اس کے بعد ایسی بات کبھی نہ ہوگی اور لگے گڑگڑانے حضرت علی نے اس اژدہا کی طرف جو ہاتھ پھیلایا پھر وہی کمان کی کمان ہو گئی۔ خیر عمر اپنے گھر چلے گئے اس روایت کو دیکھئے تو تقیہ کی تو گردن ہی توڑ دی۔ خلیفوں اور اصحاب میں بڑی دھوم دھام حضرت عمر ہی کی تھی اور سنی بھی انہیں کی شوکت اور دبدبہ کو بہت زبان پر لایا کرتے ہیں سو جب ان کا یہ حال ہو کہ ایک کرشمے سے ان کو ڈرا دیا اور بیچارے تو فقط اشارہ کے تھے۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت امیر کا سکوت جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے افعال اور حرکات پر تھا یہاں تک کہ غصب فدک دیکھا کئے۔ اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کر دیا اور ان سے بیعت کرلی اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے یہ سب بوجہ حقانیت تھا نہ بوجہ تقیہ ورنہ اس زور اور قدرت اور اس کرامت کا آدمی اور کون تھا جو ان سے اندیشہ یا ہراس رکھتا اور اگر بالفرض یہ زور اور بل اور یہ قدرت خداداد کسی میں ہوتی بھی تب غصب دختر طاہرہ مطہرہ تو ہرگز گوارا نہ ہوتا۔ اہلسنت جو تمام ولایتوں کے لوگوں کے نامردہ پن میں امام ہیں ان میں کا بھنگی اور چمار بھی اس سہولت سے بیٹی نہیں دیتا جس طرح حضرت امیر نے اپنی دختر مطہرہ کو حضرت عمر کے حوالہ کر دیا

آپ کبھی دیکھتے رہے اور صاحبزادی کبھی، پھر صاحبزادوں میں کبھی ایک وہ تھے کہ جنہوں نے تن تنہا
فوج جرار کا مقابلہ کیا حالانکہ وہ زمانہ ضعیفی اور تحمل کا تھا اور بہن کے نکاح کے وقت
عین شباب تھا اور تیسرا تماشہ یہ ہے کہ ہنگامہ کربلا میں جو دشمنان سفاک نے حرم محترم اور
زنان اہلبیت کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو کیا کچھ غضب اور جوش آیا شیعوں کو تو شہادت
نامہ کربلا ازبر ہی ہوگا۔ لکھنے کی کیا حاجت ہے۔

تقیہ از روئے عقل و نقل و عرف | بالجملہ روایات شیعہ خود تقیہ کی جڑ اکھاڑتی ہیں فقط سنیوں
ہی کا قصور نہیں اور اب آگے اور لکھنا کچھ ضرور نہیں کہ بحمد اللہ عقلاں منصف کے لئے یہ بھی
بہت ہے مگر بنظر اتمام حجت اور مزید توضیح یوں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عقل اور نقل اور
عرف سے بھی اس بات میں استمداد کیجئے تاکہ شیعوں کی آنکھیں تو کھلیں کہ ہم کس خواب
خرگوش میں مدہوش ہیں۔ جناب من عقل کی رو سے دیکھئے تو پیغمبروں اور اماموں کا تقیہ
ایسا ہے جیسے کسی معلم کو لڑکوں کے پڑھانے اور تادیب کے لئے نوکر رکھا جائے اور وہ معلم تعلیم
اور تادیب تو درکنار الٹا لڑکوں کے ہمرنگ ہو کر گیند بلا یا گلی ڈنڈا کھیلنے لگے، تو پیغمبروں اور اماموں
کیلئے خدا کی طرف سے تقیہ کا فرض ہونا ایسا ہی ہے جیسا معلم و مودب کو اہل مکتب یہ حکم دے کہ پڑھئیے ہم
چاہیے تمہارے اور لڑکوں کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکلے، خبردار ایسا نہ کرنا اور ان کی تادیب
میں تقصیر نہ ہو لیکن جس طرح سے لڑکے چاہیں سر مو اس میں تفاوت نہ ہو نہ ان کو ڈرائیو نہ
مارئیو نہ اپنی طرف سے کچھ کہیو بلکہ وہ کھیلیں تو ان کے ساتھ تم بھی کھیلنے لگیو۔

اب اہل انصاف انصاف فرمائیں کہ یہ بات کچھ عقل کی ہے اور اس میں اور پیغمبروں
اور اماموں کے تقیہ میں کیا فرق ہے؟ اور پھر تقیہ بھی اتنا کچھ کہ دین برباد ہو گیا تمام امت
محمدی گمراہ ہو گئی تسپر اپنا ننگ و ناموس جاتا رہا پر چاہیے زبان سے کلمۃ الحق نکلے اس کی نوبت
نہ آئی، کھل کھیلنا تو کجا اور پھر باایں ہمہ حضرات شیعہ معتقد اس بات کے کہ دین شیعہ عین
مطابق عقل ہے، اور کیونکر نہ کہیں خداوند کریم تو ان کے اعتقاد کے موافق باایں ہمہ حضرت خداوندی
اور حکم الحاکمین ہونے کے محکوم عقل ہے اور عقل کی اطاعت اس کے ذمہ فرض ہے۔ واہ
سبحان اللہ کیا خدا کی قدردانی ہے جب خدا کے ساتھ یہ معاملہ ہے تو کسی کو کیا شکایت اول تو

باب مباحث فدک

الحمد للہ کہ مولوی عمار علی صاحب کی تمام افترا پردازیوں کے جواب سے فراغت پائی مگر
جو کچھ انہوں نے دربارہ فدک زبان درازیاں اور افترا پردازیاں کیں ہیں اس کی مکافات
میں حسب مثل مشہور جیسے کو تیسا اور جواب ترکی بہ ترکی، مناسب تو یوں تھا کہ ہم بھی کچھ نظم و
نثر سے پیش آتے اور مولوی صاحب کی جہلات کے جواب میں مولوی صاحب کو بے نقط سناتے
مگر چونکہ ایسی خرافات کا بکنا یا ہمیں لوں کا کام ہے ہم کو کیا زیبا ہے کہ ایسی ناز یبا باتوں میں مولوی
صاحب کے ہمصفیر ہوں اور اپنی زبان کو گندہ کریں اور اہل عقل اور ارباب حیا سے شرمندہ
ہوں معہذا اصحاب ثلثہ کی اہانت کے انتقام میں مولوی عمار علی صاحب سے دست و گریبان ہونا تو
ایسا ہی ہے جیسا چاند سورج پر تھوکنے کی سزا میں کتے کے کوئی پتھر لگائے یا آسمان کی طرف
تھوکنے کے عوض میں کسی کم عقل نابکار کے منہ میں کوئی پیشاب کی دھار لگائے ظاہر ہے کہ
اول تو چاند سورج کو ان حرکات ناشائستہ سے کیا نقصان؟ بلکہ عقلا کے نزدیک اور دلیل
رفعت مکان ہے دوئم کجا شمس و قمر کجا سگ و کم عقل سگ نما ذمساوات ہو تو ایک بات بھی
ہے ورنہ سگ اور سگ مزاجوں کی اتنے میں کچھ عزت نہیں جاتی ہاں اپنی اوقات البتہ فی الجملہ
خراب جاتی ہے۔ سو ایسے ہی اصحاب ثلثہ کو اول تو مولوی عمار علی صاحب جیسوں کی اہانت یا
برا کہنے سے کیا نقصان؟ بلکہ الٹا باعث رفعت شان ہے۔ چاند سورج کی طرح وہ روشن
ہوئے تو کتے ان پر بھونکے اور اور دل پر کیوں نہ بھونکے؟ دوئم کجا اصحاب ثلثہ کجا امثال
مولوی عمار علی؟ جو ان کے برا کہنے کے عوض میں ان کو برا کہہ کے جی ٹھنڈا ہو اور دل کا بخار نکلے
یہاں تو یہی نسبت مذکور ہے۔ سو مولوی عمار علی صاحب جیسوں کے برا کہنے میں ان کی تو کچھ
عزت نہیں جاتی جو قصاص تبرا یا اہانت اصحاب ہو۔ ہاں اپنی اوقات خرافات میں صرف
ہوگی۔ سو ہم کون سے مجتہد ثانی طوسی ثانی مولوی میرن صاحب کے چیلے چانٹوں میں سے
ہیں جو عقل کی یہ شہادت دربارہ دشنام نہ سنیں، دشنام کہ ہمیں کہ طاعت باشد مذہب معلوم
و اہل مذہب معلوم، اور دشنام کو عبادت نہ سمجھ کر مولوی عمار علی صاحب کو گالیاں دیں۔ کہ

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

تالیف

امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری نوّر اللہ مرقدہ
(۱۳۵۲ھ)

ترجمہ و تشریح

محمد یوسف لدھیانوی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
514122

کتابیں لکھوائیں۔ اوران کی پوری نگرانی واعانت فرماتے رہے ہیں۔ میں نے خود حضرت رحمہ اللہ سے سُنا کہ جب یہ فتنہ کھڑا ہوا تو چھ ماہ تک مجھے نیند نہیں آئی، اور یہ خطرہ لاحق ہوگیا کہ کہیں دینِ محمدی (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) کے زوال کا باعث یہ فتنہ نہ بن جائے۔ فرمایا "چھ ماہ کے بعد دل مطمئن ہوگیا کہ انشاء اللہ دین باقی رہے گا، اور یہ فتنہ مضمحل ہو جائے گا"۔ میں نے اپنی زندگی میں کسی بزرگ اور عالم کو اس فتنہ پر اتنا درد مند نہیں دیکھا جتنا کہ حضرت امام العصرؒ کو۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ دل میں ایک زخم ہو گیا ہے۔ جس سے ہر وقت خون ٹپکتا رہتا ہے، جب مرزا کا نام لیتے تو فرمایا کرتے تھے "لعین ابن اللعین لعین قادیان"۔ اور آواز میں ایک عجیب درد کی کیفیت محسوس ہوتی۔ فرماتے تھے کہ "لوگ کہیں گے کہ یہ گالیاں دیتا ہے فرمایا کہ ہم اپنی نسل کے سامنے اپنے اندرونی دردِ دل کا اظہار کیسے کریں، ہم اس طرح قلبی نفرت اور غیظ و غضب کے اظہار کرنے پر مجبور ہیں۔ ورنہ محض تردید و تنقید سے لوگ یہ سمجھیں گے کہ یہ تو علمی اختلافات ہیں جو پہلے سے چلے آتے ہیں"۔ مرض موت میں جب تمام قوتیں جواب دے چکی تھیں اور چلنے پھرنے کے قابل نہیں تھے ایک دن (یہ جمعہ کا دن تھا) جامع مسجد میں ڈولی میں لائے گئے اور اپنے شاگردوں اور علماء اور اہلِ دیوبند کو آخری وصیت فرمائی کہ دینِ اسلام کی حفاظت کی خاطر اس فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے پوری کوشش کریں اور فرمایا "میرے تلامذہ کی تعداد جنھوں نے مجھ سے حدیث پڑھی ہے دو ہزار ہوگی ——— ان سب کو میں وصیت کرتا ہوں کہ اس فتنہ کے خلاف پوری جد وجہد کریں"۔ حضرت رحمہ اللہ کی یہ وصیت "دعوت حفظ ایمان" کے نام سے ایک پمفلٹ کی شکل میں شائع ہوگئی تھی۔

حضرت رحمہ اللہ نے اپنی آخری زندگی میں مسلمانان کشمیر کو اس فتنے سے بچانے کے لیے آخری تصنیف فارسی زبان میں تالیف فرمائی، کشمیر میں فارسی زبان عام تھی اور وہاں کی علمی زبان فارسی ہی تھی، اس لیے آیت خاتم النبیین کی شرح فرمائی حضرت مرحوم کا دل و دماغ جس طرح علوم و معارف سے بھرا ہوا تھا۔ ظاہر ہے کہ قلم سے اسی انداز کے علوم و حقائق نکلیں گے۔

دُرالمعارف

(ملفوظات حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ)
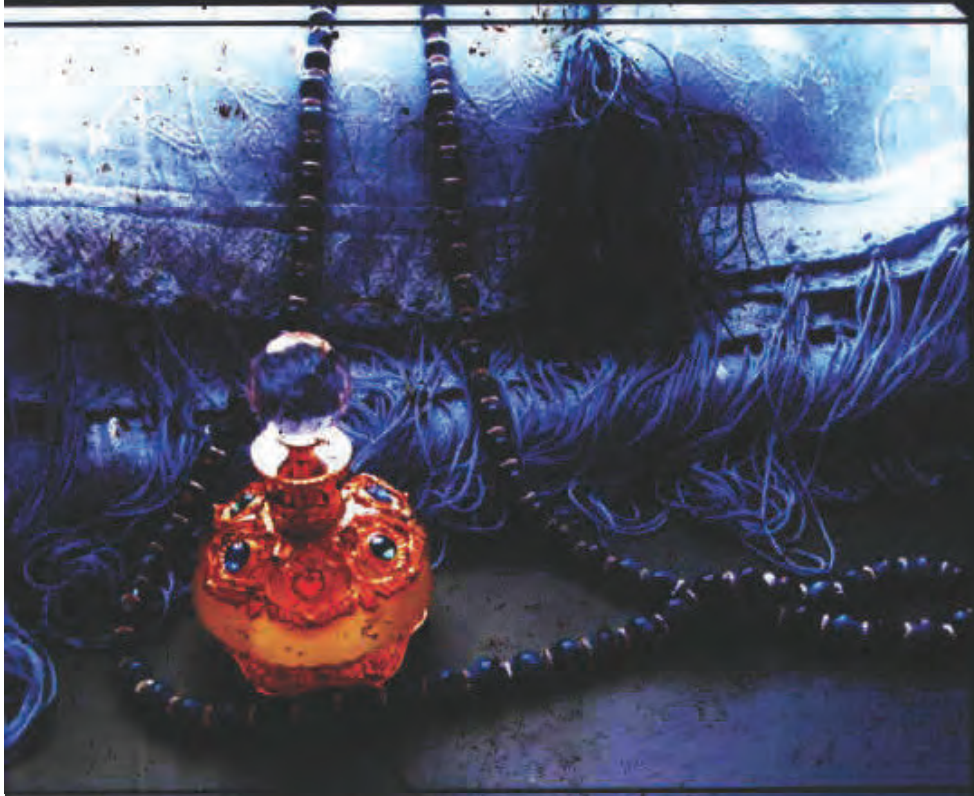
حضرت شاہ رؤف احمد مجددیؒ

مترجم: محمد نذیر رانجھا

مبارک اٹھا کر ارشاد فرمایا کہ پیر کا عصا پیر کی جگہ۔ اس کے بعد مکتوبات قدسی آیات کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بھی پیر کی جگہ ہیں، اور یہ مصرع پڑھا:

ع گفت انسان پارہ انسان بود

یعنی: کہا کہ انسان انسان کا ٹکڑا ہے۔

اولیاء اللہ کا صبر

اس کے بعد (حضرت عالی کے) حضور میں اولیاء اللہ کے صبر کا ذکر آیا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے نے رحلت فرمائی۔ لوگوں کو خبر دی گئی۔ حضرت گنج شکر (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ اس کتے کے بچے کو کسی جگہ ڈال دیں۔

اکابرین وحدت الوجود کے احوال

بعد ازاں وحدت الوجود کے اکابرین کے احوال کا ذکر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا: اس مقام کے مجتہد، کانِ احدیت کے لعل، بحر فردیت کے موتی اور گوہر طلب کے جوہر (حضرت) محی الدین (ابن) العربی قَدَّسَ سِرَّہٗ ہیں، جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہے:

لَا آدَمَ فِی الْکَوْنِ وَلَا اِبْلِیْسُ لَا مُلْکَ سُلَیْمَانَ وَلَا بِلْقِیْسُ
فَالْکُلُّ عِبَارَۃٌ وَّ اَنْتَ الْمَعْنٰی یَا مَنْ هُوَ لِلْقُلُوْبِ مَغْنَاطِیْسُ

یعنی: جہان میں نہ آدم ہے اور نہ ابلیس، نہ (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) کا ملک ہے اور نہ (حضرت) بلقیس (رضی اللہ عنہا)۔

٭ پس یہ سب عبارت ہیں اور تو معنی ہے، اے وہ ہستی! جو دلوں کے لیے مقناطیس ہے۔

اکثر اولیاء اللہ قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَسْرَارَهُمْ معرفت کے اسی سمندر کے غوطہ لگانے والے ہیں۔ راقم عفی عنہ (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ (حضرت) مولانا روم قَدَّسَ سِرَّہٗ نے فرمایا ہے، شعر:

سجدہ خود را می کند ہر لحظہ او
سجدہ پیش آئینہ است از بہر رو

تنقیح الکلام
فی تایید توضیح الکلام
ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ
ادارۃ العلوم الاثریۃ۔ فیصل آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ وصحبہ ومن تبعھم باحسان إلی یوم الدین، اما بعد:

قارئین محترم راقم اثیم کی کتاب ''توضیح الکلام'' آج سے تقریباً پندرہ سال قبل زیور طبع سے آراستہ ہوئی جو دراصل نامور دیوبندی عالمِ دین مولانا محمد سرفراز صاحب صفدر کی کتاب ''احسن الکلام'' کا جواب تھا۔ اس کتاب کو جہاں علمائے اہلحدیث نے ایک سنجیدہ اور ٹھوس علمی دلائل سے مزین کتاب قرار دیا، وہاں اس کے ردعمل کے طور پر حنفی مکتب فکر میں ایک زلزلہ بھی بپا ہوا۔ یہ ردعمل فطری تھا کیونکہ یہ حضرات اپنے حلقہ ارادت میں باور کراتے تھے کہ یہ کتاب ناقابل تسخیر ہے۔ حنفی مناظرین کا تمام تر دارومدار بھی اسی کتاب پر تھا لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل واحسان سے ''توضیح الکلام'' نے ان کی یہ غلط فہمی دور کر دی۔

بعض حضرات نے محض طفل تسلی کے طور پر کچھ لکھ کر اپنے حلقہ میں باور کرایا کہ جی! ''توضیح الکلام'' کا جواب ہو چکا، مگر بحمد اللہ! وہ توضیح کے ٹھوس، علمی اور اصولی دلائل جو ہمالیہ کی طرح قائم ہیں، کا کوئی صحیح جواب نہ دے سکے۔ یہی وجہ ہے کہ خود اس حلقہ میں بھی اس کو چنداں پذیرائی حاصل نہ ہو سکی۔ مگر حال ہی میں مولانا صفدر صاحب کے تلمیذ رشید جناب مولانا حبیب اللہ ڈیروی شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم فقیر والی کی کتاب ''توضیح الکلام پر ایک نظر'' طبع ہوئی۔

کتاب کیا ہے؟ گالیوں کا پلندہ، بدتمیزی کا شاہکار اور غیظ وغضب کا اظہار۔ ذرا جناب شیخ الحدیث صاحب کی زبان ملاحظہ ہو۔ ''بدبخت اثری، کاش ظالم انسان تجھے ماں نے نہ جنا ہوتا'' (ایک نظر: ص ۲۰۳)۔۔ تمھیں شرم وحیا کرنا چاہیے، پانی میں ڈوب مرنا چاہیے (ص ۲۲۲)۔۔ محرفین وخائنین وخادعین وغالین (ص ۱۹۱)۔۔ میاں مٹھو چبل چبل (ص ۱۶۳)

ندائے منبر و محراب

جلد اوّل

تالیف

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

استاذ جامعہ بنوریہ و ناظم شعبۂ تصنیف و تالیف

جس میں قدیم وجدید موضوعات پر دس مدلّل اور مفصل خطبات و مقالات شامل ہیں۔ خطباء اور لیکچررز کے لئے بے مثال تحفہ۔ عوام و خواص کے لئے یکساں مفید۔ آیات و احادیث مستند حکایات و واقعات عالمانہ نکات و اشارات کا بیش بہا خزانہ

ناشر

صدف پبلشرز

موبائل: 0333-2141837

0333-3275686

گمراہ فرقوں اوراسلام دشمن دانشوروں نے بدلتے حالات کے پیشِ نظر خطابت کے نئے اسلوب تراش لئے ہیں۔ وہ عقلی اور نقلی دلائل کی روشنی میں اس انداز سے بات کرتے ہیں کہ عام آدمی متأثر ہوئے بغیر نہیں رہتا اُن کا انداز، جوش سے زیادہ ہوش کا ہوتا ہے۔ الفاظ بھی جچے تُلے ہوتے ہیں، زبان بھی جدید ہوتی ہے، قرآنی آیات وہ کثرت سے پڑھتے ہیں لیکن ہمارے عام خطباء کا لب ولہجہ اب بھی وہی ہے جو کچھ عرصہ پیشتر متحدہ ہندوستان میں رواج پاگیا تھا۔ چند رٹی رٹائی حکایات ہیں، کچھ منتخب لطائف ہیں، مخالفوں پر رنگین تنقید اور واضح سبّ وشتم ہے۔ موضوع میں نہ ربط ہے نہ تسلسل، تقریر میں نہ یکسانیت ہے نہ ہم آہنگی۔ اور تعجب اس پر ہے کہ ایسے خطباء کو مسلسل سُن سُن کر عوام کا مزاج ایسا بگڑ گیا ہے کہ وہ اس انداز کے عادی ہو گئے ہیں۔ اور عوامی سطح پر ایسے خطباء کو پسند کیا جاتا ہے جن کی آواز پُرکشش ہو، جو قہقہے لگوائیں، جو کیچڑ اُچھالنے کے ماہر ہوں۔ جو کسی مخالف پر کفر سے کم فتوٰی نہ لگاتے ہوں، جو نقالی اور ایکٹنگ پر یدِطولیٰ رکھتے ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ پڑھے لکھے اور باشعور افراد ان خطباء سے بدکنے لگے ہیں اور اُن نام نہاد دانشوروں کی طرف ان کا میلان بڑھتا جارہا ہے۔ جو ہدایت کے نام پر اُن کو ضلالت کا درس دے رہے ہیں تو اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ ہم اپنے سامعین کو ہنسانے، تڑپانے، بڑھکانے اور بدکانے کے بجائے ان کا ذہن بدلنے کی کوشش کریں۔ بات ایسی مدلّل اور معقول ہو کہ ہر عام اور خاص متأثر ہو۔ لہجہ ایسا پُرسوز ہو کہ قلب ودماغ کی کایا پلٹ دے، انداز ایسا معتدل ہو کہ خواہ مخواہ کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ جھوٹی کہانیاں سُنانے کے بجائے سامعین کو آیات اور احادیث سُنائی جائیں، خطاب کو عام فہم بنانے کے لئے اسرائیلی روایات کے بجائے اسلامی تاریخ کی مستند حکایات پیش کی جائیں۔

جو پرلے درجے کا جھوٹا ہو، چغلخور ہو۔ | مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِیْمٍ ۔

قرآن کریم کی روشنی میں سنو یہ نہ کہنا کہ ممبر سے گالی دے رہے ہیں۔ قرآن کا ترجمہ پیش کر رہا ہوں۔ چغلخور بھلائی سے روکنے والا ہے حد سے بڑھنے والا ہے بڑا ہی گنہگار ہے بڑا سخت دل ہے اور اے محبوب! اس پر طرہ یہ کہ حرامزادہ ہے قرآن کا لفظ ہے جو سن رہے ہو زنیم کا لغت میں جاکر ترجمہ دیکھو۔ زنیم اسے کہتے ہیں کہ جس کے باپ کا پتہ ہی نہ ہو۔ دس عیب قرآن نے ولید بن مغیرہ کے شمار کرا دئیے۔

سنی علماء گالی دیتے ہیں

آج یہاں پر میں ایک پیاری بات سناؤں گا آج علمائے اہلِ سنت والجماعت کے اوپر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ گالی دیتے ہیں۔ کیا گالی دیتے ہیں؟ کسی کافر کو کافر کہہ دیا تو گالی ہے، کسی مشرک کو مشرک کہہ دیا تو گالی ہے۔ کسی منافق کو منافق کہہ دیا تو گالی ہے کسی رجیم کو رجیم کہہ دیا تو گالی ہے کسی خناس کو خناس کہہ دیا تو گالی ہے تو میں کہتا ہوں کہ اگر یہ سب گالی ہے تو یہ سب قرآن میں ہے پہلے قرآن کی صفائی کرو جو اخلاق والی کتاب ہے، جو آسمانی کتاب ہے جو صحیفۂ مبارکہ ہے۔ یہ سب الفاظ اسی قرآن میں ہیں اور اگر تم اسی کو قرآن کریم مانتے ہو جس میں یہ سب الفاظ ہیں تو تمہیں ان الفاظ کو گالی کہتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔ کیا خدا نے گالی دی ہے؟ حدیث شریف میں اگر منافقوں کو کلاب النار (جہنم کا کتا) کہا تو کیا رسول نے گالی دی ہے اور پھر اس کے بعد کہتے کیا ہیں؛ کافر کو کافر مت کہو مزہ تو یہ ہے کہ کافر کو کافر مت کہو کہنے والے خود کافر کہتے ہیں غور کر دیکھتے ہیں کافر کو کافر نہ کہو کس کو کافر نہ کہیں؟ کافر کو۔ جناب نے تو کہہ دیا کافر کو کافر نہ کہو۔ ان سے کہو کہ پھر مسلمانوں کو مسلمان بھی نہ کہو۔ پوچھا گیا کہ کافر کو کافر کیوں نہ کہیں! جواب دیا کہ تجھے کیا خبر کہ مرنے سے پہلے ایمان لے آئے تو ان سے کہو کہ مسلمان کو مسلمان بھی نہ کہنا، اس لیے کہ تجھے کیا خبر کہ مرنے سے پہلے کافر ہو جائے یہ کتنا بڑا افترا ہے شریعت پر۔ کیا رسول کا یہی پیغام تھا کہ کافر کو کافر نہ کہو اگر یہی پیغام تھا تو رسول نے خود کیوں کہا

قُلْ یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۔ اے کافرو! یہ کس کو کہا تھا کافر ہی کو تو کہا تھا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ مشرکین نجس ہیں۔ یہ کس کو کہا؟ مشرکین ہی کو تو کہا گیا خناس کہا کس کو کہا؟ رجیم کہا کس کو کہا؟ شیطان کہا کس کو کہا؟ خبیث وخبیثات کے الفاظ قرآن پاک میں کیوں آئے؟ اور میں نے جو آیت مبارکہ سنائی، اس میں تو حرام زادہ تک کہہ دیا اس میں زنیم کا لفظ بھی آگیا معلوم ہو گیا کہ تم ابھی سمجھ ہی نہ سکے کہ گالی کس کو کہتے ہیں کافر کو کافر کہنا گالی نہیں ہے، شرابی کو شرابی کہنا گالی نہیں ہے۔ چور کو چور کہنا گالی نہیں ہے بدکار کو بدکار کہنا گالی نہیں ہے جو صفت جس کی ہو، اس صفت سے اس کو یاد کرنا گالی نہیں ہے کسی مسلمان کو کافر کہو تو گالی ہے۔ کسی نیک کو بُرا کہو تو گالی ہے جو مصداق ہو اس مصداق والے کو وہی کہو تو گالی نہیں۔ مجھ سے تم یہ ضرور پوچھ سکتے ہو کہ جس کو مردود کہا ہے وہ واقعی مردود ہے کہ نہیں؟ جس کو خبیث کہا ہے وہ واقعی خبیث ہے کہ نہیں؟ یہ سوال تو معقول ہے مگر یہ کہنا تو غلط ہے کہ میں نے گالی دی ہے۔ جب میں ثابت کروں گا کہ واقعی وہ ایسا ہی ہے تو یہ چیز گالی نہیں بنتی اور جب تم گالی نہ سمجھ سکے تو قرآنِ کریم کیا سمجھو گے؟

جواب دو کہ قرآن کریم میں جو کچھ ولید بن مغیرہ کو کہا گیا یہ گالی ہے کہ نہیں۔ اگر اس کو گالی کہو گے تو قرآن کریم کو کیا کہو گے۔ الغرض یہ گالی نہیں ہے اس لئے کہ جس کو ایسا کہا گیا تھا وہ واقعی ایسا ہی تھا۔ یاد رکھنا اس کو یہ بات بہت زیادہ کہی جاتی ہے۔ گالی دیتے ہیں۔ اچھا میں اب ایک بات اور بتاؤں۔ ولید ابنِ مغیرہ اپنی ماں کے پاس گیا اور اس سے کہا اے ماں! آج محمد عربی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے میرے دس عیب شمار کیے ہیں۔ تو نو کو تو میں جانتا ہوں، مگر یہ دسواں ہے یہ تو ہی بتا سکتی ہے میرے باپ کا کیا نام ہے؟ بتانا پڑے گا اور سن لو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جھوٹ نہیں بول سکتے دیکھا ولید سا مجنون کہتا ہے اور اپنے دل میں یہ خیال بھی رکھے ہوئے ہے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جھوٹ نہیں بول سکتے۔

از قلم: حضرت مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی

ناشر:۔ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

غیر مقلدین کے اعتراض کا دندان شکن جواب:

عام طور پر غیر مقلدین اس قسم کے سوالات کیا کرتے ہیں کہ قرآن میں دکھاؤ کہ خاص ابو حنیفہؒ کی تقلید واجب ہے۔ آپ ان سے پوچھیں کہ پہلا نمبر قرآن کا ہے تو پہلے ساتوں قاریوں کے نام آپ قرآن سے دکھائیں کہ قاری حفص کی قرآت پر قرآن جائز ہے؟۔

دوسرا نمبر حدیث کا ہے اس لئے آپ حدیث میں دکھائیں کہ بخاری **اصح الکتب بعد کتاب اللہ** ہے۔ سنن اربعہ دوسرے درجہ کی کتابیں ہیں، اور حدیث کی باقی کتابیں تیسرے درجہ کی ہیں۔ اصل مسئلہ یوں ہے کہ جس طرح قرآن کریم میں حکم ہے کہ مؤمن نماز پڑھے، لیکن قیامت تک آنے والے مومنوں کا نام درج نہیں۔ اب یہ حکم قرآن سے دکھایا جائے کہ نماز مومن پر فرض ہے اور زید کا مومن ہونا مشاہدہ سے معلوم ہوگا۔ اس لئے یقیناً اس پر نماز فرض ہوگی۔

اسی طرح حصول علم کا حکم قرآن و حدیث میں ہے لیکن کوئی اگر ضد کرے کہ استاد کا نام قرآن سے دکھاؤ تو وہ علم حاصل نہیں کر سکتا۔ جو استاد بھی اسے میسر ہو اس سے علم حاصل کرلے تو اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم پورا کر دیا۔

نماز باجماعت میں امام کی تابعداری کے بارہ میں بہت تاکید آئی ہے اور امام مسجد کی تابعداری کی بجائے مخالفت کرنے والا چھوٹا گدھا اور امام اعظم کی مخالفت کرنے والا بڑا گدھا۔ اور امام کی مخالفت کرنے والے غیر مقلد کو گدھا، کتا، خنزیر تک کہا گیا ہے۔ ہاں اتنا فرق ہوگا کہ ایک مسجد کے امام کی مخالفت کرنے والا چھوٹا گدھا ہوگا اور امام اعظم کی مخالفت کرنے والا بڑا گدھا ہوگا۔

اب کوئی جماعت کی تاکید پڑھ کر یہ ضد کرے کہ امام کا نام قرآن و حدیث سے دکھاؤ کہ اس کے پیچھے میں نماز پڑھوں۔ بات وہی ہے کہ امام کی تابعداری کا حکم قرآن پاک میں ہے لیکن یہ امام امامت کا اہل ہے یا نہیں یہ مشاہدہ سے معلوم ہوگا۔

اسی طرح بیمار کے لئے حکم ہے کہ وہ علاج کروائے، اسی طرح اگر کوئی ضد کر بیٹھے کہ ڈاکٹر

بدعت کی مثال

بدعت کی مثال خودرو جڑی بوٹیوں کی ہے۔ جیسے گندم تو زمیندار لے گیا اور بو آیا، لیکن کھیت میں صرف گندم ہی نہیں ہوئی بلکہ کئی خودرو جڑی بوٹیاں بھی اگ آئیں۔ یہ جڑی بوٹیاں ہر علاقے کی الگ الگ ہوتی ہیں۔ جو جڑی بوٹیاں سندھ میں اگتی ہیں پنجاب والے ان کا نام بھی نہیں جانتے، لیکن گندم ہر علاقے میں ایک ہی ہوتی ہے۔ علمائے دیوبند سنت کی فصل کی حفاظت کرتے ہیں اور جڑی بوٹیاں اکھاڑ اکھاڑ کر پھینک دیتے ہیں۔ جب کہ رضا خانی جڑی بوٹیوں کی پوری پوری حفاظت کرتے ہیں سنت کی فصل رہے یا نہ رہے۔

الحاد کی مثال

الحاد کی مثال کیڑوں کی سی ہے جو فصل کو تباہ اور خراب کرتے ہیں۔ کوئی کیڑا پھلوں کو، کوئی ٹہنیوں کو، کوئی جڑوں کو خراب کرتا ہے۔ کسی کیڑے کا نام مودودی ہے، کسی کا نام طاہر القادری ہے، کسی کا نام کیپٹن عثمانی ہے اور کسی کا نام اشاعت التوحید والسنّت ہے۔ یہ لوگ دین کے ثابت شدہ مسائل کا انکار کرتے ہیں۔ کسی نے فقہ کا انکار کر دیا، کسی نے حدیث کا انکار کر دیا، کسی نے معراج کا انکار کر دیا اور کسی نے حیاۃ النبی ﷺ کا انکار کر دیا۔

علاج

ان دونوں بیماریوں کا علاج فقہ کو ماننا ہے۔ بدعتی سے یہ پوچھو کہ تمہارا یہ عمل اور عقیدہ فقہ کی کتابوں میں ہے؟۔ اگر وہ فقہ کا مفتٰی بہ قول پیش کر دے تو وہ مسئلہ دین کا ہوگا۔ اور اگر فقہ سے نہ دکھا سکے اور کہے کہ قرآن سے یہ مسئلہ ثابت ہے تو یقین کریں کہ وہ قرآن کا نام لے کر جھوٹ بول رہا ہے۔ اور اگر وہ بدعت کی تائید کے لئے حدیث پیش کرے تو یقین کریں کہ وہ دھوکا دے رہا ہے، کیونکہ قرآن وسنت کی وہ تشریح قبول ہے جو مجتہدین سے ہوگی۔

اور ترجمہ میں مذکور نہیں ہیں۔اب ان علتوں کا استخراج ہر آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔جو علت استخراج کرسکتا ہے اس کو مجتہد کہتے ہیں اور اس علت سے جو مسائل نکلیں ان پر عمل کرنے سے مقلد بن جاتا ہے۔

ہم منصوص مسائل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے محتاج ہیں اور تابعدار ہیں۔اور اجتہادی مسائل میں جو علتوں کے استنباط سے ظاہر ہوں ان میں مجتہدین کی تقلید کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مسائل کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) منصوص (۲) مجتہد فیہ۔

منصوص میں رسول ﷺ کی طرف رجوع ہے اس لئے ہم سنّی کہلاتے ہیں اور مجتہد فیہ مسائل میں ہم اہل اجتہاد کی طرف رجوع کرتے ہیں اس لئے ان مسائل میں ہم حنفی کہلاتے ہیں۔منصوص مسائل میں رجوع نبیوں کی طرف ہے اور مجتہد فیہ میں ربانیین کی طرف۔قرآن پاک نے لوگوں کی تقسیم فرمادی کچھ فقہاء ہیں اور کچھ غیر فقہاء ہیں۔قرآن وسنت کے سمجھنے میں فقیہ کا فہم حجت ہے سفیہ یعنی غیر مقلد کا فہم حجت نہیں ہے۔انہیں فقہاء کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے۔

یحیٰ بن معین دس لاکھ احادیث کے حافظ تھے اور حنفی تھے غیر مقلد نہیں تھے امام محمد کے شاگرد تھے،اور امام بخاری کے استاد تھے۔غیر مقلد ایسے بے غیرت ہیں کہ بخاری، بخاری تو کہتے ہیں لیکن بخاری کے استاد کو نہیں مانتے جو اپنے دادا کو نہ مانے وہ حرام زادہ ہوتا ہے۔

فلولا نفر من کل فرقة

سورۃ توبہ بڑی سورتوں میں سے ہے،قرآن کے نزول کے اعتبار سے بڑی سورۃ اور آخری سورۃ ہے۔اب قرآن پاک کی تکمیل ہورہی ہے صحابہ کرامؓ حضرت ﷺ سے قرآن سمجھ رہے ہیں۔لیکن سوال یہ ہے کہ جو لوگ حضرت ﷺ سے دور رہتے ہیں یا حضرت ﷺ کے بعد قیامت تک آئیں گے ان کو کتاب وسنت کون سمجھائے گا۔اس بارہ میں یہ

اہل سنت والجماعت ہیں۔

اسلاف نے دین کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔ **تعمیل الظاهر و الباطن** ظاہر کی تعمیل فقہی احکام سے ہوتی ہے اور باطن کی تعمیر صوفیاء کی جوتیاں سیدھا کرنے سے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیں کہ ہمیں تو ایک علم صحیح کی ضرورت ہے دوسرے یہ کہ اس پر عمل کرنے کی ہمت قوی ہو۔ علم صحیح فقہاء سے ملتا ہے، اور ہمت قوی اللہ والوں کے تعلق سے حاصل ہوتی ہے۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ غیر مقلد پورے دیں کے دشمن ہیں کیونکہ ان کے دو ہی کام ہیں یا فقہاء کو بھونکنا، یا صوفیاء کو۔ اس آیت کے اولین مخاطب صحابہ کرامؓ تھے کہ جن کی مادری زبان عربی تھی انہیں حکم دیا جا رہا ہے کہ ہر فرقے اور ہر قوم میں ایک یا چند فقیہ بنیں اور پھر وہ اپنی ساری قوم کو اللہ تعالیٰ کے احکام سے ڈرائیں۔ اور خدا اور رسول کی نافرمانی سے بچائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ فقہ قرآن وحدیث کے ترجمہ کو نہیں کہتے کیونکہ سب صحابہؓ قرآن وحدیث کے الفاظ سن کر اس کا مطلب ہم سے زیادہ اچھا سمجھ لیتے تھے۔ اس لئے فقہ خاص گہرائی کا نام ہے کہ کتاب وسنت کی تہہ سے مسائل کا استنباط کرے۔

فقیہ کون ہوسکتا ہے

فقیہ کس کو مانا جائے گا؟۔ اس میں معیار ایک ہی ہوتا ہے۔ جیسے ہم کسی کو ڈاکٹر مانتے ہیں جس کو اہل فن ڈاکٹر مانیں۔ رستم کو پہلوانوں کا امام اس لئے مانتے ہیں کہ پہلوان اس کو اپنا بڑا مانتے ہیں۔ امام بخاریؒ کو ہم بہت بڑا محدث اس لئے مانتے ہیں کہ اہل فن محدثین نے ان کی بڑائی کو تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح ہم آئمہ اربعہ کو مجتہد اور فقیہ مانتے ہیں کیونکہ اہل فن فقہاء ان کی فقہی برتری کے قائل ہیں۔ یہ نہیں کہ چند نااہل مودودی کو مجتہد مان لیں کہ یہی کہا جائے گا۔

که عیسیٰ نتواں گشت
به تصدیق خبرے چند

علمائے دیوبند کا ماضی
(تاریخ کے آئینے میں)
حکیم محمود احمد
بن مولانا اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ

لاہور میں مناظرہ پر اصرار کی سمجھ تو کسی قدر آتی ہے کہ ممکن ہے مرزا صاحب کو بٹالوی صاحب مسجد چینیانوالی کے منتظمین اور لاہور کے غیر مقلدین سے امداد کی توقع ہو کہ وہ عین مناظرہ کے وقت ہلڑ بازی وغیرہ کے اپنے روایتی طریقے سے مرزا صاحب کی جان بخشی کرا دیں گے۔

ماشاء اللہ کس قدر پیاری زبان ہے

جو پیارے عبد الحق نے جماعت اہلحدیث کے متعلق استعمال فرمائی ہے۔

کس قدر شیریں ہیں ترے لب کہ رقیب گالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اہلحدیث سے ان کو کتنا پیار ہے یہ کام انہوں نے محض اتحاد پیدا کرنے کے لیے کیا۔

ستون چشم بد دور ہیں آپ ہیں کے نمونہ ہیں خلق رسول امیں کے

یہ رسیلی زبان ماشاء اللہ آپ کی اصلی اور نسلی زبان ہے اور مولانا سرفراز صاحب کی تربیت نے اس کو چار چاند لگا دیے ہیں اور مولانا نے اپنے اس بچے کی رس بھری زبان پر جتنا بھی ناز کریں تھوڑا ہے مولانا صاحب کے پاس جو بھی بیٹھ گیا اس کی فطرت بدل گئی انسانوں کے زمرے سے نکال کر اسے غیض غضب عنایت فرما دیتے ہیں یہ دیکھو بھولا بھالا حبیب اللہ ڈیروی کتنی بھولی بھالی صورت منہ میں زبان نہیں اب آپ ان کی کتاب نور الصباح اٹھا کر

دیکھیں کسی اہلحدیث کا نام عزت سے نہیں لیا یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی اجڈ گنوار ہے جسے تمیز تک نہیں۔ چلو ہماری تو کوئی بات نہیں مگر ایں جناب نے امام بخاریؒ اور امام ابن حجرؒ تک کو نہیں بخشا اور وہ زبان استعمال کی ہے کہ الامان والحفیظ۔

مولانا کے شاگردان گرامی قدر نے ایک رسالہ غیر مقلدین کے ڈھول کا

ہم تو بچ بچ کے بھی لکھتے ہیں تو مطعون کیے جاتے ہیں
شرمندہ پراگندہ تر از ظلم سہے جاتے ہیں

کیا گستاخی ترک تقلید کا نتیجہ ہے

مولانا غیر مقلد بیچارے کیا گستاخی کریں گے آپ مقلدین کی شرافت کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں مولوی محمد حسن سنبھلی جو مولانا قاسم نانوتوی کے شاگرد تھے فوائد حاشیہ شرح عقائد میں گل افشانی فرماتے ہیں:

"یہ ٹولہ (اہلحدیث) باغی حرام کمائی کرنے والا قنوجی خدا کا جسم ماننے والا فرعون کی اُمت سے ہے۔ خدا کو مخلوق سے تشبیہ دینے والا اپنی عورتوں کی زنا کی کمائی کھانے والا بدعات کا باد مارنے والا کبھی آواز اور کبھی بغیر آواز کے ساتھ اور اماموں کی شان میں بدزبانی کرنے والے۔ (ص[141])

اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے:

اس ملت وہابیہ کے چار خلفاء ابن تیمیہؒ ابن قیمؒ اور شوکانیؒ بمصداق تین چوتھا ان کا کتا ہے اور جب ابن حزم اور داؤد ظاہری کو ساتھ بلایا جائے تو چھ ہو جاتے ہیں اور بمصداق قرآن پانچ چھٹا ان کا کتا غیب کی اٹکلیں لگاتے ہیں اور خاتم المکلبین کی مثال کی طرح ہے اس پر وزن ڈالو تو بھی ہانپتا ہے اور نہ ڈالو پھر بھی ہانپتا ہے۔ (ص[102])

مولانا حسین احمد مدنیؒ

اپنی کتاب شہاب ثاقب میں فرماتے ہیں:

"فتاویٰ رشیدیہ میں متعدد مقامات میں مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے طائفہ وہابیہ غیر مقلدین کو فاسق تحریر فرمایا ہے اور ان کی اقتداء کو مکروہ کہا کہ سلف صالحین و ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے فسق عائد ہوتا ہے۔

پھر ص۶۶ پر اپنی ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

وہابیہ خبیثہ کثرت صلوٰۃ السلام و درود بر خیر الانام علیہ السلام اور

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کا الزام

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ آپؑ نے نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے حالانکہ حضورِ اقدسؑ نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ حضورؑ کی تنقید کا مورد قرآن میں بیان کردہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نہیں بلکہ بائبل کا پیش کردہ یسوع ہے۔لیکن حضورؑ کی اس وضاحت کو تسلیم کرنے کی بجائے توہینِ مسیحؑ کے الزام کو مسلسل دہرایا جارہا ہے۔جبکہ خود ان علماء کی کتابوں میں دو مسیح کے اس نظریئے کو تسلیم کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ ان کی کتابوں میں ایسے الفاظ اور عبارات پائی جاتی ہیں جن میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہی انداز میں بائبل کے یسوع پر تنقید کی گئی ہے بلکہ دیگر انبیاء کے متعلق بھی ایسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جو احمدیہ تحریرات سے کہیں زیادہ سخت اور درشت ہیں۔

ٹائیٹل بار اوّل

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ

جو شخص مظلوم ہونیکے بعد انتقام لے اسپر کوئی الزام نہین

نور القرآن

نمبر ۲

بابت ماہ ستمبر اکتوبر نومبر دسمبر ۱۸۹۵ء وجنوری وفروری
ومارچ واپریل ۱۸۹۶ء

خاکسار محمد سراج الحق جمالی نعمانی

مطبع ضیاء الاسلام قادیان مین باہتمام حکیم فضل دین صاحب
مالک مطبع کے چھپا

۷۰۰ جلد چھپی

قیمت فی جلد ۸ر

پا کوں کو جو ہزار ہا درجہ اس سے بہتر تھے گالیاں دیں۔ سو ہم نے اپنی کلام میں ہر جگہ عیسائیوں کا **فرضی یسوع مراد لیا ہے** اور خدائے تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ **عیسیٰ ابن مریم** جو نبی تھا جس کا ذکر قرآن میں ہے وہ ہمارے درشت مخاطبات میں ہرگز مراد نہیں اور یہ طریق ہم نے برابر چالیس برس تک پادری صاحبوں کی گالیاں سن کر اختیار کیا ہے۔ بعض نادان مولوی جن کو اندھے اور نابینا کہنا چاہیے۔ عیسائیوں کو معذور رکھتے ہیں کہ وہ **بے چارے** کچھ بھی منہ سے نہیں بولتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ بے ادبی نہیں کرتے۔ لیکن یاد رہے کہ **درحقیقت** پادری صاحبان تحقیر اور توہین اور گالیاں دینے میں اول نمبر پر ہیں۔ ہمارے پاس ایسے پادریوں کی کتابوں کا ایک ذخیرہ ہے جنہوں نے اپنی عبارت کو صدہا گالیوں سے بھر دیا ہے جس مولوی کی خواہش ہو وہ آ کر دیکھ لیوے اور یاد رہے کہ آئندہ جو پادری صاحب گالی دینے کے طریق کو چھوڑ کر ادب سے کلام کریں گے ہم بھی ان کے ساتھ ادب سے پیش آویں گے اب تو وہ اپنے یسوع پر آپ حملہ کر رہے ہیں۔ کہ کسی طرح سبّ وشتم سے باز ہی نہیں آتے ہم سنتے سنتے تھک گئے اگر کوئی کسی کے باپ کو گالی دے تو کیا اس مظلوم کا حق نہیں ہے کہ اس کے باپ کو بھی گالی دے اور ہم نے تو جو کچھ کہا **واقعی** کہا۔ وانما الاعمال بالنیات۔

خاکسار **غلام احمد**

۲۰؍دسمبر ۱۸۹۵ء

احتجاج طبرسی

ابو منصور احمد ابن علی ابن ابی طالب طبرسی

(از علمائے اوائل قرن ششم)

حصہ (سوم ـ چھارم)

مترجم

جناب الحاج مولانا اشفاق حسین

ناشر

ادارہ تحفظ حسینیت

لاہور پاکستان

رہا پھر جاثلیق کی طرف رخ کر کے کہا اے جاثلیق! یہ علی ابن موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام میرے ابن عم، دختر رسول اللہ فاطمہ زہرا اور علی مرتضیٰ علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ان سے بحث ومناظرہ کرو اور انصاف سے کام لو۔

جاثلیق: یا امیر المومنین! میں ایسے شخص سے کیا بحث کروں، جو ایسی کتاب سے استدلال کرتا ہے جسے میں مانتا نہیں اور ایسے نبی کے اقوال کو دلیل بناتا ہے جس پر میرا ایمان نہیں؟ امام رضا: اے نصرانی! اگر انجیل سے دلیل بیان کروں تو کیا تو اس کو قبول کرے گا؟

جاثلیق: کیا میں انجیل کو رد کر سکتا ہوں؟ خدا کی قسم! میں اسے اپنے باطن کے خلاف بھی قبول کروں گا۔

امام رضا علیہ السلام: اب جو چاہو سوال کرو اور مجھ سے اس کا جواب سنو۔

جاثلیق: حضرت عیسیٰ کی نبوت اور ان کی کتاب کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ کیا آپ ان دو کے منکر ہیں؟

امام رضا علیہ السلام: میں نبوت حضرت عیسیٰ ان کی کتاب اور جو انھوں نے اپنی امت کو بشارت دی اور حوارین نے جن باتوں کا اقرار کیا سب پر ایمان رکھتا ہوں اور جس عیسیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی کتاب کا اقرار نہیں کیا اور ان کی بشارت نہیں دی ان کا منکر ہوں۔

جاثلیق: کیا کوئی حکم دو شاہد عادل نہیں چاہتا؟

امام رضا علیہ السلام: کیوں نہیں۔

جاثلیق: پس آپ دو ایسے گواہ پیش کیجئے جو آپ کے دین کے علاوہ عیسائیت کو بھی قبول کرتے ہوں اور ہم سے بھی ایسے ہی گواہی مانگیں۔

امام رضا علیہ السلام: اب تو نے انصاف کی بات کی کیا تم ان کی بات قبول کرو گے جو حضرت عیسیٰ کے نزدیک مقام ومنزلت رکھتے تھے؟

جاثلیق: وہ شخص عادل کون ہے اس کا نام بتایئے؟

امام رضا علیہ السلام: تم یوحنائے دیلمی کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

جاثلیق: آپ نے حضرت مسیح کے نزدیکترین ومحبوب ترین شخص کا نام لیا۔

امام رضا علیہ السلام: میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ کیا انجیل میں نہیں آیا ہے کہ یوحنا نے کہا کہ حضرت مسیح نے مجھ کو دین محمد عربی

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ

تفہیم القرآن

جلد اوّل

سورۃ الفاتحہ تا سورۃ الانعام

ابوالاعلیٰ مودودی

ادارہ ترجمان القرآن لاہور

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۭ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۷۶﴾ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ غَیْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِیْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ﴿۷۷﴾

اِن سے کہو، کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اُس کی پرستش کرتے ہو جو نہ تمہارے لیے نقصان کا اختیار رکھتا ہے نہ نفع کا؟ حالانکہ سب کی سُننے والا اور سب کچھ جاننے والا تو اللہ ہی ہے۔ کہو، اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور اُن لوگوں کے تخیلات کی پیروی نہ کرو جو تم سے پہلے خود گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور "سَوَاءُ السَّبِیل" سے بھٹک گئے۱۰۱

خود خدا ہے یا خدائی میں خدا کا شریک وسہیم ہے۔ لیکن یہ انسانی ذہن کی ضلالت پذیری کا ایک عجیب کرشمہ ہے کہ عیسائی خود اپنی مذہبی کتابوں میں مسیح کی زندگی کو صریحاً ایک انسانی زندگی پاتے ہیں اور پھر بھی اسے خدائی سے متصف قرار دینے پر اصرار کیے چلے جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اُس تاریخی مسیح کے قائل ہی نہیں ہیں جو عالمِ واقعہ میں ظاہر ہوا تھا بلکہ انہوں نے خود اپنے وہم و گمان سے ایک خیالی مسیح تصنیف کر کے اُسے خدا بنا لیا ہے۔

۱۰۱ اشارہ ہے اُن گمراہ قوموں کی طرف جن سے عیسائیوں نے غلط عقیدے اور باطل طریقے اخذ کیے۔ خصُوصاً فلاسفۂ یونان کی طرف، جن کے تخیلات سے متاثر ہو کر عیسائی اُس صراطِ مستقیم سے ہٹ گئے جس کی طرف ابتداءً ان کی رہنمائی کی گئی تھی۔ مسیح کے ابتدائی پیرو جو عقائد رکھتے تھے وہ بڑی حد تک اُس حقیقت کے مطابق تھے جس کا مشاہدہ انہوں نے خود کیا تھا اور جس کی تعلیم ان کے ہادی و رہنما نے ان کو دی تھی۔ مگر بعد کے عیسائیوں نے ایک طرف مسیح کی عقیدت اور تعظیم میں غلو کر کے، اور دُوسری طرف ہمسایہ قوموں کے اوہام اور فلسفوں سے متاثر ہو کر، اپنے عقائد کی مبالغہ آمیز فلسفیانہ تعبیریں شروع کر دیں اور ایک بالکل ہی نیا مذہب تیار کر لیا جس کو مسیح کی اصل تعلیمات سے دُور کا واسطہ بھی نہ رہا۔ اس باب میں خود ایک مسیحی عالمِ دینیات (ریورینڈ چارلس اینڈرسن اسکاٹ) کا بیان قابلِ ملاحظہ ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے چودھویں ایڈیشن میں "یسُوع مسیح" (Jesus Christ) کے عنوان پر اس نے جو طویل مضمون لکھا ہے اس میں وہ کہتا ہے:

"پہلی تین انجیلوں (متی، مرقس، لوقا) میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس سے یہ گمان کیا جاسکتا ہو کہ

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ الآية

بائبل سے قرآن تک

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی کی شہرۂ آفاق تالیف

"اظہار الحق"

کا اردو ترجمہ اور شرح و تحقیق

جلد اوّل

ترجمہ

مولانا اکبر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سابق استاذ حدیث دار العلوم کراچی

شرح و تحقیق

محمد تقی عثمانی

استاذ دار العلوم کراچی

مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۴

۷- لارڈنر کی تفسیر مطبوعہ لندن ۱۸۴۵ء،

۸- بارسلے کی تفسیر،

۹- واٹسن کی کتاب،

۱۰- فرقہ پروٹسٹنٹ کا ترجمہ انگریزی مہرشدہ مطبوعہ ۱۸۱۹ء و ۱۸۳۰ء و ۱۸۳۱ء و ۱۸۳۶ء،

۱۱- عہد عتیق و جدید کا انگریزی ترجمہ جو رومن کیتھولک کا کیا ہوا ہے، مطبوعہ ڈبلن ۱۸۴۰ء،

اس کے علاوہ دوسری کتابیں بھی ہیں جن کا ذکر اپنے اپنے موقع پر آئے گا، یہ کتابیں اُن ممالک میں جن پر انگریزوں کا تسلط ہو بڑی کثرت سے ملتی ہیں، جس کسی کو شک ہو نقل کو اصل کے مطابق کرسکتا ہے،

(۴)

اگر کسی جگہ میرے قلم سے کوئی ایسا لفظ نکل جائے جو عیسائیوں کی کسی مسلّمہ کتاب کی نسبت یا اُن کے کسی پیغمبر کے متعلق بے ادبی اور گستاخی کا شبہ پیدا کرتا ہو تو ناظرین اس کو اُس کتاب کی یا نبیؑ کی نسبت میری بداعتقادی پر محمول نہ فرمائیں، کیونکہ میرے نزدیک خدا کی کسی کتاب یا اس کے کسی پیغمبر کی شان میں بے ادبی کرنا بدترین عیب ہے، اللہ تعالیٰ مجھ کو اور تمام مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے، مگر چونکہ وہ کتابیں جو عیسائیوں کے نزدیک مسلّم اور انبیاء کی جانب منسوب ہیں، ان کا الہامی کتابیں ہونا آج تک ثابت نہیں ہو سکا، بلکہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نے دونوں کو یک جا کر دیا اور اس کا نام ہنری واسکاٹ کی تفسیر ہو گیا، اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ مصنفؒ اس کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "تفسیر ہنری واسکاٹ کے جامعین نے یوں کہا" ۱۲ محمد تقی

رنگ جب محشر میں لائے گی تو اُڑ جائے گا رنگ
یہ نہ کہیئے سُرخیٔ خونِ شہیداں کچھ نہیں!

شاہ اسمٰعیل محدث دہلویؒ

شہید بالاکوٹ ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء

علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے، وھو الجواب وبہ یُفتٰی وعلیہ الفتوٰی وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ والسواد یہی جواب ہے یہی فتوے دیا جائے گا۔ اور اسی پر فتوے ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت ہے،

مولانا احمد رضا خاں بریلوی
تمہید ایمان ص ۴۲ مطبوعہ ۱۳۲۶ھ

تالیف: پروفیسر علامہ خالد محمود ایم اے، پی ایچ ڈی

شائع کردہ:- مکتبہ دار المعارف : اردو بازار لاہور

مولانا شہیدؒ کی تصنیفات

حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی کتابوں میں تقویۃ الایمان، تذکیر الاخوان، منصب امامت اور ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح اور عبقات معروف ہیں، آپ کی مثنوی سلک نور آپ کے ذوقِ شعری کی یادہے۔ فنون کی کتابوں پر آپ نے علمی حاشیے بھی تحریر فرمائے۔ مگر افسوس کہ وہ ۱۸۵۷ء میں ضائع ہو گئے۔ ؎۱

صراطِ مستقیم آپ کے شیخ طریقت حضرت سید احمدؒ خلیفہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے ارشادات کا مجموعہ ہے جس کے مقدمہ باب اوّل اور باب چہارم کو مولانا اسمٰعیل شہیدؒ نے اور باب دوم اور باب سوم کو حضرت مولانا عبدالحیؒ نے قلمبند فرمایا تھا۔ صراطِ مستقیم حضرت سید صاحبؒ کے ارشادات اور ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ اسے مولانا شہیدؒ نے مرتب کیا تھا۔ تقویۃ الایمان میں زیادہ تر توحید ربانی کا بیان ہے۔ منصب امامت میں انبیاء کرام اور ائمہ و اولیاء کی رفعت و عظمت اور امامت و خلافت پر نہایت بلند پایہ تبصرے ہیں۔ ایضاح الحق الصریح نہایت بلند پایہ علمی کتاب ہے۔ عبقات بھی ایک علمی شاہکار ہے۔ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے عقائد و نظریات معلوم کرنے کے لیے ان تمام کتابوں کو دیکھنا چاہیے۔ صرف تقویۃ الایمان دیکھ کر اور اسے بھی بالاستیعاب نہیں چند جستہ جستہ کٹی عبارات سے دیکھ کر اتنے بڑے عالم اور ولی کامل کے عقائد کا تجزیہ کرنے بیٹھ جانا عقل و انصاف سے دور ہے اور نہ یہ اہل علم کا دستور ہے۔ ان کتابوں کو غور سے دیکھیں بالاستیعاب دیکھیں اور بار بار دیکھیں اور پھر دیکھیں کہ حضرت شاہ صاحبؒ کا دل انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کی عظمت و محبت سے کس قدر معمور تھا۔ توحید خالص کے بیان اور شرک کی مذمت کو انبیاء و اولیاء کی توہین سمجھنے لگ جانا ایک بڑی غلطی اور حماقت ہے۔ مسلمان جب یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے اور شریک نہیں تو نادان عیسائی اسے حضرت عیسیٰؑ کی توہین سمجھنے لگ جاتے ہیں۔

؎۱ ازاکمل البیان صفحہ ۲۸

ولا تجادلوا اهل الكتاب الا بالتي هي احسن
اسلام اور مسیحیت
بجواب کتب مسیحیہ
توضیح القرآن، مسیحیت کی عالمگیری، دین فطرت
مصنفہ حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری
نعمانی کتب خانہ
NOMANI KUTAB KHANA

اصول اِسلام کو بدلنا ہے۔ لیکن ربنا المسیح ان تمام اوصاف سے متصف ہیں اور وہ آپ میں انسب اور اکمل طور پر موجود ہیں۔" ---(یوحنا۱۰: ۳۰ صفحہ ۱۲۹)

اِسی مضمون کو عیسائیوں کے رسالہ "اخوت" لاہور نے ذرا واضح الفاظ میں بیان کیا ہے۔

چنانچہ لکھا ہے کہ

"مسیحی مذہب نے نہایت ہی وضاحت اور بے باکی کے ساتھ یہ تعلیم دی ہے کہ خدا نے انسانی شکل اختیار کی۔ انسانوں کے درمیان خیمہ زن ہوا اور اپنے جملہ الٰہی اوصاف کا کامل مظاہرہ یسوع ناصری میں ہو کر کیا۔" ---(اخوت لاہور بابت دسمبر ۱۹۴۰ء صفحہ ۲۳)

مجیب: ان دونوں عبارتوں پر غور کر کے ہمارے دِل میں یہ بات آئی کہ ہم یسوع مسیح کے الٰہی اوصاف کا نمونہ تصویر کی شکل میں دکھائیں۔ کیونکہ الفاظ کی شکل میں مفصل بحث ہم اس کتاب میں گذشتہ صفحات پر کر چکے ہیں۔

شاعر لوگ اپنا دلی جذبہ اور محبت اکثر اوقات لفظوں میں بیان کیا کرتے ہیں۔ مگر گاہے گاہے مصوروں سے تصویر کشی کی درخواست کرتے ہوئے کہا کرتے ہیں۔ ؎

مصور کھینچ وہ نقشہ جس میں یہ رسائی ہو
ادھر تلوار کھینچی ہو ادھر گردن جھکائی ہو

اسی بنا پر ہم بادل نخواستہ بقول نصاریٰ مسیح کی شخصیت الہیہ کا خوفناک انجام تصویر میں دکھاتے ہیں۔ یہ تصویر خود عیسائیوں نے شائع کی ہوئی ہے۔

اعتزاز: مسلمان قارئین ہمیں معاف رکھیں۔ کیونکہ ہم ایک مکروہ فعل کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ اِسلامی حیثیت سے ہماری مثال اس صلح کی ہو گی جو دو شخصوں کے درمیان صلح کراتا ہو اور خود کو مصلحت آمیز بات کہہ دیتا ہے۔

انجیل متی میں لکھا ہے کہ

"یسوع مسیح کو صلیب پر چڑھایا گیا۔ اس کے ہاتھوں کو تختے کے بالائی حصے کے ساتھ ملا کر میخیں گاڑی گئیں اور اس کے سر پر کانٹوں کا تاج پہنایا گیا اس حالت میں اس نے نہایت عاجزی و زاری کے ساتھ چلا کر جان دی۔" ---(انجیل متی باب ۲۷)

اے میرے خُدا اے میرے خُدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔

(مقولہ مسیح در انجیل)

(یسوع مسیح صلیب پر)

ع

دیکھئے مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہے

وَلَا تَقُولُوا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

اور یہ کہو خدا تین ہیں باز آجاؤ تمہارے حق میں یہی بہتر ہے بے شک اللہ ہی معبود واحد ہے
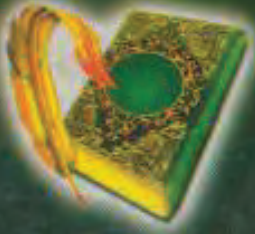
احسن الاحادیث فی ابطال التثلیث

توحیدِ باری تعالیٰ کے اثبات اور ابطالِ تثلیث کے موضوع پر متکلم اسلام، محقق مسیحت، مجاہدِ حق حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی قدس سرہ کی قدیم و نایاب علمی تحریر سلیس اردو کے خوبصورت لباس میں جس میں عیسائیت کے اساسی نکتہ "تثلیث فی التوحید" کو عقلی و نقلی، الزامی و تحقیقی، جامع و مسکت دلائل اور بائبل کی رُو سے باطل کیا گیا ہے۔

تالیف
حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ

تقدیم، تسہیل، تشریح، تحقیق
حضرت مولانا ابو محمد اسماعیل عارفی

ادارہ اسلامیات
کراچی — لاہور

میں تھیں اور اس سے حضرت مریمؑ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے علاوہ چار بیٹے اور کئی بیٹیاں جنی ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے ہم وطن، قرابت دار لوگ اور اس زمانہ کے یہودی انہیں یوسف بڑھئی کا بیٹا جانتے تھے جیسا کہ انجیل لوقا باب ۳ آیت ۲۳ میں ہے "تب یسوع کی عمر قریب تیس برس کے ہونے لگی اور یہ گمان کیا جاتا تھا کہ وہ بیٹا یوسف کا تھا" (۱) حضرت عیسی علیہ السلام کے متعلق انکے ہم وطن اور اہل قرابت لوگوں کا قول بطور تعجب یوں مذکور ہے "کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں؟ اور اسکی ماں کا نام مریم اور اسکے بھائی یعقوب اور یوسف اور شمعون اور یہوداہ نہیں؟ اور کیا اسکی سب بہنیں ہمارے ہاں نہیں؟" (متی باب ۱۳ آیت ۵۵، مرقس باب ۶ آیت ۳) یہ عبارت متی کی ہے۔ اسکے علاوہ ان برادران مسیحؑ کا ذکر اجمالی طور پر متی باب ۱۲ آیت ۴۹، مرقس باب ۳ آیت ۳۱، لوقا باب ۸ آیت ۱۹، یوحنا باب ۲ آیت ۱۲، رسولوں کے اعمال باب ۱ آیت ۱۴ میں بھی آیا ہے۔ یوحنا باب ۶ آیت ۴۲ میں اس زمانہ کے یہودیوں کا قول یوں مذکور ہے "اور انہوں نے کہا کیا یہ یوسف کا بیٹا یسوع نہیں جس کے باپ اور ماں کو ہم جانتے ہیں؟" (۲) الغرض اس زمانہ کے بعض یہودی لوگ

---

(۱) یہ عبارت مطابق متن ہے موجودہ اردو بائبل میں اس طرح ہے "جب یسوع خود تعلیم دینے لگا قریباً تیس برس کا تھا اور جیسا کہ سمجھا جاتا تھا یوسف کا بیٹا تھا" فارسی بائبل مطبوعہ ۱۹۸۷ء میں اس طرح ہے "و خود عیسی وقتیکہ شروع کرد قریب بسی سالہ بود و حسب گمان خلق پسر یوسف" عربی بائبل مطبوعہ لبنان ۱۹۹۵ء میں ہے "وکان یسوع فی نحو الثلاثین من العمر عند مابداء رسالته وکان الناس یحسبونه ابن یوسف" انگریزی بائبل نیوانٹرنیشنل ورژن میں ہے

"Now Jesus himself was about thirty years old when he began his ministry. He was the son, so it was thought, of Joseph"

(۲) متی باب ۱۲ آیت ۴۶ میں جو حضرت مسیح علیہ السلام کے بھائیوں کا ذکر آیا ہے اسکی عبارت یوں ہے "جب وہ بھیڑ سے یہ کہہ ہی رہا تھا تو دیکھو اسکی ماں اور بھائی باہر کھڑے تھے اور اس سے بات کرنا چاہتے تھے۔ کسی نے اس سے کہا دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے ہیں اور تجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے خبر دینے والے کو جواب میں کہا کون ہے میری ماں اور کون ہیں میرے بھائی؟ اور اپنے شاگردوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا دیکھو میری ماں اور میرے بھائی یہ ہیں۔ کیونکہ جو کوئی میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلے وہی میرا بھائی اور میری بہن اور ماں ہے" (متی باب ۱۲ آیت ۴۶ تا ۵۰) دیکھئے! حضرت مسیح علیہ السلام کس طرح اپنی والدہ صاحبہ سے بالکل بے رخی، پوری بے التفاتی، مکمل اعراض کر رہے ہیں اور اپنے شاگردوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر فرماتے ہیں کہ یہی لوگ میری ماں اور میرے بھائی ہیں (باقی اگلے صفحہ پر.......

ساتھ لیکر اندر جانا اور پیچھے سے دروازہ بند کر لینا اور اُن سب برتنوں میں تیل اُنڈیلنا اور جو بھر جائے اُسے اٹھا کر الگ رکھنا۔ سو وہ اُسکے پاس سے گئی اور اس نے اپنے بیٹوں کو اندر ساتھ لیکر دروازہ بند کر لیا اور وہ اسکے پاس لاتے جاتے تھے اور وہ انڈیلتی جاتی تھی۔ جب وہ برتن بھر گئے تو اس نے اپنے بیٹے سے کہا میرے پاس ایک اور برتن لا۔ اس نے اس سے کہا اور تو کوئی برتن نہیں۔ تب تیل موقوف ہو گیا'' انتھی۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت الیاہ علیہ السلام نے تھوڑے سے تیل کو اسی طرح حضرت الیسع علیہ السلام نے ایک پیالہ تیل کو بطور معجزہ بہت زیادہ کر دیا نیز اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزے سے پانی کا شراب بن جانا جیسا کہ یوحنا باب ۲ میں مذکور ہے(۱) اس سے ٹھوکر نہیں کھانی چاہیے۔

---

(۱) حضرت مسیح علیہ السلام کے اس معجزہ کے حوالے سے چند باتیں قابل ذکر ہیں لیکن اس سے پہلے واقعہ کی تفصیل جاننا ضروری ہے جو انجیل یوحنا باب ۲ میں اسی طرح آئی ہے'' پھر تیسرے دن قانای گلیل میں ایک شادی ہوئی اور یسوع کی ماں وہاں تھی۔ اور یسوع اور اسکے شاگردوں کی بھی اس شادی میں دعوت تھی۔ اور جب مے ہو چکی تو یسوع کی ماں نے اس سے کہا کہ اُنکے پاس مے نہیں رہی۔ یسوع نے اس سے کہا اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام ہے؟ ابھی میرا وقت نہیں آیا۔ اسکی ماں نے خادموں سے کہا جو کچھ یہ تم سے کہے وہ کرو۔ وہاں یہودیوں کی طہارت کے دستور کے موافق پتھر کے چھ مٹکے رکھے تھے اور ان میں دو دو تین تین من کی گنجائش تھی۔ یسوع نے ان سے کہا مٹکوں میں پانی بھر دو۔ پس انہوں نے انکو لبالب بھر دیا۔ پھر اس نے ان سے کہا اب نکال کر میرِ مجلس کے پاس لے جاؤ۔ پس وہ لے گئے۔ جب میرِ مجلس نے وہ پانی چکھا جو مے بن گیا تھا اور جانتا نہ تھا کہ یہ کہاں سے آئی ہے (مگر خادم جنہوں نے پانی نکالا تھا جانتے تھے) تو میرِ مجلس نے دلہا کو بلا کر اس سے کہا۔ ہر شخص پہلے اچھی مے پیش کرتا ہے اور ناقص اس وقت جب پی کر چھک گئے مگر تو نے اچھی مے اب تک رکھ چھوڑی ہے۔ یہ پہلا معجزہ یسوع نے قانای گلیل میں دکھا کر اپنا جلال ظاہر کیا اور اسکے شاگرد اس پر ایمان لائے'' (یوحنا باب ۲ آیت ۱ تا ۱۱)

غور فرمایئے! وہ کس بے باکی' گستاخی و بے ادبی کے ساتھ والدہ سے پیش آتے ہیں انہیں اماں جان وغیرہ کی بجائے'' اے عورت'' کہہ کر پکارتے ہیں' سارے رشتے ناطے بھول جاتے ہیں اور ٹھیک اُسی انداز میں'' اے عورت'' کہہ کر خطاب کرتے ہیں' جس انداز میں زنا کے جرم میں گرفتار عورت سے بات کرتے ہیں (یوحنا باب ۸ آیت ۱۰) اور مزید اظہار لاتعلقی کرتے ہوئے فرماتے ہیں'' مجھے تجھ سے کیا کام ہے'' یعنی میرا تمھارے ساتھ تعلق کیا ہے؟ میرا تمھارا کیا لینا دینا ہے؟ افسوس وہ بالکل بھول گئے کہ یہی وہ عورت ہے' جس نے انہیں نو ماہ پیٹ میں رکھا' دودھ پلایا' پرورش کیلئے طرح طرح سے مشقت اٹھائی اور کئی غم سہے مگر وہ یہ سلوک کرتے ہیں اور توہین آمیز رویہ سے پیش آتے ہیں۔ بائبل بتاتی ہے (باقی اگلے صفحہ پر............

مسیحی قوم کی پانچویں غلطی اور اسکی اصلاح:

اس سے بھی دھوکا نہیں کھانا چاہیئے کہ جناب مسیح (علیہ السلام) پانی پر بغیر کشتی کے چلے گئے جیسا کہ متی باب ۱۴ میں ہے کیونکہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے دریاءِ قلزم کو دو ٹکڑے کر کے بیچ میں سوکھا رستہ نکال

.............کہ احمق بیٹا ہی اپنی ماں کی تحقیر و بے ادبی کرتا ہے (امثال باب ۱۵ آیت ۲۰) حضرت مسیح (علیہ السلام) خود ماں باپ کی عزت کی تعلیم دیتے ہیں (متی باب ۱۹ آیت ۱۹) جو ماں باپ کو برا کہے اسے توریت کے مطابق قتل کرنے کا حکم سناتے ہیں (متی باب ۱۵ آیت ۴) مگر انکا اپنا کردار اسکے برعکس ہے۔ ہم نہیں سوچ سکتے کہ اُنکے قول و فعل میں اس طرح کا تضاد ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی والدہ ماجدہ کے انتہائی فرمانبردار خدمت گزار تھے جیسا کہ خدا کے واحد سچے کلام قرآن مجید کا اعلان ہے "وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا" (مریم آیت ۳۲) "اور مجھ کو اپنی ماں کیساتھ نیک سلوک کرنے والا بنایا اور سرکش و بد بخت نہیں بنایا" دوسری بات یہ ہے کہ حضرت مسیح (علیہ السلام) فرماتے ہیں کہ "ابھی میرا وقت نہیں آیا" یعنی ابھی میرا معجزے کرنے اور خود کو ظاہر کرنے کا وقت نہیں آیا (تفسیر الکتاب میتھیو ہنری۔ ج ۳۔ ص ۶۸۰) افسوس ہے کہ حضرت مسیح (علیہ السلام) پہلے خود ہی کہتے ہیں کہ ابھی میرا وقت نہیں آیا کہ معجزات کروں پھر اپنی بات جھٹلا کر اسی مجلس میں اسی وقت معجزہ کر دیتے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا تضاد ہے۔ جب ایک کام کرنا ہی تھا تو اسکی وجہ سے والدہ محترمہ کو ڈانٹنے سرد مہری اور اجنبیت سے جواب دینے کی کیا ضرورت تھی؟ تیسری بات اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت مسیح (علیہ السلام) کا سب سے پہلا معجزہ یہی تھا کہ انہوں نے پانی کے چھ مٹکوں کو مے (شراب) بنایا۔ یہ واقعی "مے" ہی تھی کوئی انگور کا تازہ جوس نہ تھا۔ یہی مے تھی جسکو پی کر حضرت لوط (علیہ السلام) اپنی بیٹیوں سے زنا کر بیٹھے (پیدائش باب ۱۹ آیت ۳۲) جسکو پی کر حضرت نوح (علیہ السلام) برہنہ ہو گئے نعوذ باللہ (پیدائش باب ۹ آیت ۲۱) جس سے پرہیز کرنے کو خدا کے حضور بزرگ ہونے کا نشان کہا گیا ہے (لوقا باب ۱ آیت ۱۵) جس کے پینے کو بدچلنی کا سبب بتایا گیا ہے (افسیوں کے نام خط باب ۵ آیت ۱۸) جسے پی کر انسان خدا کے حضور خیمہ اجتماع میں حاضر ہونے کا اہل نہیں رہتا (احبار باب ۱۰ آیت ۸) مگر حضرت مسیح (علیہ السلام) کے پہلے معجزے کی برکت سے جو چیز وجود میں آتی ہے وہ مے ہی مے شراب ہی شراب ہے۔ ایک خوش طبع شخص نے بڑی ظریفانہ بات کہی کہ آج سارا یورپ شراب کے سمندر میں غرق ہے۔ مگر اسمیں کوئی برائی نہیں، یہ چیز بالکل قابل تعجب نہیں کیونکہ انکے خدا کا پہلا معجزہ ہی شراب تھا۔ جو چیز انکے آقا کیلئے اچھی تھی وہ ان کیلئے کیسے بری ہو سکتی ہے۔ ایک مسیحی مفسر اس معجزے پر شیخی بگھارتے ہوئے لکھتا ہے "موسیٰ کا پہلا معجزہ پانی کو خون بنانا تھا۔ اس میں زبردست تباہ کن اثر تھا۔ مگر مسیح کا پہلا معجزہ پانی کو مے بنانا تھا۔ اسکا اثر تسکین بخش اور آسودہ کرنے والا تھا" (تفسیر الکتاب۔ ولیم میکڈونلڈ۔ ص ۲۶۱) ہو سکتا ہے کہ یہ مے نوشی وقتی طور پر کچھ تسکین بخش ہو یا تھوڑی دیر کیلئے آسودہ حالت کر دے۔ لیکن اسکے ساتھ ساتھ عقل سے اس طرح محروم اور شہوانیت اس طرح غالب کر دیتی ہے کہ انسان انتہائی گھناؤنے کرتوت کر بیٹھتا ہے۔ اسکی ساری راستبازی خاک میں مل جاتی ہے اور بنے بنائے شخص کا خانہ خراب ہو جاتا ہے۔

حضرت الیاس علیہ السلام اور الیسع علیہ السلام کا معجزہ:

اسی طرح حضرت ایلیاہ علیہ السلام اور الیسع علیہ السلام دریاءِ اردن کو دو ٹکڑے کر کے پار اترے تھے سلاطین دوم باب ۲ آیت ۸، ۱۴ میں ہے "اور ایلیاہ نے اپنی چادر کو لیا اور اُسے لپیٹ کر پانی پر مارا اور پانی دو حصے ہو کر اِدھر اُدھر ہو گیا اور وہ دونوں خشک زمین پر ہو کر پار گئے .... اور اُس نے ایلیاہ کی چادر کو جو اُس پر سے گر پڑی تھی لیکر پانی پر مارا اور کہا کہ خداوند ایلیاہ کا خدا کہاں ہے؟ اور جب اُس نے بھی پانی پر مارا تو وہ اِدھر اُدھر دو حصے ہو گیا اور الیشع پار ہوا" (۱)

---

(۱) اِس باب میں حضرت الیاس علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کا واقعہ مذکور ہے۔ اُنکے رفع آسمانی کے وقت اُنکی چادر گر پڑی تھی جس سے حضرت الیسع علیہ السلام نے یہ معجزہ کیا۔ حضرت الیاس علیہ السلام (ایلیاہ) نے حضرت الیسع علیہ السلام کو اپنا وارث بنایا تھا اپنی جگہ نبی ہونے کیلئے "مسح" کر کے اپنی چادر اُن پر ڈالی تھی (سلاطین اول باب ۱۹ آیت ۱۹) جب حضرت ایلیاہ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے تو بائبل کے مطابق حضرت الیسع علیہ السلام اس منظر کو دیکھ کر بہت چلائے اور اُنکی جدائی پر ماتم کرتے ہوئے اپنے کپڑوں کو پکڑ کر پھاڑ ڈالا اور دو حصے کر دیا (سلاطین دوم باب ۲ آیت ۱۲) سوچئے! اسکا عملی منظر کتنا عجیب و غریب ہوگا۔ بائبل میں ایک جگہ حضرت یسعیاہ علیہ السلام کو اس طرح حکم دیا گیا ہے "اس وقت خداوند نے یسعیاہ بن آموص کی معرفت یوں فرمایا کہ جا اور ٹاٹ کا لباس اپنی کمر سے کھول ڈال اور اپنے پاؤں سے جوتے اتار۔ سو اس نے ایسا ہی کیا۔ وہ برہنہ اور ننگے پاؤں پھرا کرتا تھا۔ تب خداوند نے فرمایا جس طرح میرا بندہ یسعیاہ تین برس تک برہنہ اور ننگے پاؤں پھرا کیا تا کہ مصریوں اور کوشیوں کے بارے میں نشان اور اچنبھا ہو" (یسعیاہ باب ۲۰ آیت ۲) جب خدا کے برگزیدہ پیغمبر ہی آوارہ، نیم پاگل، چرسی ملنگوں کی طرح ننگ دھڑنگ پھرا کرتے تھے نعوذ باللہ تو وہ انسانوں کو کیسی ہدایت و تبلیغ اور کیا نبوت کرتے ہونگے اسکا اندازہ فرمالیں۔ مگر اسمیں ان کا کوئی قصور نہیں خدا تعالیٰ کا حکم ہی ایسا تھا نعوذ باللہ۔ نبوت کرنے کا ایک اور اسٹائل ملاحظہ فرمائیں! "اور ساؤل نے داؤد کو پکڑنے کو قاصد بھیجے اور انہوں نے جو دیکھا کہ نبیوں کا مجمع نبوت کر رہا ہے اور سموئیل انکا پیشوا بنا کھڑا ہے تو خدا کی روح ساؤل کے قاصدوں پر نازل ہوئی اور وہ بھی نبوت کرنے لگے...... اور کسی نے کہا کہ دیکھ وہ رامہ کے بیچ نیوت میں ہیں۔ تب وہ اُدھر رامہ کے نیوت کی طرف چلا اور خدا کی رُوح اس پر بھی نازل ہوئی اور وہ چلتے چلتے نبوت کرتا ہوا رامہ کے نیوت میں پہنچا۔ اور اس نے بھی اپنے کپڑے اتارے اور وہ بھی سموئیل کے آگے نبوت کرنے لگا اور اس سارے دن اور ساری رات ننگا پڑا رہا۔ اس لئے یہ کہاوت چلی کیا ساؤل بھی نبیوں میں ہے؟" (سموئیل اول باب ۱۹ آیت ۲۰ تا ۲۴) دیکھا آپ نے نبوت کرنے کا انداز! ایسا لگتا ہے کہ بائبل کے مصنفین نے بڑے اہتمام سے ذمہ داری لے رکھی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو بہر صورت برہنہ دکھائیں۔ کبھی حضرت نوح علیہ السلام برہنہ ہو جاتے ہیں (پیدائش باب ۹ آیت ۲۱) تو کبھی حضرت داؤد علیہ السلام (سموئیل دوم باب ۶ آیت ۲۰) نعوذ باللہ منہ

صحابہ کرامؓ کی توہین

کا الزام

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایک الزام یہ بھی لگایا جاتا ہے گویا آپؑ نے صحابہ کرامؓ کی توہین کرتے ہوئے حضرت ابو ہریرۃؓ پر فہم و درایت میں کمی کا الزام لگایا ہے حالانکہ حضرت ابو ہریرۃؓ کے ساتھ ساتھ حضرت انس بن مالکؓ کے متعلق حنفی علماء کا یہی عقیدہ ہے کہ وہ فقیہہ اور مجتہد نہیں تھے اور ان کی روایت کے مقابلہ میں قیاس کو ترجیح دی جائے گی۔

ٹائیٹل بار اول

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

آنانکہ بر دعاوی ما حملہا کنند ۔ وز راہِ جہل عربدہا برملا کنند

گر یک نظر کنند درین نسخۂ کتاب ۔ ہست این یقین کہ ترکِ عناد و ابا کنند

باور نمی کنم کہ نیایند عذر خواہ ۔ وین امر دیگر است کہ ترکِ حیا کنند

براہین احمدیہ

حصہ پنجم (۵)

ملقب

بالبراہینِ الاحمدیۃ علی حقیقۃ کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیۃ

از تازہ تفضلات حضرت معبود و باقیات الصالحات حضرت میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر و پرائٹر
کے اہتمام سے چھپ کر ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۰۸ء کو شائع ہوئی۔

تعداد جلد ۱۶۰۰ ۔ قیمت فی جلد ۱۲/

یہ ضمیر پھرتی تو دوسری قراءت میں موتھم کیوں ہوتا؟ دیکھو تفسیر ثنائی کہ اس میں بڑے زور سے ہمارے اس بیان کی تصدیق موجود ہے اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہی معنے ہیں مگر صاحب تفسیر لکھتا ہے کہ ''ابو ہریرہ فہم قرآن میں ناقص ہے اور اس کی درایت پر محدثین کو اعتراض ہے۔ ابو ہریرہ میں نقل کرنے کا مادہ تھا اور درایت اور فہم سے بہت ہی کم حصہ رکھتا تھا۔ اور میں کہتا ہوں کہ اگر ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایسے معنے کئے ہیں تو یہ اس کی غلطی ہے جیسا کہ اور کئی مقام میں محدثین نے ثابت کیا ہے کہ جو امور فہم اور درایت کے متعلق ہیں اکثر ابو ہریرہؓ اُن کے سمجھنے میں ٹھوکر کھاتا ہے اور غلطی کرتا ہے۔ یہ مسلّم امر ہے کہ ایک صحابی کی رائے شرعی حجت نہیں ہو سکتی۔ شرعی حجت صرف اجماع صحابہؓ ہے۔ سو ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس بات پر اجماع صحابہ ہو چکا ہے کہ تمام انبیاء فوت ہو چکے ہیں۔

﴿۲۳۵﴾

اور یاد رکھنا چاہیئے کہ جبکہ آیت قبل موتہٖ کی دوسری قراءت قبل موتھم موجود ہے، جو بموجب اصول محدثین کے حکم صحیح حدیث کا رکھتی ہے یعنی ایسی حدیث جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے تو اس صورت میں محض ابو ہریرہ کا اپنا قول رد کرنے کے لائق ہے کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کے مقابل پر ہیچ اور لغو ہے اور اُس پر اصرار کرنا کفر تک پہنچا سکتا ہے۔ اور پھر صرف اسی قدر نہیں بلکہ ابو ہریرہ کے قول سے قرآن شریف کا باطل ہونا لازم آتا ہے کیونکہ قرآن شریف تو جابجا فرماتا ہے کہ یہود و نصاریٰ قیامت تک رہیں گے ان کا بکلّی استیصال نہیں ہوگا۔ اور ابو ہریرہ کہتا ہے کہ یہود کا استیصال بکلّی ہو جائے گا اور یہ سراسر مخالف قرآن شریف ہے۔ جو شخص قرآن شریف پر ایمان لاتا ہے اس کو چاہیئے کہ ابو ہریرہ کے قول کو ایک ردّی متاع کی طرح پھینک دے بلکہ چونکہ قراءت ثانی حسب اصول محدثین حدیث صحیح کا حکم رکھتی ہے اور اس جگہ آیت قبل موتہٖ کی دوسری قراءت قبل موتھم موجود ہے جس کو حدیث صحیح سمجھنا چاہیئے۔ اس صورت میں ابو ہریرہ کا قول قرآن اور حدیث دونوں کے مخالف ہے۔
فلا شکّ انّہ باطل و من تبعہ فانّہ مفسد بطّال ۔

کلمۃ

تمّت

بموقع، تحفظ سنت کانفرنس
زیر اہتمام: جمعیت علماء ہند
صحابۂ کرامؓ کے بارے میں غیر مقلدین
کا
نقطۂ نظر
از
مولانا محمد ابوبکر غازیپوری
شائع کردہ
جمعیۃ علماء ہند
۱- بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲ (انڈیا)

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقلید کا مطلب ہے کہ اکابر امت میں سے وہ حضرات جن کو اللہ نے اپنے دین کی خصوصی سمجھ عطا فرمائی ہے۔ اور کتاب و سنت کے علوم کے وہ ماہر اور اس میں گہری نگاہ رکھنے والے ہیں، ان پر اعتماد کیا جائے اور دین کے سلسلہ میں ان کی رہنمائی کو قبول کیا جائے، گویا تقلید میں پہلی چیز اسلاف امت پر اعتماد ہے، اب ظاہر بات ہے کہ عدم تقلید کا مفہوم اس کے بر عکس ہوگا۔ یعنی عدم تقلید کی پہلی بنیاد یہ ہے کہ اسلاف امت پر اعتماد نہ ہو، یعنی مقلد وہ ہوا جو دین و شریعت کے بارے میں صحابہؓ کرام، ائمہ دین اور دیگر اسلاف امت پر اعتماد کرتا ہو، اور غیر مقلد وہ ہوتا ہے جو دین کے معاملہ میں اسلاف کو ناقابل اعتماد قرار دیتا ہو۔

جب عدم تقلید کا خاصہ اور اس کی بنیاد یہی ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہے اور یہی ہونا چاہیئے کہ غیر مقلدین کا قلم آزاد ہو گیا۔ اسلاف امت پر ان کا نقد حدود سے تجاوز کر گیا، ائمہ دین اور فقہائے امت اور اولیاء اللہ کی ذات کو مجروح کرتے کرتے صحابہؓ کرام کی قدسی جماعت بھی ان کی زد پر آگئی۔

جن صحابہؓ کرام کی محبت کو ایمان کا تقاضا حدیث میں قرار دیا گیا اور ان کی عداوت و دشمنی کو اللہ اور اس کے رسول کی عداوت و دشمنی قرار دیا گیا، ان صحابہ کرام پر غیر مقلد علماء اور اہل قلم نے نقد و جرح کی باڑھیں تان دیں۔ اور انھوں نے صحابہ کرام کو عام امتی کی صف میں کھڑا کر دیا، اور صاف صاف

اعلان کر دیا کہ صحابہ کرام کا نہ قول حجت، نہ فعل حجت، نہ فہم حجت، نہ رائے حجت حتی کہ خلفائے راشدین کی جاری کردہ سنت کو بھی جس کو لازم پکڑنے کا حدیث شریف میں حکم تھا، انھوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، بلکہ ان کے بارے میں انکا نقد و جرح اتنا بڑھ گیا کہ صحابہ کرام کو حتی کہ خلفاء راشدین تک کو حرام و معصیت اور بدعت کا مرتکب قرار دیا، یعنی جو بات ہم شیعہ کے بارے میں جانتے تھے، غیر مقلدین کے نظریات سے واقف ہونے کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ غیر مقلدین اور شیعوں کا نظریہ صحابہ کرام کے بارے میں بہت حد تک یکساں ہے۔

اس مختصر سے رسالہ میں ہم نے صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطۂ نظر ان کی معتمد اور ان کے اکابر اور ان کے محققین علماء کی کتابوں سے پیش کیا ہے۔

ہماری قارئین سے مخلصانہ گذارش ہے کہ اس کو سنجیدگی سے اور خالی الذھن ہو کر پڑھیں تاکہ فیصلہ کرنا آسان ہو جائے کہ کیا مسلمانوں میں سے وہ فرقہ اور جماعت جس کا صحابہ کرام کے بارے میں عقیدہ اور نقطۂ نظریہ ہو اس کا اہلسنت والجماعت سے کسی طرح کا تعلق ہو سکتا ہے، اور اس کو فرقہ ناجیہ میں سے شمار کرنا درست ہے؟

ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ کتابوں کے حوالوں میں کسی طرح کی قطع و برید نہ ہو اور حوالے پورے ہوں تاکہ ان کی طرف رجوع کرنا آسان ہو، مگر پھر بھی از راہ بشریت کوتاہی اور کمی ہو سکتی ہے۔ براہ کرم اگر کسی صاحب کو اس قسم کی کوتاہیوں پر اطلاع ہو جائے تو کاتب سطور کو اطلاع کر دیں تاکہ آئندہ اس کا تدارک ہو سکے۔

محمد ابو بکر غازیپوری

صحابہ کرامؓ

کے بارے میں

علماء حنفیہ کی زبان درازیاں

ترتیب

صاحبزادہ الطاف الرحمان الجوہر

المرکز الامام البخاری للتربیتہ والتعلیم
ملتان خورد، تلہ گنگ، چکوال

کے ساتھ ''عقیدت ومحبت'' کا انوکھا وزہریلا اُنداز سمجھ آجائے۔ اللہ رب العزت سے دُعا ہے کہ ہم سب کو صحابۂ کرام کی مقدس ذوات کے ساتھ والہانہ عقیدت کی توفیق عنایت فرمائے (آمین)

وما توفيقى الا بالله عليه توكلت واليه أنيب.

الطاف الرحمن الجوهر

سکنہ ملتان خورد تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور احناف

انتہائی اختصار کے ساتھ آج تک علماء حنفیہ نے صحابہ کرامؓ کے خلاف جو کچھ نازیبا اور گستاخانہ الفاظ استعمال کیئے ہیں اور یہ الفاظ کی حد تک نہیں بلکہ انہی اصطلاحات پر اپنے قوائد وعقائد کی بنیاد بھی ڈالی ہے۔ بیان کرنا اپنا فریضہ ہی نہیں بلکہ اسکی نقاب کشائی صحابۂ کرام سے عین محبت کی دلیل سمجھتا ہوں تا کہ عوام الناس کا عقیدہ ان مقلدین کے غلط نظریات اور تقلیدی افکار سے محفوظ رہے۔ ذیل کی سطور میں اس کی کچھ مثالیں عرض کی جاتی ہیں تا کہ بات عیاں ہوجائے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی:

علماء حنفیہ سیدنا ابو ہریرہؓ کے بارہ میں جو الفاظ اپنی کتابوں میں رقم کرتے ہیں اُس کی تفصیل درج ذیل ہے:

((أبو هريرةؓ وان كان معروفاًبالعدالة والضبط ولكن لم يكن فقيهاً ولا مجتهداً))

''سیدنا ابو ہریرہؓ اگر چہ عادل وضابط تھے لیکن فقیہ اور مجتہد نہ تھے۔''[1]

---

[1] (ابو صالح منصور بن اسحاق السجستانی (المتوفی: ۲۹۹ھ) نے اپنی کتاب (الغنية فی الأصول ص: ۱۲۰) میں، مولانا احمد بن علی أبو بکر الجصاص (المتوفی: ۳۷۰ ھ) نے اپنی کتاب (الفصول فی الأصول: ۳/۱۳۶) میں ،احمد بن محمد بن اسحاق ابو علی الشاشی (المتوفی: ۳۴۴ھ) نے اپنی کتاب (اصول الشاشی ص: ۲۷۵) میں، مولانا القاضی عبیداللہ بن عمر أبو زیدالدبوسی حنفی (المتوفی: ۴۳۰ھ) نے اپنی کتاب (تقویم الأدلة ص: ۱۸۰) ⇦⇦⇦

Islamic Research Centre Rawalpindi PK 051-4830386,0301-5615881

بلکہ بڑے واضح الفاظ میں نقل کرتے ہوئے حنفی حضرات کہتے ہیں کہ ان کی جو روایات قیاس (حنفی) کے خلاف ہوں گی ان کو متروک و مردود ٹھہرایا جائے گا جیسا کہ مولانا عبدالعزیز البخاری الحنفی ،نسفی حنفی ،کاکي حنفی وغیرہ اپنی اپنی کتب میں رقمطراز ہیں:

((انما یقبل مالا یخالف القیاس فامّا خالفه فالقیاس مقدم

(بقیہ سابقہ صفحہ) میں، مولانا جلال الدین عمر بن محمد الخبازی (المتوفی :٦٩١ھ) نے اپنی کتاب (المغنی فی الأصول ص: ٢٠٧) میں، مولانا ابولبرکات حافظ الدین النسفی (المتوفی: ٧١٠ھ) نے اپنی کتاب (کشف الاسرار :٢٦/٢) میں، مولانا محمد بن محمد بن احمد الکاکی (المتوفی: ٧٤٩ھ) نے اپنی کتاب (جامع الأسرار فی شرح المنار: ٦٦٨/٣) میں، زین الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن نجیم (المتوفی: ٨٦١ھ) نے اپنی کتاب (فتح الغفار: ١٨٠/٢) میں، مولانا یوسف بن حسین الکراماستی (المتوفی :٩٠٧ ھ) نے اپنی کتاب (الوجیز فی أصول الفقه ص:١٥١) میں، مولانا حسام الدین محمد بن عمر الحسامی (المتوفی: ٦٤٤ھ) نے (الحسامی مع شرحه العجیب المسمی بالنامی اَز ابو محمد عبدالحق ص :١٤٨) میں، مولانا حسین بن علی السغناقی (المتوفی :٧١٠ھ) نے (الوافی شرح الحسامی :١٧١) میں، محمد بن حمزه الفناری نے اپنی کتاب (فصول البدائع ٢٢٣/٢) میں، مولانا علاء الدین الحصکفی(المتوفی :١٠٨٨ھ) نے اپنی شرح (افاضة الأنوار علی أصول المنار :١٩٥) میں ، ملا جیون (المتوفی :١١٣٠) نے اپنی شرح (نور الأنوار ص :١٧٩) میں، مولانا خلیل احمد سہارنپوری (المتوفی : ١١٤٧ھ) نے اپنی شرح (بذل المجهود شرح ابی داؤد :١٦/١) میں مولانا محمود الحسن دیوبندی نے (تقریر ترمذی ص:٣٦) میں اور (الشافی مع اصول الشاشی ص:٢٢٢) میں نقل فرمایا ہے۔

علیه))[1]

''کہ ان کی روایات اس وقت تک مقبول ہیں جب تک قیاس کے مخالف نہیں ہیں۔ اگر قیاس کے مخالف آ جائیں تو قیاس حنفی کو مقدم کیا جائے گا۔''

حالانکہ اگر دقیق نظری سے مطالعہ کیا جائے تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صحابہؓ کے دورِ زریں میں افتاء کے منصب عظیم پر فائز تھے۔ جیسا کہ مولانا عبدالعزیز البخاری الحنفی نقل فرماتے ہیں:

((وقد کان یفتی فی زمان الصحابة وماکان یفتی فی ذلك الزمان الافقیه مجتهد))[2]

''کہ صحابہ کرامؓ کے دور میں ایک غیر فقیہ اور غیر مجتہد شخص کسی طرح فتویٰ صادر نہ کرسکتا تھا۔''

پھر صحابہ کرامؓ میں سے اگر کسی کو حفظ حدیث میں تقدیم کا اعزاز حاصل ہے تو یہی سیدنا ابو ہریرہؓ ہیں جیسا کہ امام سیوطیؒ اور بقیی بن مخلدؒ نے اپنی اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔ کہ آپ کو ۵۳۷۴ احادیث حفظ تھیں۔[3]

حدیث رسول اللہ ﷺ کے اس مکتبہ عظیمہ میں صرف ایک کلمہ ''غیر فقیہ'' کہہ کر تشکیک پیدا کرنا نہ صرف مسلکی تعصب اور اصحاب رسول ﷺ کی گستاخی کا منہ بولتا ثبوت ہے بلکہ بالواسطہ اللہ اور اس کے رسول سے کھلم کھلا اعلان جنگ کے مترادف بھی ہے۔

[1] کشف الاسرار: ٣٧١/٢) و (کشف الاسرار از نسفی ٢٦/٢) و (جامع الاسرار ٦٦٨/٣.

[2] کشف الاسرار علی أصول فخر الاسلام البزدوی : ٣٨٣/٢.

[3] تدریب الراوی : ٢١٧/٢ ومسند بقیی بن مخلدالقرطبی: ٧٩

فیضِ سُبحانی
شرح اردو
حُسامی
تالیف
حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی
استاذِ حدیث و تفسیر دار العلوم، دیوبند
المیزان

کوئی حدیث مقبول نہ ہوگی۔

وَ اِذَا ثَبَتَ اَنَّ خَبَرَ الْوَاحِدِ حُجَّةٌ قُلْنَا اِنْ كَانَ الرَّاوِيُ مَعْرُوْفًا بِالْفِقْهِ وَالتَّقَدُّمِ فِي الْاِجْتِهَادِ كَالْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ وَالْعَبَادِلَةِ الثَّلٰثَةِ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَاَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ وَعَائِشَةَ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ وَغَيْرِهِمْ مِمَّنْ اِشْتَهَرَ بِالْفِقْهِ وَالنَّظَرِ كَانَ حَدِيْثُهُمْ حُجَّةً يُتْرَكُ بِهِ الْقِيَاسُ

ترجمہ:۔ اور جب ثابت ہوگیا کہ خبر واحد حجت ہے تو ہم نے کہا اگر راوی فقہ کے ساتھ مشہور ہو اور اجتہاد کی وجہ سے اسکو تقدم حاصل ہو جیسے خلفاء راشدین، تین عبداللہ، زید بن ثابت، معاذ بن جبل، ابو موسیٰ اشعری اور عائشہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے علاوہ ان حضرات میں سے جو فقہ اور نظر کے ساتھ مشہور ہوگئے تو ان کی حدیث حجت ہوگی۔ اس کی وجہ سے قیاس کو ترک کردیا جائے گا۔

تشریح:۔ جب مصنف قلت رواۃ اور کثرت رواۃ، اتصال سند اور انفصال سند کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم سے فارغ ہوچکے تو اب راوی کے حال کے اعتبار سے تقسیم کرنا چاہتے ہیں کہ راوی معروف ہے یا مجہول اگر معروف ہے تو معروف بالفقہ ہے یا معروف بالعدالت ہے۔ اور اگر مجہول ہے تو اس کی پانچ قسمیں ہیں جن کا بیان آگے آرہا ہے۔ بہرحال اگر راوی یعنی صحابی فقہ میں مشہور ہو اور اجتہاد کی وجہ سے اس کو دوسرے حضرات صحابہ پر تقدم حاصل ہو اور ان کے علاوہ جو فقہ اور نظر و فکر میں مشہور ہوگئے ہوں جیسے ابی بن کعب اور ابو الدرداء، تو قیاس کے مخالف ہونے کی صورت میں اسکی خبر واحد حجت ہوگی اور قیاس متروک ہوگا۔ حضرت امام مالک رح فرماتے ہیں کہ اس صورت میں خبر واحد پر قیاس مقدم ہوگا یعنی قیاس پر عمل کیا جائے گا اور اس کے مخالف خبر واحد متروک ہوگی جیسا کہ ابوداؤد اور ترمذی میں ابوہریرہ رض سے حدیث مرفوع مروی ہے "من غسّل الميّت فليغتسل ومن حمله فليتوضأ۔" اگر کسی نے میت کو غسل دیا تو وہ خود بھی غسل کرے اور جس نے میت کو اٹھایا وہ وضو کرے۔ اس خبر واحد سے ثابت ہوتا ہے کہ میت کو غسل دینے کی وجہ سے غسل دینے والے پر غسل واجب ہوجاتا ہے اور جنازہ اٹھانے کی وجہ سے اٹھانے والے پر وضو واجب ہوجاتا ہے حالانکہ قیاس اسکے خلاف ہے اور اس مسئلہ میں سب کے نزدیک قیاس پر عمل ہے اور حدیث ابوہریرہ متروک ہے۔ ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے قیاس پر اس خبر واحد کو ترجیح دی ہے، جس کا راوی معروف بالفقہ ہو اور اجتہاد کی وجہ سے اسکو دوسروں پر تقدم حاصل ہو اور رہے ابوہریرہ تو ان کو یہ رتبہ حاصل نہیں ہے لہذا ان کی روایت کردہ خبر واحد کو قیاس پر تقدم حاصل نہ ہوگا بلکہ ہمارے نزدیک بھی قیاس کے مقابلہ میں اس طرح کی خبر واحد کو ترک کردیا جائے گا اور قیاس پر عمل ہوگا۔ حضرت امام مالکؒ اپنے مذہب کے اثبات میں یہ دلیل دیتے ہیں کہ خبر واحد میں شبہات زیادہ ہیں کیونکہ خبر واحد میں یہ بھی احتمال

تشریح: مصنف رہ کہتے ہیں کہ اگر راوی عدالت، حفظ اور ضبط میں معروف و مشہور ہو لیکن فقہ میں مشہور نہ ہو جیسے حضرت ابوہریرہ رض اور حضرت انس رض۔ تو اگر اس طرح کے راوی کی حدیث قیاس کے موافق ہو تو اس حدیث پر عمل کیا جائے گا اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب حدیث پر عمل ہوگا تو قیاس پر بھی عمل ہوگا اور اگر اس طرح کے راوی کی حدیث قیاس کے مخالف ہوئی تو اس غیر فقیہ راوی کی حدیث کو ضرورت کی وجہ سے ترک کر دیا جائے گا اور قیاس پر عمل کیا جائیگا عبارت میں انسداد باب الرأی، ضرورت کا عطف تفسیری ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر مخالفِ قیاس کے باوجود غیر فقیہ کی حدیث پر عمل کیا گیا تو قیاس کا دروازہ من کل وجہ بند ہو جائے گا حالانکہ باری تعالیٰ نے فاعتبروا یا اولی الابصار کے ذریعہ قیاس کا امر فرمایا ہے۔ اور راوی غیر فقیہ ہے اور حدیث بالعموم بالمعنیٰ نقل کی جاتی ہے نہ کہ باللفظ پس اس بات کا قوی امکان ہے کہ اس غیر فقیہ راوی نے اس حدیث کو نقل کرنے میں غلطی کی ہو اور اس نے آنحضور م کی مراد ہی کو نہ سمجھا ہو اور جب ایسا ہے تو اس کے قول پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے اور اس کے قول کی وجہ سے قیاس کو کیسے ترک کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال اس ضرورت کے پیش نظر ہم غیر فقیہ کی حدیث کو ترک کر دیتے ہیں اور قیاس پر عمل کرتے ہیں یہ خیال رہے کہ قیاس کے مقابلہ میں غیر فقیہ کی حدیث کو اسوقت ترک کیا جائیگا جبکہ حدیث پر عمل کرنے سے مذکورہ ضرورت فوت ہو جاتی ہو یعنی قیاس کا دروازہ بالکلیہ بند ہو جاتا ہو لیکن اگر حدیث پر عمل کرنے سے ضرورت فوت نہ ہوتی ہو یعنی قیاس کا دروازہ بالکلیہ بند نہ ہوتا ہو تو اس صورت میں حدیث ہی پر عمل ہوگا اور یہ حدیث جس قیاس کے مخالف ہے وہ قیاس متروک ہوگا مثلاً غیر فقیہ کی حدیث ایک قیاس کے مخالف ہو اور دوسرے قیاس کے موافق ہو تو اس حدیث کو ترک نہیں کیا جائے گا۔ غیر فقیہ کی حدیث کو صرف اس صورت میں ترک کیا جائے گا جب وہ حدیث تمام قیاسات کے مخالف ہو اور یہاں انسداد باب الرأی سے یہی صورت مراد ہے غیر فقیہ کی حدیث جو تمام قیاسات کے مخالف ہے اس کی مثال وہ حدیث ابوہریرہ ہے جو مصراۃ کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے الفاظ حدیث یہ ہیں:۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم قال لا تصرّوا الابلَ والغنمَ فمن ابتاعها بعد ذٰلک فهو بخیر النظرین بعد ان یحلبها ان رضیها امسکها وان سخطها ردّها وصاعا من تمر۔ رواه

مسلم، ابوداؤد)

تصریہ کہتے ہیں جانور کے تھن میں دودھ جمع کرنا۔ جو لوگ جانوروں کی خرید و فروخت کرتے ہیں وہ اپنے مشتری کو دھوکہ دینے کے لئے اور زیادہ دودھ والا جانور باور کرانے کے لئے یہ کرتے ہیں کہ بازار لے جانے سے ایک دو روز پہلے سے اس جانور کا دودھ نہیں نکالتے بلکہ اس کے تھنوں کو باندھ دیتے ہیں تاکہ مشتری جب نمونے کا دودھ نکال کر دیکھے تو وہ جانور زیادہ دودھ دے اور اس کی زیادہ سے زیادہ قیمت لگانے پر مجبور ہو لیکن دو چار روز بعد وہ جانور اپنی اصل حالت پر آجائے گا اور اس مقدار میں دودھ نہ دے گا جس مقدار میں پہلے روز دیا تھا۔ اب حدیث کا ترجمہ یہ ہوگا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹنی اور بکری کے تھنوں میں دودھ جمع نہ کرو۔ جس نے تصریہ کے بعد خریدا تو اس کو دوہنے کے بعد مشتری کو اختیار ہوگا اگر پسند آجائے تو جانور کو اپنے پاس روک لے اور اگر پسند نہ آئے تو اس جانور کو واپس کر دے اور (نکالے ہوئے دودھ کے بدلے میں) ایک صاع تمر دیدے۔ یہ حدیث من کل وجہ قیاس کے

اسہال
کا
مرض

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ بیہودہ الزام لگایا جاتا ہے کہ آپؑ ہیضہ کی بیماری سے فوت ہوئے۔ حالانکہ آپؑ کو ایک مدت سے اسہال کا مرض لاحق تھا۔ جہاں ہیضہ سے وفات کا الزام غلط ہے وہاں یہ بھی حقیقت ہے کہ امت مسلمہ کے بڑے بڑے بزرگ اوران علماء کے اپنے مستند بزرگ بھی اسہال کی بیماری کا شکار ہوکر فوت ہوئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب مستطاب

الشافی

کتاب الحجۃ

خلافت رسالت نبوۃ، امامت

ترجمہ **اصول کافی** جلد دوم

حضرت ثقۃ الاسلام علامہ فہامہ مولانا الشیخ محمد یعقوب کلینی علیہ الرحمۃ

ترجمۃ

مفسر قرآن عالیجناب ادیب اعظم مولانا السید ظفر حسن صاحب قبلہ مدظلہ العالی نقوی الامروہوی

بانی و منتظم جامعہ امامیہ کراچی

مصنف دو صد کتب

ناشر

ظفر شمیم پبلیکیشنز ٹرسٹ (رجسٹرڈ) ناظم آباد نمبر ۲۔ کراچی

پر اور اس کے غیب کے اور اس کے دین کے محافظ ہیں وہ دین جسے اس نے اپنی ذات کے لئے انتخاب کیا پھر رسول اللہ کو جو پیش آیا وہ پیش آیا۔ آپؐ نے حضرت علیؑ کو بلا کر فرمایا۔ میں تم کو اس چیز کا امین بنانا چاہتا ہوں جس کا امین مجھے خدا نے بنایا ہے اپنے غیب اور اپنے علم کا اور اپنی مخلوق کا اور اپنے اس دین کا جسے اس نے اپنی ذات کے لئے پسند کیا۔ اے زیاد اس نے اس فضیلت میں اور کسی کو شریک نہیں کیا۔ اس کے بعد ایک مدت گزرنے پر حضرت علی نے اپنے بیٹوں کو بلایا جن کی تعداد بارہ تھی فرمایا۔ اے میرے فرزندو اللہ چاہتا ہے کہ وہ میرے اندر سنت یعقوب کو جاری کرے، یعقوب نے اپنے بارہ بیٹوں کو بلا کر کہا میں تم کو آگاہ کرتا ہوں تمہارے صاحب کے بارے میں (حکم ہے یعنی میرے بعد میرے قائم مقام یوسف ہوں) پس اسی طرح میں بھی تمہارے صاحب حکومت کو بتاتا ہوں آگاہ ہو کہ یہ دونوں بیٹے رسول اللہ کے حسنؑ و حسینؑ ہیں پس ان کی بات سنو اور ان کی اطاعت کرو اور ان کی مدد کرو، میں نے ان دونوں کو ان چیزوں کا امانت دار بنایا جس کا رسول اللہ نے مجھے امانتدار بنایا تھا اپنی خلق پر اپنے غیب پر اور اپنے اس دین پر جس کو اس نے اپنی ذات کے لئے انتخاب کیا تھا پس خدا نے ان دونوں کے لئے ان چیزوں کو واجب کیا ہے جن کو علیؑ پر واجب کیا تھا رسول اللہ نے۔ پس ان دونوں میں ایک کو دوسرے پر فضیلت حاصل نہیں مگر بزرگی سن کی وجہ سے، اور حسینؑ کا معمول تھا کہ جب تک مجلس امام حسنؑ میں بیٹھتے خاموش بیٹھتے، پھر جب امام حسنؑ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے یہ امانت امام حسینؑ کے سپرد کی اور جب ان کی وفات کا وقت تو انھوں نے اپنی بیٹی فاطمہ کبریٰ کے سپرد کی تو ان کو ایک لپٹی ہوئی تحریر دی اور الفاظ میں وصیت بھی کی، حضرت علی بن الحسین واقعہ کربلا میں مرض اسہال میں مبتلا تھے یہ بیماری سب کو معلوم تھی فاطمہ نے یہ تحریر علی بن الحسین کو دی پھر خدا کی قسم یہ تحریر ہم تک پہنچی۔

۷۔ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ زِيَادٍ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَحْيَى ، عَنْ صَبَّاحٍ الْأَزْرَقِ ، عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ : قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ عليه السلام : إِنَّ رَجُلاً مِنَ الْمُخْتَارِيَّةِ لَقِيَنِي فَزَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ الْحَنَفِيَّةِ إِمَامٌ ، فَغَضِبَ أَبُو جَعْفَرٍ عليه السلام ، ثُمَّ قَالَ : أَفَلَا قُلْتَ لَهُ ؟ قَالَ : قُلْتُ : لَا وَاللَّهِ مَا دَرَيْتُ مَا أَقُولُ ، قَالَ : أَفَلَا قُلْتَ لَهُ : إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وآله أَوْصَى إِلَى عَلِيٍّ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ فَلَمَّا مَضَى عَلِيٌّ عليه السلام أَوْصَى إِلَى الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَلَوْ ذَهَبَ يَزْوِيهَا عَنْهُمَا لَقَالَا لَهُ : نَحْنُ وَصِيَّانِ مِثْلُكَ وَلَمْ يَكُنْ لِيَفْعَلَ ذَلِكَ وَأَوْصَى الْحَسَنُ إِلَى الْحُسَيْنِ وَلَوْ ذَهَبَ يَزْوِيهَا عَنْهُ لَقَالَ أَنَا وَصِيٌّ مِثْلُكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وَمِنْ أَبِي وَلَمْ يَكُنْ لِيَفْعَلَ ذَلِكَ ، قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ : «وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ» هِيَ فِينَا وَفِي أَبْنَائِنَا .

انفال ۸/۷۵

۷۔ ابو بصیر سے مروی ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے کہا کہ پیروان مختار میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ محمد حنفیہ امام تھے یہ سن کر حضرت کو غصہ آیا۔ فرمایا پھر تم نے کیا کہا۔ میں نے کہا میری سمجھ میں تو آیا نہیں کہ کیا کہوں۔ فرمایا تم نے یہ کیوں نہ کہا
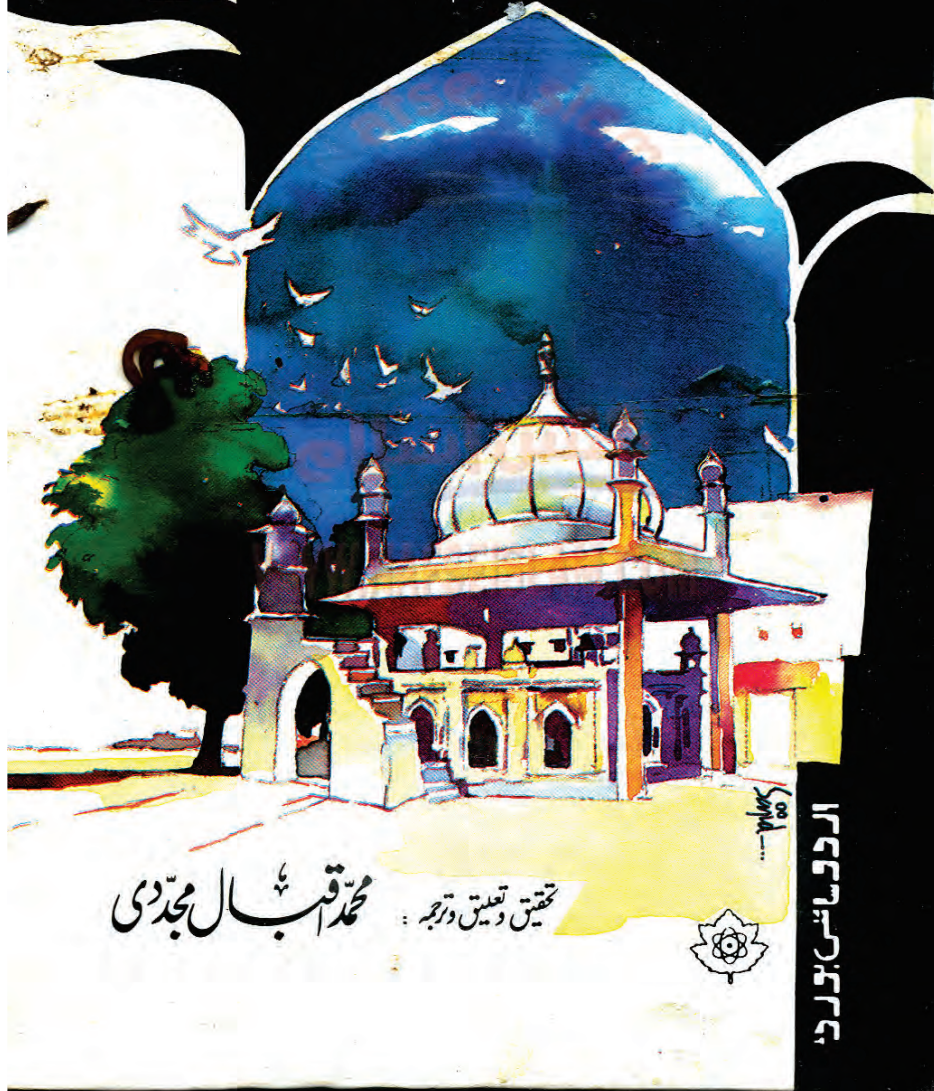
مقاماتِ مظہری
تالیف : حضرت شاہ غلام علی دہلوی
تحقیق و تعلیق و ترجمہ : محمد اقبال مجددی
اردو سائنس بورڈ

وسلم کی زیارت سے مشرف [۱۲] ہو جاتا تھا ۔ آپ نے فرمایا کہ ہم جس کو چاہیں دو بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو جائے ۔ تم آج شب کو فاتحہ پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کی طرف توجہ کرو ۔ اس نے اسی طرح کیا ۔ اور زیارت سے مشرف ہوا ۔ اور سو روپیہ ہدیہ مقرر کیا ۔ اور دوبارہ فاتحہ پڑھ کر سو گیا ۔ اور پھر زیارت کی سعادت کا امتیاز حاصل کیا ۔ اور ایک سو روپیہ پھر ہدیہ دینا منظور کیا ۔ صبح کے وقت خدمت میں حاضر ہو کر سو روپیہ نذر کیا ۔ آپ نے نور فراست سے جان لیا اور فرمایا کہ دوسرا سو کہاں ہے ؟ وہ گھبرایا اور دوسرا سو روپیہ بھی نذر کر دیا ۔

حضرت میرزا مظہر جان جاناں نے فرمایا کہ آپ علم ظاہری میں مہارت نہیں رکھتے تھے ۔ اور نہ ہی آپ کی صحبت میں واقعات کے کشف کا ذکر ہوتا تھا ۔ لیکن محض اپنے پیر کی خانقاہ کی خدمت کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں آپ مقبول عام ہو گئے تھے ۔ مگر باطنی نسبت نہایت قوی تھی ۔ آپ کی خانقاہ میں ایک بڑی بلی رہتی تھی جو آپ کے تصرف سے چڑیوں پر مہربان ہو گئی تھی ۔ وہ اپنا منہ کھولتی تو اس کے منہ میں گندم کے دانے ڈال دیے جاتے چڑیاں ہر طرف سے آتیں اور اس کے منہ سے دانہ چن لیتیں ۔ اور اس کے ساتھ کھیلتی تھیں ۔

آپ کے فیض سے بہت سے لوگ مقامات قرب الہی کو پہنچے ۔ آپ کی وفات ۱۱ شوال ۱۱۵۲ ہجری کو ہوئی (۱۹) ـــ آپ کے خلفاء میں سے شیخ صبغۃ اللہ (۲۰) نورانی پیر تھے ۔ مولف نے ان کی زیارت کی ہے ۔ رحمۃ اللہ علیہ ۔

شیخ الشیوخ محمد عابد (۲۱) [سنامی] :

حضرت شیخ عبدالاحد (۲۲) کے اعاظم خلفاء میں سے تھے ۔ (حضرت شیخ عبدالاحد) سرہند کے اکابر خلفاء میں سے تھے ۔ جو علم و عمل اور ورع و تقویٰ میں شان عظیم رکھتے تھے ۔ (شیخ محمد عابد) کی نسبت حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے ۔ کثیر العبادت اور کثیر الذکر تھے ۔ تہجد کی نماز میں سورۃ یاسین ساٹھ مرتبہ پڑھتے تھے ۔ اور ہر دو گانہ کے بعد ذکر اور مراقبہ بھی کرتے تھے ۔ نصف شب سے لے سحر تک تمام وقت یاد خدا میں بسر کرتے تھے ۔ آپ کی موت اسہال کی بیماری سے ہوئی ۔ یہ مرض چھ ماہ تک رہا اور اس دوران پینتیس مرتبہ سورۃ یٰسین تہجد میں پڑھتے ، اور بیس ہزار

تذکرۃ الرشید

حصہ اول

باامتثال امر صاحبزادہ حضرت مولانا الحافظ الحکیم مسعود احمد صاحب دام ظلہ

(و تعمیل ارشادات)

سید المحدثین حضرت مولانا المولوی محمود حسن صاحب دیوبندی و قدوۃ الافاضل حضرت مولانا المولوی عبدالرحیم صاحب رائپوری و سند المتکلمین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبہٹوی دام ظلہم

بندہ ضعیف

عاشق الٰہی عفی عنہ نے جمع اور مرتب کیا اور حضرت مولانا الحافظ الحاج المولوی خلیل احمد صاحب کے سن اول الی آخرہ الا بعض الحواشی ملاحظہ کرا لینے کے بعد بلال [illegible] میں طبع کرایا

صرف [illegible] المطابع میرٹھ میں باہتمام اصغر حسین مالک و مہتمم چھپوایا

بلا اجازت مولف کوئی صاحب قصد طبع نہ فرمائیں

جا ملیں چنانچہ ڈپٹی صاحب معہ اپنے ایک ہمراہی کے اس اونٹ پر سوار ہوئے اور مولوی ابوالنصر صاحب کی اہلیہ ڈپٹی صاحب کے اونٹ پر سوار کی گئیں اسی اونٹ پر امام ربانی کو جگہ ملی اور مولوی ابوالنصر معہ دوسرے ہمراہی کے پاپیادہ روانہ ہوئے کم و بیش تین کوس پر قافلہ ملا اور آخر دونوں اونٹ قطار میں باندھنے کے بعد مولوی ابوالنصر صاحب اپنے اونٹ پر اور حضرت مولانا قدس سرہ اپنے اونٹ پر سوار ہوئے۔

مدینۃ الرسول میں داخل ہو کر روضہ اطہر کی حاضری ہوئی جو دنیا میں آنے والے ہر مسلمان کا منتہائے مراد اور اقصیٰ مقصود ہے اور پھر آپ اپنے شفیق استاد شیخ العصر سیدنا و مولانا شاہ عبدالغنی صاحب قدس سرہٗ کی زیارت سے مشرف ہوئے یہاں کی چند روزہ حاضری میں جو بھر پور خزانے آپکو حاصل ہوئے اُنکی اطلاع بھی کسی دوسرے کو نہیں ہے بیت اللہ میں شیخ طریقت کے گھر بار و دربار کا حضور تھا اور بیت الرسول میں شیخ شریعت کے سدا بہار گلزار کی گل چینی غرض حرمین شریفین میں بیت اللہ و بیت الرسول کا جوار حاصل کرنے والے دونوں آفتاب و ماہتاب ہند مربی آپکی ترقی مراتب کا وسیلہ بنے آخر کار قافلہ کی واپسی کا وقت قریب آگیا اور مراجعت جماعت معین و مقرر ہو گئی۔ رامپوری قافلہ کے میر قافلہ جناب ڈپٹی عبدالحق صاحب نے جنت البقیع کی پاک زمین سے علیحدگی نہ چاہی وہیں انتقال فرمایا۔ اور قیامت تک کے لئے جوار رسول کے شرف سے بہرہ مند ہوئے۔ امام ربانی قدس سرہ معہ ہمراہیان مکہ معظمہ واپس ہوئے اور وہاں سے ہندوستان کی جانب مراجعت فرمائی۔

سنہ ۱۲۹۰ ہجری دو ماہ ہوئے شروع ہو چکا تھا خارش جسکی ابتدا مکہ معظمہ میں ہو چکی تھی دن بدن روبترقی تھی اول خشک تھی اب تر ہو گئی تھی ابتداءً معمولی تھی اور اسوقت ہولناک شکل ہو گئی تھی اسی حالت میں آپ جہاز پر سوار ہو گئے جہاز پر سوار ہونا تھا اور گویا بھوبل میں آگ کا لگنا دفعۃً بخار چڑھا اور اتنا شدید ہوا کہ سرسام ہو گیا کامل تین دن تک آپ اسدرجہ بیہوش اور دنیا و مافیہا سے غافل رہے کہ اپنے تن بدن کی بھی مطلق خبر نہ رہی۔ دست جاری ہوئے اور اتنی تعداد میں کہ گنتی اور شمار دشوار ہو گئی ایسی حالت میں جبکہ آپ اور آپکے تمام رفقاء آپکی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے آپکی تیمارداری آپ کے ماموں زاد بھائی مولوی ابوالنصر صاحب نے کی۔ مولانا ابوالنصر کی وہ خدمتگزاری جو اس ہولناک مرض میں واقع ہوئی وہ مشہور خدمت و تیمارداری ہے جو صفحۂ سوانح کی پیشانی پر مدتوں روشن اور چمکتے حروف میں قائم رہیگی بتقاضائے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کی زبانی اکثر سُنا گیا کہ آپ فرماتے تھے ایسا حقیقی بھائی بھی نہیں کر سکتا جیسا

Jamia Ahmadiyya Canada
LIBRARY
No.
یادِ رفتگاں
از
سید سلیمان ندوی
ناشر
مکتبۃ الشرق
آرام باغ شرقی کراچی

کے وصال کی خبر سنی، آنکھوں کے نیچے اندھیرا چھا گیا، فوراً یاد آیا
کہ جس شب کو مولانا نے دنیا کو چھوڑا، یعنی دوشنبہ سہ شنبہ کی درمیانی
شب، اسی رات کی صبح کو جناب ... نے بھوپال ...... میں مجھ سے
ذکر کیا تھا کہ آپ نے مولوی شبیر علی صاحب کو خواب میں دیکھا
کہ وہ کہہ رہے ہیں حضرت مولانا بالکل صحت یاب ہو گئے، آپ کا
خواب سچا ہوا، مولانا نے دنیاوی تکالیف سے بالکل صحت پائی،
اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن، رحمہ اللہ رحمۃ
واسعۃ واسکنہ الفردوس الاعلیٰ، ہندوستان ایک حکیم الامۃ مجدد الملۃ
سے محروم ہو گیا،

حضرت کے ایک خلیفہ نے جن کو صدق رؤیا کی نعمت ملی ہے، وصال کی
دوسری یا تیسری شب کو خواب میں دیکھا کہ حضرت فرما رہے ہیں کہ میرے فیوض اب بھی
جاری رہیں گے، اللہ تعالیٰ نے مجھے مقام شہدا (فرمایا یا مقام شہود) عطا فرمایا، حضرت
نے اسہال کے مرض سے وفات فرمائی، اور حدیث نبوی ہے والمبطون شہید
(پیٹ کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے)،

مجھ سے مولوی محمد حسن صاحب کاکوروی (علیگ) مالک انوار المطابع لکھنؤ
جو حضرت کے خدام قدیم میں سے ہیں، بیان کیا، اور انھوں نے خواجہ عزیز الحسن
غوری بی اے (علیگ) سے سنا ان کو چھوٹی پیرانی صاحبہ سے معلوم ہوا (خواجہ صاحب
کی اہلیہ بھی ساتھ تھیں) کہ جس وقت روح مبارک پرواز کر رہی تھی حضرت کے
داہنے ہاتھ کی شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کے بیچ میں ایک نگینہ سا چمکتا

ہوتا تھا، جس کو انھوں نے دیکھا، اور دوسری عورتوں نے بھی دیکھا، یہ
...س حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ چونکہ جو نور ہدایت حضرت کے ذریعہ
...وہ زیادہ تر ان کی انگلیوں یعنی تصنیفات کے ذریعہ سے پھیلا، اس لئے وہ
...لیوں ہی کے درمیان متمثل ہو کر نظر آیا، واللہ اعلم بالصواب،

حضرت کے بہت سے محبین کی طرح ایک محب خاص مولانا مسعود علی
...ب ندوی کو اس عقیدت و عظمت کی بنا پر جو اُن کے دل میں تھی حضرت کی
...ت کے لئے دعا مانگنے میں دلی کشمکش محسوس ہوتی تھی، انھوں نے خواب
...کہ وہ خانقاہ تھانہ بھون میں حاضر ہیں کہ دفعۃً حضرت تشریف لے آئے،
...ن سے فرمایا کہ میری صحت کے لئے دعا مانگا کرو،

حل ایں نکتہ ہم از روئے نگار آخر شد

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ایک کامل زندگی کو جو کمال زہد و ورع کمال
...شریع، کمال اتباع سنت کے ساتھ تھی، اس زمانہ میں نمونہ کے لئے پیدا
...ا تھی اور ساٹھ برس کے مجاہدہ کا نمونہ دکھا کر واپس گئی، رحمہ اللہ تعالیٰ
...اعلیٰ علیین وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی الامین وآلہ واصحابہ اجمعین
...عوانا ان الحمد للہ رب العالمین،

غیر مسلم حکمران

(اولوالامر)

کی اطاعت

احمد یہ مسلم جماعت حکومتِ وقت کی اطاعت اور فتنہ وفساد سے بچنے کی تعلیم دے، اطاعتِ اولوالامر میں غیر مسلم حکمرانوں کو بھی شامل قرار دے تو اسے غیر مسلموں کا ایجنٹ اور امت مسلمہ کا باغی قرار دے دیا جاتا ہے لیکن یہی تعلیم خود غیر احمدی علماء دیں تو پھر انہیں کیا کہا جائے؟

ضروری ہے مگر اس قوم کے معاملہ میں تمہارے اور ان کے درمیان عہد ہو چکا ہے''

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کا ان لوگوں سے مقابلہ ہو جن سے تم عہد و پیمان کر چکے ہو تو مسلمانوں کا ساتھ مت دو پس مسلمانوں کو ہر حال میں اپنے عہد کی رعایت کرنی چاہئے۔ نہ خود مخالفت کریں نہ کسی مخالف کی اعانت کریں۔ اگر اس کے خلاف کریں گے تو سخت گنہگار اور مستحق عذاب ہوں گے۔ (بیاض اشرفی فصل)

غیر مسلم حکومت میں رعایا بن کر رہنے کا حکم

حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ نے اپنے ایک فتویٰ میں فرمایا ہے جو ذیل میں منقول ہے۔

سوال:۔ یہ ملک ہندوستان جو سو برس سے زائد مسیحی حکام کے مملوکہ و مقبوضہ ہے اور ان کی رعایا میں ہنود وغیرہ مختلف مذاہب کے لوگ آباد ہیں اور ہم لوگ مسلمان بھی زیر حکومت آباد ہیں۔ تو مسلمانوں کو اس ملک میں حکام کی رعایا بن کر رہنا چاہئے یا نہیں۔ اور ہم مسلمانوں کو اپنے ان حکام کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہئے۔ اور نیز ہندوؤں وغیرہ رعایا کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہئے۔

الجواب:۔ چونکہ قدیم سے مذہب، اور جملہ مسیحی لوگوں کا قانون یہ ہے کہ کسی کی ملت اور مذہب سے پرخاش اور مخالفت نہیں کرتے اور نہ کسی مذہبی آزادی میں دست اندازی کرتے ہیں۔ اور اپنی رعایا کو ہر طرح سے امن و حفاظت میں رکھتے ہیں۔

لہٰذا مسلمانوں کو یہاں ہندوستان میں جو کہ اہل مسیحی کا مملوکہ و مقبوضہ ہے رہنا اور ان کی رعیت بننا درست ہے۔ چنانچہ جب مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ملک حبشہ میں جو نصاریٰ کا مقبوضہ تھا بھیج دیا۔ اور یہ صرف اس وجہ سے ہوا کہ وہ کسی کے مذہب میں دست اندازی نہیں کرتے تھے۔

غیر مسلم حکومت میں رہنے اور ہجرت کرنے کا شرعی حکم

سوال:۔ زید کہتا ہے کہ کسی مسلمان کا کفار کی حکومت میں رہنا جائز نہیں۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ کسی مسلمان قوم کا کسی کافر کے تحت میں رہ کر زندگی بسر کرنا دو حال سے خالی نہیں۔

حدیث

ھذا خلیفۃ اللّٰہ المھدی

بخاری میں ہے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک کتاب میں ایک حدیث ’’ھذا خلیفۃ اللّٰہ المھدی ‘‘ کا ذکر فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ یہ حدیث بخاری میں ہے لیکن بخاری کے موجود ودستیاب نسخوں میں یہ حدیث نہیں ملتی۔اس پر غیر احمدی علماء نے شور مچایا کہ مرزا صاحبؑ نے غلط بیانی کی ہے۔اس کا ایک جواب تو خود حضورؑ نے اپنی ایک اور کتاب میں بیان فرمایا ہے کہ اول تو بخاری کے تمام قلمی یا غیر قلمی نسخے دستیاب نہیں ہیں دوسرا یہ کہ معترض نے کہاں تمام نسخے پڑھ رکھے ہیں۔دوسرا جواب یہ ہے کہ خود دیوبندیوں کے ایک مشہور عالم مدرسہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اور مولانا قاسم نانوتوی کے پوتے قاری محمد طیّب صاحب نے بھی اپنی ایک کتاب میں یہی ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث بخاری میں ہے۔

یہ چند احکام بطور نمونہ ہم نے لکھے ہیں اس میں ایک تھوڑی سی عقل کا آدمی بھی سوچ سکتا ہے کہ بظاہر یہ تمام خطاب صحابہ کی طرف ہے لیکن درحقیقت تمام مسلمان ان احکام پر عمل کرنے کیلئے مامور ہیں نہ یہ کہ صرف صحابہ مامور ہیں وبس۔ غرض قرآن کا اصلی اور حقیقی اسلوب جس سے سارا قرآن بھرا پڑا ہے یہ ہے کہ اس کے خطاب کے مورد حقیقی اور واقعی طور پر تمام وہ مسلمان ہیں جو قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے گو بظاہر صورت خطاب صحابہ کی طرف راجع معلوم ہوتا ہے پس جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ یہ وعدہ یا وعید صحابہ تک ہی محدود ہے وہ قرآن کے عام محاورہ سے عدول کرتا ہے اور جب تک پورا ثبوت اس دعویٰ کا پیش نہ کرے تب تک وہ ایسے طریق کے اختیار کرنے میں ایک ملحد ہے کیا قرآن صرف صحابہ کے واسطے ہی نازل ہوا تھا۔ اگر قرآن کے وعد اور وعید اور تمام احکام صحابہ تک ہی محدود ہیں تو گویا جو بعد میں پیدا ہوئے وہ قرآن سے بکلی بے تعلق ہیں۔ **نعوذ باللّٰہ من ھذہ الخرافات.**

اور یہ کہنا کہ حدیث میں آیا ہے کہ خلافت تیس سال تک ہوگی عجیب فہم ہے جس حالت میں قرآن کریم بیان فرماتا ہے کہ ثُلَّۃٌ مِّنَ الۡاَوَّلِیۡنَ ۔ وَ ثُلَّۃٌ مِّنَ الۡاٰخِرِیۡنَ [1] تو پھر اس کے مقابل پر کوئی حدیث پیش کرنا اور اس کے معنی مخالف قرآن قرار دینا معلوم نہیں کہ کس قسم کی سمجھ ہے اگر حدیث کے بیان پر اعتبار ہے تو پہلے ان حدیثوں پر عمل کرنا چاہیئے جو صحت اور وثوق میں اس حدیث پر کئی درجہ بڑھی ہوئی ہیں مثلاً صحیح بخاری کی وہ حدیثیں جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے خاص کر وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اس کے لیے آواز آئے گی **ھذا خلیفۃ اللّٰہ المھدی** اب سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے جو ایسی کتاب میں درج ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے لیکن وہ حدیث جو معترض صاحب نے پیش کی علماء کو اس میں کئی طرح کا جرح ہے اور اس کی صحت میں کلام ہے کیا معترض نے غور نہیں کی کہ جو آخری زمانہ کی نسبت بعض خلیفوں کے ظہور کی خبریں دی گئی ہیں کہ حارث آئے گا۔ مہدی آئے گا۔ آسمانی خلیفہ آئے گا۔ یہ خبریں حدیثوں میں ہیں یا کسی اور کتاب میں۔ احادیث سے یہ ثابت ہے کہ زمانے تین ہیں۔

﴿۴۲﴾

[1] الواقعۃ: ۴۰، ۴۱

آپ نے اپنی دونوں بیویوں کو طلاق دیدی۔ ہر یک دانا کی نظر میں قابل ہنسی ہے کیونکہ آپ کو تلویح کی عبارت کا ایک حصہ سُنا دیا گیا تھا۔ جس کے حوالہ سے وہ حدیث بیان کی گئی تھی اور ﴿۸۷۱﴾ ظاہر ہے کہ صاحب تلویح نے بطور شاہد اپنے تئیں قرار دے کر بیان کیا ہے کہ وہ حدیث یعنی عرض الحدیث علی القرآن کی حدیث بخاری میں موجود ہے۔ اب اس کے مقابل پر یہ عذر پیش کرنا کہ نسخہ جات موجودہ بخاری جو ہند میں چھپ چکے ہیں ان میں یہ حدیث موجود نہیں۔ سراسر ناسمجھی کا خیال ہے۔ کیونکہ علم محدود کے عدم سے بکلّی عدم شے لازم نہیں آتا۔ جس حالت میں ایک سرگروہ مسلمانوں کا اپنی شہادت رویت سے اس حدیث کا بخاری میں ہونا بیان کرتا ہے اور آپ کو یہ دعویٰ نہیں اور نہ کر سکتے ہیں کہ تمام دنیا کے نسخہ جات بخاری کے قلمی وغیر قلمی آپ دیکھ چکے ہیں۔ پھر کس قدر فضولی ہے کہ صرف چند نسخوں پر بھروسہ کر کے بے گناہ عورتوں کو طلاق دی جائے۔ اگر ثانی الحال کوئی قلمی نسخہ نکل آوے جس میں یہ حدیث موجود ہو تو پھر آپ کا کیا حال ہو۔ مومن کی شہادت عند الشرع قابل پذیرائی ہوتی ہے اور فقط ایک کی شہادت رویت ماہ رمضان سے تمام دنیا کے مسلمانوں پر روزہ رکھنا فرض ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں علّامہ تفتازانی صاحب تلویح کی شہادت بالکل ضائع اور نکمّی نہیں ہو سکتی بخاری ﴿۸۷۲﴾ کے مطبوعہ نسخوں میں بھی بعض الفاظ کا اختلاف موجود ہے۔ پھر سارے جہان کے قلمی نسخوں کا کون ٹھیکہ لے سکتا ہے۔ پس آپ کی بے دلیل نفی بے سود ہے۔ حضرت! مثبت کے بیان کو قواعد تحقیق کی رُو سے ترجیح ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ زیادت علم ہے۔ اب اس شہادت کے مقابل پر جو عند الشرع قابل قبول ہے جب تک آپ سارے زمانہ کے قلمی نسخے نہ دکھا دیں اور صاحب تلویح کا کذب ثابت نہ کر لیں تب تک احتمالی طور پر طلاق واقعہ ہو گئی ہے۔ علماء کو پوچھ کر دیکھ لیں۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر صاحب تلویح اپنی رویت میں کاذب ہوتا تو اُسی زمانہ میں علماء کی زبان سے اس کی تشنیع کی جاتی اور اس سے جواب پوچھا جاتا۔ اور جبکہ کوئی جواب پوچھا نہیں گیا تو یہ دوسری دلیل اِس بات پر ہے کہ درحقیقت اسکی

نام کتاب ـــــــــــ مجالس حکیم الاسلام جلد اول

طبع ـــــــــــ ربیع الاول ١٤١٧ھ

باہتمام ـــــــــــ محمد اسحاق عفی عنہ

طباعت ـــــــــــ اعلان حق پریس ملتان

سرورق ـــــــــــ حافظ محمد ایوب ملتانی

تعداد ـــــــــــ ایک ہزار

قیمت ـــــــــــ

ملنے کے پتے

- ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
- مولانا محمد اقبال نعمانی مکی مسجد کراچی
- مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاھور
- یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
- مکتبہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
- طیب اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
- ادارہ اسلامیات ١٩٠ انارکلی لاھور
- مکتبۃ العارفی ستیانہ روڈ فیصل آباد
- مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

مجالسِ حکیم الاسلام

جلد اوّل

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ـــ مہتمم دارالعلوم دیوبند ـــ

کی مجالس جو علم و حکمت اور اہل اللہ کے واقعات سے بھرپور ہیں

مع

سوانح حیات

تالیف: ـــ مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب

مرتب: ـــ فتاوی دارالعلوم دیوبند

ادارہ تالیفات اشرفیہ

پرانی غلہ منڈی ٥ بیرون بوہڑ گیٹ ٥ ملتان

سوائے اس کے کہ چھوٹی روحانیت سے آدمی اپنے مجمع کو سنبھال لے لیکن عالمگیر طور پر قلوب میں ذہنی انقلاب ہو تو جب تک عالم گیر روحانیت نہ ہو اس وقت تک یہ چیز پیدا نہیں ہوگی ۔

بزرگوں کے مکاشفات

بعض بزرگوں کے مکاشفات بھی ہیں مثلاً حضرت گنگوہیؒ نے ایک رسالہ لکھا "ہدایت المعتدی فی قراءۃ المقتدی" یہ فاتحہ خلف الامام کے بارے میں لکھا۔ اس کو پڑھ کر مجمع کو سنایا۔ سب نے کہا کہ حضرت اس کو چھپنا چاہیئے۔ یہ تو بڑی بنیادی چیز ہے حضرت نے فرمایا کہ چھاپنے سے کوئی خاص فائدہ نہیں اگر اس کتاب کے ذریعہ سو میں سے ایک کی اصلاح ہوئی تو ۹۹ گمراہ بھی اسی کتاب سے ہوں گے ۔ کیونکہ لوگوں کے قلوب میں عام فساد پیدا ہو چکا ہے اور اب مجھے امت کی نپنے کی توقع نہیں ہے جب تک ظہور مہدی نہ ہو جائے یہ ان کا مقولہ ہے ۔ اور حضرت نانوتویؒ کا مقولہ یہ ہے کہ جس کو مجھ سے امیر شاہ خانصاحب مرحوم نے بیان کیا کہ حضرت نانوتویؒ دہلی تشریف لے گئے ۔ مدرسہ عبدالرب میں قیام تھا کچھ بخار ہو گیا تھا۔ حضرت شیخ الہندؒ اور مولانا امروہیؒ اور میں یہ سب پیر دبا رہے تھے تو میں نے عرض کیا کہ حضرت مسلمانوں کے لیے دعا کیجئے۔ یہ بہت ذلیل ہو چکے۔ ان کی حکومت جا چکی ۔ ان کی جائیدادوں اور جاگیروں پر ساہوکاروں نے قبضہ کر لیا ۔ دفتری سلسلہ میں ان کا کوئی رسوخ نہیں رہا۔ حکومت کے لوگ غالب آ رہے ہیں ۔ یہ بہت پسماندہ ہو گئے ۔

دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ یہ ذلت رفع فرمائیں تو حضرت جوش میں اسی بخار کی حالت میں اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ امیر شاہ مسلمان ذلیل ہو گئے ابھی کچھ ذلیل نہیں ہوئے ابھی اور ذلیل ہوں گے اور انتہاء ہو جائے گی ان کی ذلت

کی جو ذلت انھیں ملے گی ۔ تم لوگوں کے تصور میں بھی نہیں آسکتی ۔ اس وقت غیرت خداوندی جوش میں آئے گی ۔ اور ادھر سے مدد ہوگی ۔ خراساں کی طرف اشارہ کیا ۔ مطلب ظہور مہدی تھا اور حضرت شیخ الہندؒ کا مقولہ ہے) کہ اس زمانے میں مجدد کا کام یہ نہیں ہے کہ غیروں کو دائرۂ اسلام میں داخل کرے کیونکہ اتنی بڑی قوت کا کوئی مجدد نہیں ہے ۔

سب سے بڑا کام مجدد کا یہ ہے کہ اپنوں کو وہ بچائے رکھے جس سے وہ دین پر قائم رہیں ۔ اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ تمام اغیار دین پر آجائیں یہ مشکل ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ ایسی قوت کا مجدد ہو کہ جس کی روحانی طاقت ایسی بڑھی ہو جو سارے عالم کے حالات کو بدل سکے اور اب اس قوت کے مجدد سوائے مہدی علیہ السلام کے کوئی دوسرا نہیں نظر آتا ۔

الحاصل آج کل اپنی عملی کوتاہیوں کی اصلاح کرنا اور اصل شریعت کے مطابق خود زندگی گذارنا اور امت کو اس کی تبلیغ کرنا یہ سب سے بڑی کامیابی ہے

ظہور مہدی علیہ السلام

مہدی علیہ السلام کے بارے میں کچھ علامتیں آئی ہیں ۔ مثلاً یہ کہ مہدی علیہ السلام کا مکہ مکرمہ میں ظہور ہوگا ۔ اور یہ حدیث صحیح بخاری شریف میں موجود ہے کہ غیب سے آواز آئے گی اور وہ آواز یہ ہوگی ۔ هٰذَا خَلِيفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِي فَاسْتَمِعُوا لَهٗ وَاَطِيعُوهُ ۔ یعنی یہ اللہ کے خلیفہ مہدی ہیں ان کی بات مانو اور ان کی اطاعت کرو ۔ اس وقت یہ آواز عالم میں گونج اٹھے گی اس وقت مہدی علیہ السلام کھڑے ہوں گے اور ظہور مہدی علیہ السلام کی آخری علامت یہ ہوگی کہ حج کا زمانہ ہوگا ۔ اور حجاج میں جنگ ہوگی اور اتنی شدید جنگ ہوگی کہ ہزاروں حجاج قتل ہو جائیں گے اور [illegible] مقبلی خون سے تر ہو جائے گا ۔ اور غالباً

مدعی سست گواہ چست

مخالفین الزام عائد کرتے ہیں کہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مولوی ثناء اللہ امرتسری کے ساتھ مباہلہ ہوا جس کے نتیجہ میں حضورؑ مولوی ثناء اللہ امرتسری سے پہلے فوت ہوگئے اور نتیجۃً اپنے دعویٰ نبوت میں صادق ثابت نہیں ہوئے۔

لیکن اس کے برعکس مولوی ثناء اللہ امرتسری واضح اقرار کر رہے ہیں کہ ان کا حضرت مرزا صاحبؑ کے ساتھ مباہلہ ہوا ہی نہیں۔
گویا مدعی سست اور گواہ چست!

جس میں،

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ کے
۴۴ سالہ فتاویٰ کو فقہی ترتیب کے ساتھ اس طرح مرتب کر دیا گیا ہے
کہ عبادات و معاملات کا کوئی مسئلہ باقی نہیں رہا۔

محشی بحواشی شیخ الحدیث حضرت مولانا ابو سعید شرف الدین دہلویؒ

جلد اوّل

مرتبہ

حضرت مولانا محمد داؤد صاحب رازؔ

ناشر

اِدارہ ترجمان السنۃ، ۷ ایبک روڈ، لاہور

مسیح سے افضل نہیں جانتے ہاں بے باپ ہونے سے کچھ ثابت ہوتا ہے تو خدا کی قدرت کاملہ کا اظہار ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید خود اس کی وجہ بتاتا ہے۔ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ ہم مسیح کو بے باپ پیدا کر کے اپنی قدرت کی ایک نشانی بنا دیں گے۔ اس سے مسیح کی فضیلت کا کیا ثبوت۔

۱۵ر نومبر ۱۹۱۸ء

عیسائیوں پر احسان قرآن کریم

اسلام اور قرآن بذریعہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا میں آیا۔ تو جناب مسیح کے حق میں دو گروہ تھے

(۱) ایک معتقدین عیسائی۔ جو اُن کو اُن کے اصل رتبہ سے بہت اونچا دکھاتے تھے کہ بندہ سے خدا بناتے

(۲) دوسرا گروہ یہودی۔ جو جناب کی شان میں بہت بدگو تھے۔ سخت ہتک آمیز الفاظ سے یاد کرتے۔ خدا اور رسول تو کیا بھلا آدمی یا معمولی آدمی جاننا بھی ان کے نزدیک جرم تھا۔ اور یہ ایسی حالت میں قرآن پاک اور پیغمبر اسلام علیہ السلام نے دونوں گروہوں کی اصلاح یوں کی۔ کہ الوہیت کے قائلین کو یوں سمجھایا کہ وہ خدا نہ تھے اور یہودیوں کو یوں سمجھایا کہ وہ بھی نبی بلکہ اولوالعزم رسول تھے۔ اس سے مسلمانوں پر بھی جناب مسیح کی عزت کرنا ضروری ہو گیا۔

سوال یہ ہے کہ اگر پیغمبر اسلام (معاذ اللہ) یہودیوں کی خاطر سے ان کے ہم زبان اور ہم خیال ہو جاتے۔ تو آج جناب مسیح کے بدگوؤں کی تعداد میں کتنے کروڑ کا اضافہ ہوا ہوتا۔ کیا پھر اس احسان یا محبت یا اظہار صداقت کا نتیجہ عیسائیوں کی طرف سے یہ ہونا چاہیے۔ جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان والاشان سے کر رہے ہیں؟

عیسائیو! ؎

آپ ہی اپنے ذرا جور و ستم کو دیکھو ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

اہلحدیث ۱۵ر نومبر ۱۹۱۸ء

سوال: آپ سے اور مرزا غلام احمد قادیانی سے جو مباہلہ ہوا تھا وہ کس بارے میں ہوا تھا مکرر عرض یہ ہے کہ جو شخص اس قسم کا عقیدہ رکھتا ہو کہ امام مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام کا آنا غیر ممکن ہے۔ یہ دونوں باتیں غلط ہیں اور شہادت امام حسین علیہ السلام کا بھی قائل نہیں ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا یا ایسے شخص کو مولوی خیال کرنا اور بزرگ سمجھنا کیسا ہے؟

جواب: میرے ساتھ مرزا قادیانی سے جو مباہلہ نہیں ہوا تھا۔ صرف انہوں نے میرے

حق میں یہ کہا تھا کہ ہم دونوں۔ مرزا اور ثناء اللہ میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے۔ یہ بھی کہا تھا کہ اگر ثناء اللہ مجھ سے پہلے نہ مرا۔ تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ بس یہی اس کا مطلب تھا۔ دیگر یہ کہ جو شخص امام مہدیؑ حضرت عیسیٰؑ یا امام حسینؓ کی شہادت نہیں مانتا۔ وہ بدعتی ہے۔ اس کو امام نہیں بنانا چاہیئے۔ اگر پڑھ رہا ہو تو بحکم وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ۔ پیچھے پڑھ لینا چاہیئے۔

(اہلحدیث ۹ جون ۱۹۱۶ء)

سوال: کیا یہ حدیث صحیح ہے کہ کوئی جاندار آج سے سو برس تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر واقعی اس کا یہی مطلب ہے تو عیسیٰ علیہ السلام ارشاد نبویؐ کے بعد بھی اب تک کیوں کر زندہ رہ سکتے ہیں۔

جواب: یہ حدیث صحیح ہے۔ مگر اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ اس میں حضورؐ نے فرمایا ہے۔ جو جاندار آج کے دن زمین پر زندہ ہے۔ وہ آج سے سو سال تک زندہ نہ رہے گا۔ اس حدیث میں (زمین پر کا) لفظ موجود ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو زمین پر نہیں۔ اس لیے وہ اس میں نہ آئیں گے۔ اور نہ آئندہ کے لیے عام قانون ہے کہ کوئی شخص سو سال سے زیادہ زندگی نہ پائے گا۔ بلکہ جس روز حضورؐ نے فرمایا۔ اس روز سے سو سال تک یہ حکم ہے۔ چنانچہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ الحمد للہ

(۲۹ نومبر ۱۹۱۸ء)

سوال: ایک شخص اپنے کو احمدی کہلاتا ہے۔ اہل سنت کے عالموں کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہے اور مرزا کو مسلمان اور مجدد مانتا ہے۔ یہ بھی کہتا ہے کہ مرزا نے اگر دعویٰ نبوت کیا ہے۔ تو میں مرزا کو کافر سمجھونگا مگر مرزا نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ کیا ہم ایسے احمدی کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔

جواب: مرزا قادیان کو ان کے دعویٰ الہام اور مہدویت مسیحیت میں سچا صادق القول جاننے والا انہیں کے حکم میں ہے۔ نبوت غیر نبوت کا جھگڑا نہیں۔ یہ تو ان دونوں فریقوں کا آپس میں جھگڑا ہے۔ ہمارے سامنے صرف یہ بات بیٹھی ہے کہ مرزا صاحب اپنے دعویٰ الہام میں سچے تھے یا نہیں۔ جو ان کو دعوئے الہام میں سچا سمجھے وہ اُن ہی جیسا ہے۔ لہٰذا وہ امام بنائے جانے کے لائق نہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔

اجعلوا ائمتكم خياركم۔

(۲۳ جنوری ۱۹۴۲ء)

مرکزی جمعیۃ اہلحدیث پاکستان کا ترجمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ نزل احسن الحدیث

جلد 42 | ۲۱ تا ۲۷ رجب ۱۴۳۲ھ | 24 تا 30 جون 2011ء | شمارہ ۲۴
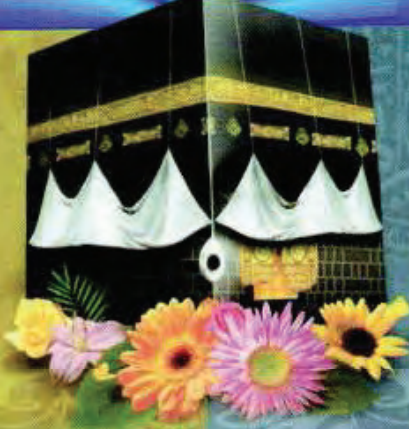
اسلامی تعلیمات

کے فروغ کیلئے متحرک ہو جائیں۔

سینیٹر امیر محترم پروفیسر ساجد میر

فاتح قادیان

کی ایک یادگار تحریر

ترکی میں اسلامی بیداری کی لہر

قرآن وسنت کی روشنی میں

☆ پردہ میں تخفیف کن عورتوں کیلئے ہے......؟

☆ معلّمہ کا جوان شاگردوں سے پردہ......؟

☆ ایام حیض میں نکاح کرنا......؟

جماعت کی تعمیر و ترقی

میں حصہ لینا ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔

وجاہت بھی خواہ کیسی ہی ہو، جہلاء کا مقابلہ نہ کر سکے گی۔ مولوی ثناء اللہ خوب جانتا ہے کہ حضرت اقدس کا سفر میں روزہ کو چھوڑنا اصل میں تعلیم قرآن کی ترویج تھی لیکن مولوی ثناء اللہ کو یاد ہوگا کہ مولوی مذکور نے اس پتھر برسانے کے فعل کو عمدہ ظاہر کر کے اپنی فطرت کا اظہار کر دیا۔ کیا اس شہر میں اب مباہلہ تجویز ہونا مناسب ہے۔ مولوی صاحب اگر آپ نے (۲۵) امرتسر یا بٹالہ کو تجویز کرنے میں گریز کی بنیاد پہلے ہی نہیں رکھی تو پھر کیا حرج ہے کہ تحریر کے ذریعہ مباہلہ ہو جائے۔ لیکن اگر آپ اس (۲۶) پر ہی راضی ہیں کہ بالمقابل کھڑے ہو کر زبانی مباہلہ ہو تو پھر آپ قادیان آ سکتے ہیں اور اپنے ہمراہ دس تک آدمی لا سکتے ہیں اور ہم آپ کا زادِ راہ آپ کے یہاں آنے اور مباہلہ کرنے کے بعد پچاس روپیہ تک دے سکتے ہیں (مولانا طنزاً فرماتے ہیں کہ میرے پہلے قادیان پہنچنے پر جو آپ نے حسب وعدہ ایک لاکھ پندرہ ہزار روپیہ مجھے دیا تھا، وہی کافی ہے۔ان پچاس کی بھلا کیا حقیقت ہے) لیکن یہ امر ہر حالت میں ضروری ہوگا کہ مباہلہ ہونے سے پہلے فریقین میں شرائط تحریر ہو جاویں اور الفاظ مباہلہ (۲۷) تحریر ہو کر اس تحریر پر فریقین اور ان کے گواہوں کے دستخط ہو جاویں گے۔ اور قادیان آنے کی صورت میں ہم شرط حقیقت الوحی کو بھی ضروری نہیں سمجھتے۔ لیکن یہ ضروری ہے (۲۸) کہ مباہلہ کرنے سے پہلے ہمارا حق ہوگا کہ ہم دو گھنٹہ تک اپنے دعاوی اور ثبوت کی تبلیغ کریں اور مولوی ثناء اللہ خاموشی سے سنتا رہے اور بیچ میں نہ بولے اور بعد میں وہ قسماً ظاہر کرے کہ میں اس تبلیغ کے سننے کے بعد بھی مرزا غلام احمد کے دعاوی کو صحیح نہیں سمجھتا۔ اگر آخر الذکر مباہلہ کو مولوی ثناء اللہ پسند کرے تو جب چاہے آ سکتا ہے البتہ اپنے آنے سے پہلے ایک ہفتہ ہم کو اطلاع دے اور اس کے قادیان آنے کی صورت میں اس کی جان اور آبرو کے ہم ذمہ دار ہیں کیونکہ ہماری جماعت (۲۹) مثل بھیڑوں کے ہے اور ہمارے تابع ہے اور ان لوگوں کی طرح درندہ نہیں جن کا نمونہ امرتسر میں دیکھا گیا تھا۔ (بدر ۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء ص ۴۔۵)

جواب: نمبر اول دوم سوم اور چہارم میں آپ نے بالکل سفید جھوٹ سے کام لیا ہے کیونکہ میں نے آپ کو مباہلہ کے لئے نہیں بلایا۔ بلکہ آپ نے یا آپ کے حکم سے (بقول آپ کے دیکھو نمبر ۲۹) آپ کے تابعدار مرید ایڈیٹر الحکم نے مجھ کو قسم کھانے کے لئے کہا، جس کو میں نے منظور کیا ہے۔ افسوس ہے کہ میں نے قسم کھانے پر آمادگی کی ہے مگر آپ اس کو مباہلہ کہتے ہو۔ حالانکہ مباہلہ اس کو کہتے ہیں جو فریقین مقابلہ پر قسمیں کھائیں۔ حلف اور قسم تو ہمیشہ ہر روز عدالتوں میں ہوتی ہے لیکن مباہلہ اس کو کوئی نہیں کہتا۔ پس ہوش سے سنئے اور مخلوق کو دھوکہ نہ دیجئے۔ میں نے جو کہا ہے وہی کہیے۔ اپنے معمولی کذب سے کام نہ لیجئے۔ یہ نہیں کہ میں آپ سے مباہلہ کرنے سے ڈرتا ہوں۔ معاذ اللہ جب میں آپ کو محض خدا کے واسطے ایک مفسد اور دجال جانتا ہوں نہ اب بلکہ سال ہا سال سے، تو میں آپ کے مباہلہ سے کیوں ڈر سکتا ہوں۔ یہ تو نہیں بلکہ آپ کو راست گوئی کا سبق دیتا ہوں کہ آپ عموماً ہر معاملہ میں اور خصوصاً میرے مقابلہ پر کذب بیانی نہ کیا کریں کیونکہ میں آپ کے مکائد سمجھنے میں بفضلہ تعالیٰ مجتہد کا درجہ رکھتا ہوں۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را مے شناسم

پس میں نے جو کہا وہی میرے طرف ثبت کیجئے، دروغ گوئی سے کام نہ لیجئے۔ میں نے حلف اٹھانا کہا ہے، مباہلہ نہیں کہا۔ نہ میں نے آپ کو دعوت دی ہے بلکہ آپ کی دعوت کو منظور کیا ہے۔ نہ میں نے لعنت اللہ علی الکاذبین کہنا لکھا تھا۔ قسم اور ہے مباہلہ اور ہے۔ قسم کو مباہلہ کہنا آپ جیسے راست گووں ہی کا کام ہے اور کسی کا نہیں۔

☆ نمبر ۵، میں بھی آپ نے معمولی کذب سے کام لیا ہے۔ بھلا اگر آپ ایسے ہی رحم دل تھے تو پادری عبداللہ آتھم کی بابت کیوں کہا تھا کہ پندرہ ماہ کے اندر اندر مر جائے گا۔ کیوں آپ نے مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اور اسکے بے گناہ داماد کی موت کی پیش گوئی شائع کی تھی؟ ہاں ہم تمہاری اس مہربانی کا گر بھی جانتے ہیں کہ گورنمنٹ سے چونکہ تحریری اقرار ہے کہ میں (مرزا) کسی کے حق میں موت یا عذاب کی پیش گوئی نہ کروں گا اس لئے اب رحمت اور مہربانی کی سوجھی ہے سچ ہے:

عصمت بی بی ست از بے چادری

☆ نمبر ۶ کے مطابق بھی ہم تیار ہیں مگر نمبر ۷ میں جو آپ دلائل سنانے کا وعدہ دیتے ہیں، کیا اس قسم کے وعدے آپ نے پہلے نہیں کئے تھے، کیا آپ کو یاد نہیں کہ شروع شروع میں آپ نے اپنی کتاب ازالۃ الاوہام کے انتظار کرنے کے لئے کیسے کیسے اشتہارات شائع کئے مگر جب وہ نکل آیا تو کیا نکلا۔ وہی بقول شخصے:

جو چیرا تو اک قطرہ خوں نہ نکلا

☆ نمبر ۸ میں بھی آپ نے اپنے دجال ہونے کا ثبوت دیا۔ خواہ مخواہ اپنی قسم کا ذکر کر دیا۔ اے جناب ہم نے آپ کو کب قسم اٹھانے کے لئے کہا۔ ہم تو نہ آپ کو قسم کھلاتے ہیں نہ آپ کی قسم کا اعتبار کرتے ہیں۔ خواہ آپ تنے توے پر...رکھ دیں۔ ہمیں تو قرآن میں آپ کی قسم پر اعتبار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ پھر ہم آپ کو کیوں قسم دیں اور کیوں اعتبار کریں۔ ہاں آپ نے ہم کو قسم کھانے کے لئے کہا ہے اس لئے ہم تمہارے کہنے سے قسم کھانے کو تیار ہیں۔

☆ نمبر ۹ بھی فضول ہے۔ ہم تو اسی وعدے پر قائم ہیں جو ہم نے ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث میں شائع کیا ہے جس کو آپ نے بھی منظور کیا۔ زائد باتوں کو ہم آپ کی فضول گوئی جانتے ہیں۔ جب آپ کی کتاب نکلے گی تو اس کا جواب بھی دیا جائے گا۔ سر دست تو جہاں سے بات چلی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے کہنے کے مطابق (دیکھو الحکم ۱۷۔ مارچ ۱۹۰۷ء) ہم قسم کھانے کو تیار ہیں۔ قسم کے الفاظ بھی ہم نے لکھ دیئے ہیں اور آپ نے منظور کر لئے ہیں۔ باقی فضول۔

☆ نمبر ۱۰ میں تو آپ مجھ کو عذاب کی تعیین کا اختیار دیتے ہیں مگر نمبر ۱۷ میں اس اختیار کو چھینتے ہیں، کیونکہ آپ لکھتے ہیں، خدا کیوں کسی مجرم کے من کے چاؤ کو پورا کرے۔ پس اس اختلاف کو جو بموجب تعلیم قرآن جھوٹ کی علامت ہے آپ اٹھا دیں گے تو میں بھی حسب (نمبر ۱۰) آپ کو عذاب کی تعیین سے اطلاع دوں گا۔

نمبر ۱۱ میں آپ فیصلے کے منتظر ہیں۔ کیا ابھی آپ کا اور آپ کے مخالفوں کا فیصلہ نہیں ہوا۔ اگر نہیں ہوا تو پھر آپ کے دجال اور کذاب مردود وغیرہ ہونے میں کیا شک ہے کیونکہ آپ نے ۵ نومبر ۱۸۹۹ء کو خود ہی اشتہار دیا تھا جس میں یہ دعا لکھی تھی:

اے میرے مولا! قادر خدا! اب مجھے راہ بتلا اگر میں تیری جناب میں مستجاب الدعوات ہوں تو ایسا کر کہ

ظہورِ مسیحؑ و مہدیؑ دین کا بنیادی رکن نہیں

حسب معمول سیاق وسباق سے ہٹا کر سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تحریر پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ نے نزولِ مسیحؑ کے عقیدہ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ دین کے بنیادی ارا کین میں شامل نہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ایک دیوبندی عالم نے ظہورِ مہدی کے متعلق یہی بات لکھی ہے کہ یہ دین کے بنیادی عقائد میں شامل نہیں ہے۔

اور علماء وقت اُن کو قبول کرتے رہے ہیں لیکن اس زمانہ کے اکثر علماء کی یہ عجیب عادت ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ کا الہام ولایت جس کا کبھی سلسلہ منقطع نہیں اپنے وقت پر بعض مجمل مکاشفات نبویہ اور استعارات سربستہ قرآنیہ کی کوئی تفسیر کرے تو بنظر انکار و استہزاء اُس کو دیکھتے ہیں حالانکہ صحاح میں ہمیشہ یہ حدیث پڑھتے ہیں کہ قرآن شریف کے لئے ظہر و بطن دونوں ہیں اور اس کے عجائبات قیامت تک ختم نہیں ہو سکتے اور ہمیشہ اپنے مُنہ سے اقرار کرتے ہیں کہ اکثر اکابر محدثین کشوف والہامات اولیاء کو حدیث صحیح کے قائم مقام سمجھتے رہے ہیں۔

ہم نے جو رسالہ فتح اسلام اور توضیح مرام میں اس اپنے کشفی والہامی امر کو شائع کیا ہے کہ مسیح موعود سے مراد یہی عاجز ہے میں نے سُنا ہے کہ بعض ہمارے علماء اس پر بہت افروختہ ہوئے ہیں اور انہوں نے اس بیان کو ایسی بدعات میں سے سمجھ لیا ہے کہ جو خارج اجماع اور برخلاف عقیدہ متفق علیہا کے ہوتی ہیں حالانکہ ایسا کرنے میں اُن کی بڑی غلطی ہے۔ ﴿۱۴۰﴾

اول تو یہ جاننا چاہیئے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہماری ایمانیات کی کوئی جُز یا ہمارے دین کے رُکنوں میں سے کوئی رُکن ہو بلکہ صدہا پیشگوئیوں میں سے یہ ایک پیشگوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ جس زمانہ تک یہ پیشگوئی بیان نہیں کی گئی تھی اُس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہیں تھا اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہو گیا اور پیشگوئیوں کے بارہ میں یہ ضروری نہیں کہ وہ ضرور اپنی ظاہری صورت میں پوری ہوں بلکہ اکثر پیشگوئیوں میں ایسے ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں کہ قبل از ظہور پیشگوئی خود انبیاء کو ہی جن پر وہ وحی نازل ہو سمجھ میں نہیں آ سکتے چہ جائیکہ دوسرے لوگ ان کو یقینی طور پر سمجھ لیویں دیکھو جس حالت میں ہمارے سید و مولیٰ آپ اس بات کا اقرار کرتے ہوں کہ بعض پیشگوئیوں کو میں نے کسی اور صورت پر سمجھا اور ظہور اُن کا کسی اور صورت پر ہوا تو پھر دوسرے لوگ گو فرض کے طور پر ساری اُمت ہی کیوں نہ ہو کب ایسا دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہماری سمجھ میں غلطی نہیں سلف صالح ہمیشہ اس طریق کو پسند کرتے رہے ہیں ﴿۱۴۱﴾

تالیفِ لطیف

المحدث النبیل والمجاہد الجلیل شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

تقدیم، تعلیق، تحشیہ

مولانا حبیب الرحمن صاحب قاسمی استاذ دارالعلوم دیوبند

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

حضوری باغ روڈ ملتان

☎ 514122

ولولا مخافة التطويل لاوردت ههنا ما وقفت عليه من احاديثه لانی رایت الکثیر من الناس فی هذا الوقت یتشککون فی امرہ ویقولون ما تری هل احادیثه قطعیة ام لا وکثیر منهم یقف مع کلام ابن خلدون ویعتمدہ ۔ مع انه لیس من اهل هذا المیدان والحق الرجوع فی کل فن لاربابه،

(نظم المتناثر من الحدیث المتواتر ص۱۴۳)

"اگر کتاب کے دراز ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اس موقع پر امام مہدی سے متعلق ان احادیث کو درج کرتا جن کی مجھے واقفیت ہے۔ کیوں کہ اس وقت بہت سارے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ انہیں امام مہدی کے امر میں تردد ہے اور اس سلسلے میں وہ یقینی معلومات کے متلاشی ہیں اور دیگر بہت سے لوگ ابن خلدون کے قول پر قائم اور اسی پر اعتماد کرتے ہیں جب کہ ابن خلدون اس میدان کے آدمی نہیں تھے۔ اور حق تو یہ ہے کہ ہر فن میں اس فن کے ماہرین کی جانب رجوع کیا جائے۔"

ان ساری تفصیلات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح آشکارا ہوگئی کہ امام مہدی سے متعلق احادیث نہ صرف صحیح و ثابت ہیں بلکہ متواتر اور اپنے مدلول پر قطعی الدلالت ہیں جن پر ایمان لانا بحسب تصریح علامہ سفارینی واجب اور ضروری ہے۔ اسی بنا پر ظہورِ مہدی کا مسئلہ اہلِ سنت والجماعت کے عقائد میں شمار ہوتا ہے البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ یہ اسلام کے اہم ترین اور بنیادی عقائد میں داخل نہیں ہے۔ مسئلہ کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر ہر دور کے محدثین و اکابر علماء نے مسئلۂ مہدی پر ضمناً و مستقلاً شرح و بسط کے ساتھ مدلل کلام کیا ہے جن میں سے بہت سی کتابوں کی نشاندہی خود علامہ ابن خلدون نے بھی مقدمہ میں کی ہے۔

اسی طرح علماء حدیث اور ماہرین نے اس مسئلہ سے متعلق ابن خلدون کے نظریہ کی پُر زور تردید کی ہے اور اصولِ محدثین کی روشنی میں علامہ ابن خلدون کے ظاہر کردہ اشکالات کو دور کر کے ظہورِ مہدی کی حقیت اور سچائی کو پورے طور پر واضح کر دیا ہے۔

علماءِ امت کی ان مساعیٔ جمیلہ کے باوجود ہر دور میں ایک ایسا طبقہ موجود رہا ہے جو علامہ ابن خلدون کے بیان کردہ اشکالات سے متاثر ہو کر ظہورِ مہدی کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا رہا۔ اس لیے علمائے دین بھی اپنے اپنے عہد میں حسبِ ضرورت تحریر و تقریر کے ذریعہ اس مسئلہ کی وضاحت کرتے رہے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ نے بھی اسی مقصد کے تحت یہ زیرِ نظر رسالہ مرتب کیا تھا۔ چنانچہ اپنے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں:

انه قد جری ببعض اندیة العلم ذکر المهدی الموعود فانکر بعض الفضلاء الکاملین صحة الاحادیث الواردة فیه فاحببت ان اجمع الاحادیث

وعدہ میں گنجائش اور وسعت

''براہین احمدیہ'' کی پچاس جلدوں کی بجائے پانچ جلدیں لکھنے پر مخالفین سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وعدہ خلافی کا الزام لگاتے ہیں۔ایک دیوبندی عالم حنفی فقہ کی ایک مشہور کتاب ''ھدایہ'' کے مصنف کا ایک قول نقل کرتے ہیں کہ وعدہ میں گنجائش اور وسعت ہوتی ہے لیکن حیرت کی بات ہے کہ غیر احمدی علماء ہمارے لئے اس اصول کو بالکل فراموش کر دیتے ہیں۔

إِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى
ہدایہ اور صاحب ہدایہ
جس میں صاحب ہدایہ
کی سیرت و سوانح، علمی
مقام، تصانیف و خدمات،
ہدایہ کی خصوصیت و اہمیت،
فقہی مقام و جامعیت،
اسلوب بیان، فضل و امتیاز
اصطلاحات، مسامحات،
رموز و اشارات، شروح
و حواشی اور دیگر موضوعات پر
سیر حاصل مباحث
تالیف
مولانا عبدالقیوم حقانی
ناشر
القاسم اکیڈمی • جامعہ ابوہریرہ
برانچ پوسٹ آفس • خالق آباد • ضلع نوشہرہ
فون: 630611 (0923) فیکس: 630237

عالم طاری ہو جاتا ہے"۔

طرزِ تالیف:

تالیف ہدایہ کے بارے میں خود مصنف رحمہ اللہ کتاب کے مقدمہ میں یوں وضاحت کرتے ہیں:

" حقیقت یہ ہے کہ ہدایۃ المبتدی کے دیباچہ میں میں نے یہ وعدہ کیا تھا کہ انشاء اللہ اس کی شرح کروں گا جس کا نام کفایۃ المنتہی ہو گا۔ چنانچہ اس کی شرح کر رہا ہوں۔ وعدہ میں گنجائش اور وسعت ہوتی ہے اور جبکہ میں فراغت کے قریب پہنچا ہوں تو میں نے محسوس کیا ہے کہ اس میں کلام بہت طویل ہو گیا ہے مجھے اندیشہ ہے کہ طول کلام کی وجہ سے اصل کتاب "ہدایہ" ہی نہ چھوٹ جائے اس لئے مجھے دوسری شرح کی طرف اپنی توجہ منعطف کرنا پڑی جس کا نام ہدایہ رکھا اس میں اللہ کی توفیق سے عمدہ روایات اور ٹھوس عقلی دلائل جمع کر رہا ہوں اس کے ہر باب میں زوائد کو ترک کرنے کا ارادہ ہے اور طول بیان سے احتراز کی نیت ہے لیکن بایں ہمہ وہ ایسے اصول پر مشتمل ہو گی جن پر فروع متفرع ہو سکیں۔ (مقدمہ الہدایہ)

اسلوب بیان:

خصوصیت ہدایہ کے ضمن میں یہ بھی ملحوظ رہے کہ چاروں فقہی مسالک کی جو نمائندہ کتب لکھی گئیں اول تو ان میں صرف اپنے مسلک کا بیان اس کی وضاحت اور دلائل ہیں، دوسرے فقہی مسالک ان میں ذکر نہیں کئے گئے اور اگر ذکر کئے گئے ہیں تو دوسرے مسالک کے دلائل پیش نہیں کئے گئے مثلاً فقہ مالکی میں ابن رشد قرطبی (م ۵۹۵ھ) کی بدایۃ المجتہد یہ کتاب اصلاً فقہ مالکی کی نمائندگی کرتی ہے۔ مالکی مسلک کی اہم اور بنیادی کتابوں میں اس کا شمار ہوتا ہے اور بلاشبہ ایک بلند مرتبہ کتاب ہے۔ اس کے مصنف صاحب ہدایہ کے ہم عصر ہیں۔ ان کا سال وفات ۵۹۳ھ اور ابن رشد کا ۵۹۵ھ ہے۔ ابن رشد بھی مالکی مسلک کے علاوہ امام ابو حنیفہ

کتابیات، علماء کرام کے اسماء گرامی، اور اُن کے مسالک

احمدیہ مسلم جماعت

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانی احمدیہ مسلم جماعت

☆ مجموعہ اشتہارات جلد سوم؛

☆ چشمۂ معرفت؛

☆ نور القرآن نمبر۲؛

☆ مباحثۂ لدھیانہ؛

☆ حقیقۃ الوحی؛

☆ انجام آتھم؛

☆ آئینہ کمالات اسلام؛

☆ نزول المسیح؛

☆ تریاق القلوب؛

☆ کتاب البریّہ؛

☆ پیغام صلح؛

☆ براہین احمدیہ حصہ پنجم؛

☆ شہادۃ القرآن؛

☆ ازالۂ اوہام

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور

☆ الحکم؛

☆ البدر؛

☆ پیغام صلح

سُنّی علماء کرام

☆ الاتقان فی علوم القرآن از علامہ جلال الدین السیّوطی

☆ سیرۃ حلبیہ از علامہ علی بن برہان الدین حلبی ترجمہ محمد اسلم قاسمی

☆ الفوز الکبیر از شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی

☆ کتاب الجرح والتعدیل

☆ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح از علامہ محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی

☆ مقاماتِ مظہری از شاہ غلام علی دہلوی

مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب

☆ ازالہٗ اوہام؛

☆ اظہار الحق (بائیبل سے قرآن تک)

☆ التفسیر والمفسّرون از الدکتور محمد حسین الذھبی

☆ مجموعہ رسائل الکنوی از محمد عبدالحئ لکھنوی

☆ الاشاعۃ لاشراط الساعۃ از البرزنجی

☆ آثار القیامۃ فی حجج الکرامۃ از نواب صدیق حسن خان بھوپالی

☆ تفسیر القرآن از شیخ محمد عبدہٗ

☆ عقیدۃ المسلم از محمد الغزالی المصری

☆ تکمیل الایمان از شاہ عبدالحق محدّث دہلوی

☆ منّاع القطّان مباحث علوم القرآن

سیّد ابوالاعلیٰ مودودی صاحب

☆ تحریک آزادئ ہند اور مسلمان؛

☆ ختم نبوت؛

☆ روداد جماعت اسلامی از شعبہ تنظیم جماعت اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب

☆ مثیل عیسیٰ علی مرتضیٰ ؛

☆ رسالہ میثاق ؛

☆ رسالہ ندائے خلافت

شیعہ علماء کرام

☆ الشافی ترجمہ اصول کافی از یعقوب الکلینی

☆ احتجاج طبرسی از علامہ طبرسی

☆ الصراط السّوی فی احوال المہدی از سیّد محمد سبطین السرسوی صاحب

اہلحدیث علماء کرام

☆ اسلام اور مسیحیت از مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب

☆ مسئلہ خلافت از مولانا ابوالکلام آزاد صاحب

☆ فیصلہ مکہ از عبدالعزیز صاحب سیکرٹری جمیعۃ مرکزیہ اہلحدیث ہند

☆ فتاویٰ ثنائیہ از محمد داؤد راز صاحب

☆ اللمعات از علامہ محمد رئیس ندوی صاحب

☆ عقلیاتِ ابن تیمیہ از محمد حنیف ندوی صاحب

☆ الرحیق المختوم از صفی الرحمان مبارکپوری صاحب

☆ اہلحدیث کا منہج از حافظ صلاح الدین یوسف

☆ قرآن وحدیث میں تحریف از ابو جابر عبداللہ دامانوی صاحب

☆ کلمہ گو مشرک از ابوالحسن مبشر احمد ربانی صاحب

☆ مذہبی وسیاسی باوے از امیر حمزہ صاحب

☆ضمیمہ الشیعہ والسنۃ (تصنیف احسان الٰہی ظہیر صاحب) از عطاء الرحمٰن ثاقب صاحب

☆ فتاویٰ علمیہ از زبیر علی زئی صاحب

☆ تنقیح الکلام از ارشاد الحق اثری صاحب

☆ علمائے دیوبند کا ماضی از حکیم محمود احمد صاحب

☆ مقامِ نبوت جاہلیت اور اسلام کے تصورات از پروفیسر زاہد حسین مرزا صاحب

☆ صحابہ کرامؓ کے بارے میں علمائے حنفیہ کی زبان درازیاں از الطاف الرحمٰن الجوہر صاحب

☆ تبلیغی جماعت قرآن وحدیث کی کسوٹی پر۔ از عطاء اللہ ڈیروی صاحب اور طارق عادل خان صاحب

☆ رسالہ الاعتصام

☆ رسالہ اہلحدیث از ساجد میر صاحب

☆ رسالہ ترجمان دہلی

بریلوی علماء کرام

مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب

☆ حسام الحرمین؛

☆ فتاویٰ افریقہ

☆ تحریفات از خلیل احمد رانا صاحب

☆ جاء الحق وذہق الباطل از مفتی احمد یار خان صاحب

☆ خطباتِ برطانیہ از سیّد محمد مدنی میاں صاحب

☆ درالمعارف ملفوظات شاہ غلام علی دہلوی از شاہ رؤف احمد مجددی صاحب

☆ دیوبندیوں سے لاجواب سوالات از محمد نعیم اللہ خان قادری

دیوبندی علماء کرام

محمد قاسم نانوتوی صاحب

☆تحذیرالناس؛

☆مناظرہ عجیبہ؛

☆ھدیۃ الشیعہ

خلیل احمد سہارنپوری صاحب

☆براہینِ قاطعہ؛

☆المھند علی المفنّد؛

☆ تذکرۃ الرشید

اشرف علی تھانوی صاحب

☆احکامِ اسلام عقل کی نظر میں؛

☆نشر الطیب فی ذکر النّبی الحبیبؐ؛

☆امداد المشتاق الیٰ اشرف الاخلاق؛

☆اسلام اور سیاست

☆ تذکرۃ الخلیل از محمد عاشق الٰہی میرٹھی صاحب

☆اکابر علمائے دیوبند اتباع شریعت کی روشنی میں از محمد زکریا کاندھلوی صاحب

سیّد ابوالحسن علی ندوی صاحب

☆ تاریخ دعوت وعزیمت؛

☆حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت

☆یادرفتگان از سیّد سلیمان ندوی صاحب

☆علمائے ہند کا شاندار ماضی از سیّد محمد میاں صاحب

انورشاہ کاشمیری صاحب

☆ خاتم النبیینؐ؛

☆ بیان مقدمہ مرزائیہ بہاولپور

محمد منظور نعمانی صاحب

☆ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید اور معاندین اہل بدعت کے الزامات؛

☆ فیصلہ کن مناظرہ؛

☆ فتوحاتِ نعمانیہ

☆ ترجمان السنۃ از سیّد محمد بدرعالم میرٹھی صاحب

مفتی محمد شفیع صاحب

☆ سیرۃ خاتم الانبیاء؛

☆ مجالسِ حکیم الامت؛

☆ ملفوظاتِ حکیم الامت؛

☆ ختم نبوت کامل

☆ مجالس حکیم الاسلام قاری محمد طیّب صاحب از مفتی ظفیر الدین صاحب

☆ الخلیفۃ المھدی فی الاحادیث الصحیحۃ از سیّد حسین احمد مدنی صاحب

☆ احسن السوانح از یکے از خدام جامعہ اشرفیہ

☆ فیصلہ ہفت مسئلہ کی وضاحت از مفتی رشید احمد صاحب

☆ ہدایہ اور صاحب ہدایہ از عبدالقیوم حقانی صاحب

☆ نقش دوام از انظر شاہ مسعودی صاحب

☆ ملفوظات انورشاہ کشمیری از سیّد احمد رضا بجنوری صاحب

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب

☆علوم القرآن؛

☆تقلید کی شرعی حیثیت

☆فقہ میں اجماع کا مقام از مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب

☆ حاشیہ احسن الاحادیث فی ابطال التثلیث تصنیف مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب از اسمٰعیل عارفی صاحب

☆ بوئے گُل نالہٗ دل، دود چراغ محفل از شورش کاشمیری صاحب

علامہ خالد محمود صاحب

☆ آثار الاحسان؛

☆مقدمہ تحذیر الناس؛

☆شاہ اسمٰعیل محدث دھلوی شہید بالاکوٹ

☆ حاشیہ تحذیر الناس از حافظ عزیز الرحمٰن صاحب

☆ سوانح قاسمی از سیّد مناظر احسن گیلانی صاحب

شیخ محمد اکرام صاحب

☆ رودِ کوثر؛

☆موجِ کوثر

☆ تذکرۃ حضرت سیّد علم اللہ شاہ الحسنی رائے بریلی از محمد الحسنی صاحب

محمد سرفراز خان صفدر صاحب

☆عباراتِ اکابر؛

☆احسن الکلام

☆انواراتِ صفدر از محمد محمود عالم اوکاڑوی صاحب

☆تجلیات صفدر از محمد امین صفدر اوکاڑوی صاحب

☆ حیاتِ امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب

☆ حیاتِ شیخ الہند از سیّد اصغر حسین صاحب

☆ تنبیہ الغافلین علیٰ تحریف الغالین از حافظ حبیب اللہ ڈیروی صاحب

☆ اسلام میں امام مہدی کا تصور از محمد ظفر اقبال صاحب

☆ تحفۂ قادیانیت از محمد یوسف لدھیانوی صاحب

☆ ادیانِ باطلہ اور صراط مستقیم از مفتی محمد نعیم صاحب

☆ علمائے دیوبند پر زبیر علی زئی کے الزامات کے جوابات از حافظ ظہور احمد الحسینی صاحب

☆ عقیدۂ ختم نبوت اور نزولِ مسیحؑ از قمر احمد عثمانی صاحب

☆ پیش لفظ عقیدۂ نزولِ مسیح از سیّد سلیمان یوسف بنوری صاحب

☆ عرضِ ناشر ریاض الصالحین از خالد مقبول صاحب

☆ حاشیہ آثارِ قیامت اور فتنہ دجال کی حقیقت از محمد اسلم زاھد صاحب

☆ نوائے منبر و محراب از محمد اسلم شیخو پوری صاحب

☆ صحابہ کرام کے متعلق غیر مقلدین کا نقطۂ نظر از محمد ابوبکر غازی پوری صاحب

☆ فیض سبحانی شرح اردو حسامی از جمیل احمد سکروڈوی صاحب

☆ علاماتِ قیامت سے متعلق رسولِ اکرم ﷺ کی پیشگوئیاں از ختم نبوت اکیڈمی

☆ رسالہ البلاغ از دار العلوم کراچی

☆ رسالہ الحسن از جامعہ اشرفیہ لاہور

☆ رسالہ بیّنات از جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

روزنامہ جنگ لاہوراور روزنامہ ایکسپریس لاہور سے کالم اور خبروں کے تراشے

☆مولانا فضل الرحمان صاحب؛

☆سیّد منور حسن صاحب؛

☆ قاضی حسین احمد صاحب؛

☆ طاہر القادری صاحب؛

☆تبلیغی اجتماعات کے مقررین؛

☆ صاحبزادہ فضل کریم صاحب؛

☆ حافظ عاکف سعید صاحب؛

☆ حافظ سعید صاحب؛

☆عبدالغفار روپڑی صاحب؛

☆مولانا محمد امجد صاحب؛

☆ قاری زوار بہادر صاحب؛

☆ حافظ محسن جاوید صاحب؛

☆انصار عباسی صاحب؛

☆اوریا مقبول جان صاحب؛

☆ ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن خان صاحب؛

☆لیفٹننٹ کرنل (ر) سکندر خان بلوچ صاحب